دینی مسائل کا انسائیکلوپیڈیا
ہزاروں مستند فتاویٰ جات کا پہلا مجموعہ

جامع الفتاویٰ

۶

تقاریظ

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ
فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری رحمہ اللہ
فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین مظاہری رحمہ اللہ
مورخ اسلام حضرت مولانا قاضی اطہر مبارکپوری رحمہ اللہ
ودیگر مشاہیر امت

مرتب اول
حضرت مولانا مفتی مہربان علی صاحب رحمہ اللہ

جدید ترتیب
اشرفیہ مجلس علم وتحقیق

مقدمہ
حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب مدظلہ
(مرتب "خیر الفتاویٰ" جامعہ خیر المدارس ملتان)

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

دینی مسائل کا انسائیکلوپیڈیا
ہزاروں مستند فتاویٰ جات کا پہلا مجموعہ

جامع الفتاویٰ

٦

مرتب
حضرت مولانا مفتی مہربان علی صاحب رحمہ اللہ

پسند فرمودہ
فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ
فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری رحمہ اللہ
فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین مظاہری رحمہ اللہ

مقدمہ
حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب مدظلہ
(مرتب "خیر الفتاویٰ" جامعہ خیر المدارس ملتان)

جدید ترتیب واضافہ
اشرفیہ مجلس علم وتحقیق

ادارہ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

جامع الفتاویٰ

تاریخ اشاعت .... ربیع الاول ۱۴۲۹ھ

ناشر .... ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت .... سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ .... چوک فوارہ .... ملتان .... مکتبہ رشیدیہ .... راجہ بازار .... راولپنڈی

ادارہ اسلامیات .... انارکلی .... لاہور .... یونیورسٹی بک ایجنسی .... خیبر بازار .... پشاور

مکتبہ سید احمد شہید .... اردو بازار .... لاہور .... ادارۃ الانور .... نیو ٹاؤن .... کراچی نمبر 5

مکتبہ رحمانیہ .... اردو بازار .... لاہور .... مکتبہ منظور الاسلامیہ .... جامعہ حسینیہ .... علی پور

مکتبہ المنظور الاسلامیہ .... جامعہ .... مدینہ ٹاؤن .... بنک روڈ .... فیصل آباد

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K 119-121- HALLIWELL ROAD

(ISLAMIC BOOKS CENTERE BOLTON BL1 3NE (U.K)

فہرست عنوانات

کتاب البیوع

باب شرائط البیع و ارکانہٗ

(بیع کے شرائط وارکان وغیرہ)

خرید وفروخت میں طرفین کی رضامندی کا اعتبار

سوال: آج کل مروجہ طریقہ کے مطابق ناپ تول میں متفاوت آلات استعمال ہوتے ہیں' کپڑے کے دُکاندار عموماً میٹر پر کپڑا خرید کر گز پر بیچتے ہیں جو میٹر سے کم ہوتا ہے۔ اسی طرح عام دُکاندار پختہ سیر سے (جو سوتولہ کا ہوتا ہے) چیز خرید کر کلوگرام (جو کہ ۸۵ تولہ ہوتا ہے) سے فروخت کرتے ہیں' بائع اور مشتری دونوں اس طریقہ ناپ تول سے آگاہ ہونے کے باوجود باہمی رضامندی سے معاملہ طے کرلیتے ہیں' کیا ناپ تول کا یہ طریقہ ازروئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مشتری سے ناپ تول کی حقیقت کو مخفی رکھنا دھوکہ دہی کے زمرے میں آتا ہے جو کہ ناجائز ہے لیکن جہاں کہیں بائع اور مشتری دونوں کی باہمی رضامندی سے معاملہ طے ہوجائے تو شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں۔

لماقال اللّٰہ تبارک و تعالٰی: یٰاَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَاتَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا○ (سورۃ النساء آیت نمبر ۲۹)

بیع کی تعریف اور رُکن کیا ہیں؟

سوال: بیع کی تعریف اور رکن کیا ہیں اور بیع کب منعقد ہوجاتی ہے؟

جواب: قال فی الهندیة' امّا تعریفه فمبادلة المال بالمال بالتراضی' یعنی آپسی رضامندی سے مال کا مال سے مبادلہ کو بیع کہتے ہیں اور بیع کے دو رکن ہیں' ایک ایجاب وقبول' دوسرے تعاطی یعنی لینا دینا' چنانچہ ایک کہے کہ میں نے یہ چیز اتنی قیمت میں فروخت کردی' دوسرا کہے میں نے خرید لی تو

یہ بیع ہوگئی اب اختیار ختم ہوگیا اور دونوں کیلئے مِلک ثابت ہوگئی۔ (منہاج الفتاویٰ غیر مطبوعہ)

مال مخلوط سے تجارت کرنا

سوال: ایسی جائز تجارت جس میں مال حرام غالب ہو اور مال حلال مغلوب ہو اسی سے حلال پیشہ شروع کیا جائے تو تجارت کی آمدنی کا کیا حکم ہے اس کو کار خیر میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: خلط کی وجہ سے ملک متحقق ہو کر تجارت درست ہوگی اور اس کی آمدنی حلال ہوگئی جس کو کار خیر میں لگانا بھی درست ہوگا اور اصل مال حرام کا ضمان لازم ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۸۶٫۷ ج ۹)

''جس کی ادائیگی کی صورت سوال واضح کر کے دریافت کی جاسکتی ہے۔'' (م'ع)

بدعتیوں کی کتابوں کی تجارت

سوال: کتب غیر مذہب و مبتدعین وغیرہ کی تجارت وطبع واشاعت کرنا کہ اس میں مذہب حق کا ابطال اور باطل مذہب کی تائید ہوتی ہے منع و ناجائز ہے یا نہیں؟

جواب: ایسی کتابوں کی تجارت حرام ہے کہ وہ خود معصیت کی اشاعت اور اسلام کی توہین ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۹۰) ''غیر اسلامی ناول اور غیر حق جملہ کتب کا حکم واضح ہوگیا' مسلم تاجران کتب اپنا اپنا جائزہ لیں'' (م'ع)

پتنگ' ڈور اور آتش بازی کی تجارت

سوال: پتنگ کی ڈور کا کاروبار اور آتش بازی کی تجارت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جو ڈور صرف پتنگ کے کام آتی ہے اور کسی کام نہیں آتی اس کا کاروبار مکروہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۹۰ ج ۱۲) ''اور آتش بازی کی تجارت منع ہے'' (م'ع)

لقطہ سے تجارت کرنا

سوال: کسی شخص نے راستہ میں ایک ہزار روپیہ پایا اس وقت مالک کو دینے سے انکار کر دیا اور اس سے تجارت کی جس سے نفع ہوا اب مالک کا روپیہ واپس کرنا ہے تو مع نفع کے واپس کرے یا صرف ایک ہزار؟

جواب: اس کو ایسا کرنا جائز نہیں' یہ خیانت ہے' اس روپیہ سے جتنا نفع کمایا ہے اس کو غرباء پر صدقہ کر دے اور اصل روپیہ مالک کو واپس دے اور اپنی اس خیانت کی معافی بھی مانگے' توبہ و استغفار بھی کرے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۸۴ ج ۱۷) ''تاکہ گناہ کا بوجھ بھی ختم ہو'' (م'ع)

ہڈیوں کی تجارت کا حکم

سوال: زید حلال حرام اور مردار جانوروں کی ہڈی خرید وفروخت کرتا ہے جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: سور کے علاوہ تمام جانوروں کی ہڈیوں کی تجارت جائز ہے اگرچہ مردار کی ہڈیاں ہوں۔ (فتاویٰ احیاء العلوم ص ۲۹۴ ج ۱) "چونکہ ہڈی پاک ہے سوائے خنزیر کے" (م ع)

ٹیلی ویژن وغیرہ کی مرمت وتجارت کا حکم

سوال: ٹیلی ویژن وی سی آر ریڈیو وغیرہ آلات لہو ولعب کی تجارت اور مرمت کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے اور اس کی آمدنی حلال ہے یا حرام؟

جواب: ٹیلی ویژن وی سی آر میں نامشروع اور لہو ولعب سے بچتے ہوئے محض جائز چیزوں کا دیکھنا یا سننا سب متعذر ہوتا ہے اس لیے اس کا آلہ لہو ولعب ہونا ظاہر ہے اور اس کی ممانعت حدیث پاک میں ہے: "**كل لهوٍ لمسلمٍ حرام الاثلثة**" اور یہ دونوں چیزیں **الاثلثة** میں داخل نہیں لہٰذا ان کی تجارت مرمت وغیرہ شرعاً کچھ بھی جائز نہ رہے گی اور اس کی آمدنی بھی حلال نہ رہے گی ہاں ریڈیو میں جائز کلام وغلط خبر وغیر لہو ولعب میں مبتلا ہوئے بغیر رہنا متعذر رہے اس لیے ریڈیو میں جائز باتیں اسطرح سننا کہ نامشروع چیزوں کا ارتکاب لازم نہ آئے درست رہے گا۔ (نظام الفتاویٰ ص ۲۷۴ ج ۱)

ہارمونیم کی تجارت

سوال: میں ہارمونیم بنا کر سب عیب بتا کر بیچتا ہوں گاتا بجاتا نہیں ہوں دستکار ہوں یہ کیسا ہے؟

جواب: ہارمونیم گانے بجانے کا آلہ ہے اس کی تجارت مکروہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۳۶۶)

نشہ آور چیزوں کی تجارت

سوال: افیون اسپورٹ گانجہ وغیرہ کی تجارت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: چار قسم کی شراب تو حرام ہے اور اس کی تجارت بھی حرام ہے اور اس کے علاوہ جو چیزیں نشہ آور ہیں ان کا استعمال بطور دوا اتنی مقدار میں کہ نشہ نہ ہو بوقت ضرورت جائز ہے اور ان کی تجارت حرام نہیں البتہ مکروہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۴۰۷)

کالا گڑ جو صرف شراب بنانے میں استعمال ہوتا ہے اس کی تجارت کرنا

سوال: کالا گڑ صرف شراب بنانے میں استعمال ہوتا ہے اور کسی کام میں مستعمل نہیں ہوتا' ازروئے شریعت اس کی تجارت درست ہے یا نہیں؟

جواب: جب اس کالے گڑ کا استعمال صرف شراب بنانے میں ہوتا ہے تو وَلَاتَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ کے پیش نظر اس کی تجارت کی اجازت نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۶ ص ۲۷۸)

خنزیر کے بالوں کی تجارت کا حکم

سوال: ایک مسلمان خنزیر کے بالوں کی تجارت کرتا ہے ان کو مشرک ملازم چھوتے ہیں' خود ہاتھ نہیں لگاتا لیکن نفع کا روپیہ حاصل کرتا ہے اور اس کیلئے خط و کتابت کرتا ہے تو اس تجارت کے نفع کا کیا حکم ہے؟

جواب: خنزیر کے بال ظاہر روایت اور مذہب مفتی بہ کے موافق نجس اور ناقابل انتفاع ہیں اس لیے ان کی تجارت بھی ناجائز ہے' ہاں امام محمدؒ کی روایت کے بموجب اس میں اتنا شبہ پیدا ہو گیا کہ امام محمدؒ نے ضرورت کے وقت اس سے فائدہ اٹھانے کو جائز فرمایا ہے اس لیے تجارت کے حرام ہونے میں خفت آ گئی ہے تاہم حرمت کا حکم ہی راجح اور احوط ہے۔ (کفایت المفتی ج۹ ص ۱۳۰)

سوسمار کے چمڑے کی تجارت کا حکم

سوال: سوسمار (گوہ) جس کو عربی میں ضَبٌّ کہتے ہیں جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: اگر سوسمار کو بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر کے اس کا چمڑا نکالا جائے تو بغیر دباغت کے بھی اس کی خرید و فروخت جائز ہے اور اس کے خلاف ہو تو پھر اس کو دباغت کے بعد بیچ اور خرید سکتے ہیں' قبل دباغت ناجائز ہے' دباغت کے لیے اس کو ہاتھ سے چھونا اور نمک لگانا سب جائز ہے۔ (کفایت المفتی ج۹ ص ۱۳۱)

مردار کے چمڑے کی خرید و فروخت

سوال: میں بھینسوں کا بیوپار کرتا ہوں اور کبھی بھینس مر بھی جاتی ہے تو ان مری ہوئی بھینسوں کے چمڑے کی قیمت لے سکتا ہوں یا نہیں؟

جواب: مردار چمڑے کی خرید و فروخت جائز نہیں' البتہ اگر اس کو نمک وغیرہ لگا کر دباغت دے دیں کہ گلنے سڑنے سے محفوظ ہو جائے تو پھر اس کو فروخت کرنا شرعاً درست ہو جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱۲ ص ۴۱۱)

شعار کفار کی خرید وفروخت کرنا

سوال: سادھوؤں کے لباس مخصوص کی خرید وفروخت مسلمان کے لیے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: کپڑے کی خرید وفروخت مسلمان کے لیے شرعاً درست ہے پھر کفار اس کو خرید کر جس کام میں چاہیں استعمال کریں' مسلمان پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں اور مخصوص سادھوؤں کا شعار فروخت کرنا بھی درست ہے' شریعت اسلامیہ کے نزدیک یہ کفار کا شعار کچھ اعزاز کی چیز نہیں بلکہ وضع کے اعتبار سے اس میں ان کی تذلیل ہے تاہم ایسی تجارت سے احتیاط بہتر ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۹ ص ۳۹۷)

''تا کہ لوگوں کو بدگمانی کا موقع بھی نہ ملے'' (م'ع)

چماریوں سے ساگ خریدنا

سوال: چنے وغیرہ کا ساگ جو چماریاں فروخت کرتی ہیں یہ اکثر چوری کا ہوتا ہے' خود چماریوں سے اس کی تحقیق کی گئی' تو کیا یہ خرید کر کھانا جائز ہے؟

جواب: جس ساگ کے متعلق خصوصیت سے معلوم ہو کہ یہ بغیر مالک کی اجازت کے چرا کر لائی ہے اس کا خریدنا ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۸ ص ۲۷۲) ''یا جہاں اکثر ایسا ہی ہوتا ہو اس کا بھی یہی حکم ہوگا'' (م'ع)

کتے کی خرید وفروخت کرنا

سوال: مسلمان کے لیے کتے کی بیع جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جب کتا پالنا اور اس سے نفع اٹھانا' اس کو تعلیم دلانا اور اس کے ذریعے حاصل شدہ شکار کھانا نصوص قرآن وحدیث سے ثابت ہے تو پھر اس کی بیع کا مسئلہ خود بخود ثابت ہو جاتا ہے' کتب فقہ بحر الرائق' درمختار میں اس کی بیع کو درست لکھا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۳۵۳)

خضاب کی خرید وفروخت کرنا

سوال: خضاب لگانا ناجائز ہے تو پھر اس کا بنانا بیچنا کیوں جائز ہے؟

جواب: کیونکہ اس کا ایک محل جواز کا بھی ہے ''یعنی دشمن دین کا مرعوب کرنا'' اور غیر محل میں عامل کا فعل اختیاری ہے' لہٰذا صانع اور بائع کی طرف اس کی نسبت نہ کی جاوے گی اور اعانت علی المعصیت کے سبب ناجائز نہ کہا جاوے گا۔ البتہ خلاف اولیٰ ضرور ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۲۱۵)

''یہ سیاہ خضاب کی بات ہے' یہی مختلف فیہ اور منع ہے'' (م'ع)

آنکھوں کی خرید وفروخت

سوال: ایک ڈاکٹر صاحب دوسروں کی آنکھیں لے کر خراب شدہ آنکھیں نکال کر اس میں لگا دیتا ہے' کیا اس طرح زندگی میں' یا موت کے بعد آنکھوں کی خرید وفروخت جائز ہے؟ اور زید کے لیے اپنی خراب آنکھیں نکلوا کر صحیح آنکھیں لگوانا جائز ہے؟

جواب: زید کے لیے اس طرح دوسروں کی آنکھیں استعمال کرنا ناجائز ہے' زندہ آدمی کی آنکھوں کی بیع بھی ناجائز ہے' مردہ کی بھی ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۱۷۰)

حفاظت نظر کے ساتھ بازار سے خرید وفروخت کرنا

سوال: یہاں کے دُکاندار کروم خریدنے جاتے ہیں جن کے یہاں سے خریدتے ہیں ان کی عورتیں بچوں کو دودھ پلاتے وقت چھاتی کو ننگی کر کے دودھ دیتی ہیں تو مسلم بیوپاری کو وہاں سے مال خریدنا ناجائز ہے یا نہیں؟

جواب: مال خریدنا تو درست ہے لیکن نامحرم پر نظر نہ کی جائے' جیسا کہ بازار میں بھی عورتیں سر وباز وکھولے ہوئے رہتی ہیں' ان کی طرف نظر ممنوع ہے اور نفس بازار سے اپنی ضروری اشیاء خریدنا شرعاً درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۱۰۱/۲)

شراب کے لیے بوتل فروخت کرنا

سوال: ایک شخص کباڑی کا کام کرتا ہے' پرانا لوہا' پلاسٹک' خالی بوتلیں وغیرہ' اس میں شراب کی بھی خالی شدہ بوتلیں آ جاتی ہیں' وہ بوتلیں شراب فروخت کرنے والے لے جاتے ہیں' کیا مذکورہ کام کرنے والے کیلئے شراب کی بوتلیں فروخت کرنا جائز ہے؟

جواب: اگر یہ بوتلیں صرف شراب ہی کیلئے استعمال ہوتی ہیں تو ان کو فروخت کرنا ایک حیثیت سے شراب فروخت کرنے والوں کی اعانت ہے اور حدیث میں شراب بیچنے والے پر بھی لعنت آئی ہے' خریدنے والے پر بھی لعنت آئی ہے' اگرچہ وہ پیتا نہ ہو' اس لیے اس سے پرہیز کیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۴۱۵) ''اس کی دوسری جہت اگلے مسئلہ میں آ رہی ہے'' (م'ع)

شراب کی خالی بوتلوں کی بیع

سوال: شراب کی خالی بوتلوں کی بیع جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بوتل قیمت والی چیز ہے' اس کا خریدنا اور فروخت کرنا فی نفسہ درست ہے جو شخص

اس میں شراب بھرتا ہے وہ اپنے فعل کا خود ذمہ دار ہے بعض آئمہ نے اس کو بھی منع فرمایا ہے کہ اس میں بھی ایک قسم کا معاصی پر تعاون کرنا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۷ اص ۳۲۴) وھو الاحوط

فوجی کا شراب فروخت کر کے دوسرے کام میں لانا

سوال: فوج میں رہنے والے کو شراب' چاول' آٹا ملتا ہے' وہ اگر اس شراب کو فروخت کر کے اپنے لوگوں کیلئے کوئی کھیل کود کا سامان لینا چاہیں تو کیا حکم ہے؟

جواب: شراب پینا' فروخت کرنا' خریدنا' پلانا سب ناجائز اور حرام ہے' موجب لعنت ہے' مسلم کو پلائے یا غیر مسلم کو' کچھ بھی جائز نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ اص ۴۲۸) ''شراب کی حاصل شدہ رقم بھی جائز نہیں'' (م'ع)

مدرس کا لڑکوں کے ہاتھوں کتابیں فروخت کرنا

سوال: مدرسین بازار سے لڑکوں کے لیے اشیاء ضروری کتابیں وغیرہ خرید کر لاتے ہیں اور نفع لگا کر ان کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں' یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں اگر مدرس لڑکوں سے یہ کہے کہ لاؤ میں تمہیں یہ چیزیں خرید کر لا دوں یا لڑکے کہیں کہ آپ بازار سے خرید کر یہ چیزیں لا دیں تا کہ خسارہ نہ ہو تو آپ لڑکوں کے وکیل ہیں اور وکیل کو بیچ میں نفع لینا جائز نہیں بلکہ جس قیمت میں خریدیں گے اسی قیمت سے لڑکوں کو دینا ہوگا' خواہ قیمت پیشگی دی ہو یا نہ دی ہو' اور اگر یہ کہے کہ یہ چیزیں میں فروخت کرتا ہوں تم مجھ سے لے لو تو اب اس کو اختیار ہے کہ جتنا نفع چاہے لگا کر دے' خواہ پیشگی قیمت دیں یا نہ دیں۔ (امداد المفتیین ص ۸۴۵)

ریڈیو خریدنے کا حکم

سوال: ایک شخص شریعت کا پابند ہے' ایسی صورت میں ریڈیو خرید کر کام میں لا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: خبر کے مطلع ہونے اور آگاہ کرنے کے لیے خرید سکتے ہیں لیکن گانے بجانے کے لیے نہیں خرید سکتے۔ (فتاویٰ احیاء العلوم ج ۱ اص ۳۰۷)

اگر مبیع ڈاک سے ضائع ہو جائے تو ضمان کس پر ہے؟

سوال: زید نے عمر سے کچھ کتابیں بطور خرید بذریعہ ڈاک طلب کی' عمر نے زید کے تحریر کردہ پتہ پر متعدد مرتبہ ارسال کی جس میں چند یا پوری کتابیں وصول ہو گئیں لیکن بعض پیکٹ میں سے کچھ کتابیں ضائع ہو گئیں اور وہ زید تک نہیں پہنچیں' اس صورت میں اس ضائع شدہ کا ضامن از روئے شریعت کون ہوگا؟

جواب: اگر بائع عمر نے زید مشتری کی ہدایت کے موافق کتابیں روانہ کی ہیں اور کوتاہی نہیں کی تو بائع پر ضمان لازم نہیں کیونکہ اس نے مشتری کے امر پر عمل کیا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳ص ۳۳۴)

مہوے کی بیع

سوال: مہوے کی خرید وفروخت جائز ہے یا نہیں جبکہ لینے والا اس کی شراب کشید کرتا ہے؟

جواب: مہوا خود نجس یا نشہ آور نہیں، اس کی بیع جائز ہے، پھر خریدار اپنے عمل سے خود اس سے شراب بناتا ہے تو یہ اس کا عمل ہے، مہوا فروخت کرنے والے پر اس کی ذمہ داری نہیں، بیچنے والا خود یہ نیت نہ کرے کہ شراب کے لیے فروخت کر رہا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ص ۴۱۴) ''مہوا سے صرف شراب کشید نہیں کی جاتی، دوسرے کاموں میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے جو، گندم، گڑ وغیرہ'' (م،ع)

خچر پیدا کرنے کا طریقہ اور اس کی بیع

سوال: بعض آدمی گھوڑی کو گدھے سے باردار کراتے ہیں، اس سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کو خچر کہتے ہیں، یہ فعل اس طرح پر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے بچے کو فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: گھوڑی پر گدھے کا ڈلوانا درست ہے اور اس کا فروخت کرنا بھی درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۹۶) ''یعنی خچر کی خرید وفروخت بلا کراہت درست ہے'' (م،ع)

خنزیر کے بالوں کے برش کی خرید وفروخت

سوال: خنزیر کے بالوں کے برش میں بالوں کے علاوہ لکڑی وغیرہ بھی ہوتی ہے، اس بناء پر بیع وشرا میں کوئی گنجائش نکل سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: لکڑی وغیرہ جو کچھ ہوتی ہے اس کی خریداری اصالتاً بالذات مقصود نہیں ہوتی، وہ تابع ہوتی ہے اس لیے لکڑی وغیرہ کی وجہ سے خنزیر کے بالوں کی بیع کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ص ۳۹۳) ''یہ ناجائز ہی کہا جائے گا'' (م،ع)

حقوق طبع تصانیف کی بیع یا ہبہ

سوال: (۱) بہت سے مؤلفین اپنی تصنیف کو اپنے لیے یا کسی ادارہ کے لیے قانونی طور پر محفوظ کرا لیتے ہیں تاکہ کسی دوسرے کے لیے طباعت کی گنجائش نہ رہے، تو کیا اس طرح بذریعہ رجسٹری محفوظ کرا لینا شرعاً جائز ہے؟

(۲) ایسی تصنیف کہ جس کے حقوق طبع محفوظ ہیں اس کو طبع کرانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۳) اپنی حق تصنیف کے معاوضہ میں رقم وصول کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: فتاویٰ رشیدیہ کامل مطبوعہ کراچی میں ہے کہ حق تصنیف کوئی مال نہیں جس کا ہبہ یا بیع ہو سکے لہٰذا یہ باطل ہے۔ (۲) اجازت ہے (۳) درست نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱۵ص ۳۶۹) ''بعض علماء کے نزدیک نمبر ایک اور نمبر تین بھی درست ہیں' نمبر ایک کی قدرے تفصیل اگلے مسئلہ میں آ رہی ہے'' (م'ع)

حق تصنیف کو خاص کرنا اور اس کی بیع وشراء کا حکم

سوال: اپنی تصنیف کی طباعت واشاعت کو اپنے لیے خاص کر لینا کہاں تک درست ہے؟ بعض مصنفین اپنی تصنیف کا حق کتب خانہ والوں کو فروخت کر دیتے ہیں' اس طرح کی بیع وشراء کا حکم کیا ہے؟

جواب: بعض کتابوں سے مقصد محض دنیا کمانا یا دنیوی کاروبار کرنا ہوتا ہے' ایسی کتابوں کا حق تصنیف محفوظ کرانا اور پیسہ لے کر چھاپنے کی اجازت دینا کاروباری طریقہ میں شمار ہو کر درست رہے گا اور بعض کتابیں محض دینی علوم اور محض اشاعت دین کی ہوتی ہیں اور اشاعت دین شرعاً مطلوب ہے اور اس کا روکنا یا اس کو دنیوی کاروبار بنانا شرعاً درست نہیں۔ لہٰذا علوم دینیہ کا حق تصنیف محفوظ کرانا اور اس کی اشاعت سے روکنا درست نہیں ہوگا اور اگر کوئی کتاب علوم دنیوی و دینی دونوں قسم پر مشتمل ہو تو اکثر کا حکم جاری ہوگا۔ (نظام الفتاویٰ ج۱ص ۴۱۶) ''اور اگر مساوی علوم ہوں تو ترجیح عدم منع کو دی جائے گی'' (م'ع)

وی پی ''ریلوے'' کے ذریعے بیع وشراء کرنا

سوال: وی پی ریلوے سے مال منگوانے والے ایسا کرتے ہیں کہ مال کی بلٹی ڈاک خانہ کے ذریعے منگوا لیتے ہیں اور اسی کے ساتھ رقم بذریعہ وی پی بائع تک آ جاتی ہے اور مال ریلوے کبھی پندرہ دن کبھی مہینہ بعد پہنچتا ہے' کیا اس طرح سے بیع وشراء کا معاملہ کرنا شرعاً درست ہے؟

جواب: یہ طریقہ عمل جائز ہے' جب یہ سب چیزیں نہیں تھیں تو یہ کام برید وحمال اور اجیر کے ذریعے سے کیا جاتا تھا' اب بواسطہ ڈاک خانہ وریلوے ہوتا ہے اور اس میں مال محفوظ طریقہ سے پہنچتا ہے جو بلاشبہ جائز ہے۔ (نظام الفتاویٰ ج۱ص ۲۴۶)

غیر مقبوضہ مچھلیوں کی بیع کرنا

سوال: آج کل لوگ تالاب کا ٹھیکہ مچھلی پالنے کی خاطر لیتے ہیں' پھر ان مچھلیوں کا اندازہ کر کے جال وغیرہ سے تالاب کے اندر ہی پکڑنے سے قبل ہی فروخت کرتے ہیں' کیا اس طرح مچھلیوں کی بیع جائز ہے؟

جواب: اگر تالاب اس طرح کا ہے کہ اس میں مچھلیاں محفوظ ہیں' از خود باہر نہیں نکلیں گی تو مچھلی پالنے کے لیے اس کا ٹھیکہ پر لینا درست ہے اور جو مچھلیاں اس میں پالی جائیں گی وہ مملوک ہو جائیں' البتہ بغیر پکڑے ہوئے مقبوضہ نہ ہوں گی' اس لیے خود پکڑ کر یا اپنے کسی ملازم سے پکڑوا کر فروخت کرانا جائز رہے گا' البتہ بغیر پکڑے اور قبضہ میں لائے فروخت کرنا "بیع مالم یقبض" ہو کر بیع فاسد ہوگی اور مملوک رہنے کیوجہ سے بیع باطل نہ ہوگی اور بیع فاسد ہونے کا ثمرہ یہ ہوگا کہ اگر مالک کے قبضہ میں آئے بغیر فروخت ہو جائے اور مشتری پھر اس کو فروخت کرے اور مالک کو اعتراض نہیں تھا بلکہ اجازت تھی تو یہ دوسری بیع ہوگی جو صحیح اور "سمک مبیع لھذا البیع" کا استعمال کرنا درست ہوگا۔ (نظام الفتاویٰ ج۱ص۲۴۴)

گوبر کی بیع

سوال: گوبر کی کھاد بیچنا اور خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: گوبر جب مٹی (کھاد) بن جائے تو اس کی خرید و فروخت جائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱۴ص۳۷۵)

غیر اللہ کے نامزد کیے ہوئے جانور فروخت کر دینے کے بعد

سوال: جو جانور یا شیرینی وغیرہ ہنود اپنے بتوں پر چڑھاتے ہیں اگر پجاری اس پر قبضہ کر کے اسے بیچیں تو کیا اس کو خرید کر کھانا یا کوئی فائدہ اٹھانا جائز ہے؟ مالک کی طرف سے پجاری یا برہمن کو ہر قسم کے تصرف کا اذن تو عرف و عادت کی وجہ سے حاصل ہے' مگر دیکھنا یہ ہے کہ علت حرمت یعنی غیر اللہ کے لیے نامزدگی پجاری وغیرہ کے اس قبضہ و تصرف سے مرتفع ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب: مرتفع نہیں ہوگی بلکہ اس کو مالک بنانے سے چونکہ اس نیت فاسدہ کا تدارک ایسے محل میں مالک کی قدرت سے خارج ہو گیا اس لیے اس فعل میں اس نیت کا اثر پورے طور سے متقرر ہو گیا' اب اس کے ارتفاع کی یہی صورت ہے کہ یہ پجاری اس کو واپس کر دے اور پھر وہ اس نیت سے توبہ کرے پھر خواہ خود اپنی ملک میں رکھے یا کسی اور کی ملک کر دے' یہ جزئیہ نہیں دیکھا' مگر قواعد سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج۴ص۱۰۰)

بتوں کے چڑھاوے کو خریدنا

سوال: (۱) جو ہندو لوگ رام کے نام پر برہمنوں کو پن کرتے ہیں' کپڑا یا جانور دے دیتے ہیں ان کا مسلمانوں کو خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جو مسلمان یا ہندو مسلمان پیر یا دیوی و بت پر چڑھاتے ہیں کپڑا ہو یا جانور اس کا خریدنا مسلمان کے واسطے کیسا ہے؟

جواب: (۱) جائز ہے۔ (۲) وہ کپڑا یا جانور وغیرہ اس چڑھانے والے کی ملک ہے کسی دوسرے کی ملک میں داخل نہیں ہوا پس اگر اصل مالک سے خریدے تو درست ہے اور کسی دوسرے پیر فقیر وغیرہ سے اس کا خریدنا درست نہیں اور جو ہندو لوگ بت یا دیوی پر جانور یا کپڑا چڑھاتے ہیں اس کا خریدنا جائز نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۸ ص ۲۷۷) "جیسا کہ اس سے پہلے بھی یہ بات معلوم ہو چکی" (م ع)

یتیم و نابالغ بچوں کی مملوکہ اشیاء فروخت کرنیکا حکم

سوال: یتیم اور نابالغ بچوں کی اشیاء مملوکہ کو فروخت کرنے کے متعلق ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمائیں؟

جواب: بچوں کی مملوکہ اشیاء فروخت کر دینے میں مضائقہ نہیں کہ جو چیز خراب ہونے والی ہے اس کو فروخت کر دیا جائے مگر قیمت اور بقیہ اشیاء کو محفوظ رکھنا آپ کا فرض ہے ان کے قبضہ کرا دینے سے آپ سبکدوش ہو سکتے ہیں لڑکیوں کو اگر ان کا زیور پہنا دیا جائے تو اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے معمولی پہنایا جا سکتا ہے بعد بلوغ ان کو جو اشیاء دی جائیں گی تو آپ ان سے سبکدوش ہو جائیں گے۔ (فتاویٰ مظاہر علوم ج ۱ ص ۲۴۵)

پنشن کی خرید و فروخت کا شرعی حکم

سوال: آج کل ملازمت کے اختتام (ریٹائرمنٹ) پر سرکاری ملازمین کو حکومت کی طرف سے پنشن کے نام پر کچھ وظیفہ دیا جاتا ہے اس وظیفے کا کچھ حصہ دوران ملازمت ملازم کی تنخواہ سے کاٹا جاتا ہے اور کچھ گورنمنٹ اپنی طرف سے ملاتی ہے اس طرح یہ وظیفہ ریٹائر ہونے والے کو حکومت سے رفتہ رفتہ ملتا رہتا ہے تو اگر اس وظیفہ کو فروخت کر کے یکمشت نقد رقم لے لی جائے تو کیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ وظیفہ در حقیقت دوران ملازمت محنت اور خدمت کے صلہ میں بطور اعزاز و اکرام کے ملازمت سے ریٹائر ہونے والے کو حکومت کی طرف سے دیا جاتا ہے جس میں بعض حصہ عطاء سلطانی اور بعض اپنی محنت کا حصہ ہوتا ہے اس کی فروخت کی دو صورتیں ہو سکتی ہے ایک تو گورنمنٹ کے ہاتھ فروخت کرنا ہے اور ایک اس کے علاوہ کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا ہے تو حکومت کے علاوہ کسی ... فروخت کرنا چند خرابیوں کی وجہ سے مشروع نہیں کیونکہ اس میں اس رقم کو فروخت کیا جاتا ہے

جوکہ ابھی اس کے قبضہ میں آئی ہی نہیں اس لیے غیر مقدورالتسلیم ہونے کی بناء پر جائز نہیں' اسی لیے فقہاء کی عبارات اور احادیث نبوی میں اس قسم کی بیع سے منع کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں ثمنین کا آپس میں بیع کی وجہ سے دست بدست اور مثل بمثل ہونا ضروری ہے جوکہ یہاں مفقود ہے۔ لہٰذا ان نقصانات اور خرابیوں کی وجہ سے اس (پنشن) کی بیع جائز نہیں جہاں تک گورنمنٹ پر فروخت کرنا ہے تو یہ درحقیقت بیع نہیں بلکہ عطاء مؤجل کو معجّل بنانا ہے اور وہ اس طرح کہ حکومت نے جو وظیفہ قسط وار حیثیت سے مقرر کیا تھا اب اس زیادہ وظیفہ کو نسبتاً کر کے یکمشت لیا جا رہا ہے۔ یعنی پہلی صورت میں تاجیل تھی اور اس میں یکبارگی حاصل کرنا ہے جس میں شرعی طور پر کوئی حرج نہیں۔

لما قال العلامة ابن نجیم المصری رحمه الله: وبیع الدَّین لایجوز ولو باعه من المدیون او وهبه جاز. (الاشباه والنظائر ج۴ ص ۱۴. القول فی الدین)

پنشن کی فروختگی

سوال: پنشن کی فروخت کا کیا حکم ہے؟ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مثلاً کوئی ملازم سو روپے کی پنشن پاتا ہے تو اس سو میں سے نصف حصہ یعنی پچاس روپے تک گورنمنٹ خرید لیتی ہے' بجائے ماہ بماہ دینے کے دس سال کا روپیہ یکمشت صاحب پنشن کو دے دیا جاتا ہے تو فروختگی کی یہ صورت کیسی ہے؟

جواب: یہ صورۃً بیع ہے ورنہ حقیقتاً گورنمنٹ کی طرف سے تبرع مستقل ہے اس لیے گورنمنٹ کی رضامندی سے جائز ہے۔ (امدادالفتاویٰ ج۳ ص۵۸۰)

تمباکو میں ''رہی'' ملا کر فروخت کرنا

سوال: جب سے تمباکو پر ٹیکس اور تاوان زیادہ ہو گیا ہے تو زید بہ مجبوری تمباکو میں رہی ملا کر فروخت کرتا ہے' اکثر خریداروں کو رہی ملانا معلوم بھی ہو گیا ہے تاہم اسی کو زیادہ خریدتے بھی ہیں' تو یہ درست ہے یا نہیں؟

جواب: اگر خریداروں پر ظاہر کر دیتا ہے کہ اس میں رہی بھی ہے خالص نہیں تو درست ہے اور اگر اس کو خالص کہہ کر فروخت کرتا ہے تو یہ دھوکہ ہے جو ناجائز اور گناہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۵ ص۹۴)

طوائف کے ہاتھ مال فروخت کرنا

سوال: ایک صاحب کے ہوٹل سے طوائف اشیاء خریدتی ہیں' کیا طوائف کے ساتھ تجارت جائز ہے اور ان کے ذریعے ہوٹل والے کو جو آمدنی حاصل ہو وہ حلال ہے؟

جواب: اگر وہ حرام مال سے خریدے تو ان کے ہاتھ فروخت کرنا اور اس حرام مال کا لینا شرعاً جائز نہیں اگر حلال مال سے خریدے تو درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۵ ص۱۸۴)

''طوائف ہونے کے باوجود ممکن ہے کہ اس کے پاس حلال مال بھی ہو'' (م ع)

تعلیمی تاش بیچنا

سوال: تعلیمی تاش خواہ کسی زبان میں ہو اس کی خرید وفروخت جائز ہے کہ نہیں؟

جواب: فی نفسہ یہ مال متقوم ہے خرید وفروخت درست ہے لیکن یہ تاش اور اس کا کھیلنا بسا اوقات پیش خیمہ بن جاتا ہے قمار اور سٹے بازی کا کہ اس پر مالی ہار جیت کا معاملہ ہونے لگتا ہے اس لیے اس کی خرید وفروخت اور کھیل سے احتراز کرنا چاہیے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱۵ ص۳۶۲)

مرغیوں کو تول کر فروخت کرنا

سوال: پولٹری فارموں میں مرغیوں کی فروختگی تول کر ہوتی ہے کلوگرام کے حساب سے کیا اس کے دام گھٹا بڑھا کر لگانا جائز ہے؟

جواب: اگر مرغیوں کو اس طرح بیچنے میں بیچنا خریدنا مرغیوں کا مقصود ہو یعنی مبیع مرغیاں قرار دی جائیں محض ان کا گوشت ہی مبیع قرار نہ ہو تو چونکہ اصل مبیع ''مرغیاں'' معلوم ومتعین ہیں اس لیے ان کی بیع جائز رہے گی۔ (نظام الفتاویٰ ج۱ ص۲۴۴) ''صورت عددی ہو یا وزنی'' (م ع)

فارم کے کھاد کو کچھ ملائے بغیر فروخت کرنا

سوال: فارم کے کھاد کو اس میں کچھ ملائے بغیر بوریوں میں بھر کر فروخت کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ جبکہ اس میں مرغیوں کی بیٹ کے علاوہ اور کوئی دوسری چیز نہیں ہوتی؟

جواب: اس لفظ (فارم کے کھاد) بالخصوص لفظ کھاد یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ کھاد ہے جس میں محض مرغیوں کی بیٹ ہی نہیں ہوتی بلکہ اس میں اور چیزوں کی ملاوٹ بھی ہوتی ہے مٹی غبار اور جو غذائیں دی جاتی ہیں اس کا خوردہ وغیرہ کی آمیزش اس میں ضرور ہوتی ہے اس طرح مخلوط ہونے سے محض بیٹ کا فروخت کرنا نہ کہا جائے گا اور اس کا بیچنا جائز رہے گا گوبر اور پاخانہ کی بیع اس کی نظیر بن سکتی ہے۔ (نظام الفتاویٰ ج۱ ص۲۴۵)

ڈالر کی بیع کمی زیادتی کے ساتھ کرنا

سوال: زید سعودیہ عرب میں ملازمت کے دوران ڈالر (کرنسی) خریدتا ہے اور ہندوستان

میں جہاں بھی اس کو ڈالر کا بھاؤ اچھا ملتا ہے اسے فروخت کر دیتا ہے' ایسا کرنے سے اسے بینکوں کے سرکاری بھاؤں سے کہیں زیادہ فائدہ ڈالر میں مل جاتا ہے' کیا اس کو ایسا کرنا جائز ہے؟ جبکہ ہندوستان کی حکومت غیر اسلامی ہے؟

جواب: اگر ڈالر کی حیثیت وہ ہے جو کہ انڈیا میں نوٹ کی ہے کہ اصالتاً وہ رسید اور حوالہ تھا' اس رقم کا جو اس میں درج ہے کہ اس کے ذریعے رقم وصول کی جاتی ہے لیکن رفتہ رفتہ اب رقم تقریباً معدوم ہو چکی ہے اور سب جگہ نوٹ ہی رقم کی طرح مستعمل ہے' پس یہ نوٹ بھی اب مبیع بن چکا ہے اس کی بیع کمی زیادتی کے ساتھ درست ہے تو ڈالر کی بیع بھی کمی زیادتی کے ساتھ درست ہے' مگر اس کا خیال رہے کہ یہ قانونی جرم نہ ہو جس سے عزت اور مال دونوں خطرہ میں پڑ جائیں' اگر ڈالر کی حیثیت وہ نہیں جو ہندوستان میں نوٹ کی ہے تو اس کا حکم بھی دوسرا ہو سکتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۳۰۹)

ڈالر کم زائد قیمت پر فروخت کرنا

سوال: ملیشیا میں ایک سو ڈالر کی قانونی قیمت ۲۴۵ روپے ہندوستانی ہے' مگر بینک مارکیٹ میں ۳۵۰ روپے ہے تو یہ زائد قیمت لے کر ڈالر دینا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

جواب: ہندوستان اور ملیشیا کا روپیہ برابر نہیں ہے جو نرخ گورنمنٹ نے مقرر کر رکھا ہے وہ ایک قانونی چیز ہے اس سے کم زیادہ پر فروخت کرنے میں جو روپیہ حاصل ہوگا وہ شرعاً جائز ہوگا مگر قانون کی رعایت بھی رعایا کے ذمہ ہے کہ اس کے خلاف کرنے سے روپیہ و عزت دونوں کا خطرہ ہے' عزت کی حفاظت بھی شرعاً ضروری ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۳۲۵)

''مطلب یہ کہ قانونی حفاظت کے ساتھ مذکورہ لین دین شرعاً درست ہے'' (م'ع)

ملکی کرنسی نوٹوں کا آپس میں تبادلہ

جیسا کہ پیچھے بیان کیا گیا کہ تمام معاملات میں کرنسی نوٹ کا حکم بعینہ سکوں کی طرح ہے۔ جس طرح سکوں کو آپس میں تبادلہ برابر سرابر کر کے جائز ہے۔ اسی طرح ایک ہی ملک کے کرنسی نوٹوں کا تبادلہ برابر برابر کر کے بالاتفاق جائز ہے۔ بشرطیکہ مجلس عقد میں فریقین میں سے کوئی ایک بدلین میں سے ایک پر قبضہ کر لے۔ لہٰذا اگر تبادلہ کرنے والے دو شخصوں میں سے کسی ایک نے بھی مجلس عقد میں نوٹوں پر قبضہ نہیں کیا حتیٰ کہ وہ دونوں جدا ہو گئے تو اس صورت میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور بعض مالکیہ کے نزدیک یہ عقد فاسد ہو جائے گا۔ اس لیے کہ ان کے نزدیک فلوس متعین

کرنے سے متعین نہیں ہوتے ان کی تعیین صرف قبضے ہی سے ہو سکتی ہے۔

(۱۰) لہٰذا جن فلوس پر عقد ہوا مگر ان پر قبضہ نہیں ہوا تو وہ متعین نہیں ہو سکے بلکہ ہر فریق کے ذمہ دین ہو گئے اور یہ دین کی بیع دین سے ہو گئی جو ''بیع الکالی بالکالی'' ہونے کی بناء پر ناجائز ہے۔

(۱۱) مندرجہ بالا حکم تو اس صورت میں ہے جب نوٹوں کا نوٹوں سے تبادلہ برابر سرابر کر کے کیا جائے اور اگر کمی زیادتی کے ساتھ تبادلہ کیا جائے مثلاً ایک روپیہ کا دو روپے سے یا ایک ریال کا دو ریال سے یا ایک ڈالر کا دو ڈالر سے تبادلہ کیا جائے تو اس صورت کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں فقہاء کا وہی مشہور اختلاف پیش آئے گا جو فلوس کے کمی زیادتی کے ساتھ تبادلے کے بارے میں معروف ہے وہ یہ کہ:

بعض فقہاء کے نزدیک ایک فلس (پیسے) کا تبادلہ دو فلسوں سے شرعاً سود ہونے کی بناء پر حرام ہے یہ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ اور حنفیہ میں سے امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کا مسلک ہے اور حنابلہ کا مشہور مسلک بھی یہی ہے اور اگر دونوں طرف کے فلوس غیر متعین ہوں تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک بھی یہ تبادلہ حرام ہے۔

امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک یہ تبادلہ اس لیے حرام ہے کہ ان کے نزدیک کسی معاملے میں ادھار اور کمی زیادتی کے حرام ہونے کی علت ''ثمنیت'' (کیش، نقدی اور کرنسی ہونا) ہے، چاہے حقیقی ثمنیت ہو جیسے سونے چاندی میں ہوتی ہے یا عرفی اور اصطلاحی ثمنیت ہو جیسے سونے چاندی کے علاوہ دوسری دھاتوں کے سکے اور کاغذی نوٹ میں ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر کسی عقد میں دونوں طرف ایک ہی قسم کا ثمن (کرنسی، نقدی، کیش) ہو تو امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک اس عقد میں نہ تو کمی زیادتی جائز ہے اور نہ ادھار جائز ہے۔ چنانچہ ''المدونۃ الکبریٰ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

ولو ان الناس اجاز و بينهم الجلود. حتى يكون لها سكة و عين لكرهتها ان تباع بالذهب والورق نظرة ...... لان مالكا قال: لايجوز فلس بفلسين، ولا تجوز الفلوس بالذهب ولا بالد نانير نظرة.

(۱۲) ''یعنی اگر لوگوں کے درمیان چمڑے کے ذریعے خرید و فروخت کا اس قدر رواج پا جائے کہ وہ چمڑا ثمن اور سکہ کی حیثیت اختیار کر جائے تو اس صورت میں میرے نزدیک سونے چاندی کے ذریعے اس چمڑے کو ادھار فروخت کرنا جائز نہیں۔ چنانچہ امام مالک فرماتے ہیں کہ ایک فلس کی دو فلسوں کے ساتھ بیع اور تبادلہ جائز نہیں، اسی طرح سونا چاندی اور درہم اور دینار کے ذریعے بھی فلوس کی ادھار بیع جائز نہیں (اس لیے کہ سونا، چاندی، درہم اور دینار میں حقیقی ثمنیت

موجود ہے اور سکوں میں اصطلاحی ثمنیت موجود ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ثمنیت کے ہوتے ہوئے اگر اجناس مختلف ہوں تب بھی ادھار نا جائز ہے۔''

(۱۳) جہاں تک حنفیہ کا تعلق ہے' ان کے نزدیک حرمت ربا کی علت ثمنیت کے بجائے ''وزن'' ہے اور اگرچہ فلوس عددی ہیں اس لیے ان میں یہ علت موجود نہیں لیکن فقہاء حنفیہ فرماتے ہیں کہ ہم قیمت فلوس بازاری اصطلاح کے مطابق بالکل برابر اور قطعی طور پر مساوی اکائیاں ہوتی ہیں کیونکہ لوگوں کی اصطلاح نے ان کی جودت ورداءت (عمدگی اور کھنگی) کا اعتبار ختم کردیا ہے۔ لہٰذا اگر ایک اکائی کو دو اکائیوں سے فروخت کیا جائے گا تو دو میں سے ایک اکائی بغیر کسی عوض کے رہ جائے گی اور یہ عوض سے خالی رہ جانا عقد میں مشروط ہوگا۔ لہٰذا اس سے ربا لازم آجائے گا لیکن یہ حکم اس وقت تک ہے جب تک کہ ان فلوس کی ثمنیت باقی رہے اور وہ متعین کرنے سے متعین نہ ہوں۔

اب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ تو یہ فرماتے ہیں کہ جب یہ سکے ثمن اصطلاحی بن کر رائج ہو چکے ہیں تو جب تک تمام لوگ اس کی ثمنیت کو باطل قرار نہ دیں اس وقت تک صرف متعاقدین (بائع اور مشتری) کے باطل کرنے سے اس کی ثمنیت باطل نہ ہوگی۔ جب ثمنیت باطل نہیں ہوئی تو وہ متعین کرنے سے متعین نہیں ہوں گے۔ لہٰذا ایک سکے کا دو سکوں سے تبادلہ جائز نہ ہوگا۔ خواہ متعاقدین (بائع اور مشتری) نے انہیں اپنی حد تک متعین ہی کیوں نہ کرلیا ہو۔

لیکن امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما یہ فرماتے ہیں کہ چونکہ یہ سکے خلقی ثمن نہیں ہیں بلکہ اصطلاحی اثمان ہیں اس لیے متعاقدین کو اختیار ہے کہ وہ اپنے درمیان اس اصطلاح کو ختم کرتے ہوئے ان سکوں کی تعیین کے ذریعے ان کی ثمنیت کو باطل کردیں۔ اس صورت میں یہ سکے عروض اور سامان کے حکم میں ہو جائیں گے۔ لہٰذا ان میں کمی زیادتی کے ساتھ تبادلہ جائز ہوگا۔

(۱۴) رہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سو ان کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں:

ایک یہ کہ ایک سکے کا دو سکوں سے تبادلہ جائز ہے اس لیے کہ ان کے نزدیک حرمت ربا کی علت ''وزن'' ہے اور سکوں کے عددی ہونے کی وجہ سے یہ علت ان میں موجود نہیں۔ جب علت موجود نہیں تو حرمت کا حکم بھی نہیں لگے گا۔

دوسرے یہ کہ سکوں کا اس طرح تبادلہ کرنا جائز نہیں اس لیے یہ سکے فی الحال اگرچہ عددی ہیں لیکن اصل میں دھات ہونے کی بناء پر وزنی ہیں اور دھات کو سکوں میں تبدیل کرنے سے ان کی اصلیت باطل نہیں ہوگی جس طرح روٹی اگرچہ عددی ہے لیکن اصلیت کے اعتبار سے آٹا

ہونے کی بناء پر کیلی یا وزنی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن قدامہ تحریر فرماتے ہیں:

ان اختیار القاضی ان ما کان یقصد وزنه بعد عمله کالا سطال ففیه الربا ومالا فلا.

(۱۵) کسی دھات سے کوئی چیز بنانے کے بعد بھی اگر اس میں وزن کا اعتبار کیا جاتا ہو تو اس میں کمی زیادتی سے بیع کرنا سود ہونے کی بناء پر حرام ہے جیسے تانبے' پیتل اور سٹیل کے برتن (اس لیے کہ یہ چیزیں بازار میں وزن کر کے بیچی جاتی ہیں) اور اگر وزن کا اعتبار نہ کیا جائے تو سود نہیں۔

اس اصول کا تقاضہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک کاغذی نوٹوں کا تبادلہ کمی زیادتی کے ساتھ جائز ہو۔ اس لیے کہ کاغذی نوٹ اصلاً وزنی نہیں ہیں' بخلاف فلوس کے کہ وہ اصلاً وزنی ہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

دوسرے بعض فقہاء کے نزدیک ایک سکے کا دوسکوں سے تبادلہ مطلقاً جائز ہے بلکہ سکوں کے تبادلے میں ہر قسم کی کمی زیادتی جائز ہے۔ یہ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا مسلک ہے ان کے نزدیک حرمت ربا کی علت اصلی اور خلقی ثمنیت ہے جو صرف سونے چاندی میں پائی جاتی ہے اور سکوں میں صرف عرفی ثمنیت موجود ہے' خلقی ثمنیت نہیں ہے۔ لہٰذا ان کے نزدیک فلوس کا تبادلہ کمی زیادتی کے ساتھ بالکل جائز ہے۔

(۱۶) اور جیسا کہ ہم نے پیچھے بیان کیا کہ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمتہ اللہ علیہم کے نزدیک بھی اگر متعاقدین ان سکوں کو متعین کر دیں تو متعین کرنے سے ان کی ثمنیت باطل ہو کر وہ عروض اور سامان کے حکم میں ہو جائیں گے۔ اس صورت میں ایک فلس کا تبادلہ دو فلسوں کے ساتھ جائز ہے۔

اس مسئلہ میں راجح اور مفتی بہ قول

مندرجہ بالا اختلاف کا تعلق اس زمانے سے ہے جب سونے چاندی کو تمام اثمان کا معیار قرار دیا ہوا تھا اور سونے چاندی سے تبادلے کا عام رواج تھا اور تمام معاملات میں پوری آزادی کے ساتھ سونے چاندی کے سکوں کے ذریعے لین دین ہوا کرتا تھا اور دوسری دھات کے سکے معمولی قسم کے تبادلے میں استعمال ہوتے تھے لیکن موجودہ زمانے میں سونے چاندی کے سکے نایاب ہو چکے ہیں اور اس وقت دنیا میں کوئی ایسا ملک یا ایسا شہر نہیں ہے جس میں سونے چاندی کے سکے رائج ہوں اور تمام معاملات اور لین دین میں سونے چاندی کے سکوں کے بجائے علامتی سکے اور کرنسی نوٹ رائج ہیں۔ جیسا کہ اس مقالے کے آغاز میں ہم نے بتایا ہے۔

لہٰذا میری رائے میں موجودہ دور کی علامتی کرنسی نوٹ کے تبادلے کے مسئلہ میں امام مالک یا امام محمد کا قول اختیار کرنا مناسب ہے۔ اس لیے کہ امام شافعی یا امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہم کا مسلک اختیار کرنے سے سود کا دروازہ چوپٹ کھل جائے گا اور ہر سودی کاروبار اور لین دین کو اس مسئلہ کی آڑ بنا کر اسے جائز کر دیا جائے گا۔ چنانچہ اگر قرض دینے والا اپنے قرض کے بدلے سود لینا چاہے گا تو وہ اس طرح سے بآسانی لے سکے گا کہ قرض دار کو اپنے کرنسی نوٹ زیادہ قیمت میں فروخت کرے گا۔ اس طرح وہ اپنے قرض کے بدلے سود حاصل کرے گا۔

غالب گمان یہ ہے کہ اگر وہ فقہاء جنہوں نے ایک سکے کے دو سکوں سے تبادلہ کو جائز قرار دیا ہے ہمارے موجودہ دور میں باحیات ہوتے اور کرنسی کی تبدیلی کا مشاہدہ کرتے تو وہ ضرور اس معاملے کی حرمت کا فتویٰ دیتے جس کی تائید بعض متقدمین فقہاء کے قول سے ہوتی ہے۔ چنانچہ ماوراء النہر کے فقہاء عدالی اور غطارفہ میں کمی زیادتی کے ساتھ تبادلے کو حرام قرار دیتے ہیں۔

(۱۷) ایسے سکوں کے بارے میں حنفیہ کا اصل مذہب کمی زیادتی کے ساتھ تبادلے کے جواز کا تھا کیونکہ ان سکوں میں کھوٹ غالب ہونے کی وجہ سے وہاں چاندی اور کھوٹ میں سے ہر ایک کو مخالف جنس کا عوض قرار دینے کی گنجائش موجود تھی۔ (گویا کہ چاندی کا تبادلہ کھوٹ سے اور کھوٹ کا تبادلہ چاندی سے ہوتا تھا اور یہ تبادلہ خلاف جنس سے ہونے کی بناء پر جائز تھا) لیکن ماوراء النہر کے مشائخ حنفیہ نے ان کھوٹے سکوں میں بھی کمی زیادتی کے ساتھ تبادلے کو ناجائز قرار دیا اور اس کی علت یہ بیان کی کہ:

انها اعز الا موال فی دیارنا فلوا بیح التفاضل فیه یفتح باب الربا.

(۱۸) ہمارے شہر میں ان سکوں کو بھی بہت معزز مال سمجھا جاتا ہے اس لیے ان میں کمی زیادتی کو جائز قرار دینے سے سود کا دروازہ کھل جائے گا۔

پھر اگر امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے قول کا موازنہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہم کے قول سے کیا جائے تو امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کی دلیل بھی بہت مضبوط اور راجح معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہم کے نزدیک ان سکوں کی ثمنیت ختم کرنے کے بعد ہی کمی زیادتی کے ساتھ تبادلے کے جواز کا حکم دیا جاتا ہے جبکہ سکوں کی ثمنیت ختم کرنے کا کوئی صحیح مقصد سمجھ میں نہیں آتا ہے اس لیے کہ شاذ و نادر ہی کوئی شخص ایسا ہوگا جس کے نزدیک سکوں کے حصول سے مقصد اس کی ثمنیت نہ ہو بلکہ ان سکوں کی اصل دھات تانبا، پیتل اور لوہا مقصود ہو۔ سکوں کے حصول سے ہر شخص کی غرض اس کی ثمنیت ہوتی ہے۔ (تاکہ وہ اس کے ذریعے اپنی

ضروریات خرید سکے' نہ یہ کہ اس سکے کو پگلا کر کوئی دوسری چیز بنائے) لہٰذا اگر متعاقدین (بائع اور مشتری) سکے کی ثمنیت ختم کرنے پر مصالحت کرلیں تو اس مصالحت کو کمی زیادتی کے تبادلے کو جائز کرنے کے لیے ایک من گھڑت اور مصنوعی حیلہ کہا جائے گا جس کو شریعت قبول نہیں کرسکتی۔ خاص کر موجودہ دور میں اس قسم کے حیلوں کی شرعاً کہاں گنجائش ہوسکتی ہے جبکہ سونے چاندی کے حقیقی اور خلقی سکوں کا پوری دنیا میں کہیں وجود نہیں ہے اور سود صرف ان مروجہ علامتی نوٹوں ہی میں پایا جارہا ہے کیونکہ سونے چاندی کے نقود نایاب ہوتے ہوتے دنیا بھر سے مفقود ہوچکے ہیں۔

ہاں! امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہم کے قول پر عمل ان فلوس میں متصور ہوسکتا ہے جو بذات خود بحیثیت مادہ کے مقصود ہوں جیسا کہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ مختلف ممالک کے سکے اور کرنسی نوٹ اپنے پاس جمع کرتے ہیں اس جمع کرنے سے ان کا مقصد تبادلہ یا بیع یا اس کے ذریعے منافع حاصل کرنا نہیں ہوتا بلکہ صرف تاریخی یادگار کے طور پر جمع کرتے ہیں تاکہ آئندہ زمانہ میں جب یہ کرنسی بند ہوجائے تو یہ کرنسی ان کے پاس یادگار کے طور پر باقی رہے۔ بظاہر اس قسم کی کرنسی میں ان دونوں حضرات کے قول پر عمل کرتے ہوئے کمی زیادتی کے ساتھ ساتھ تبادلہ کو جائز کہنے کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ جہاں تک اس کرنسی کا تعلق ہے جس کے حصول کا مقصد تبادلہ اور بیع ہو اس کی ذات مقصود نہ ہو۔ ایسی کرنسی کے معاملے میں نرمی برتنے سے سود کے حصول کا راستہ کھل جائے گا۔ لہٰذا ایسی کرنسی کے تبادلے میں کمی زیادتی کو جائز قرار دینا درست نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

بہرحال! موجودہ زمانے میں کاغذی کرنسی کا تبادلہ مساوات اور برابری کے ساتھ کرنا جائز ہے' کمی زیادتی کے ساتھ جائز نہیں۔

پھر یہ برابری کرنسی نوٹوں کی تعداد اور گنتی کے لحاظ سے نہیں دیکھی جائے گی بلکہ ان نوٹوں کی ظاہری قیمت کے اعتبار سے دیکھی جائے گی جو اس پر لکھی ہوتی ہے۔ لہٰذا پچاس روپے کے ایک نوٹ کا تبادلہ دس دس روپے کے پانچ نوٹوں کے ذریعے کرنا جائز ہے۔ اس تبادلہ میں اگرچہ ایک طرف صرف ایک نوٹ ہے اور دوسری طرف پانچ نوٹ ہیں لیکن ظاہری قیمت کے لحاظ سے ان پانچ نوٹوں کے مجموعے کی قیمت پچاس روپے کے برابر ہے اس لیے کہ یہ نوٹ اگرچہ عددی ہیں لیکن ان نوٹوں کے آپس میں تبادلہ اور بیع کرنے سے بذات خود وہ نوٹ یا ان کی تعداد مقصود نہیں ہوتی بلکہ صرف اس کی وہ ظاہری قیمت مقصود ہوتی ہے جس کی وہ نوٹ نمائندگی کرتا ہے۔ لہٰذا

مساوات اس قیمت میں ہونی چاہیے۔

(۱۹) نوٹوں کے بارے میں یہ مسئلہ بعینہ فلوس کے سکوں کی طرح ہے۔ سکے اصلاً دھات کے ہونے کی وجہ سے وزنی ہیں لیکن فقہاء نے ان کو عددی قرار دیا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ان فلوس کے حصول سے ان کی ذات یا دھات یا تعداد مقصود نہیں ہوتی بلکہ وہ قیمت مقصود ہوتی ہے جس کی وہ نمائندگی کرتے ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی بڑا سکہ جس کی قیمت دس فلس ہو اس کا تبادلہ ایسے دس چھوٹے سکوں سے کرنا جائز ہے جن میں سے ہر ایک کی قیمت ایک فلس ہے اور اس کے وہ فقہاء بھی جواز کے قائل ہیں جو ایک سکے کا دو سکوں سے تبادلہ کو ناجائز کہتے ہیں۔ اس لیے کہ اس صورت میں ایک سکے کی قیمت بعینہ وہی ہے جو دس سکوں کی ہے یا دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیجئے کہ دس فلس کا سکہ اگرچہ بظاہر ایک ہے لیکن حکماً وہ ایک ایک فلس کے دس سکے ہیں لہٰذا وہ دس واقعی سکوں کے مساوی ہے۔ بعینہ یہی حکم ان کرنسی نوٹوں کا ہے کہ ان میں بھی ظاہری عدد کا اعتبار نہیں۔ اس عدد حکمی کا اعتبار ہے جو ان کی قیمت (Face Value) سے ظاہر ہوتا ہے۔ لہٰذا اسی میں مساوات ضروری ہے۔

مختلف ممالک کے کرنسی نوٹوں کا آپس میں تبادلہ

پھر غور کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ایک ملک کے مختلف سکے اور کرنسی نوٹ ایک ہی جنس ہیں اور مختلف ممالک کی کرنسیاں مختلف الاجناس ہیں۔ اس لیے جیسا کہ ہم نے پیچھے عرض کیا تھا موجودہ دور میں سکے اور کرنسی نوٹوں سے ان کی ذات ان کا مادہ مقصود نہیں ہوتا بلکہ آج کے دور میں کرنسی قوت خرید کے ایک مخصوص معیار سے عبارت ہے اور ہر ملک نے چونکہ الگ معیار مقرر کیا ہوا ہے مثلاً پاکستان میں روپیہ، سعودی عرب میں ریال، امریکہ میں ڈالر۔ لہٰذا یہ معیار ملکوں کے اختلاف سے بدلتا رہتا ہے۔ اس وجہ سے کہ ہر ملک کی کرنسی کی حیثیت کا تعین اس ملک کی قیمتوں کے اشاریہ اور اس کی درآمدات و برآمدات وغیرہ کی بنیاد پر ہوتا ہے اور کوئی ایسی مادی چیز موجود نہیں ہے جو ان مختلف معیارات کے درمیان کوئی پائیدار تناسب قائم رکھے بلکہ ہر ملک کے اقتصادی حالات کے تغیر و اختلاف کی وجہ سے اس تناسب میں ہر روز بلکہ ہر گھنٹے تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے۔ لہٰذا ان مختلف ممالک کی کرنسیوں کے درمیان کوئی ایک پائیدار تعلق نہیں پایا جاتا جو ان سب کو جنس واحد بنادے۔

اس کے برخلاف ایک ہی ملک کی کرنسی اور سکوں میں یہ بات نہیں۔ اگرچہ مقدار کے لحاظ سے وہ بھی مختلف ہوتے ہیں لیکن اس اختلاف کا تناسب ہمیشہ ایک ہی رہتا ہے اس میں کوئی فرق نہیں۔ مثلاً پاکستانی روپیہ اور پیسہ اگرچہ دونوں مختلف قیمت کے حامل ہیں لیکن دونوں کے درمیان

جوایک اور سو کی نسبت ہے (کہ ایک پیسہ ایک روپیہ کا سوواں حصہ ہوتا ہے) روپیہ کی قیمت بڑھنے اور گھٹنے سے اس نسبت میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ بخلاف پاکستانی روپیہ اور سعودی ریال کے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی ایسی معین نسبت موجود نہیں جو ہر حال میں برقرار رہے بلکہ ان کے درمیان نسبت ہر وقت بدلتی رہتی ہے۔

(۲۰) لہٰذا جب ان کے درمیان کوئی ایسی معین نسبت جو جنس ایک کرنے کے لیے ضروری تھی نہیں پائی گئی تو تمام ممالک کی کرنسیاں آپس میں ایک دوسرے کے لیے مختلف الاجناس ہوگئیں۔ یہی وجہ ہے کہ انکے نام انکے پیمانے اور ان سے بنائے جانے والی اکائیاں (ریزگاری وغیرہ) بھی مختلف ہوتی ہیں۔

جب مختلف ممالک کی کرنسیاں مختلف الاجناس ہوگئیں تو ان کے درمیان کمی زیادتی کے ساتھ تبادلہ بالاتفاق جائز ہے۔ لہٰذا ایک ریال کا تبادلہ ایک روپے سے بھی کرنا جائز ہے پانچ روپے سے بھی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو اس لیے کہ جب ان کے نزدیک ایک ہی ملک کے ایک سکے کا تبادلہ دو سکوں سے کرنا جائز ہے تو مختلف ممالک کے سکوں کے درمیان کمی زیادتی کے ساتھ تبادلہ بطریق اولیٰ جائز ہوگا اور حنابلہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ جیسا کہ ہم نے پیچھے بیان کیا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کرنسی اگرچہ اموال ربویہ میں سے ہے لیکن اموال ربویہ میں جب جنس بدل جائے تو ان کے نزدیک بھی کمی زیادتی کے ساتھ تبادلہ جائز ہے اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک ایک فلس کا دو فلسوں سے تبادلہ اس لیے ناجائز تھا کہ وہ سکے آپس میں بالکل برابر اور ہم مثل تھے جس کی بناء پر تبادلہ کے وقت ایک سکہ بغیر عوض کے خالی رہ جاتا تھا لیکن مختلف ممالک کی کرنسیاں مختلف الاجناس ہونے کی بناء پر ہم مثل اور برابر نہ رہیں اس لیے ان کے درمیان کمی زیادتی کے ساتھ تبادلے کے وقت کرنسی کے کسی حصہ کو خالی عن العوض نہیں کہا جائے گا اور جب خالی عن العوض نہیں تو کمی زیادتی کے ساتھ تبادلہ بھی جائز ہے۔

لہٰذا ایک سعودی ریال کا تبادلہ ایک سے زائد پاکستانی روپوں سے کرنا جائز ہے۔

اب یہاں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ بعض اوقات حکومت مختلف کرنسیوں کی قیمت مقرر کردیتی ہے۔ مثلاً اگر حکومت پاکستان ایک ریال کی قیمت چار روپے اور ایک ڈالر کی قیمت پندرہ روپے مقرر کردے تو کیا اس صورت میں حکومت کی مقرر کردہ قیمت کی مخالفت کرتے ہوئے کمی زیادتی کے ساتھ تبادلہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً کوئی شخص ایک ڈالر کے بجائے ۱۵ روپے کے بیس روپے میں بیچ دے تو اس زیادتی کو سود کہا جائے گا یا نہیں؟ میرے نزدیک حکومت

کے مقرر کردہ بھاؤ کی مخالفت کرتے ہوئے کمی زیادتی کے ساتھ تبادلہ کرنے میں سود لازم نہیں آئے گا اس لیے کہ دونوں کرنسیاں جنس کے اعتبار سے مختلف ہیں اور مختلف الاجناس کے تبادلہ میں کمی زیادتی جائز ہے اور اس کمی زیادتی کی شرعاً کوئی حد مقرر نہیں بلکہ یہ فریقین کی باہمی رضامندی پر موقوف ہے جس کی تفصیل ہم نے پیچھے عرض کردی۔

(۲۱) البتہ اس پر تسعیر کے احکام جاری ہوں گے۔ لہٰذا جن فقہاء کے نزدیک حکومت کی طرف سے اشیاء میں تسعیر جائز ہے کرنسی میں بھی جائز ہوگی اور لوگوں کے لیے حکومت کے اس حکم کی مخالفت دو وجہ سے درست نہ ہوگی ایک تو اس لیے کہ فقہ کا قاعدہ ہے کہ جو کام معصیت اور گناہ نہ ہوں ان میں حکومت کی اطاعت واجب ہے۔

(۲۲) دوسرے اس لیے کہ جو شخص جس ملک میں قیام پذیر ہوتا ہے وہ قولاً یا عملاً اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ جب تک اس ملک کے قوانین کسی گناہ کرنے پر مجبور نہیں کریں گے وہ ان قوانین کی ضرور پابندی کرے گا۔

(۲۳) لہٰذا ان قواعد کے پیش نظر اس کے لیے حکومت کے اس حکم کی مخالفت کرنا تو جائز نہیں لیکن دوسری طرف اس زیادتی کو سود کہہ کر حرام کہنا بھی درست نہیں۔

نوٹ بمنزلہ روپے کے ہے

سوال: موجودہ دور میں بیع صحیح کی پابندی کیسے کی جائے جبکہ خریداری نوٹوں سے کی جاتی ہے جس سے سونا چاندی بھی خریدا جاتا ہے' ایک وقت میں ایک مقام پر خریداری نہیں ہوتی' قیمت میں دین بذریعہ چیک دیا جاتا ہے یا وی پی سے کیا جاتا ہے اس حال میں بیع کے شرائط پورے نہیں ہوتے' بیع کرنے والا گنہگار ہوتا ہے؟

جواب: اب جبکہ روپیہ کا وجود کم ہوگیا ہے گویا کہ نایاب ہوگیا ہے تو نوٹ کو ہی بمنزلہ روپیہ قرار دے دیا گیا ہے کہ سارا کاروبار اب نوٹ ہی سے ہوتا ہے' اگر نوٹ کی وہی اصل حیثیت ''حوالہ'' رہے تو عام مخلوق حرج عظیم میں مبتلا ہوگی۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ص ۴۲۸)

''اسی لیے موجودہ دور میں بھی بیع صحیح کی پابندی کی جاسکتی ہے'' (م'ع)

فقیر نگراں کا قبرستاں کی زمین کو فروخت کرنا

سوال: ہمارے بزرگوں کا قدیم قبرستان ہے اور اس میں شبراتی فقیر کو بطور نگراں رکھ دیا تھا

اس نے اس کی زمین ایک دوسرے شخص کو فروخت کردی اس کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: جبکہ وہ فقیر محض نگراں کی حیثیت سے تھا' مالک نہیں تھا تو اس کا اس زمین کو مالک بن کر فروخت کرنا جائز نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ص ۴۲۷) ''نہ خریدار کے لیے خریدنا جائز ہے جو روپیہ شبراتی نے غیر مملوک زمین کا حاصل کیا نہ وہ حلال ہے'' (م'ع)

راشن کارڈ سے مال لیکر زیادہ قیمت پر فروخت کرنا

سوال: راشن کارڈ میں شکر ڈالڈا اور دیگر اشیاء جو راشن کارڈ میں ملتی ہیں انہیں حاصل کر کے بلیک دام میں جو عموماً زیادہ ہوتے ہیں لوگ فروخت کرتے ہیں اس سے ان کو نفع ہو جاتا ہے یہ صورت شرعاً درست ہے یا نہیں؟

جواب: راشن کارڈ سے خرید کر آدمی مالک ہو جاتا ہے' مالک کو اپنی چیز فروخت کرنے کا حق ہے جس قیمت پر چاہے فروخت کرے لیکن اس کا لحاظ بھی ضروری ہے کہ اگر یہ خلاف قانون ہے تو عزت اور مال کا خطرہ ہے' نفع کی خاطر عزت و مال کو خطرہ میں ڈالنا دانشمندی کی بات نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ص ۳۴۰) ''لیکن قبضہ سے قبل فروخت کر دینا درست نہیں'' (م'ع)

دودھ میں پانی ملا کر بیچنا

سوال: آج کل جو لوگ دودھ کی تجارت کرتے ہیں' دودھ میں پانی ملا کر بیچتے ہیں وہ کہتے بھی ہیں کہ ہم پانی ملا کر دینگے' اس دودھ کو بہ مجبوری لیتے ہیں مگر دل بہت دکھتا ہے اس میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: جب وہ دھوکہ نہیں دیتے بلکہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے اس میں پانی ملا رکھا ہے تو یہ شرعاً درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ص ۹۵) ''جس کا دل چاہے لے جس کا دل نہ چاہے نہ لے' وہ لینے پر مجبور نہیں کرتے'' (م'ع)

اُدھار سودا گراں بیچنا

سوال: اکثر لوگ دکاندار اُدھار سودا لینے والے کو گراں دیتے ہیں اور نقد لینے والے کو ارزاں دیتے ہیں' آپ نے اس کو جائز لکھا ہے' بعض لوگ اس کو خلاف مروت بتاتے ہیں؟

جواب: خلاف مروت اس وقت ہے جبکہ زیادہ گراں فروخت کرے ورنہ خلاف مروت نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ص ۳۱۷)

چوری کے کپڑے سے بناء ہوا سامان خریدنا

سوال: ایک درزی کپڑا چوری کرتا ہے اور اس سے ٹوپیاں اور قرآن مجید کے جزدان

بنا کر فروخت کرتا ہے تو ان کا خریدنا، استعمال کرنا اور ان سے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: چوری کے کپڑے سے بنائی ہوئی ٹوپی اور جزدان خریدنا درست نہیں، حرام ہے۔ بلا علم خرید لیا گیا ہو تو گناہ نہیں، نماز بھی درست ہے لیکن جب علم ہو گیا تو ایسا لباس ترک کر دینا ضروری ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۸۳ ج ۶) ''نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں'' (م،ع)

حرام گوشت خرید کر بلی کو کھلانا

سوال: ہمارے یہاں ڈبے میں بیل کا گوشت ملتا ہے چونکہ غیر مذبوح ہوتا ہے، مسلمان اس گوشت کو خرید کو بلی کو کھلا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: مردار اور حرام جانور کا گوشت ناپاک اور حرام ہے نہ تو کھانا درست اور نہ کسی طرح اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، اس کی خرید و فروخت بھی جائز نہیں۔ لہٰذا اس کو خرید کر بلی کو کھلانا جائز نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۵۰ ج)

اخبار و رسائل کی خریداری

سوال: اخبار و رسائل کی خریداری کے لیے پیشگی پورے سال کی قیمت ادا کر دی جاتی ہے اور ہر روز اخبار کے لیے پرچے آتے ہیں، اس طرح بیع و شراء کرنا'' جبکہ اخبار یا پرچوں کا وجود نہیں ہوتا'' کیا شرعاً درست ہے؟ اور کیا یہ بیع معدوم میں داخل نہیں ہے؟

جواب: اس معاملہ میں اصل چیز کاغذ ہے اور وہ موجود رہتا ہے، پس یہ معاملہ بیع سلم کا ہے۔ (نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۴۶) ''جو درست ہے'' (م،ع)

اندراوکاس ٹکٹ خریدنا

سوال: ایک شخص بینک سے پانچ ہزار روپے دے کر اندراوکاس ٹکٹ خریدتا ہے اور پانچ سال کے بعد اسی ٹکٹ کو بینک دوگنی قیمت یعنی دس ہزار پر لے لیتا ہے کیا اس طرح ٹکٹ خریدنا اور بیچ کر دگنے پیسے لینا جائز ہے؟

جواب: اس معاملہ کی حقیقت شرعیہ یہ ہے کہ ایک شخص سے حکومت نے مثلاً پانچ ہزار روپے قرض لیے اور پھر پانچ سال بعد قرض دینے والے کو اسی قرض کے عوض میں دس ہزار دیتی ہے۔ لہٰذا یہ صورت بلا شبہ کُلُّ قرضٍ جرَّ نفعاً فھو ربٰو میں داخل ہو کر ممنوع و ناجائز رہے گی۔ (نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۹۸) ''اصل رقم سے زائد سود ہے'' (م،ع)

روپے کے بدلے سونا چاندی ادھار خریدنا

سوال: نمک' سونا' چاندی' لوہا' جو' گیہوں ان اشیاء کو روپیہ سے ادھار خریدنا کیسا ہے؟

جواب: چونکہ آج کل روپیہ میں چاندی بالکل نہیں ہے لہٰذا اس سے تمام اشیاء مذکورہ کو ادھار خریدنا درست ہے۔ (فتاویٰ احیاء العلوم ج ۱ ص ۲۵۰)

تقسیم مساکین کے وعدہ پر کوئی چیز خریدنا

سوال: مشتری بائع سے یہ کہہ کر کوئی چیز خریدے کہ مجھے یہ شئی غرباء میں تقسیم اور صدقہ کے لیے درکار ہے' کچھ رعایت سے دے دے تو مشتری پر شئی مشتری کا تصدق واجب ہوگا یا نہیں؟

جواب: بظاہر تقسیم مساکین کا صرف وعدہ ہے' بیع کی شرط نہیں' پس مشتری کو حسب وعدہ اس کا صدقہ کرنا چاہیے نہ کرنے کی صورت میں بجز خلف وعدہ اور کچھ نہیں۔ (فتاویٰ مظاہر علوم ج ۱ ص ۲۴۴) ''اور وعدہ خلافی مومن کی شان نہیں گناہ ہے'' (م'ع)

بلیک مارکیٹ کرنا کیسا ہے؟

سوال: حکومت سے چوری چھپے بیرون ممالک کا سامان بیچنا جس کو ہمارے یہاں ''بلیک مارکیٹ'' اور دو نمبر کا دھندا کرنا کہتے ہیں یہ تجارت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر وہ مال نجس' ممنوع الاستعمال اور ممنوع البیع نہ ہو اور مالک سے خریدا ہوا ہو تو اس کی تجارت فی نفسہ حلال ہے لیکن چونکہ حکومت کے قانون کے خلاف ہے اور مجرم سزا کا مستحق اور ذلیل ہوتا ہے اور اپنے آپ کو ذلیل کرنا جائز نہیں اس لیے ایسا معاملہ اختیار نہ کیا جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۲۷۸) ''یہ مشورہ ہے'' (م'ع)

اسمگلری سے کمائے ہوئے پیسے کا حکم

سوال: ایک آدمی اسمگلنگ کر کے غیر ممالک سے چیزیں حاصل کرتا ہے اور اسے فروخت کر کے نفع حاصل کرتا ہے' ایسا شخص خیرات کر کے مسجد و مدرسہ میں کوئی رقم دے یا کوئی چیز خرید کر دے تو یہ کیا حلال ہے اور وہ شخص اجر و ثواب کا مستحق ہے؟

جواب: جائز طریقے سے کمایا ہوا مال حلال ہے اور اسے مسجد و مدرسہ میں دینا موجب ثواب ہے مگر سرکاری قانون کی خلاف ورزی کر کے اپنے کو حکومت کا مجرم بنانے اور اس طرح خود کو ذلیل کرنے کی بھی شرعاً اجازت نہیں ہے۔ لہٰذا یہ پیشہ قابل ترک ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۲۷۱)

''یہ مشورہ پہلے بھی گزر چکا ہے'' (م'ع)

نفع لینے کی شرعی مقررہ حد

سوال: نفع لینے کی تحدید شرعاً ہے کہ نہیں؟ مثلاً ایک روپیہ کی چیز دو روپے میں دینے لگے حالانکہ اس کی دکان کے قریب دوسری دکان پر وہی چیز ایک روپیہ میں مل رہی ہے تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟

جواب: نفع کی کچھ حد نہیں لیکن اس کو اطلاع دے دینا چاہیے ورنہ دھوکہ ہوگا۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۵۷)

''اور خلافت مروت بھی'' (م'ع)

سرسوں کا تبادلہ تیل سے

سوال: ہمارے اطراف میں سرسوں کا تیل اس طرح لیتے ہیں کہ تیلی کو سرسوں دے کر اور تیل نکلوا کر سرسوں کا چوتھائی تیل اس سے لے لیا جاتا ہے۔ اگرچہ تیل زائد نکلے اور تیل کی مزدوری سرسوں کی کھلی ہوتی ہے یا تیلی اپنے پاس سے تیل لاتا ہے اور اس کو اتنی ہی سرسوں دے دی جاتی ہے ان میں کوئی صورت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: پہلی صورت میں اجارہ فاسدہ ہے اس لیے کہ جو شئی فی الحال موجود نہیں بلکہ اجیر کے عمل سے حاصل ہوگی' اس کو اجیر کے لیے اجرت مقرر کرنا جائز نہیں' یہاں پر کھلی کو اجرت مقرر کیا گیا ہے جو تیلی کے عمل سے حاصل ہوگی نیز اس لیے بھی کہ کھلی (اجرت) کی مقدار مجہول ہے۔

دوسری صورت میں اگر اس تیل کی مقدار جو تیلی دیتا ہے اس تیل سے زائد ہے جو سرسوں میں ہے تب تو یہ بیع جائز ہے کیونکہ جتنا تیل زائد ہے وہ کھلی کے مقابلے میں ہوگا اور باقی تیل تیل کے مقابلہ میں ہو جائے گا ورنہ جائز نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۳۴۱)

وہ جانور جس سے وطی کی گئی ہو فروخت کرنا

سوال: ایک شخص نے ایک گائے کے ساتھ زنا کیا' بعد میں ایک عالم کے کہنے پر مالک کو قیمت ادا کر کے دور لے جا کر اسکو فروخت کر دیا اور اسکی قیمت غرباء پر تقسیم کر دی' ایسا کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

جواب: گائے مذکورہ کا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک گوشت کھانا درست ہے اور دور دراز جگہ اس کو فروخت کر دینا بھی درست ہے اور اس صورت میں کراہت انتفاع و اضاعت مال سے بھی حفاظت ہوگئی' صاحبینؒ کے نزدیک احراق ''جلا دینا'' متعین ہے وہ بھی وجوباً نہیں بلکہ ندباً ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۳۵۴) ''اس لیے شخص مذکور نے جو کیا صحیح کیا'' (م'ع)

گوبر کے کنڈے بیچنا

سوال: گوبر کے کنڈے جلانا اور بیچنا کیسا ہے؟

جواب: بیچنا اور جلانا سب درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۱۱۴)

ہُنڈی اور منی آرڈر

سوال: ہُنڈی لینا دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو منی آرڈر کرنا کیوں جائز ہے' منی آرڈر میں بھی بعینہ جمع کردہ روپے مرسل الیہ کو نہیں ملتے؟

جواب: ہُنڈی کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے' منی آرڈر کو بھی فتاویٰ رشیدیہ میں' فتاویٰ اشرفیہ میں منع لکھا ہے' البتہ امداد الفتاویٰ میں جواز کی تاویل بھی لکھی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۱۵۵)

ہُنڈی کے ذریعے رقم بھیجنا

سوال: بیرون ممالک میں رہنے والے جب اس ملک میں پیسے بھیجتے ہیں تو اس کی دو صورتیں ہیں' کبھی تو بینک کے ذریعے بھیجتے ہیں' کبھی ہُنڈی کے ذریعے' بینک کے ذریعہ معینہ مقدار ملتی ہے اور ہُنڈی کے ذریعے کرنسی سے کچھ زیادہ رقم ملتی ہے' ہُنڈی رقم کا یہ معاملہ حکومت سے چھپا کر کیا جاتا ہے؟

جواب: جب ہُنڈی کا یہ طریقہ قانون حکومت کے خلاف ہے تو یہ قانونی چوری ہوگی' اگر اس میں پکڑ ہو جائے تو عزت و آبرو مال سب کی بربادی ہوگی اور ان سب چیزوں کا بچانا شرعاً واجب ہے اور ہُنڈی کے بھیجنے میں اولاً ہُنڈی بھنانے میں بھی دینا پڑتا ہے اور اگر کسی حیلہ سے سود سے بھی بچ جائے تو بھی بیش از بیش ہُنڈی سے بھیجنا شرعاً محض مباح و جائز رہے گا مگر اس طرح بھیجنا واجب نہ رہے گا اور مباح حکم کے مقابلہ میں واجب حکم کو چھوڑنا درست نہیں رہتا۔ اس لیے اس کی اجازت ہوگی۔ (نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۹۹) ''احتیاط کرنا چاہیے ہنڈی کی کراہت کا حکم پہلے گزر چکا وہ عام حالات میں ہے اور یہ عدم جواز کا حکم احترام قانون و حفاظت مال و عزت کی وجہ سے ہے'' (م' ع)

جھٹکے کے گوشت کی قیمت

سوال: ہمارے یہاں دنبہ جھٹکے کے ذریعے کاٹا جاتا ہے اور اس کا کچھ حصہ گوشت فروخت کر دیا جاتا ہے' پھر اس سے پکوان کی چیزیں خریدی جاتی ہیں تو جھٹکے کے گوشت کے پیسوں سے جو چیزیں خریدیں انکا کھانا کیسا ہے؟ میں جھٹکے کا گوشت تو کھاتا نہیں البتہ جو بیچ کر پیسے آتے ہیں انکا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر جھٹکے کا گوشت غیر مسلم کے ہاتھ فروخت کر کے آپ کو پیسے دیے ہیں تو یہ آپ

کے لیے درست ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱ص ۴۱۷)

اشیاء کا نرخ متعین کرنا

سوال: حاکم کا نرخ متعین کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بغیر کسی ضرورت شدیدہ حاکم کو یہ حق نہیں بلکہ اصل مالک کو اختیار ہے جس قیمت پر چاہے فروخت کرے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۴۸۷) ''معلوم ہوا ضرورت میں تعیین جائز ہے'' (مؒ ع)

جانوروں کا کانجی ہاؤس میں داخل کرنا

سوال: نیلام کانجی ہاؤس سے کوئی جانور خریدنا اور اس کی قربانی کرنا اور جانور کا کانجی ہاؤس میں بھیجنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: کانجی ہاؤس سے جانور خریدنا اور اس کی قربانی کرنا درست ہے اور جانور کو وہاں بھیجنا اس میں تفصیل ہے کہ اگر کوئی جانور کھیت میں گھس گیا ہے اس جانور کا داخل کرنا تو بالکل جائز نہیں کیونکہ اس مالک پر ضمان نہیں اور اگر کسی نے قصداً داخل کیا ہے تو اس پر بقدر اتلاف ضمان ہے اس مقدار تک کانجی ہاؤس میں یا ویسے ہی اس سے وصول کیا ہے تو جائز ہے اور اس سے زائد بطور جرمانہ کے ناجائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ص ۲۶۴)

جو شخص مچھلی نہ پکڑ سکے اس کے لیے مچھلی کھانے کا طریقہ

سوال: جو شخص خود مچھلی پکڑ نہیں سکتا وہ کس طرح کھا سکتا ہے؟

جواب: پکڑنے والا اس کو ہدیہ دے دے یا اس کے ہاتھ بیچ کردے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ص ۱۱۱)
''چونکہ کھانے کے لیے خود شکار کرنا شرط نہیں'' (مؒ ع)

سبز پتوں اور شاخوں کو کاٹنا

سوال: سبز درختوں اور پتیوں کو فروخت کرنا' ان کو کاٹنا' ان کے تختے نکالنا وغیرہ کیسا ہے؟ جبکہ درخت کی پتیاں تسبیح کرتی ہیں؟

جواب: ضرورت کے لیے ایسے درختوں کو کاٹنا' فروخت کرنا' تختہ نکالنا سب درست ہے' سبز درختوں کی تسبیح کی وجہ سے ضرورت کو نہیں روکا جا سکتا ورنہ جانوروں کو گھاس کھلانا اور سبزی کھانا ہی ختم ہو جائے گا' سبز شاخ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی درخت سے جدا کر کے اس سے کام لیا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ص ۳۳۵)

بازار سے خریدی ہوئی دوا کو اپنی بتا کر نفع زیادہ لینا

سوال: اگر کوئی شخص بازار سے ہمدرد کی دوائیں خرید کر مریضوں کو اس نام سے دے کہ گویا میں اپنی دوائیں دے رہا ہوں اور اصل محنت سے کئی گنا منافع حاصل کرے تو یہ درست ہے یا نہیں؟

جواب: ہمدرد کا اگر وہ ایجنٹ نہیں بلکہ وہ اپنے پیسے سے خرید کر مالک بنا ہے اور پھر منافع لیتا ہے تو درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۳۸۶)

کمیشن کا مسئلہ

سوال: ایک شخص نے مال منگایا' ہم نے اس کو مال اپنے یہاں سے اور دوسرے دُکانداروں سے خرید کر روانہ کر دیا اور اپنا نفع کمیشن لگالیا مگر منگانے والے نے نفع یا کمیشن کی اجازت نہیں دی تھی۔ لہٰذا یہ درست ہے یا نہیں؟

جواب: اگر اس منگانے والے نے وکیل نہیں بنایا ہے اور اس سے خریدنا منظور ہے' تب یہ شخص اپنا نفع لگا سکتا ہے اور اگر اسکو وکیل بنایا ہے کہ خرید کر بھیج دو تو نفع نہیں لے سکتا۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۵۷)

کمہار سے مٹی کے عوض لوٹے لینا

سوال: بعض دیہات کی افتادہ زمین سے کمہار مٹی لیتے ہیں اور گاؤں والے ان سے لوٹے اور برتن اجرت مقرر کر لیتے ہیں اور یہ لوٹے مسجد میں استعمال کیے جاتے ہیں تو یہ جائز ہے یا ناجائز نہیں؟

جواب: اگر گاؤں والے اس زمین کے مالک ہیں اور وہ مٹی کمہاروں کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں اور کمہار قیمت میں لوٹے وغیرہ دیتے ہیں تو ان لوٹوں کا استعمال درست ہے' اگر مالک نہیں تو انکو کمہاروں سے مفت لوٹے کا حق نہیں اور اس صورت میں وہ لوٹے کمہاروں کو لوٹانا ضروری ہے گھر میں یا مسجد میں استعمال درست نہیں' گاؤں والے مالک ہونے کے بعد تعرض نہیں کرتے تو لوٹے لینا درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۱۹۶)

ذخیرہ اندوزی کرنا

سوال: غلہ جمع کر کے رکھنا اور گرانی کا انتظار کرنا کیسا ہے' ہمارے یہاں کسان ایسا کرتے ہیں؟

جواب: چونکہ اپنی کاشت کا غلہ روک لینا درست ہے اس لیے بیع میں مضائقہ نہیں لیکن گرانی کا منتظر ہونے پر گناہ ہوگا۔ علامہ طیبی نے لکھا ہے کہ جو ذخیرہ اندوزی حرام ہے وہ صرف کھانے کی چیزوں میں ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کھانے کی چیزیں مہنگائی کے وقت میں خرید لے لیکن

انہیں فوراً نہ بیچے بلکہ انہیں ذخیرہ بنا کر اس وقت تک کے لیے رکھ دے کہ اور مہنگائی ہو جائے لیکن اگر اس کے گاؤں سے غلہ آئے یا سستائی کے زمانے میں اس نے غلہ خریدا ہوا اور اسے ذخیرہ بنا کر رکھ دیا ہو پھر مہنگا ہونے پر بیچا ہو تو یہ احتکار ''ذخیرہ اندوزی'' نہیں ہے اور اس میں کوئی حرمت بھی نہیں ہے۔ (فتاویٰ احیاء العلوم ج ۱ص ۲۸۱)

کیمیاوی طریقہ سے برتن میں شامل خنزیر کے گوشت کا حکم

سوال: خنزیر کے گوشت کو کیمیاوی طریقے سے بصورت تیل تحلیل کر کے پھر اس تیل کو ایک دھات میں شامل کیا جاتا ہے اور اس دھات سے زیور وغیرہ بنایا جاتا ہے تو اس آخری مرحلے میں تیار شدہ اشیاء جن میں خنزیر کے اجزاء کو محلول کر کے مخلوط کیا گیا ہے یا درمیانی مرحلے میں جبکہ خود خنزیر محلول شدہ ہے جیسے اس کا تیل وغیرہ تو ان کی خرید و فروخت یا ایسی چیزوں کا استعمال شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو تبدیلی جنس سے (جیسے گدھا نمک کی کان میں جا کر نمک بن جائے) حلت و حرمت کے احکام بدل جاتے ہیں' اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اگر خنزیر کے گوشت کو کیمیاوی طریقے سے تیل بنالیا جائے تو وہ تیل بھی ناپاک ہوگا' مگر اس تیل کو دھاتوں کا زیور بنانے میں استعمال کیا جائے تو تیل باقی نہ رہے گا' اڑ جائے گا' یا فنا ہو جائے گا اور آگ دھات کو پاک کر دے گی۔ اس تیل کی خرید و فروخت ناجائز ہوگی اور اسی طرح ان چیزوں کی خرید و فروخت بھی ناجائز ہوگی جن میں وہ تیل موجود رہے' گدھے کا تیل بنانا اور اس کا نمک کی کان میں گر کر نمک بن جانا علیحدہ علیحدہ صورتیں ہیں اور ان کے احکام جدا جدا ہیں۔ (کفایت المفتی ج ۹ص ۱۳۰)

ذبح سے پہلے گوشت یا چمڑا خریدنا

سوال: بکری یا گائے وغیرہ کی کئی شخصوں نے قبل ذبح کے اگر گوشت کا اندازہ کر کے ان کی قیمت طے کی اور چمڑے کی قیمت علیحدہ دوسرے شخص سے طے کرائی اور اسی وقت قیمت بھی سب آدمیوں نے دے دی یا کر دی اور دوسری صورت یہ ہے کہ قبل ذبح کے فقط گوشت یا فقط چمڑے کی قیمت طے کی' اگر ذبح سے پہلے ایسی صورت کی جائے تو اس کا گوشت بعد ذبح کے خریدنا یا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ بیع فاسد تھی اور بیع فاسد میں گو متعاقدین گنہگار ہوتے ہیں مگر مبیع بعد قبضہ کے مملوک ہو جاتی ہے' پس گوشت بھی مملوک ہو گیا اس لیے بعد ذبح اس گوشت کا خریدنا جائز ہے۔

(امداد الفتاویٰ ج ۳ص ۶۱)

حشرات الارض فروخت کرنا

سوال: حشرات الارض اگر بے قیمت نہ ملے دوائی کے لیے خرید نا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ضرورت کے لیے جائز ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۹۱)

سانپ کی کھال کی بیع کرنا

سوال: ہمارے یہاں سانپ کے چمڑے کی تجارت ہوتی ہے اس کی صورت یہ ہے کہ غیر مسلم قوم سانپ کو زندہ پکڑتی ہے اور سانپ کو بیہوش کر کے اس کا چمڑا نکال لیتی ہے اور مسلمان کچے چمڑے خریدتے ہیں اور دباغت کے بعد فروخت کرتے ہیں تو یہ خرید وفروخت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: سانپ کا کچا چمڑا دباغت سے پہلے خریدنا' بیچنا درست نہیں' دباغت کے بعد خریدا بیچا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳ ص ۳۵۵)

مردار جانور کی ہڈی فروخت کرنا

سوال: جو مردار وغیرہ کی ہڈیاں زمین پر پڑی ہوتی ہیں ان کو چن کر خرید وفروخت کرتے ہیں' یہ جائز ہے یا نہیں' کچھ خشک وتر کا فرق نہیں ہے' اس میں کلب اور خنزیر کی بھی ہڈی ہوتی ہے؟

جواب: مردار جانور کی ہڈی جب خشک ہو جائے بیع اس کی درست ہے' سوائے آدمی اور خنزیر کے اور مردار کی تر ہڈی کی بیع درست نہیں اور مذبوح کی تر کی بھی درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۹۱)

چڑھاوے کا جانور خریدنا

سوال: از فتاویٰ رشیدیہ سوال: نذر لغیر اللہ یعنی مرغا' بکرا وغیرہ جو کسی تھان' یا کسی قبر یا نشان اور جھنڈے وغیرہ پر چڑھایا گیا ہو اگر وہاں کے خادم ومجاور وغیرہ کسی کے ہاتھ بیع کریں تو خریدنا اس کا اور صرف میں لانا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: جو مرغ' بکرا اور کھانا کفار اپنے معابد پر چڑھاتے ہیں اور کافر مجاور لیتا ہے تو اسکا خریدنا درست ہے کہ کافر مالک ہو جاتا ہے اور جو مسلمان مجاور ایسی چیز لیتا ہے وہ مالک ہوتا نہیں' اسکا خریدنا درست نہیں اور یہ سب جواب اس حالت میں ہے کہ علم ہوا سکے چڑھاوا ہونے کا اور بدون علم مباح ہوتا ہے۔

سوال: از فتاویٰ رشیدیہ سوال: مندر کا چڑھاوا اس کے پجاری سے خرید کرنا اور قبر کا چڑھاوا مجاور سے خریدنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: مندر کی چڑھی ہوئی شئی خریدنا حرام ہے اور ایسے ہی قبر کی چڑھی ہوئی ان ہر دو

فتوؤں میں صحیح کون سا ہے؟

جواب: دونوں جوابوں میں تطبیق اس طرح ہوسکتی ہے کہ ایسے جانور کا خریدنا تو مطلقاً گناہ ہے خواہ ہندو پجاری سے خریدیں یا مسلمان مجاور سے۔ جیسا کہ آخری جواب کا مقتضیٰ ہے لیکن اتنا فرق ہے کہ کافر سے جو خریدا گیا ہو وہ (ملک میں) آجائے گا اور بیع تام ہو جائے گی۔ اگرچہ فعل کا گناہ اس کے ذمے رہے گا اور مسلمان مجاور سے خریدا ہے وہ اسکی ملک ہی میں نہ آئے گا اور نہ بیع تام ہوگی نہ اس کو اس کے اندر تصرفات بیع وشراء کا اختیار ہوگا۔ یہی مراد ہے جواب اول سے اس طرح دونوں عبارتوں میں تعارض نہ رہے گا۔ (امداد المفتیین ص ۸۳۱)

مُردار جانور کی کھال بیچنا

سوال: ہمارے یہاں چرم کی تجارت ہوتی ہے ان میں اکثر مرداری یعنی غیر دباغت شدہ تقریباً پچاس فیصد ہوتے ہیں تو پوچھنا یہ ہے کہ دباغت کی حد کیا ہے؟ آیا غیر دباغت شدہ چمڑے خرید کر اس کو دباغت دے کر فروخت کرنے کی صورت میں جائز ہے یا نہیں؟

جواب: دباغت کے لیے دھوپ میں خشک کر لینا بھی کافی ہے نمک یا چونا وغیرہ لگا کر خشک کر دینا بھی دباغت کے حکم میں ہے اور جملہ احکام بیع وشراء میں مطلق دباغت کافی ہے خواہ حقیقی ہو (یعنی ناپاک رطوبت زائل کرنے کے ذریعے سے ہو) یا حکمی ہو (یعنی ناپاک رطوبت کو دھوپ وغیرہ میں خشک کر کے) پس اگر یہ کھالیں خشک کرنے کے بعد فروخت کی جاتی ہیں تو حکمی دباغت ہو چکی ان کی خرید وفروخت جائز ہوگی۔ البتہ خشک کرنے سے پہلے خرید وفروخت جائز نہیں سو اس کا انتظام کچھ دشوار نہیں کہ دھوپ میں خشک کرانے کے بعد معاملہ کیا جائے اور اگر بالفرض یہ بھی دشوار ہو تو دوبارہ استفسار کر لیا جائے کوئی دوسری صورت لکھی جائے گی۔ (امداد المفتیین ص ۸۳۲)

لومڑی کی کھال کی خرید وفروخت کرنا

سوال: لومڑی کی کھال کی بیع وشراء مسلمانوں کے لیے حلال ہے یا حرام؟ بعض لوگ منع کرتے ہیں صحیح کیا ہے؟

جواب: اگر لومڑی کو ذبح کر کے اس کی کھال لی گئی ہے یا مردہ لومڑی کی کھال لے کر اس کی دباغت کر لی گئی ہے تو بیع وشراء اور استعمال اس کا سب جائز ہے البتہ مردہ لومڑی کی کھال دباغت دینے سے پہلے نہ اس کی بیع وشراء جائز ہے نہ استعمال انسان اور خنزیر کے علاوہ ہر کھال دباغت سے

پاک اور قابل بیع وشراء ہو جاتی ہے' لومڑی بھی اس میں داخل ہے۔(امداد المفتیین ص۸۳۳)

مبیع دیکھتے وقت مشتری کے ہاتھ سے ضائع ہوگئی

سوال: زید عمر کی دکان پر کنگھا خرید نے گیا' ایک کنگھے کی طرف اشارہ کر کے قیمت پوچھی' عمرو نے کہا ڈیڑھ روپیہ' زید نے کہا دکھاؤ تو سہی' قیمت بعد میں طے کر لیں گے' عمرو نے اٹھا کر دے دیا' اس نے ہلا کر دیکھا تو اتفاق سے اس کے کچھ دندانے ٹوٹ گئے' اب عمرو اس کی قیمت کا مطالبہ کرتا ہے مگر زید کہتا ہے کہ ابھی تو بیع بھی نہیں ہوئی تھی' سوال یہ ہے کہ اس کی قیمت زید پر آتی ہے یا نہیں؟

جواب: مشتری کے جملہ ''دکھاؤ تو سہی'' سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کنگھا خریدنے پر راضی نہیں ہوا تھا بلکہ دیکھنے کے بعد اسکو رضا یا عدم رضا کا فیصلہ کرنا تھا' لہٰذا زید پر ضمان نہیں آئیگا۔(احسن الفتاویٰ ص۵۱۷ ج۶)

حرام مال والے کے ہاتھ کوئی چیز بیچنا

سوال: مال حرام مثلاً بذریعہ سود وزنا ولہو وتماشا' ڈھول تماشا وتجارت ممنوعات' شراب وتصویر وغیرہ سے حاصل کیا ہوا' ایسے مال کے عوض بیع کرنا اور مشتری کو اس مال کا لینا حلال ہے یا حرام؟

جواب: جس کا مال حرام ہے اس کے ہاتھ اپنا حلال مال بیع کرے گا تو ثمن حرام ہی رہے گا' حلال نہیں ہو جائے گا' حرام شئی ہر جگہ حرام ہی رہتی ہے' البتہ مالک کے پاس اگر پہنچ جائے تو حلال ہو جائیگی کہ وہاں اول بھی حلال تھی' پھر وہاں جا کر بھی حلال ہو جائے گی کہ وجہ حرمت کی دفع ہوگئی ورنہ جہاں تک وہ وہ پہنچے گی حرام ہی رہیگی' جب تک حرمت کو زائل کرنیوالا کوئی امر نہ پایا جائے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص۴۹۲)

غریب کو کم' امیر کو زیادہ قیمت میں دینا

سوال: زید جو چیز غریب آدمی کو ایک پیسہ میں دیتا ہے وہ چیز امیر آدمی کو دو روپیہ میں دیتا ہے' اس طرح فروخت کرنا زید کو درست ہے یا نہیں؟

جواب: زید کو ایسی تجارت جائز ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ ص۴۹۴)

ادھار بیع میں مدت کی تعیین کا حکم

سوال: ہمارے یہاں اکثر خرید وفروخت بغیر تعیین مدت کے ہوتی ہے' متون میں اس بیع کو فاسد قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ مجلۃ الاحکام میں ہے: ''اذا باع نسیئۃً بدون بیان مدۃ تنصرف المدۃ الی شھرٍ واحدٍ'' آیا یہ قول مفتیٰ بہ ہے؟ اور اسی قول پر عمل ہے؟

جواب: اگر بیع مطلق ہے اور اجل کا کوئی ذکر نہیں تو ثمن فی الفور واجب ہوگا' البتہ اگر بائع فوراً مطالبہ نہ کرے تو تاخیر جائز ہے اور اس میں تعیین مدت ضروری نہیں۔

اور اگر بیع مؤجل ہے تو تعیین اجل ضروری ہے۔ البتہ اگر عاقدین کے درمیان تین دن یا ایک ماہ کی مدت معہود و معروف ہو تو عدم نزاع کی وجہ سے جائز ہے اور شرعاً یہی مدت معتبر ہوگی ورنہ یہ بیع فاسد ہوگی۔ (احسن الفتاویٰ ج۶ص ۵۰۲)

احتکار صرف تاجروں کے لیے ہے یا کاشتکاروں کے لیے بھی

سوال: احتکار کا مسئلہ صرف تاجروں سے متعلق ہے یا کاشتکاروں کو بھی؟ یعنی فی الحال غلہ کی تجارت نہیں' سرکاری وصولات کے بعد بقیہ اناج کاشتکاروں کے پاس رہتا ہے' سرکار کے پاس غلہ ختم ہو جاتا ہے اور لوگ پریشانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں' ایسے موقع پر جس کاشتکار کے پاس ضرورت سے زیادہ اناج ہو اور وہ فروخت نہ کرے تو کیا یہ احتکار ہے؟

جواب: تاجر غلہ اور چارہ وغیرہ شہر ہی سے یا جہاں سے شہر میں آتا ہے وہاں سے خرید کر اپنی دکان کے لیے' یا گرانی کے وقت نفع خوری کے لیے روکتے ہیں اور لوگوں کو اس کی حاجت کے باوجود فروخت نہیں کرتے حالانکہ اس مال میں تمام حاجت مندوں کا حق ہوتا ہے اگر تاجر اس کو نہ خریدتا تو سب لوگ خریدتے اور اپنی حاجت پوری کرتے' یہ تاجر لوگ درمیان میں آڑ بنتے ہیں اور اس طرح انسانوں کو تکلیف پہنچا کر ظالم ٹھہرتے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں ایسے تاجر کو "محتکر" کہتے ہیں' ان کے لیے سخت وعیدیں وارد ہیں' رہا کاشتکار تو وہ اپنی زمین کی پیداوار کا حق دار ہے' اس میں عوام کا حق متعلق نہیں جس طرح کاشتکار کو اپنی زمین میں کاشت کرنے نہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے ٹھیک اسی طرح پیداوار کو بیچنے نہ بیچنے کا اختیار ہوتا ہے' نیز کاشتکار عوام کی حق تلفی نہیں کرتا اس لیے اس کو "محتکر" نہیں کہا جاتا' مگر یہ بھی یاد رہے کہ بدنیتی اور بے رحمی اور لوگوں کی تکلیف پر نظر نہ کرنے کا گناہ اس کو بھی ہوتا ہے اور عوام کی ضرورت کے لحاظ سے اگر گورنمنٹ اس کو ضرورت سے زائد غلہ کے فروخت کرنے پر مجبور کرے تو گنجائش ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۶ص ۲۰-۲۱۹)

کٹہل کا مسلم خریدنا

سوال: کٹہل کا مسلم خریدنا کہ معلوم نہیں اس میں کس قدر گوا ہے' اس حالت میں اس کو خریدنا مباح ہے یا نہیں؟

جواب: اگر کووّں کا کوئی خاص عدد شرط نہ ٹھہرایا جائے تو اس کی بیع مسلم کی درست ہے' خواہ کم نکلے یا زیادہ۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۹)

لگان کے عوض میں غلہ کی خرید کرنا

سوال: محصول اراضی کا روپیہ جو بذمہ کاشتکار زمین دار کا ہوتا ہے اس روپے کے عوض فریقین کی رضامندی سے اگر غلہ یا کوئی جنس پیداوار فصل کی خرید کر لی جائے' جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے' بشرطیکہ جتنے کی خریداری ٹھہری ہے وہ سب فوراً وصول کر لیا جائے' یہ جائز نہیں کہ نرخ مقرر کر کے نصف اب لے لیا اور نصف اس کے ذمہ سمجھا گیا' اگر ایسا اتفاق ہو تو جس قدر غلہ وہ کاشتکار فی الحال دے سکتا ہے صرف اس کا معاملہ کیا جائے باقی کا پھر ایسے ہی وقت کیا جائے جبکہ وہ غلہ ادا ہو سکے اور یہی حکم ہے اس کا کہ کاشتکار کے ذمہ غلہ تھا اور اس کے عوض روپیہ لے لیا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۵)

قصاب کو پیشگی روپیہ دے کر گوشت کم نرخ پر لینا

سوال: قصاب کو روپے پیشگی دیدیئے اور گوشت کے دام میں فی سیر ٹھہرا لیے جو بازار کے نرخ سے کچھ کم ہوتا ہے' مثلاً بازار میں ۴ روپے سیر بکتا ہے لیکن ۳ روپے سیر ٹھہرا لیا' گوشت آتا رہا اس کی یادداشت رکھ لی اور ختم ماہ پر حساب کر دیا اور کمی بیشی کر کے بے باقی کر دی اور آئندہ کے لیے پھر نقد روپیہ دیدیا اور نیا معاہدہ بھاؤ کا کر لیا' کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بازار کا بھاؤ ۳ اور ۲ ہو جاتا ہے مگر یہ مقرر شدہ نرخ بدلا نہیں جاتا' اس کا اگلے مہینہ میں لحاظ کر کے بھاؤ مقرر کرتے ہیں' قصاب کو یہ نفع ہوتا ہے کہ اس روپیہ سے بکریاں خریدتا ہے اور گوشت بیچتا ہے' اس کو کسی دوسرے سے قرض لینے کی ضرورت نہیں ہوتی' اب عرض یہ ہے کہ کیا یہ جائز ہے؟

جواب: یہ معاملہ حنفیہ کے نزدیک ناجائز ہے اس لیے کہ جو کچھ پیشگی دیا گیا ہے وہ قرض ہے اور یہ رعایت قرض کے سبب کی ہے اور بیع سَلَم کہہ نہیں سکتے اس لیے کہ اس میں کم سے کم مہلت ایک ماہ کی ہونی چاہیے اور امام شافعیؒ کے نزدیک چونکہ اجل شرط نہیں' اس لیے سلم میں داخل ہو سکتا ہے چونکہ اس میں ابتلاء عام ہے' لہٰذا امام شافعیؒ کے قول پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۰)

گوشت کی خریداری کی ایک اور صورت

سوال: بکر قصاب ۱۲ سیر گوشت فروخت کرتا ہے' زید نے بکر سے کہا کہ دو اڑھائی سیر گوشت

روزانہ ہم کو دیا کرو لیکن فی سیرے کے حساب سے لوں گا' بکر نے کہا ۵۰ قیمت پیشگی لوں گا اور گوشت برابر دیا کروں گا' جب پورا ۵۰ ہو جائے گا' پھر نئے سرے سے قیمت پیشگی لوں گا اور یہ بھی اقرار ہوا کہ اگر تمہارے پاس روپیہ نہ ہو تو بلا پیشگی قیمت کے گوشت برابر دوں گا' ایسا لین دین شریعت میں درست ہے یا نہیں؟ خالد کہتا ہے کہ ایسا لین دین درست نہیں ہے' قرض دے کر قرض والے سے فائدہ اٹھانا سود ہے' عمر کہتا ہے کہ یہ قرض نہیں یہ قیمت گوشت کی ہے' اگر کسی قسم کا قرض ہوتا تو وہ وعدہ پر واپس لینے یا بلا وعدہ ہی واپس لینے کا اختیار زید کو رہتا اور اس میں واپس لینے کا اختیار زید کو نہیں' یہ شرعاً درست ہے' کس کا جواب درست ہے؟

تتمۃ السوال: بکر قصاب نے حسب شرط سوال اول کے موافق کیا لیکن فرق اتنا کیا کہ بغیر پیشگی قیمت کے گوشت نہ دوں گا۔

جواب: یہ معاملہ درست نہیں' اگر یہ قرض ہے تب تو خالد کی دلیل سے درست نہیں اور اگر یہ قیمت ہے جیسا عمر کہتا ہے تو اس میں عقد سلم کی شرائط موجود نہیں اور دوسرا کوئی عقد صحیح نہیں' اس لیے درست نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۱)

ایسے شخص کو زمین فروخت کرنا جو اس میں مندر بنائے

سوال: زید ایک اراضی ایک ہندو کے ہاتھ فروخت کرنا چاہتا ہے اور غالب یہ ہے کہ ہندو مذکور اس میں شوالہ وغیرہ بنائے' ایسی صورت میں زید کو اراضی مذکور کا ہندو کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۵) ''فی نفسہ'' (م'ع)

کفار کی مقبوضہ زمین میں باجازت درخت لگانا

سوال: ایک سڑک سرکار کی جانب سے نکالی گئی اور اس کا معاوضہ زمین داروں کو نہیں دیا گیا' وجہ یہ بیان کی گئی کہ سڑک عوام کی ہے' قاعدہ کی رو سے معاوضہ نہیں مل سکتا اور سڑک کے کنارے درخت لگانے کی اجازت عام لوگوں کو بایں شرط دی جاتی ہے کہ درخت لگانے والا پھل کا مالک ہے اور درخت خشک ہو جانے کے بعد لکڑی کاٹ کر لے جا سکتا ہے اور درخت شاداب اور کھڑا سرکار کا ہے' آیا درخت لگانے والا اس کے پھل کو بطور ملکیت خود فروخت کر سکتا ہے؟

جواب: استیلاء سرکار سے اس سڑک کی زمین اصلی مالک کی ملک سے خارج ہو گئی' جب باجازت سرکار کسی نے اس میں درخت لگایا اس کا پھل بھی مملوک اسی لگانے والے شخص

کا ہے اس لیے اس پھل کا فروخت کرنا جائز ہے جبکہ پھل نمودار ہو گیا ہو اور کام میں لانے کے قابل ہو گیا ہو۔ (امدادالفتاویٰ ج ۳ ص ۳۵)

مقروض ہندو سے دودھ لینا

سوال: ہندو سے دودھ خریدنا جائز ہے یا نہیں جبکہ ہندو مقروض ہو اور زیادہ بھی دیتا ہو اور روپیہ بھی وصول ہو جائے؟

جواب: یہاں دو چیزیں ہیں ایک بائع کا ہندو ہونا دوسرے بائع کا مقروض ہونا اور اس وجہ سے اس کا زیادہ دینا پہلی چیز کے متعلق یہ ہے کہ جب تک اس کی ناپاکی کا علم نہ ہو تو اس کا خریدنا جائز ہے اور ناپاکی معلوم ہونے کے بعد ناجائز۔

دوسری چیز کے متعلق یہ ہے کہ یہ زیادتی سود کے حکم میں ہے جن حضرات کے نزدیک ہندوستان دارالحرب ہے ان کے نزدیک کفار سے سود لینا درست ہے اور جن کے نزدیک ہندوستان دارالحرب نہیں ان کے نزدیک یہاں سود لینا درست نہیں دونوں طرف گنجائش ہے اختلاف کی وجہ سے نہ لینا احوط ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۲۴۴)

دھان میں پانی ملا کر فروخت کرنا

سوال: فی الحال گاؤں میں ایک بورا دھان چالیس روپے کا فروخت ہوتا ہے بیوپاری لوگ مالک سے دو روپے زیادہ دے کر یعنی بیالیس روپے کا خریدتے ہیں پھر بیوپاری دھان میں پانی ملا کر آرٹ والے کو فروخت کرتے ہیں اب لوگ کہتے ہیں کہ مالک جانتا ہے کہ بیوپاری دھان میں پانی ملا کر فروخت کرے گا تو اس مالک کی بیع ناجائز ہے کیونکہ وہ جاننے کے بعد بیوپاری کو دیتا ہے کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ جب نقد روپے سے بیع ہو رہی ہے تو ناجائز نہیں کس کی بات صحیح ہے؟

جواب: اس علم کے باوجود مالک کے لیے بیوپاری کے ہاتھ دھان کا فروخت کرنا درست ہے بیوپاری اگر اس میں پانی ملا کر دھوکہ دے کر فروخت کرے گا تو وہ خود گنہگار ہوگا: "مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا" اصل مالک پر اس معاملہ کا گناہ نہیں۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۳۰۴)

بیع میں رُنگا لینا دینا

سوال: اگر کوئی شخص ایک سودا خریدے اور خریدار بیچنے والے سے خرید شدہ چیز کے علاوہ اور کوئی چیز مانگے جس کو رُنگا کہتے ہیں اور بیچنے والا خوشی سے دے بھی دے تو کیا وہ رُنگا مانگنا اور لینا جائز ہے؟

جواب: وہ رُنگا جزو بیع ہے لہٰذا اگر اس شئی کے واپس کرنے کی نوبت آئے تو رُنگا بھی واپس کرنا ہوگا' ایسی صورت میں رُنگے کا رواج ترک کر دینا چاہیے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۲۸۵)

"ہاں بیع تام ہونے کے بعد رُنگے کا رواج ہو جیسا کہ بعض علاقوں میں ہے تو واپسی ضروری نہیں" (م ع)

غلہ بیچتے وقت مٹی کی قیمت لگانا

سوال: تاجروں کی عادت ہے کہ جب وہ کسی سے مال خریدتے ہیں تو چونکہ عام طور سے غلہ میں مٹی ہوتی ہے اس لیے اس کے عوض میں ہر ایک من غلہ کے اوپر مثلاً ایک کلو غلہ دوسرے کو فروخت کرتے ہیں تو مٹی کے عوض کچھ نہیں دیتے بلکہ مشتری اگر مانگتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ تو تاجروں کی عادت ہے اس لیے مٹی کے عوض کچھ نہیں ملے گا' آیا تاجروں کا ایسا معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ ناانصافی ہے تاہم اگر طرفین اس پر رضامند ہو جائیں تو بیع درست ہو جائے گی۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳ ص ۳۴۴)

جو تیل بچ گیا وہ تیلی سے خریدنا

سوال: تیلی سے تیل خریدنا جو خلط ملط تیل نکالنے والوں سے بچا کچا کر اکٹھا کرتا ہے یا کٹ فٹ کر لیتا ہو اس کے ساتھ جائز تیل بھی ملا ہوا ہو گا وہ فروخت کرتا ہے اس سے لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر وہ چوری کر کے دوسروں کا تیل فروخت کرتا ہے تو اس کا خریدنا جائز نہیں اگر اپنا ذاتی بھی اس میں مخلوط ہوتا ہے تو خلط کی وجہ سے وہ مالک ہو جاتا ہے لیکن ضمان ادا کرنے سے پہلے تیلی کو اس میں بیع وغیرہ کا تصرف کرنا جائز ہوتا ہے تاہم اگر کوئی خریدے گا تو وہ مالک ہو جائے گا مگر اس کے باوجود خریدنے سے اجتناب احوط ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۲۶۷)

دودھ سے بالائی نکال کر بیچنا کیسا ہے؟

سوال: دودھ سے بالائی نکال کر دودھ کو علیحدہ فروخت کرے تو کیا حکم ہے؟

جواب: دودھ خدائے پاک کی بڑی عمدہ نعمت ہے' خالص دودھ میں جو لذت ہوتی ہے وہ اس میں نہیں رہتی' لہٰذا اس کو اس طرح بگاڑ کر بیچنا مخلوق خدا کو خالص چیز سے محروم کرنے اور کفران نعمت کے برابر ہے' ہاں اگر ظاہر کر دے اور اس بناء پر قیمت بھی کم کر دے اور دھوکہ نہ دے تو جائز ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ ص ۲۲۰)

کافر کے ہاتھ گوشت کی خرید کرانا

سوال: افریقہ میں اکثر مسلمان اپنے کفار نوکروں کو مسلمان کی دکان پر گوشت خریدنے کے

لیے بھیجتے ہیں' یہ بھی ممکن ہے کہ وہ نوکر کسی کافر کی دکان سے خرید لائے اور دھوکہ دے دے کر مسلمان سے خریدا ہے' اگرچہ عموماً یہ واقع نہیں مگر امکان کے درجہ میں ہے تو کیا مسلمان کو ایسے دینی معاملہ میں کفار پر بھروسہ کرنا جائز ہے؟ اس کے عدم جواز میں درمختار کا یہ قاعدہ معلوم ہوتا ہے:

واصله ان خبر الكافر مقبول بالاجماع في المعاملات لافي الديانات

جواب: صورت مسئولہ کا حاصل گوشت خریدنے میں کافر کو وکیل بنانا ہے' سو بیع و شراء معاملات میں سے ہے نہ کہ دیانات میں سے' رہا شبہ! سو جب تجارت کے لیے کسی خاص دکان دار سے گوشت آنا طے ہو تو پھر نوکر کا کسی اور جگہ سے خرید لانا ایک احتمال بعید بلکہ ابعد ہے چونکہ وقتاً فوقتاً ملاقات تجار سے یہ بات فاش ہو جانے کا اندیشہ غیر دکان سے خرید لانے کو مانع ہوگا' لہٰذا آپ کا یہ شبہ محض احتمال اور نفس امکان پر مبنی ہے ایسے خیال و احتمال کو وہم اور وسوسہ کہتے ہیں جس کا شریعت میں اعتبار نہیں۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

غلہ کی تجارت کا حکم

سوال: کیا تجارت غلہ کی عموماً حرام ہے؟ زید کہتا ہے کہ عموماً حرام ہے کیونکہ احتکار ہے اور احتکار حرام ہے' آیا یہ قول صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: احتکار کی حرمت اس وقت ہے کہ عوام کو ضرر پہنچائے یا بدنیتی سے اپنے نفع کو عوام کے ضرر کا امیدوار ہو کہ گرانی کا انتظار کرے ورنہ دونوں امر نہ ہونے کی صورت میں گناہ نہیں۔
(فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۸۹)

شربت خشخاش کا بیچنا

سوال: شربت خشخاش پینا اور اس کا فروخت کرنا کیسا ہے؟ اس شربت میں دانہ خشخاش اور پوست خشخاش پڑتا ہے؟

جواب: شربت خشخاش کا پینا اور فروخت کرنا درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۹۱)

گندا انڈا خریدنے کے بعد واپس کرنا

سوال: انڈا خریدنے کے بعد توڑا تو وہ گندا نکلا' اب واپس دے کر پیسے لینا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے' یہ انڈا کسی کام کا نہیں تھا تو اس کی بیع باطل ہوئی' لہٰذا جو قیمت دی تھی وہ واپس لے سکتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۱۶۶)

آٹے میں ملاوٹ ہو تو کیا کرے؟

سوال: بنیا سے آٹا خرید لیا' پکانے کے بعد معلوم ہوا کہ اس میں میل تھا' اس کو جب واپس کیا

گیا تو اس نے اور آٹا زائد اسی میں کا دے دیا' یہ لینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اگر وہ ملاؤ اسی قدر تھا تو اس کا معاوضہ لینا درست ہے اور اگر یسیر فرق تھا تو اس کے عوض میں اس قدر آٹا وان لینا درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۰۷)

بھیک کے مال کی خرید وفروخت کرنا

سوال: جو لوگ سوال کرتے ہیں یعنی بھیک مانگتے ہیں اور اس غلہ کو دکانوں پر فروخت کرتے ہیں تو وہ غلہ دکاندار کو خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: کسی نے بھیک مانگ کر جو غلہ جمع کیا ہے وہ اس کا مالک ہو گیا' جب دکان پر لے جا کر فروخت کرتا ہے تو دکاندار کو خریدنا درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳ ص ۳۳۶)

''بھیک مانگنا کب درست ہوتا ہے' اس کی تفصیل ہے'' (م'ع)

سونا' چاندی خریدنے کی ایک صورت کا حکم

سوال: سونا چاندی یا دیگر اشیاء کو اس طرح خریدیں کہ اس کا نرخ طے کر کے تھوڑا روپیہ بطور بیعانہ کے دے کر کچھ مدت مقرر کر لیں کہ اس مدت کے بعد ہم باقی روپیہ دے کر مال لے لیں گے لیکن مدت ختم ہونے سے پیشتر ہم نے اس مال کو دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا' اس مال کے اندر جو کچھ نفع ہوا وہ مالک مذکور سے لے لیا جو کچھ نقصان ہوا وہ مالک مذکور کو دے دیا' اس طریقے سے تجارت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بیع وشراء کا یہ طریقہ ناجائز اور حرام ہے' یہ سٹہ ہے' جو قمار میں داخل ہے اور قمار حرام ہے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۸)

ڈگری کو فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: مسئلہ بالا میں مدعی ڈگری کو بقدر اصلی ڈگری یعنی اس روپے کو ایک دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کرتا ہے خود تو سود نہیں لیتا لیکن اس کے علم میں یہ بات ہے کہ وہ سود لے گا' آیا اس بائع پر مواخذہ ہے یا نہیں؟

جواب: اگر یہ بائع مشتری سے حکم شرعی سے اطلاع کر کے خیر خواہانہ منع کر دے' پھر بائع سبکدوش ہو جائے گا مگر خود ڈگری کا فروخت کرنا ہی محل کلام ہے کیونکہ روپیہ روپیہ کا مبادلہ و بیع مشروط ہے' دست بدست ہونے کے ساتھ اور یہ یہاں مفقود ہے' اس کی تدبیر یہ ہے کہ یہ بائع اس مشتری سے اسی روپے قرض لے اور مشتری سے کہے کہ ہمارا اتنا قرض فلاں مدعی علیہ کے ذمہ ہے

ہم تم کو اس پر حوالہ کرتے ہیں تم اس سے وصول کرلو اس طرح درست ہے مگر اس میں ایک مشکل شرط یہ ہے کہ وہ مدعیٰ علیہ بھی اس معاملہ سے بخوشی رضامند ہو اور اگر وہ رضامند نہ ہو تو ایک اور تدبیر یہ ہے کہ یہ بائع اس مشتری سے قرض لے کر اس کو وکیل بنادے کہ تم مدعیٰ علیہ سے وصول کرلو اور وصول کرنے کے بعد تم اپنے قرضہ میں رکھ لو اس طرح درست ہے۔ (امدادالفتاویٰ ج ۳ ص ۱۶۹)

سونے کا چاندی سے ادھار بدلہ کرنا

سوال: زید نے اپنے ملازم بکر کے ہاتھ چار اشرفیاں اس غرض سے عمرو کے پاس بھیجیں کہ ان اشرفیوں کے روپے لے آئے عمرو نے چاروں اشرفیاں لے لیں اور گھر کے اندر گیا وہاں سے کسی اور ملازم کے ہاتھ بکر کے پاس ان چار اشرفیوں کے روپے بھیج دیئے یا خود روپے لے آیا اور بکر کے حوالے کردیئے بکر نے زید کو جاکر دیدیئے یہ طریقہ درست ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں ایک ہی جلسہ میں دست بدست لین دین ضروری ہے۔ (امدادالفتاویٰ ج ۳ ص ۱۷۲)

لاٹری کا ٹکٹ خریدنا

سوال: حکومت ملایا کی جانب سے ایک لاٹری نکلتی ہے جس کا مقصد یتیموں کی امداد کرنا ہے اس میں ہار جیت بھی ہوتی ہے اس لاٹری کا ٹکٹ خریدنا کیسا ہے؟

جواب: ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۲۱۹)

کانجی ہاؤس سے جانور خریدنا

سوال: کانجی ہاؤس وغیرہ میں جب جانور زیادہ دنوں تک رہ جاتے ہیں تو سرکار کی جانب سے اس کو فروخت کردیتے ہیں سوال یہ ہے کہ جو لوگ اس جانور کو خرید کرتے ہیں کیا شرعاً انکی ملک ہوجاتی ہے؟

جواب: اس جانور پر سرکار کو استیلاء ملک حاصل ہوتی ہے تو اب خریدنے والا مالک سے ہی خریدتا ہے اور مالک سے خریدنے میں ثبوت ملک میں کوئی اشکال نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۱۷۹)

سونے چاندی کا نیارہ کیسے خریدا جائے؟

سوال: سونا کا نیارہ چاندی سونے کا ہوتا ہے تو کس طور سے بیع وشراء کرنا درست ہے؟

جواب: یہ بیع سونے چاندی یعنی روپیہ اشرفی سے تولنا جائز ہے لیکن اگر پیسے قیمت میں دیئے جائیں تو ناجائز ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۰۸ ج)

روپیہ کو خوردہ سے بدلنا

سوال: آج کل صراف لوگ روپیہ کے تبادلے میں پیسے کمی سے دیتے ہیں' روپیہ کا مبادلہ پیسوں اور خوردہ سے درست ہے یا نہیں؟ بعض علماء مثل سود کے فتویٰ دیتے ہیں؟

جواب: روپیہ کا مبادلہ اگر خوردہ (یعنی اسی جنس کے چھوٹے جیسے اٹھنیاں چونیاں وغیرہ) سے ہو تو اس میں کمی زیادتی درست ہے اور اگر پیسوں سے مبادلہ ہو تو کمی زیادتی درست ہے یعنی روپیہ کے ۱۴ بھی درست ہیں اور ۱۷ بھی۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۰۸)

نوٹ کم قیمت پر بیچنا

سوال: نوٹ کم قیمت پر چلانا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ وہ پھٹ جائے اور بینک والے بھی نہ لیں؟

جواب: جائز نہیں' بینک والے قانوناً پوری قیمت دینے کے پابند ہیں' اگر مجبوری ہو تو جواز کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ نوٹ کو نوٹ سے تبدیل کرنے کے بجائے اس کے عوض کوئی چیز خرید لی جائے' اس صورت میں بائع اور مشتری مبیع کی جس مقدار پر بھی راضی ہو جائیں جائز ہے' غرضیکہ نقد کی بیع نقد سے ہو تو اس میں کمی بیشی جائز نہیں' کسی دوسری چیز سے ہو تو جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۲)

بٹے پر نوٹ فروخت کرنا

سوال: گلٹ یا چاندی کا روپیہ ۲۰ آنے میں بیچنا کیسا ہے؟ نیز پھٹے پرانے نوٹ کو بٹے پر لینا دینا کیسا حکم رکھتا ہے؟

جواب: چاندی یا گلٹ کا روپیہ ۲۰ آنے یا ڈیڑھ روپے میں بیچنا شرعاً درست ہے' کم زیادہ پر پھٹا پرانا نوٹ درست نہیں۔

نوٹ: (ماخوذ از حاشیہ) لیکن آج گلٹ کا روپیہ اور ریزگاری کم بلکہ نایاب ہونے کی صورت میں کاغذ کے نوٹ ہی کو عملاً مال قرار دیدیا گیا' صرف حوالہ اور رسید نہیں اس لیے اس کی بیع کمی زیادتی کے ساتھ درست ہے۔ فتح القدیر میں ہے: "ولو باع كاغذة بالف جاز ولا يكره" کاغذ کا ایک پرزہ ایک ہزار میں بیچنا درست ہے' مکروہ بھی نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۱۷۳)

کاغذی نوٹ اور کرنسی کا حکم

الحمدلله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيدنا و مولانا

محمد خاتم النبیین وعلی آله واصحابه الطاهرین وعلی کل من تبعهم باحسان الی یوم الدین.

نوٹوں کی فقہی حیثیت

کاغذی نوٹوں کے احکام کا بیان اس کی تمام تفصیلات اور جزئیات کے ساتھ شروع کرنے سے پہلے ان نوٹوں کی حقیقت کو جاننا ضروری ہے کہ کیا یہ کسی قرض کے وثیقے ہیں؟ یا عرفی ثمن ہیں؟

جن لوگوں کی رائے یہ ہے کہ یہ کاغذی نوٹ مالی دستاویز اور سند ہیں ان کے نزدیک یہ نوٹ اس قرض کی سند ہے جو اس کے جاری کرنے والے (بینک) کے ذمہ واجب ہے۔ لہٰذا اس رائے اور خیال کے مطابق یہ نوٹ نہ تو ثمن ہیں اور نہ مال بلکہ نوٹ اور وثیقے سے عبارت ہے جو مدیون نے دائن کو لکھ کر دیدیا ہے تاکہ جب وہ چاہے اس کے ذریعے اپنے دین پر قبضہ کرلے' اس لیے ان حضرات کی رائے میں جو شخص بھی یہ نوٹ کسی دوسرے کو دے گا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوگا اس نے مال دیا ہے بلکہ یہ اپنے مال کا حوالہ اس مقروض (بینک) پر کررہا ہے جس نے یہ نوٹ بطور سند جاری کیے ہیں اس لیے اس پر فقہی اعتبار سے وہی احکام جاری ہوں گے جو ''حوالہ'' پر جاری ہوتے ہیں۔ لہٰذا دوسرے کا حق ان نوٹوں کے ذریعے ادا کرنا وہاں جائز ہوگا جہاں حوالہ جائز ہوتا ہے اور اگر یہ نوٹ سونے یا چاندی کی دستاویز اور سند ہیں (یعنی اگر انکی پشت پر بینک میں سونا یا چاندی ہے) تو اس صورت میں ان نوٹوں کے ذریعے سونا' چاندی خریدنا جائز نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ سونے کا سونے سے تبادلہ کرنا یا چاندی کا چاندی سے تبادلہ کرنا ''بیع صرف'' ہے اور ''بیع صرف'' میں مبیع اور ثمن دونوں کا مجلس عقد میں قبضہ کرنا شرط ہے۔ لہٰذا اگر نوٹوں کے ذریعے سونا چاندی خریدی تو صرف ایک طرف سے قبضہ پایا گیا' دوسری طرف سے قبضہ نہیں پایا گیا۔ اس لیے کہ خریدار نے تو سونے پر قبضہ کرلیا لیکن دکاندار نے سونے کے قرض کی سند پر قبضہ کیا' سونے پر قبضہ نہیں کیا۔ لہٰذا جب ''بیع صرف'' کے جائز ہونے کے لیے مجلس عقد ہی میں دونوں طرف سے قبضہ کرنے کی شرط نہیں پائی گئی تو یہ بیع شرعاً ناجائز ہوگی۔

اسی طرح اگر کوئی مالدار شخص اپنی زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے یہ کاغذی نوٹ کسی فقیر کو دے تو جب تک وہ فقیر ان نوٹوں کے بدلے میں اس سونے یا چاندی کو بینک سے وصول نہ کرلے جس کی یہ دستاویز ہے یا جب تک وہ ان نوٹوں کے ذریعے کوئی سامان نہ خریدلے' اس وقت تک اس مالدار شخص کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اور اگر استعمال کرنے سے پہلے یہ نوٹ فقیر کے پاس سے برباد یا ضائع

ہو جائیں تو وہ مالدار شخص صرف وہ نوٹ فقیر کو دینے سے زکوٰۃ کی ادائیگی سے بری الذمہ نہیں ہوگا۔ اب اس کو دوبارہ زکوٰۃ ادا کرنی پڑے گی۔

اس کے برخلاف دوسرے حضرات فقہاء کی رائے یہ ہے کہ اب یہ نوٹ بذات خود ثمن عرفی بن گئے ہیں اس لیے جو شخص یہ نوٹ ادا کرے تو یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے مال اور ثمن ادا کیا ہے' ان نوٹوں کی ادائیگی سے دین کا حوالہ نہیں سمجھا جائے گا۔ لہٰذا اس رائے کے مطابق ان نوٹوں کے ذریعے زکوٰۃ فی الفور ادا ہو جائے گی اور ان کے ذریعہ سونا چاندی خریدنا بھی جائز ہوگا۔

لہٰذا کاغذی نوٹ اور مختلف کرنسیوں کے احکام بیان کرنے سے پہلے نوٹوں کے بارے میں مذکورہ بالا دو آراء میں سے کسی ایک رائے کو فقہی نقطہ نظر سے متعین کر لینا ضروری ہے۔

چنانچہ اس موضوع پر کتب فقہ اور معاشیات کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد میرے خیال میں ان نوٹوں کے بارے میں دوسری رائے زیادہ صحیح ہے۔ وہ یہ کہ نوٹ اب عرفی ثمن بن گئے ہیں اور اب یہ حوالے کی حیثیت نہیں رکھتے ہیں۔ (حوالہ فقہی مقالات جلد ا ص ۱۳)

روپیہ اور ریزگاری وغیرہ کی کمی بیشی کے ساتھ بیع کرنا

سوال: فی الحال جو روپیہ رائج ہے جس میں چاندی کم اور غش غالب ہوتی ہے ان کو یا نوٹ کو پہلے روپیہ کے عوض تفاضلاً بیچنا جس میں چاندی غالب اور کھوٹ کم ہو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: موجودہ روپیہ کو سابقہ روپیہ کے ساتھ کمی زیادتی سے بیچنا شرعاً درست ہے کیونکہ موجودہ روپیہ میں چاندی مغلوب بلکہ معدوم ہونے کی وجہ سے چاندی کے حکم میں نہیں کہ تفاضلاً بیع کی صورت میں ربٰو لازم آئے اور برابری واجب ہو بلکہ اس میں ہر طرح کی کمی بیشی درست ہے' نوٹ حوالہ ہے اس میں کمی بیشی جائز نہیں "لِاَنَّ الاقْرَاضَ تُقْضٰی بِاَمْثَالِهَا" اور کمی بیشی کی صورت میں ربٰو لازم آئے گا۔

اگر یہ تحقیق ہو جائے کہ موجودہ روپیہ میں بھی کچھ چاندی موجود ہے تو اتنی شرط پھر ضروری ہوگی کہ سابقہ روپیہ میں جس قدر چاندی ہے وہ اس چاندی سے زائد رہے جو کہ موجودہ روپیہ میں ہے' اس کے خلاف نہ ہو یعنی دونوں کی چاندی مساوی نہ ہو اور موجودہ روپیہ کی چاندی زائد نہ ہو' نیز تقابض ضروری ہوگا اور اس موجودہ روپیہ کی چاندی کو اتنی چاندی کے مقابلہ میں قرار دیا جائے گا اور کھوٹے کو زائد چاندی کے مقابلے میں۔

تتمۃ السوال: روپیہ یا نوٹ کی بیع ریزگاری یا پیسوں سے تفاضلاً جائز ہے یا نہیں؟ نیز ہر ریزگاری کا حکم ایک ہے یا مثل گلٹ کی ریزگاری کے دوسرا حکم ہے؟

جواب: نوٹ کے عوض نا جائز ہے' روپیہ کے عوض جائز ہے' ہر ریزگاری کا ایک ہی حکم ہے اتحادِ جنس کے وقت تساوی اور تقابض ضروری ہے۔

تتمۃ السوال: آج کل کا روپیہ اور پہلے کا روپیہ دونوں مساوی الحکم ہیں یا پہلا روپیہ نقد کے حکم میں ہے اور فی الحال جو رائج ہے عروض کے حکم میں ہے؟

جواب: موجودہ روپیہ ستوقہ چاندی کے حکم میں نہیں بلکہ فلوس نافقہ یا عروض کے حکم میں ہے اور گزشتہ روپیہ چاندی غالب ہونے کی وجہ سے فضہ کے حکم میں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ص ۲۶۴)

امام باڑہ کی تعمیر کے لیے سامان بیچنا

سوال: ایک امام باڑہ بنتا ہے' ایک شخص نے اپنا سامان یعنی کڑی وغیرہ امام باڑہ کی تیاری کے واسطے مالک امام باڑہ کے ہاتھ فروخت کردی' زید کہتا ہے کہ بیچنے والا بڑا گنہگار ہوا' یہ کہنا زید کا صحیح ہے یا غلط؟

جواب: اگر کوئی امام باڑے کے بنانے کو کڑی خرید کرے تو اس کے ہاتھ کڑی کا بیع کرنا امام صاحبؒ کے نزدیک درست ہے کہ مکان بنانے سے گناہ نہیں ہوتا بلکہ گناہ دوسرا فعل ہے مگر بہتر ہے کہ اعانت نہ کرے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۹۲)

مشترک زمین کا اپنا حصہ فروخت کرنا

سوال: زید کا مملوکہ مقبوضہ ایک قطعہ اراضی مزروعہ مشترکہ شرکاء دیگر ہے کہ جس کو اصطلاح میں اہل ہنود ملک کہتے ہیں' زید نے اپنی زوجہ سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ ملک پانچ سو روپے میں مثلاً فروخت کیا اور زرثمن اس کا تجھ کو بخش دیا' زوجہ نے کہا کہ میں نے قبول کیا' اس صورت میں کیا حکم ہے؟ آیا یہ بیع صحیح ہوئی یا نہیں؟

جواب: یہ بیع صحیح اور وہ زمین ملک زوجہ ہوگئی اور قیمت اس کی زوجہ کے ذمہ سے ساقط ہوگئی۔ (فتاویٰ رشیدیہ ۴۹۱)

زمین کا راستہ نہ ملے تو مشتری ثمن کم کرسکتا ہے

سوال: محمد ابراہیم کے ہاتھ محمد قاسم کو بیع کیا' اس بیع کی وجہ سے محمد ابراہیم کی حق تلفی ہوتی ہے' گفتگو کرنے پر محمد قاسم نے چند شخصوں کو ثالث مقرر کردیا اور ان کے پاس ایک صد روپیہ اس لیے رکھا کہ میں عبداللہ مشتری سے محمد ابراہیم کے حقوق محفوظ کرادوں گا' اگر میں کامیاب نہ ہوں تو ثالث اور حکم اس روپیہ کو محمد ابراہیم کے اس نقصانات کے عوض میں بطور تاوان دیدیں' چنانچہ

ابراہیم کے حقوق بحال نہیں ہوئے تو وہ سوروپیہ جو ثالثوں کے پاس رکھے ہوئے ہیں وہ ابراہیم لے سکتے ہیں اور دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ سوروپیہ بمعاوضہ نقصان حقوق کے مشتری کو لینا اور ثالثوں کو اس کے حوالے کردینا شرعاً جائز ہے۔ (امداد المفتیین ص ۸۴۱)

بذریعہ بینک مکان خریدنا

سوال: زید کا کھاتا بلڈنگ سوسائٹی میں جاری ہے اور وہ مکان قیمتاً بیس ہزار کا خریدنا چاہتا ہے مگر رقم نہ ہونے کی وجہ سے اس نے سوسائٹی کی طرف رجوع کیا اور شرط قرض یہ طے ہوئی کہ فی سال ۲۵ فیصد زیادتی لازم ہوگی' یہ معاملہ جائز ہے یا نہیں؟ پھر اس کھاتے سے جو رقم زیادہ ملتی ہے اس کو یہ سوچ کر لینا کہ دونوں طرف معاملہ برابر ہو جائے' جائز ہے یا نہیں؟

جواب: معلوم ہوا ہے کہ سوسائٹی کے ذریعے مکان خریدنے کی مختلف صورتیں ہیں:

☆ ایک یہ کہ زید نے خود مکان والے سے خریدا اور رقم سوسائٹی سے قرض لے کر دی اور اس قرض کو وہ مع سود ادا کرے گا تو یہ سودی قرض لینا جائز ہوا' تو بہ واستغفار لازم ہے اور اس قرضہ کو جلد ادا کرے۔

☆ جو سود آپ کا بینک پر ہے اس کو اس سود میں دیدینا درست ہے' اس طرح کیا تو بینک میں رکھی رقم کٹوا دی جائے یا بینک سے لے کر بعینہ دے دی جائے۔

☆ دوسری صورت یہ ہے کہ کمپنی مکان خود خرید کر سود کے ساتھ دیتی ہے' مثلاً لاکھ کا مکان سوا لاکھ میں' یہ صورت بلاشبہ جائز ہے' صورۃً سود ہے اور حقیقتاً بیع مرابحہ ہے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

ہاؤس فائنانسنگ کے جائز طریقے

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدنا محمد النبي الامين و على اله واصحابه الطاهرين و على كل من تبعهم باحسان الى يوم الدين امابعد.

''مکان انسان کی بنیادی ضرورت میں داخل ہے اس کے بغیر انسان کے لئے زندگی گزارنا مشکل بلکہ ناممکن ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

والله جعل لكم من بيوتكم سكنا

اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہارے گھر رہنے کی جگہ بنائی۔ (سورۃ النحل: ۸۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ثلاث من السعادة: المراة الصالحة' والمسكن الواسع' والمركب الهنيء"

تین چیزیں انسان کی نیک بختی کی علامت ہیں۔ نیک بیوی' کشادہ مکان' خوشگوار سواری"

(کشف الاستار عن زوائد البزار للہیثمی ج ۲ ص ۱۵۶ نمبر ۱۴۱۲)

آج کے دور میں ایک مناسب اور کشادہ مکان کے حصول کے لئے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور خاص طور پر گنجان آبادی والے شہروں میں اور زیادہ مشکلات پیش آتی ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ آج کی زندگی بہت پیچیدہ ہو چکی ہے۔ آبادی میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اور مہنگائی روز بروز بڑھ رہی ہے اور جو لوگ اپنے نئے مکان خریدنے یا بنوانے کی صلاحیت رکھتے ہیں ان کی تعداد بہت معمولی سی ہے۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے موجودہ دور میں بہت سے بڑے بڑے شہروں میں "ہاؤس فنانسنگ" کے ادارے قائم ہو چکے ہیں جو لوگوں کے لئے مکان خریدنے یا بنوانے کی خدمات انجام دیتے ہیں لیکن ان میں سے اکثر ادارے سودی نظام ہی کے تحت کام کرتے ہیں چنانچہ یہ ادارے ان مقاصد کے لئے اپنے گاہکوں کو قرضے فراہم کرتے ہیں اور پھر ان قرضوں پر ایک متعین شرح سے سود حاصل کرتے ہیں جس شرح پر فریقین معاہدہ کرتے وقت اتفاق کر لیتے ہیں۔

چونکہ یہ معاملہ سود کی بنیاد پر کیا جاتا ہے اور سود کا معاملہ' شریعت اسلامیہ میں ان بڑے محرمات میں داخل ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کریم میں منع فرمایا ہے اس لئے کسی مسلمان کے لئے مناسب نہیں کہ وہ کوئی ایسا معاملہ کرے جو سودی لین دین پر مشتمل ہو اس لئے علماء پر واجب ہے کہ وہ لوگوں کی سہولت کے لئے ہاؤس فنانسنگ کا کوئی ایسا طریقہ تجویز کریں جو شریعت مطہرہ کے مطابق ہو اور وہ طریقہ سودی نظام پر مشتمل طریقے کا متبادل بھی بن سکے۔

اس مقصد کے لئے ہم اس مقالے میں ہاؤس فنانسنگ کے چند شرعی طریقے بیان کریں گے اور اس میں اس کے جواز کے دلائل اور اس پر عمل کرنے کی صورت میں پیدا ہونے کے نتائج بھی پیش کریں گے۔ واللہ سبحانہ ھو الموفق للصواب۔

اصل بات یہ ہے کہ اسلامی حکومت کی ذمہ داری میں یہ بات داخل ہے کہ وہ عوام سے کسی نفع کا مطالبہ کئے بغیر ان کی بنیادی ضروریات پوری کرے اور وہ ضروریات ان کو فراہم کرے چونکہ مکان بھی ہر انسان کی بنیادی ضرورتوں میں داخل ہے اس لئے ہر انسان کا یہ حق ہے کہ وہ اپنے مالی وسائل کی حدود میں رہتے ہوئے اس بنیادی ضرورت کو حاصل کرے اور جس شخص کے

مالی وسائل تنگ ہیں جس کی وجہ سے نہ تو وہ مکان خرید سکتا ہے اور نہ وہ اپنی جیب سے مکان تعمیر کر سکتا ہے تو اس صورت میں حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ مندرجہ ذیل تین طریقوں سے میں سے کسی ایک طریقے سے اس کی یہ ضرورت پوری کرے نمبر ایک اگر وہ شخص مستحق زکوٰۃ ہے تو پھر زکوٰۃ فنڈ سے مدد کرتے ہوئے اس کی ضرورت پوری کرے دوسرے یہ کہ صرف واقعی اخراجات کی بنیاد پر اس کو مکان فراہم کرے اور اس پر کسی نفع کا مطالبہ نہ کرے تیسرے یہ کہ حکومت اس شخص کو قرض حسنہ فراہم کرے جس پر اس سے کسی نفع یا سود کا مطالبہ نہ کرے۔

ہاؤس فنانسنگ میں یہی تین طریقے اصل الاصول ہیں جو اسلامی رواج اور اس اسلامی معاشرے کے مزاج کے بالکل موافق ہیں جو معاشرہ ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور اچھے اور نیک کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کی بنیاد پر قائم ہے اور جس میں دوسرے کی تکلیف کو اپنی تکلیف اور دوسروں کی راحت کو اپنی راحت تصور کیا جاتا ہے اور جس معاشرے میں کمزور کے ساتھ تعاون اور اس کی مدد کی جاتی ہے تا کہ وہ بھی ایک متوسط درجے کی خوشحال زندگی گزار سکے۔

لیکن مسئلہ یہ ہے کہ مندرجہ بالا تین طریقوں یا کسی ایک طریقے پر عمل صرف اس حکومت کے لئے ممکن ہے جس کے پاس ذرائع آمدنی اور وسائل بہت بڑی تعداد میں موجود ہوں اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک صورت بہت بھاری رقم چاہتی ہے اور خاص طور پر ہمارے اس دور میں جس میں آبادی بہت زیادہ ہو چکی ہے اور مہنگائی بھی بہت ہو چکی ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ حکومت اپنے غیر پیداواری اسکیموں اور منصوبوں میں کمی واقع کر کے اس کے لئے بچت کر سکتی ہے۔ اور پھر اس بچت کو ہاؤس فنانسنگ میں استعمال کر سکتی ہے اسی طرح ان بھاری اخراجات میں کمی کر کے بھی ان وسائل کو بڑھایا جا سکتا ہے جن کا مقصد صرف دکھاوا اور خوش عیشی کے سوا کچھ نہیں ہے لیکن ان اخراجات میں کمی کرنے کے باوجود بھی آج مسلم مما لک کی بڑی تعداد اس کی صلاحیت نہیں رکھتی کہ وہ تمام لوگوں کے لئے اس طریقے سے رہائش فراہم کرے۔

لہٰذا ان حالات میں ایسے طریقے اختیار کرنا ضروری ہے جس میں حکومت کو رہائش فراہم کرنے پر نہ تو تبرع محض اختیار کرنا پڑے اور نہ بھاری اخراجات برداشت کرنے پڑیں اور وہ طریقے سود اور دوسرے ممنوعات شرعیہ سے بھی پاک ہوں وہ طریقے مندرجہ ذیل ہیں۔

بیع موجل

پہلا طریقہ یہ ہے کہ سرمایہ کار (کمپنی) مکان خرید کر اس کی مالک بن جائے پھر گاہک کو نفع

کے ساتھ ادھار فروخت کر دے اور پھر کمپنی گاہک سے عقد میں طے شدہ قسطوں کے مطابق قیمت وصول کرے اور اس میں نفع کا تناسب بیان کئے بغیر بھی ادھار فروختگی کا معاملہ کیا جا سکتا ہے اس صورت میں نفع کے تناسب کی تعیین کا اختیار سرمایہ کار (کمپنی) کو ہوگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس ادھار بیع کا معاملہ مرابحہ کے طریقے پر کیا جائے اور عقد کے اندر اس کی صراحت کر دی جائے کہ کمپنی اس مکان پر آنے والے واقعی اخراجات سے اس قدر زائد نفع گاہک سے وصول کرے گی۔

پھر مندرجہ بالا طریقے کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں اولاً یہ کہ اگر عقد کے وقت وہ مکان تیار موجود ہے پھر تو مندرجہ بالا طریقے پر کمپنی وہ مکان خود خرید کر گاہک کو ادھار فروخت کر دے دوسرے یہ کہ عقد کے وقت وہ مکان تیار موجود نہیں ہے بلکہ کمپنی مکان تیار کرنا چاہتی ہے تو اس صورت میں یہ ہو سکتا ہے کہ کمپنی اس گاہک کو مکان بنانے کے لئے اپنا وکیل مقرر کر دے اس صورت میں تعمیر کمپنی ہی کی ملکیت میں ہوگی اور گاہک صرف کمپنی کے وکیل کے طور پر اس تعمیر کی نگرانی کرے گا اور تعمیر مکمل ہونے کے بعد کمپنی وہ مکان گاہک کو ادھار فروخت کر دے گی۔

یہ تو وہ صورت ہے جس میں گاہک کمپنی کے ساتھ مکان خریدنے یا تعمیر کرنے میں کسی بھی قسم کے مالی اشتراک کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

البتہ اگر گاہک میں مکان کی خریداری یا تعمیری اخراجات میں نقد رقم لگا کر اشتراک کی صلاحیت تو موجود ہے لیکن اس کے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ وہ اس رقم کے ذریعہ مکان خریدتے یا تعمیر کرنے پر آنے والے تمام اخراجات پورے کر سکے اس لئے گاہک یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی رقم لگانے کے بعد جتنی رقم کی مزید ضرورت ہو صرف اتنی رقم وہ کمپنی سے طلب کرے جیسا کہ آج کل اکثر ہاؤس فنانسنگ کمپنیوں میں یہی طریقہ رائج ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ کمپنی اور گاہک دونوں مل کر مشترک طور پر مکان خریدیں مثلاً اس مکان کی نصف قیمت گاہک ادا کرے اور نصف قیمت کمپنی ادا کرے اور اب یہ مکان دونوں کے درمیان نصف نصف کے اعتبار سے مشترک ہو جائے گا اور پھر کمپنی اپنا نصف حصہ قیمت خرید سے کچھ زیادہ قیمت پر گاہک کو ادھار فروخت کر دے اور قسطوں میں اس سے قیمت وصول کرے۔

اور اگر گاہک پہلے خالی زمین خرید کر پھر اس میں تعمیر کرنا چاہتا ہے اور اس کے پاس کچھ رقم موجود ہے تو اس صورت میں زمین کی خریداری کی حد تک تو وہی طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے جو ہم نے اوپر مکان خریدنے کے سلسلے میں بیان کیا وہ یہ کہ گاہک اور کمپنی دونوں مشترک طور پر زمین

خرید لیں اور پھر کمپنی اپنا حصہ گاہک کو زیادہ قیمت پر ادھار فروخت کردے۔

اور اگر زمین پہلے سے گاہک کی ملکیت میں موجود ہے یا مندرجہ بالا طریقہ پر زمین اس کی ملکیت میں آچکی ہے اور اب گاہک اس زمین پر ہاؤس فنانسنگ کے واسطے سے مکان تعمیر کرنا چاہتا ہے (اور گاہک کے پاس کچھ رقم موجود ہے) تو اس صورت میں یہ ممکن ہے کہ کمپنی اور گاہک دونوں مشترک طور پر اس کی تعمیر کریں مثلاً تعمیر پر آنے والے نصف اخراجات گاہک برداشت کرے اور نصف اخراجات کمپنی برداشت کرے اس صورت میں وہ تعمیر گاہک اور کمپنی کے درمیان مشترک ہو جائے گی۔ لہذا جب تعمیر مکمل ہو جائے تو اس کے بعد کمپنی اپنا حصہ گاہک کو اپنا نفع لگا کر ادھار فروخت کردے اور شرعاً مشترک چیز کے ایک شریک کے لئے اپنا حصہ دوسرے شریک کو فروخت کرنا جائز ہے البتہ کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کرنے کے بارے اختلاف ہے۔ علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ دارالمختار میں فرماتے ہیں۔

"ولو باع احد الشریکین فی البناء حصته لاجنبی لایجوز ولشریکه جاز"

"کسی عمارت میں دو شریکوں میں سے کسی ایک شریک کے لئے اپنا حصہ اجنبی کے ہاتھ فروخت کرنا جائز نہیں البتہ اپنے شریک کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے"۔

اور مندرجہ بالا صورت میں قیمت کی ادائیگی کی ضمانت کے طور پر کمپنی کے لئے جائز ہے کہ وہ گاہک سے رہن کا مطالبہ کرے اور کمپنی کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ وہ مکان کے کاغذات اپنے پاس بطور رہن کے رکھ لے۔

مندرجہ بالا طریقہ شرعاً بالکل بے غبار ہے البتہ کمپنی اس قسم کے معاملات اس وقت تک نہیں کرتی جب تک کمپنی کو اس بات پر مکمل اعتماد نہ ہو جائے کہ جو مکان کمپنی خرید رہی ہے یا کمپنی جس مکان کی تعمیر کر رہی ہے گاہک اس مکان کو ضرور خریدے گا اس لئے کہ اگر کمپنی نے اپنی کثیر رقم خرچ کر کے اس مکان کو خرید لیا اور بعد میں گاہک نے اس کو خریدنے سے انکار کر دیا تو اس صورت میں صرف یہ نہیں کہ کمپنی کا نقصان ہو جائے گا بلکہ پورا نظام ہی سرے سے ناکام ہو جائے گا۔

اور چونکہ مستقبل کی کسی تاریخ کی طرف نسبت کر کے فروختگی کا معاملہ **(FUTURESALE)** کرنا جائز نہیں اس لئے مندرجہ بالا طریقے کو کامیاب بنانے کی یہی صورت ہے کہ گاہک اس بات کو یقین دہانی کرائے کہ وہ اس مکان یا زمین کی خریداری یا تعمیر کے بعد کمپنی کے حصے کو ضرور خرید لے گا۔

گاہک کی طرف سے کمپنی کے حصے کو خریدنے کی یقین دہانی ایک وعدہ کی حیثیت رکھتی ہے اور

اکثر فقہاء کے نزدیک "وعدہ" قضاء لازم نہیں ہوتا لیکن فقہاء کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی ہے جو "وعدہ" کو دیانۃ اور قضاء دونوں طریقے سے لازم سمجھتی ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب بھی یہی ہے چنانچہ وہ وعدہ کو لازم قرار دیتے ہیں خاص طور پر اس وقت جب اس وعدہ کی وجہ سے موعودلہ (جس سے وعدہ کیا گیا ہے) کسی مشقت میں پڑ جائے چنانچہ شیخ محمد علیش مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فالوفاء بالعدة مطلوب بلاخلاف اختلف في وجوب القضاء بها على اربعة اقوال حكاها ابن رشد في كتاب جامع البيوع' و في كتاب العارية' و في كتاب العدة و نقلها عنه غير واحد فقيل: يقضي بها مطلقا و قيل: لايقضي بها مطلقا: و قيل: يقضي بها ان كانت على سبب' و ان لم يدخل الموعودله بسبب العدة في شيي كقولك اريد ان اتزوج.......... فاسلفني كذا...... والرابع: يقضي بها ان كانت على سبب' و دخل الموعودله بسبب العدة الى شئ' وهذا هو المشهور من الاقوال". (فتح العلی المالک للشیخ محمد علیش مسائل الالتزام ج ۱ ص ۲۵۴)

وعدہ پورا کرنا بلا اختلاف مطلوب ہے البتہ قضاء وعدہ پورا کرنے کے واجب ہونے میں اختلاف ہے اور اس کے بارے میں چار اقوال ہیں علامہ ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب جامع البیوع اور کتاب العاریہ اور کتاب العدۃ میں ان اقوال کو ذکر فرمایا ہے اور بہت سے فقہاء نے ان سے نقل کیا ہے پہلا قول ہے کہ اس وعدہ کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے گا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس وعدہ کے مطابق بالکل فیصلہ نہیں کیا جائے گا تیسرا قول یہ ہے کہ اگر اس وعدہ کا کوئی سبب موجود ہو تو قضاء وہ وعدہ لازم ہو جائے گا اگرچہ موعودلہ اس وعدہ کی وجہ سے کسی عمل میں داخل نہ ہو (کوئی کام نہ کیا ہو) مثلاً آپ کسی شخص سے کہیں کہ میرا شادی کرنے کا ارادہ ہے یا فلاں چیز خریدنے کا ارادہ ہے تم مجھے اتنی رقم قرض دے دو (اس نے کہا کہ ٹھیک ہے اس کے بعد کسی وجہ سے اس نے شادی کا ارادہ ختم کر دیا یا اس چیز کی خریداری کا ارادہ ختم ہو گیا تب بھی ادھار دینے کے وعدہ کو پورا کرنا لازم ہو گا) چوتھا قول یہ ہے کہ اگر اس وعدہ کا کوئی سبب موجود ہو اور موعودلہ اس وعدہ کی وجہ سے کوئی کام کر بیٹھے تو قضاء اس وعدہ کو پورا کرنا ضروری ہے تمام اقوال میں سے یہ آخری قول زیادہ مشہور رہا ہے۔

امام قرافی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔ قال سحنون: الذی یلزم من الوعد' هدم ارک و انا اسلفک ماتبنی به اواخرج الی الحج وانا اسلفک

او اشتر سلعة او تزوج امراة وانا اسلفک لانک ادخلته بوعدک فی ذلک اما مجرد الوعده فلا یلزم الوفاء به بل الوفاء به من مکارم الاخلاق" (الفروق للقرافی الفرق الرابع عشر بعد المائتین ج ۴ ص ۲۵)

امام سحنون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو وعدہ لازم ہو جاتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے کسی سے یہ وعدہ کیا کہ تم اپنا مکان گرادو میں مکان بنانے کے لئے تمہیں قرض فراہم کردوں گا۔ یا یہ کہا کہ تم حج کے لئے چاؤ جاؤ میں قرض دوں گا یا آپ نے کہا کہ تم فلاں چیز خرید لو یا کسی عورت سے شادی کرلو میں قرض فراہم کروں گا ان تمام صورتوں میں وعدہ پورا کرنا لازم ہے اس لئے کہ تم نے اس سے وعدہ کر کے اس کو اس کام میں داخل کیا ورنہ جہاں تک مجرد وعدہ کا تعلق ہے تو اس کو پورا کرنا لازم نہیں ہے البتہ ایسے وعدے کو بھی پورا کرنا مکارم اخلاق میں سے ہے۔

علامہ ابن الشاط رحمۃ اللہ علیہ "الفروق" کے حاشئے میں تحریر فرماتے ہیں۔

الصحیح عندی القول بلزوم الوفاء بالوعد مطلقا فیتعین تاویل ماینا قض ذلک" الخ (حاشیة الفروق لابن الشاط ج ۴ ص ۲۴، ۲۵)

میرے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ مطلقاً ہر وعدے کو پورا کرنا لازم ہے لہٰذا اس اصول کے خلاف جو بات ہوگی اس کی تاویل کی جائے گی۔

اسی طرح متاخرین حنفیہ نے بھی چند مسائل میں "وعدہ" کو قضا لازم قرار دیا ہے جیسا کہ "بیع بالوفاء" کے مسئلے میں۔ چنانچہ قاضی خان رحمۃ اللہ علیہ "بیع بالوفاء" کے مسئلے میں تحریر فرماتے ہیں۔

"وان ذکر البیع من غیر شرط ثم ذکر الشرط علی وجه المواعدة جاز البیع و یلزمه الوفاء بالوعد لان المواعدة قد تکون لازمة فتجعل لازمة لحاجة الناس" (الفتاوی الخانیة فصل فی الشروط المفسدة فی المبیع ج ۳ ص ۱۳۸)

اگر بیع بغیر شرط کے کی جائے اور اس کے بعد "شرط" کو بطور "وعدہ" کے بیان کر دیا جائے تو بیع جائز ہو جائے گی اور اس وعدہ کو پورا کرنا لازم ہوگا اس لئے کہ باہمی وعدہ کبھی لازم بھی ہوتا ہے لہٰذا اس وعدہ کو لوگوں کی ضرورت کی وجہ سے لازم قرار دیا جائے گا۔"

علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں:۔

وفی جامع الفصولین ایضاً: لو ذکرا البیع بلاشرط ثم ذکرا الشرط علی وجه العدة جاز البیع ولزم الوفاء بالوعد اذالمواعید قد

تکون لازمة، فیجعل لازما لحاجة الناس" (ردالمحتار، باب البیع الفاسد، مطلب فی الشروط الفاسد اذا ذکر بعد العقد، ص ۱۳۵ ج ۴)

"جامع الفصولین" میں بھی یہ عبارت موجود ہے کہ اگر بائع اور مشتری بلا کسی شرط کے بیع کریں اور پھر شرط کو بطور وعدہ کے ذکر کریں تو بیع جائز ہوگی اور اس وعدہ کو پورا کرنا لازم ہوگا اس لئے کہ آپس کے باہمی وعدے بعض اوقات لازم ہو جاتے ہیں لہذا یہاں بھی لوگوں کی ضرورت کی بناء پر لازم قرار دیا جائے گا"۔

بہرحال مندرجہ بالا عبارات فقہیہ کی بنیاد پر اس قسم کے وعدوں کو قضاء لازم قرار دینا جائز ہے۔ لہذا زیر بحث مسئلے میں جس ایگریمنٹ پر دونوں فریق کے دستخط ہیں اس ایگریمنٹ کے مطابق گاہک نے جو یہ "وعدہ" کیا ہے کہ زمین یا عمارت میں کمپنی کا جتنا حصہ ہے وہ اس حصے کو خرید لے گا یہ "وعدہ" قضاء اور دیانۃ پورا کرنا لازم ہوگا۔

البتہ یہ ضروری ہے کہ کمپنی کے حصے کی بیع اس وقت ہو جب وہ کمپنی اپنے حصے کی مالک بن جائے اس لئے کہ "بیع" کو زمانہ مستقبل کی طرف منسوب کرنا (FUTURE SALE) جائز نہیں۔ لہذا جب کمپنی اپنے حصے (زمین یا عمارت) کی مالک بن جائے اس وقت کمپنی مستقل "ایجاب وقبول" کے ذریعہ گاہک کے ساتھ بیع کا معاملہ کرے۔

۲۔ شرکت متناقصہ

ہاؤس فنانسنگ کا دوسرا طریقہ "شرکت متناقصہ" پر مبنی ہے جو مندرجہ ذیل نکات پر مشتمل ہوگا۔

۱۔ سب سے پہلے گاہک اور کمپنی "شرکت ملک" کی بنیاد پر مکان خریدیں گے۔ جس کے بعد وہ مکان مشترک ہو جائے گا اور جس فریق نے اس کی خریداری میں جس تناسب سے رقم لگائی ہوگی اس تناسب سے وہ اس مکان کا مالک ہوگا لہذا اگر دونوں فریقوں نے نصف نصف لگائی ہوگی تو وہ مکان دونوں کے درمیان آدھا آدھا ہوگا اور اگر ایک فریق نے ایک تہائی رقم لگائی اور دوسرے فریق نے دو تہائی رقم لگائی تو وہ مکان اسی تناسب سے دونوں کے درمیان مشترک ہو جائے گا۔

۲۔ پھر کمپنی ماہانہ یا سالانہ کرایہ طے کر کے اپنا حصہ اس گاہک کو کرایہ پر دے دے گی۔

۳۔ پھر اس مکان میں کمپنی کا جتنا حصہ ہے اس کو چند متعین حصوں میں مثلاً دس برابر حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

۴۔اس کے بعد فریقین آپس میں ایک متعین عرصہ (پیریڈ) طے کرلیں (مثلاً چھ ماہ یا سال کا عرصہ) پھر گاہک پر پیریڈ میں کمپنی کی کل ملکیت کے ایک حصے کو اس کی قیمت ادا کرکے خریدلے گا' مثلاً اس مکان میں کمپنی کا جو حصہ ہے اس کی قیمت دولاکھ روپے ہے پھر جب اس کو دس حصوں میں تقسیم کردیا تو ہر ایک حصے کی قیمت بیس ہزار روپے ہوگی۔لہٰذا گاہک ہر چھ ماہ بعد کمپنی کو بیس ہزار روپے ادا کرکے اس کے ایک ایک حصے کا مالک بنتا رہے گا۔

۵۔گاہک جس قدر حصے خریدتا رہے گا' اسی حساب سے اس کی ملکیت میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔اور کمپنی کی ملکیت اس مکان میں کم ہوتی چلی جائے گی۔

۶۔چونکہ گاہک نے کمپنی کا حصہ کرایہ پر لیا ہوا تھا اس لئے جس قدر وہ کمپنی کے حصے خریدتا رہے گا اسی حساب سے کرایہ بھی کم ہوتا چلا جائے گا۔مثلاً اگر کمپنی کے حصہ کا کرایہ ایک ہزار روپے طے ہوا تھا تو گاہک جس قدر حصے خریدے گا ہر حصے کی خریداری کے بعد ایک سو روپے کرایہ کم ہو جائے گا لہٰذا ایک حصے کی خریداری کے بعد کرایہ نو سو روپے ہو جائے گا اور دو حصوں کی خریداری کے بعد کرایہ آٹھ سو روپے ہو جائے گا۔

۷۔حتیٰ کہ جب گاہک کمپنی کے دس کے دس حصے خریدلے گا تو وہ پورا مکان گاہک کی ملکیت ہو جائے گا اور اس طرح کیہ شرکت اور کرایہ داری کے دونوں معاملے بیک وقت اپنے انتہا کو پہنچ جائینگے۔

بہرحال' ہاؤس فنانسنگ کا مندرجہ بالا طریقہ تین معاملات پر مشتمل ہے نمبر ایک فریقین کے درمیان شرکت ملک کا قیام' نمبر دو کمپنی کے حصے کو گاہک کا کرایہ پر لینا نمبر تین کمپنی کے حصے کو مختلف حصوں میں تقسیم کرکے گاہک کے ہاتھ ایک ایک کرکے فروخت کردینا۔ان تین معاملات کو پہلے علیحدہ علیحدہ بیان کرنے کے بعد پھر مجموعی لحاظ سے ہاؤس فنانسنگ کے اس طریقے کا شرعی جائزہ لیں گے۔

جہاں تک پہلے معاملے کا تعلق ہے یعنی کمپنی اور گاہک کا مشترکہ طور پر مکان خریدنا تو شرعی لحاظ سے اس میں کوئی قباحت نہیں اس لئے کہ اس خریداری کے نتیجے میں دونوں فریقوں کے درمیان ''شرکت ملک'' قائم ہو جائے گی اور اس ''شرکت ملک'' کے فقہاء نے مندرجہ ذیل تعریف کی ہے۔

"شرکۃ املک ھئی ان یملک متعدد عینا او دینا بارث الوبیع اور غیرھما"

''شرکت ملک'' یہ ہے کہ متعدد افراد وراثت یا بیع وغیرہ کے ذریعہ کسی چیز یا دین کے (مشترک طور پر) مالک بن جائیں'' (تنویر الابصار مع رد المحتار ج ۳ ص ۳۶۴)

بہرحال' زیر بحث مسئلے میں وہ مکان دونوں کے مشترک مال سے خریدنے کے نتیجے میں

اس کے اندر "شرکت ملک" وجود میں آ گئی۔

جہاں تک دوسرے معاملے کا تعلق ہے یعنی اس مکان میں کمپنی کے حصے کو گاہک کا کرایہ پر لینا تو کرایہ داری کا یہ معاملہ بھی شرعاً جائز ہے۔ اس لئے مشترکہ چیز کو شریک کے علاوہ دوسرے کو کرایہ پر دینے کے جواز اور عدم جواز میں تو فقہاء کا اختلاف ہے لیکن مشترک چیز کو شریک کو کرایہ پر دینے کے جواز پر فقہاء کا کوئی اختلاف نہیں چنانچہ علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

ولا تجوز اجارة المشاع لغير الشريک' الا ان يوجر الشريكان معا' و هذا قول ابی حنيفة و زفر' لانه لايقدر علی تسليمه فلم تصح الجارته...... و اختار ابو حفص العکبری جواز ذلک وقد اومااليه احمد و هو قول مالک والشافعی و ابی يوسف و محمد لانه معلوم يجوز بيعه' فجازت اجارته کالمفروز' ولانه عقد فی ملکه يجوز مع شريکه' فجازمع غيره" (المغنی لابن قدامة ج ٦ ص ١٣٧)

مشترک چیز کو شریک کے علاوہ دوسرے کو کرایہ پر دینا جائز نہیں' البتہ اس وقت جائز ہے جب دونوں شریک ایک ساتھ (ایک آدمی کو) کرایہ پر دیں' یہ امام ابوحنیفہ اور امام زفر رحمہما اللہ کا قول ہے ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس چیز کے مشترک ہونے کی وجہ سے ایک شریک اپنا حصہ کرایہ دار کے سپرد کرنے پر قادر نہیں ہے' اس لئے یہ اجارہ درست نہیں۔

البتہ ابوحفص العکبری رحمہ اللہ نے اس اجارہ کے جواز کا قول اختیار کیا ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کے جواز کی طرف اشارہ کیا ہے اور امام مالک امام شافعی امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے اس کی وجہ جواز یہ ہے کہ وہ مشترک حصہ معلوم اور متعین ہے اور جب اس متعین حصے کو بیع جائز ہے تو اس کا اجارہ بھی جائز ہونا چاہئے' جیسا کہ علیحدہ کئے ہوئے حصے کی بیع او اجارہ جائز ہوتا ہے' دوسرے کہ وہ شریک اپنی ہی ملک کے اندر معاملہ کر رہا ہے لہٰذا جس طرح شریک کے ساتھ جائز ہے غیر شریک کے ساتھ بھی جائز ہے۔

علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ "درمختار" میں فرماتے ہیں۔

"وتفسد (ای الاجارة) ايضا بالشيوع...... الا اذااجر کل نصيبه او بعضه من شريکه) فيجوز' وجوازه بکل حال" (الدرالمختار مع ج٦ ص ٤٧'٤٨)

شرکت کی وجہ سے "اجارہ" فاسد ہو جاتا ہے البتہ اگر مشترکہ چیز کا ایک شریک اپنا کل حصہ یا

بعض حصہ دوسرے شریک کو اجارہ پر دے تو یہ جائز ہے اور اس کی ہر صورت جائز ہے۔

اور چونکہ زیر بحث صورت میں مشترک مکان کا ایک شریک دوسرے شریک کو اپنا حصہ کرایہ پر دیتا ہے اس لئے باجماع فقہاء یہ صورت جائز ہے۔

جہاں تک تیسرے معاملے کا تعلق ہے کہ یعنی کمپنی کا اپنے مشترک حصے کو گاہک کے ہاتھ ایک ایک حصہ کر کے فروخت کرنا' تو یہ معاملہ بھی شرعاً جائز ہے اس لئے اگر اس مکان کی زمین اور عمارت دونوں مبیع میں داخل ہیں تب تو بیع کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ اگر اس مکان کی صرف عمارت مبیع میں داخل ہے زمین داخل نہیں تب اس عمارت کو شریک کے ہاتھ فروخت کرنا بالاجماع جائز ہے لیکن کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کرنے کے جواز میں اختلاف ہے چنانچہ علامہ ابن عابدین رحمہم اللہ علیہ ردالمحتار میں فرماتے ہیں:۔

"ولوباع احد الشریکین فی البناء حصته لاجنبی' لایجوز والشریکه جاز"

(ردالمحتار' کتاب الشرکۃ' ج۳ص۳۶۵)

"اگر کسی عمارت کے دوشریکوں میں سے ایک شریک اپنا حصہ کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کر دے تو یہ بیع جائز نہیں' البتہ شریک کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے۔

اور چونکہ زیر بحث مسئلے میں وہ عمارت شریک ہی کے ہاتھ فروخت کی جاتی ہے' اس لئے اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں۔

بہرحال' مندرجہ بالا تفصیل سے یہ ظاہر ہو گیا کہ یہ تینوں معاملات یعنی شرکت ملک اجارہ اور بیع ان میں سے ہر ایک فی نفسہ جائز ہے اگر ان معاملات کو مستقل طور پر علیحدہ علیحدہ کیا جائے اور ایک معاملے کے اندر دوسرے معاملے کو مشروط نہ کیا جائے تو ان کے جواز میں کوئی غبار نہیں۔

البتہ اگر یہ معاملات فریقین کے درمیان کسی سابقہ معاہدہ اور ایگریمنٹ کے مطابق انجام پائے ہوں تو اس میں "صفقہ فی صفقۃ" کے اصول کی بنیاد پر یا ایک معاملے کے اندر دوسرے معاملے کے مشروط ہونے کی وجہ سے بظاہر ایسا لگتا ہے کہ "صفقۃ فی صفقہ" ہونے کی وجہ سے یہ تینوں معاملات بھی ناجائز ہو جائیں گے "صفقۃ فی صفقۃ" فقہاء کے نزدیک ناجائز ہے' حتیٰ کہ ان فقہائی کے نزدیک بھی یہ ناجائز ہے کہ جو بیع کے اندر بعض مشروط کے جواز کے قائل ہیں جیسے فقہاء حنابلہ چنانچہ علامہ ابن قدامۃ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"الثانی (ای النوع الثانی من الشرط) فاسد' و هو ثلاثة انواع' احدها ان

يشتوط على صاحبه عقدا اخرم' كسيف او قرض' او بيع ' او اجارة' او صرف الثمن او غيره فهذا يبطل ابيع' و يحتمل ان يبطل اليرسط وحده الشهور في المذهب ان هذا الشرط فاسد' يبطل به البيع' لان النبى صلى الله عليه وسلم قال: لايحل بيع و سلف' ولاشرطان فى بيع"قال الترمذی: هذا حديث صحيح' ولان النبى صلى الله عيه وسلم نهىٰ عن بيعتين فى بيعة' حديث صحيح و هذا منه' و كذلك كل مافى معنىٰ ذلک مثل ان يقول' على ان تزوجنى بانبتک' او على ان زوجک ابنتى' فهذا كله لايصح قال ابن مسعود: صفقتان فى صفقة ربا: و هذا قول ابى حنيفة والشافعى و جمهور العلماء' و جوزه مالک' و جعل العوض المذكور فى الشرط فاسدا" (الشرح الكبير على المقنع لشمس الدين ابن قدامة' ج ۴ ص ۵۳)(ذكر الموفق لابن قدامة فى المغنى ج ۴ ص ۲۹۰)

شرط کی دوسری قسم فاسد ہے اس کی تین صورتیں ہیں ایک صورت یہ ہے کہ فریقین میں سے ایک دوسرے فریقین پر اس معاملے کے ساتھ دوسرے معاملے کو مشروط کر دے' مثلاً مسلم' یا بیع' یا اجارہ کو بیع کے ساتھ مشروط کر دے' یا حاصل ہونے والے ثمن کے ساتھ بیع صرف وغیرہ کو مشروط کر دے تو یہ شرط اس بیع کو باطل کر دے گی اور احتمال اس بات کا بھی ہے کہ صرف شرط باطل ہو جائے (اور بیع درست ہو جائے) لیکن مشہور مذہب یہی ہے کہ یہ شرط فاسد ہے' جو بیع کو باطل کر دے گی' اس لئے کہ حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیع اور قرض کو جمع کرنا حلال نہیں اور نہ بیع میں شرط لگانا حلال ہے...... امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے اس لئے کہ ایک دوسری حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ فهى عن بيعتين فى بيعه"

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیع کے اندر دوسری بیع کرنے سے منع فرمایا ہے" یہ حدیث بلاشبہ صحیح ہے اور اوپر بیان کردہ حدیث بھی اس معنیٰ میں ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ وہ شرط جو اس معنیٰ میں ہو وہ بھی اس بیع کو باطل کر دے گی مثلاً فریقین میں سے ایک یہ کہے کہ اس شرط پر یہ معاملہ کرتا ہوں کہ تو اپنی بیٹی کی شادی میرے ساتھ کر دے' یا اس شرط پر کہ میں اپنی بیٹی کی شادی تمہارے ساتھ کروں گا اور یہ تمام کا تمام صحیح نہیں' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی

اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک معاملے کے اندر دوسرا معاملہ داخل کرنا سود ہے' امام حنیفہؒ امام شافعی اور جمہور علماء کا بھی یہی قول ہے' البتہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور شرط کے اندر جس عوض اور بدل کا ذکر ہے اس کو فاسد قرار دیا ہے۔"

لیکن "صفقۃ فی صفقۃ" کی خرابی اس وقت لازم آئے گی جب ایک عقد کے اندر دوسرا عقد مشروط ہو' جب کہ زیر بحث مسئلے میں فریقین آپس میں یہ وعدہ کرتے ہیں کہ وہ دونوں فلاں تاریخ کو عقد اجارہ کریں گے اور فلاں تاریخ کو عقد بیع کریں گے اور پھر یہ دونوں معاملات اپنے اپنے وقت پر کسی شرط کے بغیر منعقد ہو جائیں تو اس صورت میں "صفقۃ فی صفقۃ" کی خرابی باہر لازم نہیں آئے گی' اس لئے کہ فقہاء کرام نے کئی مسائل میں اور خاص طور پر "بیع بالوفاء" کے مسئلے میں اس کی صراحت کی ہے چنانچہ فتاویٰ خانیہ کی یہ عبارت پیچھے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ:

"وان ذکر البیع من غیر شرط ثم ذکر الشرط علی وجه المواعدة' جاز البیع' و یلزم الوفاء بالوعد' لان المواعدة قد تکون لازمة فتجعل لازمة لحاجة الناس" (الفتاوید الخانیۃہ' ص ۱۳۸ ج ۲)

اگر بیع بغیر کسی شرط کی جائے اور پھر شرط کو بطور وعدہ کے ذکر کیا جائے تو بیع جائز ہو جائے گی اور اس وعدہ کو پورا کرنا لازم ہوگا اور اس لئے کہ آپس کے وعدے بعض اوقات لازم بھی ہوتے ہیں لہٰذا اسی وعدے کو بھی لوگوں کی ضرورت کے لئے لازم قرار دیا جائے گا"

علماء مالکیہ نے بھی "بیع بالوفاء" کے مسئلے میں جس کو وہ "بیع الثنایا" کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اس بات کی تصریح کی ہے کہ "بیع بالوفاء" ان کے نزدیک جائز نہیں ہے چنانچہ علامہ خطاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"لایجوز بیع الثنایا' وهو ان یقول ابیعک هذا الملک او هذه السلعة علی ان اتیک بالثمن الی مدة کذا اومتی اتیک به فالبیع مصروف عنی" (تحریر الاکلام فی مسائل الالتزام' للخطاب ص ۲۳۳)

"بیع الثنایا" جائز نہیں ہے "بیع الثنایا" یہ ہے کہ بائع یہ کہے کہ اپنی یہ ملک یا یہ سامان میں اس شرط پر بیچتا ہوں کہ اگر اتنی مدت کے اندر اندر میں تیرے پاس اس کی قیمت لے آؤں' یا جب بھی میں تیرے پاس اس کی قیمت لے آؤں تو اس وقت یہ بیع مجھ پر واپس لوٹ جائے گی"

البتہ اگر بیع شرط کے بغیر ہو جائے' اس کے بعد مشتری بائع سے یہ وعدہ کر لے کہ جب وہ

قیمت لائے گا اس وقت وہ اس کو واپس فروخت کردے گا اس صورت میں یہ وعدہ درست ہوجائے گا اور مشتری کو یہ وعدہ پورا کرنا لازم ہوگا علامہ خطاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"قال في معين الحكام: و يجوز بانه ان جاء الثمن الى اجل كذا' و المبيع له ويلزم المشترى متى جاء بالثمن في خلال الاجل اوعند انقضاء او بعده على القرب منه ولا يكون للمشترى تفويت في خلال الاجل' فان فعل ببيع او هبة او شبه ذلک نقض ان اراده البائع ورداليه" (تحریر الکلام للخطاب ص ۲۳۹)

معین الحکام میں فرمایا کہ مشتری کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ عقد ہونے کے بعد بائع کو بطور احسان یہ کہے کہ اگر وہ اتنی مدت تک ثمن لے آئے گا تو یہ مبیع اس کی ہوجائے گی لہٰذا اگر مدت کے اندر اندر یا مدت پوری ہونے پر یا مدت پوری ہونے کے فوراً بعد بائع ثمن لے آئے تو مشتری کو اپنا وعدہ پورا کرنا لازم ہوگا اور مشتری کے لئے جائز نہیں کہ وہ مدت کے اندر اس مبیع کو بیع یا ھبہ وغیرہ کے ذریعہ آگے چلتا کردے اگر مشتری ایسا کرے گا تو اس کا یہ معاملہ ٹوٹ جائے گا بشرطیکہ بائع کا اس کو واپس لینے کا ارادہ ہو اور قیمت واپس کردے۔

یہ اس وقت ہے جب بیع کسی شرط کے بغیر وجود میں آجائے اور آپس کا وعدہ بیع مکمل ہونے کے بعد کیا جائے..... بعض فقہاء نے اس کی بھی صراحت کردی ہے کہ اگر بیع منعقد ہونے سے پہلے بائع اور مشتری آپس میں کوئی وعدہ کرلیں اس کے بعد بیع کسی شرط کے بغیر منعقد کرلیں تو یہ بھی جائز ہے چنانچہ قاضی ابن سماوۃ حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

شرطا شرطا فاسدا قبل العقد' ثم عقدا' لم يبطل العقد و يبطل لو تقارنا" (جامع الفصولين ۲: ۲۳۷)

عاقدین نے عقد بیع سے پہلے آپس میں کوئی شرط فاسد کرلی' اس کے بعد آپس میں عقد بیع کی (اس عقد کے اندر کوئی شرط نہیں لگائی) تو اس صورت میں وہ شرط اس عقد کو باطل نہیں کرے گی البتہ اگر وہ شرط عقد بیع کے اندر ہوتی تو اس صورت میں یہ شرط اس عقد کو باطل کردیتی"

"بیع الوفاء" کے مسئلے میں قاضی ابن سماوہؒ فرماتے ہیں:۔

وكذا لو تواضعا الوفاء قبل البيع' ثم عقدا بلاشرط الوفاء فالعقد جائز' ولا عبرة بالمواضعة السابقة" (جامع الفصولين: ۲: ۲۳۷)

اگر عاقدین عقد بیع سے پہلے کوئی وعدہ کرلیں پھر وفاء کی شرط کے بغیر عقد بیع کرلیں تو یہ عقد جائز ہے اور سابقہ وعدہ کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا''

البتہ علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے ردالمحتار میں جامع الفصولین کی اس عبارت کونقل کرنے کے بعد اس پر اعتراض کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

فی جامع الفصولین ایضاً: لو شرطا شرطا فاسداً قبل العقد' ثم عقداء لم یبطل العقد' قلت و ینبغی الفساد لو اتفقا علی بناء العقد علیه' کما صرحوا به فی بیع الهزل' کماسیاتی اخر البیوع'' (ردالمحتار۴:۱۳۵)

جامع الفصولین میں ہے کہ اگر عاقدین نے عقد بیع کرنے سے پہلے آپس میں کوئی شرط فاسد ٹھہرالی پھر عقد کیا تو اس صورت میں یہ عقد باطل نہ ہوگا...... میں کہتا ہوں کہ اگر عاقدین نے اس عقد کو سابقہ شرط کی بنیاد پر کیا ہے تو اس صورت یہ عقد فاسد ہونا چاہئے جیسا کہ کتاب البیوع کے آخر میں ''بیع الھزل'' میں اس کی صراحت کی ہے''

لیکن علامہ محمد خالد الاتاسی رحمۃ اللہ علیہ علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ کے اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں۔

قول هذا بحث مصادم للمنقول (ای ماهو منقول فی جامع الفصولین) کما علمت و قیاسه علی بیع الهزل قیاس مع الفارق' فان الهزل کما فی المنارهوان یراد باشئی مالم یومنع له' ولا مایصلح له اللفظ استعارة و نظیره بیع التلجئة وهو کما فی الدرالمختار' ان یظهرا عقدا و همالا یریدانه وهو لیس ببیع فی الحقیقة' فاذا اتفقاه علی بناء العقد علیه فقد اعترفا بانهما لم یریدا انشاء بیع اصلا و این هذا من مسئلتنا؟......وعلی کل حال فاتباع المنقول اولی. (شرح المجلۃ للا تاضی۳:۶۱)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بحث جامع الفصولین کی عبارت سے متصادم ہے جیسا کہ تجھ کو معلوم ہے اور علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ کا اس مسئلہ کو ''بیع الھزل'' پر قیاس کرنا یہ قیاس مع الفارق ہے اس لئے کہ صاحب منار کے مطابق ''ھزل'' کا مطلب یہ ہے کہ لفظ بول کر ایسی چیز مراد لی جائے جس کے لئے وہ لفظ وضع نہیں ہوا اور نہ ہی بطور استعارہ کے اس لفظ کا اس معنیٰ پر اطلاق ہوتا ہو اور اس کی نظیر ''بیع التلبعۃ'' ہے درمختار میں ''بیع التلجئۃ'' کی

تعریف یہ ہے کہ عاقدین آپس میں کسی عقد کا اظہار کریں جبکہ دونوں کا عقد کرنے کا ارادہ نہ ہو اور یہ حقیقت میں بیع ہی نہیں ہے لہذا اگر یہ دونوں عاقدین اس عقد کی بنیاد پر کوئی دوسرا عقد کر لیں تو ایسا کرنا عاقدین کی طرف سے اس بات کا اعتراف ہوگا کہ انہوں نے اصلاً بیع کرنے کا ارادہ یہ نہیں کیا تھا اب ظاہر ہے کہ اس مسئلے کا ہمارے مسئلے سے کیا تعلق ہے بہرحال جامع الفصولین میں ذکر کردہ مسئلے کی اتباع کرنا زیادہ مناسب ہے۔

چنانچہ متاخرین حنفیہ کی ایک جماعت نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اگر کوئی وعدہ عقد بیع سے بالکل جدا ہو چکا ہے وہ عقد بیع سے پہلے کیا جائے' یا بعد میں کیا جائے دونوں صورتوں میں وہ وعدہ اصل عقد بیع کے ساتھ ملحق نہیں ہوگا' اور اس وعدہ کی وجہ سے یہ لازم نہیں آئے گا کہ یہ بیع شرط کے ساتھ ہوئی' اور نہ یہ لازم آئے گا کہ یہ ''صفقۃ فی صفقۃ'' ہے لہذا اب اس معاملے کے جائز ہونے میں کوئی مانع باقی نہ رہا۔

البتہ ایک اشکال یہ رہ جاتا ہے کہ جس صورت میں بیع سے پہلے آپس میں کوئی وعدہ کر لیا گیا ہو اس صورت میں اگرچہ ایجاب وقبول کے وقت اس وعدہ کا زبان سے اظہار نہیں کیا جاتا لیکن ظاہر بات ہے کہ وہ وعدہ فریقین کے نزدیک عقد کے وقت ضرور ملحوظ ہوگا اور اسی سابقہ وعدہ کی بنیاد پر عاقدین یہ موجودہ عقد کریں گے لہذا پھر تو زیر بحث معاملہ جس میں عقد بیع سے پہلے آپس میں کوئی وعدہ ہو گیا ہو اور اس معاملے میں کوئی فرق نہیں رہے گا جس میں صراحتاً دوسرا عقد مشروط ہو اور حکم معاملے کی حقیقت پر ہونا چاہئے اس کی ظاہری صورت پر نہ ہونا چاہئے لہذا سابقہ کیا ہوا وعدہ بھی شرط کے درجے میں ہو کر اس بیع کو ناجائز کر دے گا۔

میرے علم کی حد تک اس اشکال کا جواب یہ ہے۔ واللہ اعلم۔ کہ ان دونوں مسئلوں میں صرف ظاہری اور لفظی فرق نہیں ہے' بلکہ حقیقی طور پر ان دونوں میں باریک فرق ہے وہ یہ کہ اگر ایک عقد دوسرے عقد کے ساتھ مشروط ہو جس کو اصطلاح میں ''صفقۃ فی صفقۃ'' کہتے ہیں اس میں پہلا عقد مستقل اور قطعی نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ پہلا عقد دوسرے عقد پر اس طرح موقوف ہوتا ہے کہ یہ اس کے بغیر مکمل ہی نہیں ہو سکتا جس طرح ایک معلق عقد ہوتا ہے۔

لہذا جب بائع نے مشتری سے کہا کہ میں یہ مکان تمہیں اس شرط پر بیچتا ہوں کہ تم اپنا فلاں مکان مجھے اتنے کرایہ پر دو گے' اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بیع آئندہ ہونے والے اجارہ پر موقوف رہے گی اور جب عقد کسی آئندہ کے معاملے پر موقوف ہو تو اس صورت میں اس عقد کو مستقل عقد نہیں کہا جائے گا۔ بلکہ عقد معلق کہا جائے گا اور عقود معارضہ میں تعلیق جائز نہیں۔

اور اگر اس بیع کو نافذ کر دیں اس کے بعد مشتری عقد جارہ کرنے سے انکار کر دے تو اس صورت میں عقد بیع خود بخود کالعدم ہو جائے گا اس لئے کہ عقد بیع تو عقد اجارہ کے ساتھ مشروط تھا۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ جب شرط فوت ہو جائے تو مشروط خود بخود فوت ہو جائے گا۔

لہذا جب ایک عقد دوسرے عقد کے ساتھ مشروط ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عقد اول عقد ثانی کے ساتھ معلق ہو جائے گا گویا بائع نے مشتری سے یہ کہا کہ اگر تم اپنا فلاں مکان مجھے اتنے کرایہ پر دو گے تو میں اپنا یہ مکان تمہیں اتنے پر فروخت کر دوں گا ظاہر یہ کہ یہ عقد کسی امام کے نزدیک بھی جائز نہیں۔ اس لئے کہ بیع تعلیق کو قبول نہیں کرتی ہے۔

برخلاف اس کے کہ بائع اور مشتری ابتداء عقد اجارہ کو بطور ایک وعدہ کے طے کر لیں پھر مطلق غیر مشروط پر عقد بیع کریں تو اس صورت میں یہ عقد بیع مستقل اور غیر مشروط ہوگی اور عقد اجارہ پر موقوف نہیں ہوگی لہذا اگر عقد بیع مکمل ہو جانے کے بعد مشتری عقد اجارہ کرنے سے انکار کر دے تو اس صورت میں عقد بیع پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ عقد بیع اپنی جگہ پر مکمل اور درست ہو جائے گی۔

زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ چونکہ وعدہ پورا کرنا بھی لازم ہوتا ہے اس لئے مشتری کو اس بات پر مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنے وعدے کو پورا کرے' اس لئے کہ اس نے اس وعدے کے ذریعے بائع کو اس بیع پر آمادہ کیا ہے چنانچہ مالکیہ کے نزدیک قضا بھی اس وعدے کو پورا کرنا مشتری کے ذمے ضروری ہے البتہ اس وعدے کا اس بیع پر کوئی اثر نہیں پڑے گا جو بیع غیر مشروط پر ہوئی ہے لہذا اگر مشتری اپنا وعدہ پورا نہ بھی کرے تب بھی بیع اپنی جگہ پر تام سمجھی جائے گی۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر بیع کے اندر کوئی دوسرا عقد مشروط ہو تو اس صورت میں وہ عقد مکمل ہونے اور فسخ ہونے کے درمیان متردد رہتا ہے اور اس تردد کی وجہ سے اس عقد کے اندر فساد آ جائے گا۔ بخلاف اس کے کہ بیع تو مطلق اور غیر مشروط ہو۔ البتہ اس بیع سے پہلے عاقدین آپس میں کوئی وعدہ کر لیں تو اس صورت میں اس بیع کے مکمل ہونے میں کوئی تردد باقی نہیں رہے گا وہ ہر حال میں مکمل ہو جائے گی زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ جن حضرات فقہاء کے نزدیک وعدے کو پورا کرنا لازم ہوتا ہے' ان کے نزدیک اس سابقہ وعدے کو پورا کرنا مشتری کے ذمے لازم ہوگا۔

بہر حال شرعی متناقصہ'' کا جائز اور بے غبار طریقہ یہ ہے کہ تینوں معاملات اپنے اپنے اوقات میں دوسرے معاملے سے بالکل علیحدہ علیحدہ کئے جائیں اور ایک عقد دوسرے عقد کے ساتھ مشروط نہ ہو' ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ عاقدین کے درمیان وعدہ اور ایگریمنٹ ہو جائے جس کے

تحت آئندہ کے معاملات طے پائیں۔

چنانچہ عاقدین (گاہک اور کمپنی) اس بات پر اتفاق کرلیں کہ فلاں مکان دونوں مل کر مشترکہ طور پر خریدیں گے۔ اور پھر کمپنی اپنا حصہ گاہک کو کرایہ پر دے دے گی پھر گاہک کمپنی کے حصے کو مختلف قسطوں میں خرید لے گا حتیٰ کہ گاہک اس پورے مکان کا مالک ہو جائے گا۔

لیکن یہ ضروری ہے کہ گاہک اور کمپنی کے درمیان یہ معاہدہ صرف وعدہ کی شکل میں ہو اور ہر عقد اپنے اپنے وقت پر مستقل ایجاب وقبول کے ساتھ کیا جائے۔ اس صورت میں یہ عقد غیر مشروط ہوگا لہٰذا کرایہ داری میں بیع کا معاملہ مشروط نہ ہوگا اور نہ بیع کے اندر کرایہ داری کا معاملہ مشروط ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فروخت کردہ مکان میں خریدار کا شراب فروشی کرنا

سوال: ایک مسلمان نے اپنی دُکان ہندو کو فروخت کر دی' اس نے شراب کا کاروبار شروع کر دیا تو بیچنے والا مسلمان گنہگار ہوگا یا نہیں؟

جواب مسلمان نے جب شراب فروشی کے لیے نہیں دی' شراب فروشی ہندو کا فعل اور پیشہ ہے' مسلمان کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے' لہٰذا یہ گنہگار نہیں ہے۔ (امداد المفتیین ص ۸۴۵)

بیع کے بعد پیمائش میں زمین زیادہ نکلے

سوال: خلاصہ سوال یہ ہے کہ زید نے عمر سے ایک زمین خریدی اور جانبین سے ثمن ومبیع پر قبضہ بھی ہو گیا' بعد میں خانگی طور پر عمر نے اس قطعہ کی پیمائش کرائی تو سرکاری پیمائش سے کچھ گز زائد برآمد ہوئے' لہٰذا عمر کا مطالبہ ہے کہ اس زیادتی کے ثمن کا بھی مجھے حسب تناسب حق ہے اب سوال یہ ہے کہ کیا عمر قطعہ محدودہ کی سالمہ ثمن وصول لینے کے بعد ان زائد گزوں کی قیمت کا مطالبہ کر سکتا ہے اور شرع شریف میں جس مقدار کے مقابلے میں ثمن ذکر کیے جائیں اس کی کسر بھی مقابل ثمن ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب: عمر کا مطالبہ زائد ذراع کی قیمت کا فضول ہے کیونکہ فن کی معتبر کتابوں میں صاف صاف پایا جاتا ہے کہ جس مقدار کے حساب سے ثمن کا اندازہ لگایا گیا ہے اس مقدار کے تابع وصف ہوا کرتی ہے اس کے مقابلے میں ثمن نہیں ہوا کرتے' اگر مجموعہ قطعہ زمین رقم معین کے عوض فروخت کیا تھا تو جواب مذکور صحیح ہے یعنی زائد قیمت لینے کا بائع کو حق نہیں لیکن اگر اس قطعہ زمین کی قیمت بحساب گز مقرر کی گئی تھی مثلاً یوں کہا گیا تھا کہ یہ قطعہ سو گز ہے اور ہر گز تین روپے میں فروخت کرتا ہوں تو اس صورت میں جس قدر گز مکرر پیمائش میں زائد ثابت ہوں گے اس کی زائد قیمت کا بائع حق دار ہوگا' مشتری کے ذمہ ادا کرنا ہوگا۔ (امداد المفتیین ص ۸۴۵)

ایسے کافر سے زمین خریدنا جس کے یہاں لڑکیوں کو میراث نہ ملتی ہو

سوال: ایک مسلمان چندگز زمین ایسے کافر سے خریدنا چاہتا ہے جس کو اس کے بزرگوں سے میراث میں پہنچی ہے اور اس کے یہاں بیٹیوں کو میراث ملنے کی رسم نہیں ہے یعنی قاعدہ شرعیہ کے موافق تو وہ زمین اس بائع میں اور اس کی بہن میں مشترک ہے اور اس کی قوم کے عرف میں وہ زمین خالص اس کافر کی ہے تو بائع کے لیے یہ رسم قومی معتبر ہے یا نہیں؟ اور اس بائع سے زمین خریدنا کیسا ہے؟

جواب: اموال اپنی ذات کے اعتبار سے مباح الاصل ہیں اور ان میں ملکیت میں آنے کی صلاحیت ہے اور ملک کا سبب درحقیقت غلبہ اور قبض تام ہے جس کے مزاحم شرع یا حکومت نہ ہو۔ اسی وجہ سے کفار کی اپنے غلاموں پر ملک اور تصرفات مالکانہ شرعاً صحیح ہوتے ہیں۔ حضرت سارہ کا نمرود یا اور کسی بادشاہ کے ساتھ جو بخاری وغیرہ کتب صحاح مذکور ہے کہ ان کو اس نے ہاجرہ دے دی اور نیز حضرت سلمان فارسی اور دیگر صحابہ موالی کے حالات سے واضح ہے کہ کفار کی ملکیت (ان پر) غلبہ کی وجہ سے ہوئی تھی جس کو شرع نے بھی برقرار رکھا بلکہ اسلام میں بھی اصل سبب ملک یہی استیلاء اور قبض تام ہے۔ دیکھو اموال مباح الاصل ہیں، محض استیلاء اور قبض سے ملکیت ہوتی ہے اور شرعاً جو بظاہر اسباب ملک قرار دیئے گئے ہیں چنانچہ بیع وہبہ ان میں بھی دراصل چونکہ قبض تام ہو جاتا ہے، ملک ہو جاتی ہے۔

پس جب یہ امر محقق ہو چکا تو صورت مسئولہ میں جس کافر کو زمین اس کے بزرگوں کی میراث سے پہنچی ہے خواہ وہ اہل ذمہ میں سے ہے یا غیر اہل ذمہ میں سے جبکہ ان کے یہاں سوائے نرینہ اولاد کے کسی دوسرے کو میراث نہیں ملتی اور قانون حکومت کی رو سے بھی یہ ان کا مذہبی دستور تسلیم کر لیا گیا ہے تو اسی کے موافق حکومت سے نزاعات کا تصفیہ ہوتا ہے تو اس صورت میں وہ کافر اس زمین کا بلاشرکت غیر مالک ہو گیا اور شرعاً بھی اس زمین میں اس کا کوئی شریک نہیں ہوا کیونکہ جو کفار باہمی معاملات کرتے ہیں خواہ وہ اہل ذمہ ہوں یا غیر اہل ذمہ، دارالاسلام میں ہوں یا غیر میں، جب تک دونوں فریق باہمی باتفاق مسلمان حاکموں اور قاضیوں کے پاس اپنے جھگڑے نہ لائیں وہ معاملات باہمی معتبر سمجھے جاتے ہیں اور ان سے تعرض نہیں کیا جاتا ہے، ہاں اگر قضاۃ اسلام کی طرف اپنے جھگڑے لائیں تو اس وقت حکام اسلام کو اپنی شریعت کے موافق فیصلہ کرنا لازم ہوگا اور اگر ان میں سے ایک (شخص) حکام اسلام کی طرف ترافع کرے اور دوسرا نہ کرے تو اس وقت بھی قاضی اسلام دوسرے شخص پر اپنی شریعت کے موافق حکم لازم نہیں کرے گا۔

پس صورت مسئولہ میں جب کہ کافر مالک زمین اور اس کے اہل قرابت اپنے مذہب کے موافق بلانزاع باہمی ایک امر پر راضی برضا ہوگئے تو شرعاً وہ ان کا فعل معتبر ہوگا اور وہ کافر اس زمین کا مالک ہوگیا اور اس کے اقارب میں سے اس کا کوئی شریک اس کے باپ کی میراث میں نہ ہوا اور اس مسلم کا اس کافر سے زمین کا خرید نا شرعاً جائز ہوا۔ (فتاویٰ مظاہر العلوم ج ۱ص۱۶۲)

شفیع کا محض اپنے سے متصل مکان خریدنا

سوال: ایک حویلی فروخت کی جاتی ہے اس حویلی میں چند لوگوں کا حق شفعہ ہوتا ہے ان میں سے ایک شفیع اپنا حق شفعہ چاہتا ہے وہ صرف وہی مکان خرید نا چاہتا ہے جو اس کی زمین کے متصل ہے مالک اس پر راضی نہیں کہ حویلی متفرق فروخت کرے اور شفیع سے کہتا ہے کہ تم کل حویلی خرید کرلو ورنہ شفعہ سے دستبردار ہو جاؤ تو کیا شفیع اس امر کا مستحق ہے کہ وہ کل حویلی خرید نہ کرے بلکہ صرف وہی مکان خریدے جو اس کی زمین کے متصل ہے؟

جواب: اس مسئلہ میں اختلاف ہے مختار الجوابات میں ہے کہ فتویٰ اس بات پر ہے کہ جب دو قطعہ زمین فروخت کی جائے تو شفیع کا حق یہ ہے کہ جس قطعہ زمین میں اس کا حق شفعہ ہوتا ہے وہی خرید کرے اور باقی خرید نہ کرے۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ دوسرا شفیع بھی چاہتا ہو کہ دوسرا قطعہ زمین بھی فروخت کرے جو اس کی زمین کے متصل ہے اور اس میں اس کا حق شفعہ ہوتا ہے لیکن جب دوسرا شفیع اپنے حق شفعہ کا خواستگار نہ ہو تو جو شفیع اپنے حق شفعہ کا خواستگار ہوگا اس سے کہا جائے گا کہ تم سب زمین خرید کرو ورنہ سب زمین چھوڑ دو اور یہ حکم اس حالت میں ہوگا کہ مالک اس پر راضی نہ ہو کہ شفیع ایک قطعہ زمین فروخت کرے اور خریدار صرف دوسرا قطعہ زمین خریدے یہ امام ابوحنیفہؒ کا قول اول ہے لیکن آپ کا آخر قول یہ ہے اور صاحبین کا بھی کہ شفیع کو اختیار ہے کہ وہ صرف وہی قطعہ زمین خریدے جس میں اس کا حق شفعہ ہوتا ہے۔ (فتاویٰ عزیزی ج ۱ص۶۴)

سرکاری قانون سے فروخت کی ہوئی زمین کی رقم کے سود کا حکم

سوال: حکومت بمبئی کے کھیتی دستور العمل کے مطابق کاشتکار زمین کے مالک بن گئے زمین مالک نہیں بیچتے مگر حقوق اس دفعہ کی بناء پر بشرط ادائیگی دس برس میں بطور قسط معمولی قیمت سے یہ زمین کاشتکار کو دلواتی ہے حکومت یہ رقم مع سود کاشتکار سے مالک زمین کو اس طرح دلواتی ہے:

اصل قیمت	سود		تاریخ ادائیگی		
روپے	پیسے نئے	روپے		نئے پیسے	روپے
۱۳۴	۱۲	۶۹	۳۰ اپریل ۱۹۶۷ء	۱۲	۳۰۳
۱۲۸	۳۶	۶۳	۳۰ اپریل ۱۹۶۸ء	۳۶	۱۹۱
۱۲۸	۶۰	۵۷	۳۰ اپریل ۱۹۶۹ء	۶۰	۱۸۵

دس برس تک اس طرح دلواتی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس سرکاری متعینہ قیمت کا جو سود ملتا ہے وہ شرعاً سود ہے؟ کیا مالک اس کو استعمال کر سکتا ہے؟

جواب: جب مالک نہیں بیچتا اور حکومت کی متعینہ قیمت پر راضی نہیں کہ یہ اصل قیمت سے کم ہے تو اس حالت میں حکومت کا شتکار کے پاس سے متعینہ قیمت کے ساتھ بطور سودی رقم دلواتی ہے وہ سود نہیں ہے اصل قیمت تک زمین کی قیمت اور بدلہ ہے۔ لہٰذا یہ رقم زمین کا مالک اپنے استعمال میں لاسکتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۷۱)

بغیر قبضہ کے جائیداد کو فروخت کرنا

سوال: اس وقت میں ایسا رواج ہو رہا ہے کہ قانوناً یا شرعاً اگر کچھ حق اپنا کسی کی جائیداد سے ملنا یا ممکن الحصول سمجھتے ہیں تو اس کو بیع کر دیتے ہیں اور مشتری مول لے کر مقدمہ لڑاتا ہے یہ بیع شرعاً صحیح ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب: اگر کسی کا حق کسی ملک میں ہو اور وہ اس کو بلا قبضہ کے بیچ ڈالے تو یہ بیع درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۹۲)

جائیداد کی خرید و فروخت پر کمیشن لینے کی شرعی حیثیت

سوال: ایک آدمی نے "جائیداد کی خرید و فروخت کا بااعتماد ادارہ" کے نام سے ایک دفتر کھول رکھا ہے جہاں وہ زمین کی خرید و فروخت کا کام کرتا ہے اور اس پر وہ جانبین (یعنی خریدنے اور فروخت کرنے والے) سے دو فیصد کمیشن لیتا ہے تو کیا اس طرح پر جانبین سے کمیشن لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: شریعت مقدسہ نے ایک ہی شخص کو بائع اور مشتری دونوں کی جانب سے وکالت کی ذمہ داری اپنانے کی اجازت نہیں دی ہے لیکن جانبین کی طرف سے دلال بن سکتا ہے۔ وکیل اور دلال میں

بنیادی فرق یہ ہے کہ وکیل کو مبیعہ میں جائز تصرف کا حق حاصل ہوتا ہے جبکہ دلال کی ذمہ داری مال خریدنے کی طرف ترغیب دلانا ہوتی ہے اور مبیعہ میں کسی قسم کے تصرف کا اس کو حق حاصل نہیں ہوتا۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں یہ شخص چونکہ دلال کی حیثیت سے کام کرتا ہے اس لیے اس کو جانبین سے مناسب کمیشن لینا شرعاً ممنوع نہیں ہے۔ تاہم ایسے ادارے کو پہلے سے مناسب کمیشن کی وضاحت کر دینا ضروری ہے تاکہ بعد میں جھگڑے اور کبیدہ خاطری کا سبب نہ بنے۔ لما قال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ فتجب الدلالۃ علی البائع او المشتری علیھما بحسب العرف رد المحتار ج ۴ ص ۴۶ کتاب البیوع)

تصویردار برتن فروخت کرنا

سوال: تصویردار بکس وڈبہ وغیرہ کے اندر جو اشیاء فروخت ہوتی ہیں کہ خریدار اور فروخت کنندہ کو مقصود تصویر نہیں ہوتا بلکہ مجبوراً مارکہ (نشان) تصویردار لینا پڑتا ہے لہٰذا یہ خرید و فروخت درست ہے یا نہیں؟

جواب: اگر ڈبیہ پر تصویر ہو اور اصل مقصود وہ شئی ہے نہ کہ ڈبیہ تو اس بیع میں مضائقہ نہیں اور اگر بالفرض ڈبیہ بھی مقصود ہو تو اس پر جو تصویر ہے وہ مقصود نہیں ہے اس لیے اس کی بیع میں مضائقہ نہیں ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۹۲)

قبر کی زمین خریدنے کے بعد کس کی ملکیت ہوگی؟

سوال: اگر مملوکہ قبرستان میں مالک نے قبر کے برابر زمین کی قیمت میت کے ورثاء سے لے لی پھر دوبارہ سہ بارہ زمین خود منہدم کر کے قیمت لے لی یا وارثان کی موجودگی یا عدم موجودگی میں مالک زمین خود منہدم کر کے قیمت لے تو یہ بیع حلال ہوگی یا نہیں؟

جواب: جب مالک زمین نے قبر کے مقدار زمین کی قیمت لی تو اب وہ زمین میت کے ورثاء کی ملکیت ہو جائیگی پھر مالک کو بیع کرنا حلال نہ ہوگا مگر میت کے ورثاء کی اجازت سے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ۴۹۵)

اولاد کو زمین دے کر اس میں تصرف کرنا

ایک شخص نے اپنی زندگی میں زرعی زمین حصہ حصہ کر کے اپنی بیٹیوں کے نام پر اسٹامپ لکھوا دیا کہ چار ہزار روپے کے عوض میں نے اپنی بالغ بچیوں کے ہاتھ اسے فروخت کر دیا، پھر ثمن اپنے قبضہ میں نہیں لیا بلکہ بچیوں کو ہی بخش دیا اور زمین مذکور کو اپنے قبضہ میں رکھا۔ حتیٰ کہ آخر میں اس زمین میں سے ایک حصہ مسجد کے نام پر وقف کر دیا، بچیوں نے باوجود معلوم ہونے کے اپنے والد پر کچھ اعتراض نہیں کیا اور نہ ہی اس نے اس کی رقم بچیوں کے حوالہ کی تو کیا شرعاً اس شخص کا

اس طرح بالغ بچیوں کے ہاتھ فروخت کر کے اپنے ہی قبضہ اور تصرف میں رکھنا اور اس کے بعد دوسرے کے ہاتھ بیچنا اور وصیت کر کے وقف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر بچیوں کو اس بیع کا علم نہیں تھا اور باپ نے اپنے طور پر ہی یہ کام کیا یا انہیں علم تھا مگر انہوں نے اسے قبول نہیں کیا تھا یا قبول تو کر لیا تھا مگر شروع سے ہی باپ نے انہیں بتادیا تھا کہ یہ محض صورت بیع ہے' حقیقت میں تم سے کوئی رقم وغیرہ لینا نہیں چاہتا' ان صورتوں میں بیع نہیں ہوئی۔ لہٰذا باپ کے تصرفات شرعاً صحیح ٹھہرے' البتہ اگر اس وقت واقعتہً بیع ہی مقصود تھی اور بچیوں نے اسے قبول بھی کر لیا تھا مگر بعد میں باپ نے قیمت معاف کر دی تو یہ زمین بچیوں کی ملک ہے' اس میں باپ کا کوئی تصرف بدون ان کی اجازت کے معتبر نہ ہوگا' ہاں اگر باپ صاحب حاجت ہو تو وہ بقدر ضرورت اپنی اولاد کے مال سے لے سکتا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۵۴۷)

اتنی مدت میں نہ چھڑا سکوں تو رہن نامہ بیع نامہ سمجھا جائے

سوال: زید نے اپنا ایک مکان بکر کے پاس تین سو روپیہ میں رہن رکھا اور دستاویز لکھی کہ اگر متعینہ وقت پر نہ دے سکا تو یہ رہن نامہ بیع نامہ متصور ہوگا۔ جب مدت رہن ختم ہونے لگی تو زید نے مزید تین سو روپے بکر سے لے کر فسخ دین کی تاریخ میں اضافہ کرالیا اور جب پھر مزید توسیع ختم ہونے کو آئی تو پھر مبلغ دو سو روپے بکر سے لے کر دستاویز تحریر کر دی کہ اگر میں ۱۹۶۴ء تک فسخ رہن نہ کروں تو یہ رہن بیع نامہ ہوگا۔ چنانچہ ۶۴ء شروع ہوگیا' اب زید چاہتا ہے کہ مکان بکر سے واپس لے لے تو شرعاً اس کو یہ حق حاصل ہے یا نہیں؟

جواب: تحریر رہن کی تاریخ گزر جانے پر بیع نامہ تصور کرنے کی تصریح شرعاً صحیح نہیں۔ شرعاً بیع نہیں زید قرض واپس کر کے مکان بصورت رہن واپس لے سکتا ہے' بکر نے اس مدت رہن میں مکان سے نفع حاصل کیا تو وہ ناجائز ہوا' سود ہوا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳ ص ۳۳۹) "توبہ کی جائے اور روپیہ واپس" (م'ع)

بیع کے ایجاب کے بعد قبول سے پہلے مجلس ختم ہو جائے

سوال: ایک غیر مسلم نے اپنی زمین ایک مسلم کے ہاتھ فروخت کرنے کا ارادہ کیا' خریدار نے اس زمین کی قیمت ساڑھے ۸ روپے لگائی۔ اس نے خریدار سے کہا کہ میں سوچ کر بتاؤں گا' خرید و فروخت کی کوئی پختہ بات نہیں ہوئی تھی کہ مجلس برخاست ہوگئی' بعد ازاں دوسرے مسلمان نے غیر مسلم مالک زمین سے زمین کو نو سو ساٹھ (۹۶۰) روپے میں خرید لیا تو شرعی نقطہ نظر سے لینے کا حق خریداروں کو تھا یا دوسرے شخص کو؟

جواب: جس نے آٹھ سو پچاس روپے قیمت لگائی تھی' مالک نے اس کے ہاتھ فروخت نہیں کی اور نہ یہ وعدہ کیا کہ میں تیرے ہاتھ اس قیمت پر فروخت کردوں گا' وہ مجلس بھی ختم ہوگئی' اس کے بعد دوسری مجلس میں دوسرے شخص نے نو سو ساٹھ روپے میں قطعی طور پر خرید لی تو وہ اس کی ملک میں آ گئی۔ پہلے شخص کا اس میں قضاء کوئی حق نہیں رہا۔ البتہ دوسرے شخص کے لیے افضل یہ تھا کہ جب پہلے شخص کو اس کی تجویز کردہ قیمت پر دینے سے مالک انکار کردیتا' تب اس سے معاملہ کر کے خریدتا تاہم پہلا شخص اب دوسرے شخص سے لینے کا حق دار نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۲۷۲)

مالک کا کرایہ پر دی ہوئی زمین میں تعمیر بنا کر فروخت کرنا

سوال: زید نے ایک زمین دار سے زمین سالانہ کرایہ پر لے کر اس پر مکان تعمیر کیا جس کو ۳۰ برس کا عرصہ گزرا' اب زمیندار اپنی زمین کو فروخت کرنا چاہتا ہے' علاوہ ملبہ کے' لہٰذا اس کا ملبہ چھوڑتے ہوئے بیع جائز ہوگی یا نہیں؟

جواب: مالک کو اپنی زمین فروخت کرنے کا حق حاصل ہے' پھر خریدار اس کرایہ دار سے کہے کہ تم اپنا ملبہ یہاں سے ہٹا کر زمین خالی کردو یا میرے ہاتھ فروخت کردو' بہتر یہ ہے کہ زمین فروخت کرنے سے پہلے کرایہ دار سے مالک خود ہی معاملہ کرلے' اس کے بعد فروخت کرے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۳۰۴)

دوسرے کے درخت فروخت کر کے قیمت خود رکھنا

سوال: زید و عمر کا ایک مشترک باغ تھا' باہم رضامندی سے بٹوارہ ہوگیا مگر ۳۵ درختوں کی ایک قطار کے سلسلہ میں زید کا یہ رویہ رہا کہ ہر فصل پر یہ کہہ کر فروخت کرلیتے کہ یہ میرا حصہ ہے' زید کو ایسا کرتے ہوئے دس سال ہوگئے' اس درمیان میں ان درختوں کی آمدنی تقریباً بائیس ہزار روپے ہے' عمر چاہتا ہے کہ زید سے اپنی یہ تمام رقم وصول کرے' لہٰذا از روئے شرع اس رقم کو وصول کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ زید اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ یہ درخت عمر کے ہی ہیں؟

جواب: جب کہ زید کو اس بات کا اقرار ہے کہ یہ درخت عمر کے ہیں اور عمر نے اس کو اجازت نہیں دی کہ وہ اس کے درختوں کو فروخت کر کے اس کی قیمت خود رکھے تو زید کے ذمہ لازم ہے کہ وہ عمر کو قیمت دے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۳۱۳) ''اور معافی بھی طلب کرے'' (م'ع)

جو تاجر زکوٰۃ نہ دیتا ہو اس سے مکان خریدنا

سوال: ان اطراف میں مسلمان تاجر اکثر زکوٰۃ نہیں دیتے اور ان کے معاملات صاف نہیں

رہتے' ایسے تاجر سے کھانے پینے کی چیزیں اور کپڑے وغیرہ خریدنا بہتر ہے یا ہندو سے خریدنا بہتر ہے؟

جواب: مسلمان سے خریدنا بہتر ہے جب تک متعین طور پر معلوم نہ ہو کہ یہ حرام شئی فروخت کر رہا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱۱ص ۳۱۶)

نابالغ بھتیجے کی زمین فروخت کرنا

سوال: ایک غیر مسلم کا نابالغ لڑکا جس کا باپ مر چکا ہے اس لڑکے کے حقیقی چچا موجود ہیں' چچا اپنی زمین اور اس لڑکے کے باپ کی زمین ولی بن کر فروخت کرنا چاہتا ہے' ایک مسلمان شخص کے ہاتھ یہ بیع جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر ان کے مذہب میں چچا کو حق ہے کہ بھتیجے کی زمین کو ولی ہونے کی حیثیت سے فروخت کردے تو مسلمان کو اس کا خریدنا درست ہے ورنہ نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۶ص ۲۷۹)

بلا اذنِ مالک پتے توڑنا اور بیع کرنا

سوال: مالک کی اجازت کے بغیر بعض لوگ پتے توڑ کر لاتے ہیں اور ان کو لوگ خرید کر اپنے جانوروں کو کھلاتے ہیں' ان جانوروں کا دودھ پینے اور ان کی قربانی کرنے اور عقیقہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: بغیر مالک کی اجازت کے پتے توڑنا اور فروخت کرنا منع ہے' ایسے لوگوں سے پتے خریدنا بھی منع ہے (اجازت کے لیے اتنا کافی ہے کہ مالک کو معلوم ہو اور وہ منع نہ کرے) لیکن جس جانور کو یہ پتے کھلائے اس کا دودھ گوشت حرام نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۴ص ۱۷۴)

وصیت شدہ زمین کی بیع کرنا

سوال: زید بائع عمر مشتری کے ہاتھ اس جائیداد کو جس میں وصیت کی گئی تھی اور جس کو موصی لہم نے قبول کرلیا تھا' موصی لہم کا حق ادا کیے بغیر فروخت کر کے کل زرِ ثمن اپنے تصرف میں کیا اور موصی لہم کو ان کا حق نہیں دیا تو اس صورت میں موصی لہم کا مطالبہ عمر مشتری سے ہوگا کہ جائیداد اس کے قبضہ میں ہے یا زید بائع سے؟

جواب: دوسرے شخص کی ملک کو بلا اس کی اجازت کے بیچنا بیع فضولی ہے جس کے فسخ اور اجازت کا مالک کو اختیار ہے' پس اگر اس بیع کو موصی لہم جائز رکھیں تو ان کا حق ثمن میں متعلق ہوگا جس کا زید بائع سے مطالبہ کریں گے اور اگر اس بیع کو موصی لہم رد کر دیں تو پھر اختیار ہے' خواہ زید بائع سے جائیداد کا مطالبہ کریں کہ وہ غاصب ہے اور خواہ عمر مشتری سے اور پھر وہ اس کا ثمن زید

بائع سے لے گا اور اگر بعض موصی لہم جائز رکھیں اور بعض جائز نہ رکھیں تو ہر ایک کے لیے تفصیل بالا جدا جدا حکم ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۲)

کرایہ پر دی گئی زمین کی بیع کرنا

سوال: اگر کوئی شخص اپنی زمین کا ٹھیکہ دے دے اور زر ٹھیکہ سب پہلے وصول کرلے تو ایسی صورت میں مالک زمین کو فروخت کرسکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس صورت میں مشتری کو میعاد ٹھیکہ گزرنے کے بعد قبضہ ملے گا تو بیع کے وقت قبضہ حاصل نہ ہونے کی وجہ سے یہ بیع جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر بائع اس نقصان کے عوض مشتری کو اس قدر سالوں کی آمدنی جتنے سالوں اس کا قبضہ نہیں ہوگا' بروئے حساب ٹھیکہ یا بطور تخمینہ کے دین گوارا کرلے تو یہ روپیہ لینا مشتری کو جائز ہوگا یا نہیں؟

جواب: فروخت نہیں کرسکتا کہ دوسرے کا ضرر ہے اور بیع موقوف رہے گی اور جو چیز قبضہ میں نہ آئے اس کا نفع لینا جائز نہیں تو اس نفع کا عوض بھی درست نہیں اور مشتری پر ادائے ثمن بھی واجب نہیں' مدت اجارہ مکمل ہوجانے کے بعد بیع نافذ ہوگی' مشتری کو قبضہ کا حق حاصل ہوگا اور بائع پر تسلیم مبیع اور مشتری پر تسلیم ثمن واجب ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۳)

بیع مجہول سے متعلق بہشتی زیور کے حاشیہ پر ایک اشکال

سوال: بہشتی زیور اختری حصہ نمبر ۵ صفحہ نمبر ۷ پر ایک حاشیہ جناب کا ہے۔ نشان دے کر بظاہر آپکے حاشیہ کا مطلب متن کی عبارت سے میل نہیں کھاتی کیونکہ متن میں بیس سیر اور پندرہ سیر کے الفاظ صاف درج ہیں اور آپ نے لکھا ہے کہ طے نہیں ہوا' بات گول مول رہ گئی' ذرا اسکو دیکھ لیجئے' اگر مسامحت ہو تو درست کردیا جائے ورنہ میری جسارت معاف فرما کر مجھے اسکی مختصر وضاحت لکھ بھیجی جائے؟

جواب: عبارت کا حاشیہ بالکل متن کے مطابق ہے' متن میں دو صورتیں بیان کی گئی ہیں' ایک جواز کی جس میں نقد یا ادھار کی تعیین ہوجائے' دوسری عدم جواز کی جس میں نقد یا ادھار کی تعیین نہ ہو کہ نقد لے گی یا ادھار' اس کے حاشیہ پر ہے کہ بات گول مول رہ گئی نہ یہ طے ہوا کہ ادھار لے گی نہ یہ طے ہوا کہ نقد لے گی اور اسی نقد و ادھار کے متعین ہونے نہ ہونے پر جواز و عدم جواز کا مدار ہے' اس متعین ہونے نہ ہونے سے نرخ کی تعیین و عدم تعیین مراد نہیں کیونکہ نرخ دونوں صورتوں میں بیس سیر اور پندرہ سیر متعین ہے اور عربی عبارت جو حاشیہ پر ہندیہ سے نقل کی گئی ہے: "واما البطلان فیما اذا قال بعتک بالف حالاً ....الخ" اس میں عدم جواز کی علت جہالت ثمن کو قرار دیا ہے حالانکہ اس میں الف اور الفین کے

الفاظ صاف درج ہیں لیکن چونکہ حالاً یا الی سنتہ کی تعیین نہیں ہوتی اس لیے ثمن کی بھی تعیین نہیں ہوئی۔ اسی طرح متن میں چونکہ نقد یا ادھار کی تعیین نہیں ہوئی بلکہ بات گول مول رہ گئی' اس لیے کہا جائے گا کہ بیس سیر یا پندرہ سیر کی بھی تعیین نہیں ہوئی کہ نرخ سے بیع ہوئی ہے۔ لہٰذا اس طرح بیع جائز ہے وہاں اگر یہ طے ہو جائے کہ نقد ہے یا ادھار ہے تو بیع درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ص ۲۶۸)

معاہدہ بیع مکمل ہو جانے کے بعد خلاف کرنا

سوال: اسماعیل وابراہیم نے نصف مکان جس میں وہ شریک فی حقوق البیع تھے' اڑھائی روپے گز کے حساب سے خریدا اور بائع محمد یعقوب سے یہ وعدہ ہو گیا کہ باقی نصف مکان دو ماہ بعد دو روپے گز تمہارے ہاتھ بیچا جائے گا' چنانچہ چند ماہ بعد بائع نے وہ بقیہ مکان عبدالرحمٰن (جو جار ملاصق ہے) کو فروخت کر دیا' بقیمت تین روپے گز اور بیع نامہ چار روپے گز دکھایا تو بقیہ نصف مکان کی بیع درست ہوئی یا نہیں؟ اور بصورت صحت اسماعیل وابراہیم اس بقیہ نصف مکان کو بحق شفعہ اور سابق معاہدہ کے موافق لے اس قیمت پر لے سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: سائل کے بیان منسلکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قاسم اور محمد یعقوب نے محمد اسماعیل اور اس کے برادر سے جو کچھ کہا تھا وہ ایک وعدہ تھا' بیع نہیں' اس لیے بائعان نے جو خلاف کیا یہ بیع تو منعقد ہو گئی لیکن معاہدہ کر کے پھر جانا ناجائز ہے اور سخت گناہ ہے اور اگر اول ہی سے ارادہ عہد پورا کرنے کا نہ تھا تو یہ علامت نفاق ہے۔ جس سے بچنا واجب اور نہایت ضروری ہے اور وعدہ ایسا لازم ہوتا ہے جیسے قرض اور وعدہ پورا کرنا ایسا ہی ہے جیسے دین دینا' اس لیے صورت مذکورہ میں بائعان اس وقت تک گنہگار ہیں جب تک اپنے معاہدہ کو پورا نہ کریں یا کچھ دے دلا کر مشتریان کو راضی نہ کریں لیکن مشتری بائعان کو اس پر مجبور نہیں کر سکتے کہ وہ باقی زمین کو معاہدہ سابقہ کے موافق ان کے حوالہ کر دے یا چار آنے فی گز جو معاہدہ سے زائد لیے ہیں وہ واپس کر دے' ہاں محمد اسماعیل بحق شفعہ اس باقی زمین کو عبدالرحمٰن شفیع ثانی سے اسی قیمت پر لے سکتا ہے جس پر فی الواقع اس نے خریدی ہے بیع نامہ میں چاہے کچھ بھی درج ہو۔ (امداد المفتیین ص ۸۴۱)

بڑی سڑک اور گلی کوچوں میں حقوق کا فرق اور بیع کا حکم

سوال: ایک شخص نے مختلف شرکاء کا وکیل بن کر ایک باغ کو محلہ کی صورت میں آباد کرنے کے لیے خریدا اور پھر اس میں مختلف ایسی وسیع سڑکیں اور کوچے قائم کیے ہیں جن پر تانگے' ٹھیلے

وغیرہ بخوبی چل سکیں اور جملہ باغ کو قطعہ کی شکل میں کیا اور مختلف خریداران کے ہاتھ فروخت کر دیا اور سڑکوں وکوچوں کی شارع عام قرار دے کر میونسپلٹی کے قبضہ میں دے دیا جس نے ساکنان محلّہ کی آسائش کے لیے نالیاں' پانی کا نل' بجلی' پختہ سڑکیں بنوادیں' اس صورت میں اگر صاحب جائیداد' کرایہ دار اور میونسپلٹی کے خلاف محلّہ کی شارع عام کے خلاف کسی ایسی قسم کی پابندی عائد کرنا چاہے جس کی وجہ سے تانگے' ٹھیلے وغیرہ اندر نہ جاسکیں جن کے لیے جانے کی بوجوہ چند سخت ضرورت ہے تو کیا ان کے حقوق عامہ میں یہ مداخلت بروئے شرع جائز ہوگی یا نہیں؟

جواب: گلی کوچے دو قسم کے ہوتے ہیں اور دونوں میں احکام کا تفاوت ہے اور وہ کوچہ جو اہل محلّہ کی مخصوص ملک ہے' شارع عام نہیں' اس کو فقہاء سکنہ خاص کے نام سے تعبیر کرتے ہیں مگر اکثر اس قسم کے کوچے غیر نافذ ہوتے ہیں' دوسرے وہ جو شارع عام ہیں خواہ ابتداء آبادی سے ہی حکومت نے ان کو شارع عام قرار دیا ہو یا کسی شخص کی ملک تھا مگر اس نے رفاہ عام کیلئے وقف کر دیا اور شارع عام بنا دیا۔

قسم اول کا حکم یہ ہے کہ کوچے کے تمام شرکاء کی اجازت سے اس میں ہر قسم کا تصرف جائز ہے' خواہ اس تصرف سے گزرنے والوں کو تنگی ہو یا نہ ہو اور شرکاء کی اجازت کے بغیر اس میں کسی قسم کا تصرف جائز نہیں' اگرچہ اس میں گزرنے اور رہنے والوں کا کوئی ضرر بھی نہ ہو اور اس معاملہ میں عام آدمی اور شریک سب برابر ہیں' اس لیے کوئی شریک بھی بغیر دوسرے شرکاء کی اجازت کے اس میں کوئی تصرف نہیں کر سکتا۔

اور قسم دوم کا حکم یہ ہے کہ اس میں تصرف کرنے کے لیے قاضی یا حاکم کی اجازت ضروری ہے اور حاکم کو بھی اجازت دینے کا حق اس وقت ہے جبکہ وہ دیکھ لے کہ اس میں عام لوگوں کا نقصان نہیں۔

خلاصہ یہ کہ باغ اور راستے ابتداء مملوک تھے۔ پھر شارع بنا دیئے گئے اب یہ امر دریافت طلب ہے کہ شارع عام بنانے سے شرکاء کی غرض وقف عام کرنا تھا یا محض گزرنے کی اجازت دیتے ہوئے اپنی ملک میں رکھنا' پہلی صورت میں اب اس کو بند کرنے یا کسی قسم کی پابندی جو گزرگاہ عام کے لیے مضر ہو عائد کرنے کا کوئی حق نہیں رہا' اگرچہ تمام شرکاء اس پر متفق ہوں اور دوسری صورت میں اگر تمام شرکاء متفق ہو کر بند کرنا چاہیں تو جائز ہے۔ اگرچہ گزرنے والوں کو تکلیف ہو اور کرایہ داران کا بھی یہی حکم ہے اور جس صورت میں کہ یہ جگہ مملوک ہو اور سکہ خاصہ ثابت ہو تو کرایہ داران اگر سب مالکان کے خلاف کوئی چارہ جوئی کریں تو یہ جائز نہیں' البتہ ان کو یہ حق ہوگا کہ وہ اپنے عقد کرایہ کو فسخ کر دیں۔ (امداد المفتیین ص ۸۴۰-۸۳۹ ج)

باپ کا مال چرا کر فروخت کرنا

سوال: ایک تاجر چرم سولہ ہزار بکری کے چمڑے ایک یورپین تاجر کے ہاتھ فروخت کر چکا تھا' رات میں اس کے لڑکے نے اس میں چرا کر چمڑا فروخت کر ڈالا اور مشتری کو بھی علم ہے' اس مشتری کا باوجود چوری کے علم کے خریدنا شرعاً درست ہوگا یا نہیں؟ نیز لڑکے کا باپ کا مال چرا کر بیچنا درست ہے یا نہیں؟ نیز مشتری حاجی' نمازی ہے' اس خریداری سے اس کی دینداری میں کوئی نقصان لازم آئے گا یا نہیں؟ اور اس مال مسروقہ کا نفع مشتری کے مال حلال میں مخلوط ہو جائے تو اس کے حلال ہونے میں کوئی شرعی قباحت لازم ہوگی یا نہیں؟

جواب: لڑکے کا یہ فعل حرام ہے اور اگر مشتری کو یہ علم تھا تو اس کو خریدنا بھی حرام تھا اور بیع و شراء دونوں ناجائز واقع ہوئیں اور مشتری کی صلاحیت اس فعل سے خراب ہوگئی اور اس مال کا نفع بھی اس کے لیے حلال نہیں۔ (کفایت المفتی ص ۷ ج ۸)

شرکاء کے درمیان بیع وشراء کی ایک صورت کا حکم

سوال: ایک جنگل کے نیلام کا اعلان ہوا' ایک جماعت اس کی خریداری کیلئے تیار ہوئی اور طے پایا کہ متفقہ طور پر کسی ایک کے نام خرید لیا جائے اور سب شریک رہیں' اس کے بعد آپس میں بولی بولی جائے جو شخص جتنے نفع پر خریدار ہو اس کا منافع وہیں ختم ہو جائے گا' اسی طرح باقی شرکاء کریں گے' مثلاً اس نیلام کو زید نے سو روپے میں لیا جس میں دس شریک ہیں' اب عمر نے اس جنگل کی قیمت ڈیڑھ سو روپے تجویز کی کہ اتنے میں میں خریدار ہوں' زیادہ میں نہیں' تیسرے شریک نے دو سو روپے تجویز کی' اسی طریقے سے سلسلہ وار ہر شخص بولی بولے گا یا انکار کریگا' اس معاہدے کے موافق جو شخص جتنی قیمت تک خریدار ہوگا وہ اسی نفع کا شریک ہوگا جو اس وقت ہے' اگر دوسرے شرکاء اس کے منافع میں اضافہ کریں تو یہ شخص اس زیادہ منافع میں شریک نہیں' یہ صورت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

اس کے بعد ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ دس میں سے دو شخص شریک ہو کر پھر متفقہ طور سے خریدار ہوتے ہیں اور وہ بھی آپس میں یہی طے کرتے ہیں کہ ہم پھر آپس میں طے کرلیں گے' اب دونوں میں جو نفع ہوگا اس میں ان آٹھ میں سے کوئی شریک ہوگا یا نہیں؟

جواب: جب خریدنے میں برابر کے شریک ہیں تو نفع میں بھی برابر ہی کے شریک رہیں گے۔ محض قیمت زیادہ تجویز کرنے سے نفع کی زیادتی ناجائز ہے' ہاں اگر کوئی شریک دوسرے شرکاء کے حصے

بھی خرید لے تو ان کے حصوں کا نفع بھی یہی لے گا جو حکم مجموعہ دس شرکاء کا ہے وہی دو شریکوں کا ہے۔

اور جس شریک کا حصہ جتنے میں خریدے گا اسی حساب سے نفع دے گا اور خریدنے کا مطلب یہ ہے کہ بیع قطعی ہو کر معاملہ طے ہو جائے' صرف بولی بولنا کافی نہیں اور مجموعہ میں تمام شریک ہیں' اس لیے جو خریدے گا وہ اپنے حصہ کے علاوہ دوسرے کے حصہ کو خریدے' مجموعہ خریدنا جس میں اپنا حصہ بھی داخل ہے ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۱۹۰)

بغیر کہے دوسرے کیلئے سامان خریدنا

سوال: زید نے چند مال خریدے' ان میں سے تین مال والد کے لیے اور دو اپنے بھائی کے لیے جس میں سے ایک مال کو اس نے کل دو سو کا خریدا اور اس میں نصف خود لیا اور نصف باپ کو روانہ کیا لیکن جو مال اس نے اپنے باپ کو روانہ کیا اس کو اس نے بائع سے بجائے سو کے ایک سو پانچ کا لکھوایا اور والد سے وہی قیمت وصول کی' دوسرا مال جو اس نے بھائی کے لیے خرید کیا اس میں بھی قیمت اضافہ کر کے لکھوائی' تیسرا مال اس نے کل اپنے نام قرض لکھوایا اور اس میں سے ایک حصہ اپنے لیے مقرر کیا اور ایک حصہ والد کو اور ایک بھائی کو روانہ کیا اور اس میں بھی وہی ترکیب کی یعنی مقررہ قیمت سے کچھ اضافہ کر کے علیحدہ علیحدہ ان کے نام کے بیجک اس دکاندار سے بنوا لیے اور رقم اضافہ اپنے حساب میں مجری کرائی۔ لہٰذا ان صورتوں میں رقم اضافہ زید کو جائز ہوگی یا نہیں؟

جواب: زید نے جو مال اپنے بھائی اور والد کے لیے ان کی اجازت کے بغیر خریدا اس کا مالک زید ہے اور یہ عقد بیع زید کے حق میں نافذ ہوگا۔ اگر اس کے بعد زید کے والد اور بھائی اس مال کو لیں اور قیمت ادا کر دیں تو یہ جداگانہ عقد بیع ہوگا اس لیے زید کو اختیار ہے کہ اپنی اصل خرید پر نفع لگا کر دے لیکن وہ اس طرح کہ والد اور بھائی کو یہ دھوکہ نہ دے کہ جس قیمت پر انہیں دیتا ہے اسی قیمت پر خریدی ہے کیونکہ اس طرح ظاہر کر کے اگر دے گا تو یہ بیع تولیہ ہوگی اور بیع تولیہ میں اگر مشتری کو خیانت ثابت ہو تو مقدار خیانت ثمن کم کر دینے کا حق ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ زید کے بھائی اور والد (اس صورت میں کہ قیمت خرید پر دینا ان کو ظاہر کیا ہو) جتنی مقدار کہ زید نے اصل ثمن پر زیادہ کر لی ہے ساقط کر سکتے ہیں اور انہیں علم نہ ہو جب بھی زید پر واجب ہے کہ انہیں اتنی مقدار واپس کر دے کیونکہ اس صورت میں زیادتی خیانت ہے اور اس کا رد واجب ہے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۲۸)

بیع میں وکالت کی ایک صورت کا حکم

سوال: زید کو اپنی دکان کے واسطے باہر سے سامان خرید کر لانے کی اور اس کے لیے روپے کی

ضرورت ہے' زید بکر سے کہتا ہے کہ مجھ کو مبلغ ایک سو روپے دے دو' سامان خرید کر لاؤں گا تو اس کی بلٹی بیجک تم کو دے دوں گا اور اس پر تم کو مبلغ پانچ روپے منافع کے دوں گا اور ان روپوں کی ادائیگی کی میعاد تین مہینے قائم کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یا تو روزانہ لے لو یا یکمشت تین مہینے میں لے لینا' بعض اوقات زید اپنے شہر سے بھی سامان خرید لیتا ہے' اس کے متعلق کہتا ہے کہ مال بکر کے قبضہ میں دے کر پھر خرید لیا کروں گا اور اس پر کچھ منافع دیدیا کروں گا؟

جواب: اگر زید بکر سے روپیہ قرض نہیں لیتا بلکہ بکر کے روپے سے مال بکر کے لیے خریدتا ہے اور خود بحیثیت وکیل بکر کے کام کرتا ہے تو اس پر وکالت کے احکام جاری ہوں گے اور مالک بکر ہو جائے گا۔ اس کے بعد اگر زید اسی مال کو بکر سے اپنے لیے خرید لے اور کچھ منافع دے دے تو یہ جائز ہوگا اور اس رقم کی ادائیگی کے لیے جو مدت آپس میں طے کرلیں وہ جائز ہوگی لیکن اگر زید مال نہ خریدے تو بکر کو اس پر جبر کرنے کا حق نہ ہوگا۔ (کفایت المفتی ص ۴۵ ج ۸)

مبیع سپردگی سے پہلے بائع کے ضمان میں ہے

سوال: عبدالعزیز نے اپنے اور اپنے شرکاء کی طرف سے ایک گائے برائے قربانی خریدی اور ایک روپیہ بیعانہ دے کر کہا کہ کل یہ گائے ہمارے مکان پر پہنچا دو' چنانچہ راستہ میں وہ قصاب سے چھوٹ کر ایک ہندو کے اصطبل میں گھس گئی' پھر آگے ایک درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گئی' قصائیوں نے اس کو لے جانا چاہا مگر ہندوؤں نے نہیں جانے دیا' اطلاع پر پولیس اس گائے کو تھانے لے گئی' ۱۲ ذی الحجہ کی شب کو وہ گائے چند سرکردہ مسلمانوں کو اس شرط سے دی گئی کہ چھ ماہ تک قربانی نہ کی جائے' کئی روز کے بعد ان چند مسلمانوں نے عبدالعزیز اور شرکاء سے کہا کہ وہ گائے ہم نے تم کو دی جو ہماری سپردگی میں ہے' اس نے کہا کہ میں نے مدرسہ میں وقف کی' اس کہنے پر ان مسلمانوں نے اس گائے کا نیلام شروع کیا جو دو سو روپے میں مسلمان نے خرید لی۔ اب سوال یہ ہے:

(۱) بیع اول جو قصائیوں سے ہوئی شرعاً منعقد ہوئی یا نہیں؟ (۲) ایام قربانی میں ان چند مسلمانوں کو ایسی شرط جائز تھی یا نہیں کہ چھ ماہ تک قربانی نہ کریں گے (۳) اس کا نیلام اور وقف درست ہوا یا نہیں؟ (۴) نیلام درست نہ ہوا تو گائے کے مستحق کون لوگ ہیں؟ (۵) اگر مشتری نیلام اس گائے کو ہندوؤں کو دے دے تو اس کی نسبت کیا حکم ہے؟

جواب: (۱) صورت مسئولہ میں وہ بیع جو قصائیوں سے ہوئی منعقد ہوگئی لیکن چونکہ مشتریوں نے مبیع پر قبضہ نہ کیا تھا اس لیے مبیع ان کے ضمان میں داخل نہیں ہوئی اور جب تک قصائی مبیع کو مشتریوں کے

قبضہ میں نہ دے ہر نفع ونقصان کے ذمہ دار ہیں۔(۲) اس شرط میں چونکہ مسلمانوں کی مذہبی آزادی اور ایک شعار دین پر صدمہ پہنچتا ہے اس لیے یہ شرط ناجائز تھی۔(۳) یہ وقف صحیح نہیں ہوا کیونکہ واقف تمام گائے کا مالک نہیں اور وقف بدون ملک نہیں ہوتا۔(۴) ابھی تک گائے کے مستحق قصاب ہیں کیونکہ وہ انہیں کے ضمان ہیں اور نیلام صحیح نہیں ہوا کیونکہ مالکوں کی رضامندی سے نہیں ہوا۔(۵) مشتری نیلام کی خریداری صحیح نہیں اور ہندوؤں کو دینا تو خریداری صحیح ہونے کی صورت میں بھی ناجائز تھا کیونکہ اس میں ایک اسلامی حکم کی ہتک اور بے عزتی ہوتی ہے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۱۸۔۱۷)

بیع میں تلبیس کی ایک صورت کا حکم

سوال: زید نے بکر کو ایک زمین فروخت کی اور بیع نامے میں تحریر کر دیا کہ غرب پلاٹ ہذا کی طرف دیوار سراسر اٹھا کر لے جانے کا حق ہوگا اور دوسرے قطعہ کے خریدار کو جو بالکل قطعہ مذکور کے متصل ہے اور جس کی دو عدد کھڑکیاں اور روشن دان پلاٹ کی طرف کھلتی تھیں' بند کرا دیں لیکن بعد متصل مکان کے خریدار کو جس کا بکر کو کچھ علم نہ تھا قبالہ میں لکھ دیا کہ دو عدد روشن دان اور دو عدد کھڑکیاں ہیں جن کی پیائش وغیرہ بھی لکھ دی اور بعد میں خریدار نے تیغہ بھی کھلوا دیا جس سے بکر کی تعمیر مکمل نہ ہو سکی اور بعض ضروریات مثلاً باورچی خانہ کی تکمیل نہ ہونے سے بکر کو نقصان ہو رہا ہے؟

جواب: زید کا یہ فعل کہ اس نے بکر کو لکھ دیا کہ سراسر دیوار لے جانے کا حق ہے اور پاس والے خریدار کو یہ لکھ دیا کہ اس کی کھڑکیاں اور روشن دان قائم ہیں' معاملہ کے خلاف ایک قسم کی تلبیس ہے اور اس سے بکر کو جو نقصان پہنچا اس کی من وجہ ذمہ داری زید پر عائد ہوتی ہے اور اس کا فرض ہے کہ اپنے قول کے موافق بکر کی دیوار کو پوری اونچائی تک پہنچانے کی ذمہ داری خود قبول کرے۔ (کفایت المفتی ص ۱۰ ج ۸)

دعویٰ میں بہی کھاتے کا اندراج قابل حجت نہیں

سوال: خالد ایک جائیداد زید و عمر کے نام خریدتا ہے' بعد مدت کے خالد مدعی بنتا ہے' ثبوت یہ پیش کرتا ہے کہ میرے بہی کھاتے میں اس کا اندراج میری ملکیت میں واقع ہے' اس جائیداد کا اکثر حصہ زید اور عمر کا مملوکہ اور مقبوضہ ہے جس کو خالد تسلیم کرتا ہے' بقیہ حصہ جو متنازعہ فیہ ہے اس کا ممر اور طریق بھی حصہ مسلمہ میں واقع ہے' عمر بقید حیات ہے لیکن زید انتقال کر چکا ہے' زندگی میں زید کی خالد نے کوئی نزاع نہیں کیا اور نہ اپنی ملکیت کا اظہار کیا' انتقال کے بعد اس کی چھوٹی اولاد باقی ہے' خالد بکرایہ ان کے مکان میں سکونت رکھتا تھا اور اب اس پر قابض ہو گیا' خالد کا یہ دعویٰ شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: جبکہ جائیداد کا قبالہ زید وعمر کے نام ہے اور خود خالد ہی نے ان کے نام جائیداد خریدی ہے اور وہی اس کا رکن اور منتظم تھا اور زید کی زندگی میں کبھی خالد نے اس جائیداد کو اپنی ملک نہیں بنایا اور نہ اس طویل عرصہ میں اس نے اپنی ملکیت ثابت کرنے کی کوئی کارروائی کی تو اب اس کا یہ دعویٰ نا قابل سماعت ہے اور بہی کھاتے کا اندراج اس بارے میں حجت نہیں کہ اس کے مقابلے میں صاف اور صریح قبالہ زید وعمر کے نام کا موجود ہے جو خالد کا کرایہ ہوا ہے نیز بہی کھاتے کا اندراج اپنے فائدہ کے لیے حجت نہیں۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۱۰)

ریاست سے سوختہ خریدنا

سوال: ریاستوں میں خواہ وہ ہندو کی ریاست ہو یا مسلمان کی محکمہ جنگلات قائم ہیں اور ان میں خودرو گھاس اور خودرو چھوٹے بڑے درخت کٹوا کر جمع کرائے جاتے ہیں' یہ لین دین شرعاً کیسا ہے؟

جواب: جب ریاست نے کٹوا کر قبضہ کر لیا وہ ریاست کی ملک ہو گئے' اب اگر رعایا کے ہاتھ فروخت کریں جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۳۴)

اشتہار میں درج قیمت سے زائد پر فروخت کرنا

سوال: کسی کتاب کا رعایتی اشتہار شائع کر دینے کے بعد ایسے شخص سے جس کو وہ اشتہار نہیں ملا اور بدیں وجہ وہ سابق پوری قیمت پر کتاب پر قیمت کی فرمائش کرتا ہے' پوری قیمت لے لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ایسا اشتہار ایک وعدہ عام ہے جس میں کسی کی اطلاع وعدم اطلاع برابر ہے پس جو حکم اشتہار دیکھنے والے کا ہے وہی حکم نہ دیکھنے والے کا ہے' یعنی دونوں صورتوں میں بیع حلال ہے اور وعدہ خلافی کی کراہت لازم ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۳۳)

نقلی چیزوں کو نقلی ظاہر کر کے فروخت کرنا

سوال: گھی' عنبر' مشک وغیرہ مصنوعی تیار کیا جائے اور یہ کہہ کر کہ یہ اصلی نہیں مصنوعی ہے کم قیمت پر اس کو فروخت کیا جائے' کیا یہ بھی دھوکہ خداع اور ناجائز ہے؟

جواب: یہ دھوکہ نہیں' جائز ہے البتہ ورع کے خلاف اس لیے ہے کہ مشتری سے خداع کا احتمال ہے اور اس کی بیع ایک درجے میں اس کا سبب ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۳۲)

ریل پر آئے ہوئے مال کو نیلام پر خریدنا

سوال: قانون ریلوے میں ایک مدت مقرر ہے کہ اگر اس عرصہ میں مالک مال آ گیا تب تو

اس کو مال دیدیا جاتا ہے ورنہ مدت گزرنے کے بعد اگر پھل وغیرہ ہوتے ہیں تو تیسرے دن نیلام کردیئے جاتے ہیں اس مال کا خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر یہ معلوم ہو کہ وہ دام مالک کو دیئے جاتے ہیں تو خریدنا جائز ہے۔ والا لا

(امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۳۱)

شیئرز ہولڈر خریدنا کیسا ہے؟

سوال: مقام والی میں ایک شوگر فیکٹری قائم کرنے کا پروگرام بنایا جارہا ہے اس میں ایک شیئر ہولڈر کا پانچ سو روپیہ ہے اب ایسی صورت میں جبکہ ایک بڑی رقم ہوجائے گی پھر اس کے بعد فیکٹری چالو ہوگی جو شیئر ہولڈر ہوں گے ان کو نفع اور نقصان میں بھی برابر رکھا جائے گا اس فیکٹری کو چالو کرنے میں قرض کا روپیہ سود کے ساتھ حاصل ہورہا ہے تو ایسی صورت میں جو شیئر ہولڈر ہیں ان کو کوئی مجبوری بھی نہیں ہے اور اس کے بغیر بھی روزی ملتی ہے تو ایسی حالت میں جو نفع ہوگا وہ ہمارے لیے جائز ہوگا یا نہیں؟ اس صورت حال میں یہ معاملہ کرنا کیسا ہے؟

جواب: اس فیکٹری کے نفع کے جواز میں تو کوئی شبہ نہیں اس کا نفع لینا تو جائز رہے گا البتہ یہ بات توضیح طلب ہے کہ جب بڑی رقم ہوجائے گی تو اس کو دکھا کر بینک سے لون کون لے گا' آیا یہی شیئر ہولڈر خود لیں گے یا یہ شیئر ہولڈر خرید کر اپنا روپیہ فیکٹری میں دیدیں گے اور پھر فیکٹری والے خود بینک سے لون لیں گے۔ اگر شیئر ہولڈر کو خود اپنا روپیہ دکھا کر بینک سے سودی قرض لینا پڑتا ہے جب تو ان لوگوں کو ایسا کرنا جائز نہ ہوگا جن کے پاس اپنا دوسرا جائز کاروبار ہے اور وہ مجبور نہیں ہیں اور اگر شیئر ہولڈر خود بینک سے لون نہیں لیتا ہے بلکہ فیکٹری کا عملہ یہ سب کام خود انجام دیتا ہے اور وہ اکثر یا کل غیر مسلم ہیں تو ایسی صورت میں یہ شیئرز خریدنا بھی جائز رہے گا' منع نہ ہوگا۔ (نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۹۹)

شیئرز کی خرید وفروخت

الحمدلله رب العالمین' والصلوٰة والسلام علیٰ رسوله الکریم وعلیٰ آله واصحابه اجمعین

موجودہ دور کی تجارت میں ایک نئی چیز کا اضافہ ہوا ہے جس کو آج کل کی اصطلاح میں "شیئر" (Share) کہتے ہیں چونکہ شیئرز کا کاروبار آخری صدیوں میں پیدا ہوا اس لیے قدیم فقہاء کی کتابوں میں اس کا حکم اور اس کے بارے میں تفصیلات نہیں ملتیں اس لیے اس وقت "شیئرز" اور سٹاک ایکس چینج میں ہونے والے دوسرے جدید معاملات کے بارے میں مختصراً عرض کرنا ہے۔

شیئرز کی ابتداء

پہلے زمانہ میں جو ''شرکت'' ہوتی تھی وہ چند افراد کے درمیان ہوا کرتی تھی جس کو آج کل کی اصطلاح میں پارٹنر شپ (Partnership) کہتے ہیں لیکن پچھلی دو تین صدیوں سے شرکت کی ایک نئی قسم وجود میں آئی جس کو جائنٹ سٹاک کمپنی (joint Stock Company) کہا جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے کاروبار میں نئی صورت حال پیدا ہوئی اور اس کے حصص (شیئرز) کی خرید فروخت کا نیا مسئلہ وجود میں آیا۔ اس کی بنیاد پر دنیا بھر میں سٹاک مارکیٹیں (Stock Markets) کام کر رہی ہیں اور ان سٹاک مارکیٹس میں کروڑوں بلکہ اربوں روپے کا لین دین ہوتا رہتا ہے اور اس کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔

شیئرز کی حقیقت کیا ہے؟

لیکن پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ شیئرز کیا چیز ہیں؟ کمپنی کے شیئرز کو اردو میں ''حصے'' سے تعبیر کرتے ہیں اور عربی میں اس کو ''سھم'' کہتے ہیں۔ یہ شیئرز در حقیقت کسی کمپنی کے اثاثوں میں شیئرز ہولڈرز (Share Holder) کی ملکیت کے ایک متناسب حصے کی نمائندگی کرتا ہے۔ مثلاً اگر میں کسی کمپنی کا شیئر خریدتا ہوں تو وہ شیئر سرٹیفکیٹ جو ایک کاغذ ہے وہ اس کمپنی میں میری ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے۔ لہٰذا کمپنی کے جو اثاثے اور املاک ہیں، شیئرز خریدنے کے نتیجے میں میں ان کے متناسب حصے کا مالک بن گیا۔

پہلے زمانے میں تجارت چھوٹے پیمانے پر ہوتی تھی کہ دو چار آدمیوں نے مل کر سرمایہ لگا کر شرکت کی اور کاروبار کر لیا لیکن بڑے پیمانے پر تجارت اور صنعت کے لیے جتنے بڑے سرمائے کی ضرورت ہوتی ہے بسا اوقات چند افراد مل کر اتنا سرمایہ مہیا نہیں کر پاتے، اس واسطے کمپنی کو وجود میں لانا پڑا اور اس کے لیے جو طریق کار عام طور پر معروف ہے وہ یہ ہے کہ جب کوئی کمپنی وجود میں آتی ہے تو پہلے وہ اپنا لائحہ عمل اور خاکہ شائع کرتی ہے اور اپنے شیئرز جاری (Issue) کرتی ہے اور شیئرز جاری کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ کمپنی لوگوں کو اس کمپنی میں حصہ دار بننے کی دعوت دے رہی ہے۔

جب کمپنی ابتداء وجود میں آتی ہے تو اس وقت وہ کمپنی بازار میں اپنے شیئرز فلوٹ (float) کرتی ہے اور لوگوں کو اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ وہ یہ شیئرز خریدیں۔ اب اس وقت جو شخص بھی ان شیئرز کو خریدتا ہے وہ شخص در حقیقت اس کمپنی کے کاروبار میں حصہ دار بن رہا ہے اور اس کمپنی کے ساتھ

شرکت کا معاملہ کر رہا ہے۔ اگرچہ عرف عام میں یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے شیئرز خریدے لیکن شرعی اعتبار سے وہ خرید وفروخت نہیں ہے بلکہ جب میں نے پیسے دے کر وہ شیئرز حاصل (Subscribe) کیے تو اس کے نتیجے میں مجھے کوئی سامان نہیں مل رہا ہے اس لیے کہ کمپنی نے ابھی تک کام شروع نہیں کیا اور نہ ہی اب تک کمپنی کی املاک اور اثاثے وجود میں آئے ہیں بلکہ کمپنی تو اب بن رہی ہے۔ لہٰذا جس طرح ابتداء میں دو چار آدمی مل کر پیسے جمع کر کے کاروبار شروع کرتے ہیں اسی طرح کمپنی ابتداء لوگوں کو اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ تم اس کاروبار میں ہمارے ساتھ شریک بن جاؤ۔ لہٰذا جو شخص اس وقت میں شیئرز حاصل کر رہا ہے وہ گویا کہ شرکت کا معاملہ کر رہا ہے۔

اب شرکت کا معاملہ کرنے کے نتیجے میں اس کو جو شیئرز سرٹیفکیٹس حاصل ہو وہ شیئرز سرٹیفکیٹس درحقیقت اس شخص کی اس کمپنی میں متناسب حصے کی ملکیت کی نمائندگی کر رہا ہے۔ یہ ہے شیئرز کی حقیقت۔

نئی کمپنی کے شیئرز کا حکم

لہٰذا جب کسی کمپنی کے "شیئرز" ابتداء میں جاری ہو رہے ہوں اس وقت ان شیئرز کو ایک شرط کے ساتھ لینا جائز ہے وہ یہ کہ جس کمپنی کے یہ شیئرز ہیں وہ کوئی حرام کاروبار شروع نہ کر رہی ہو۔ لہٰذا اگر کسی حرام کاروبار کے لیے وہ کمپنی قائم کی جا رہی ہے مثلاً شراب بنانے کی فیکٹری قائم کی جا رہی ہے یا مثلاً سود پر چلانے کے لیے ایک بینک قائم کیا جا رہا ہے یا انشورنس کمپنی قائم کی جا رہی ہے تو اس قسم کی کمپنی کے شیئرز لینا کسی حال میں بھی جائز نہیں۔ لیکن اگر بنیادی طور پر حرام کاروبار نہیں ہے بلکہ کسی حلال کاروبار کے لیے کمپنی قائم کرنے کے لیے شیئرز جاری کیے گئے ہیں مثلاً کوئی ٹیکسٹائل کمپنی ہے یا آٹوموبائل کمپنی ہے تو اس صورت میں اس کمپنی کے شیئرز خریدنے میں کوئی قباحت نہیں، جائز ہے۔

خرید وفروخت کی حقیقت

جب ایک آدمی نے وہ شیئرز خرید لیے تو اب وہ آدمی اس کمپنی میں حصہ دار بن گیا لیکن عام طریق کار یہ ہے کہ وہ شیئرز ہولڈر وقتاً فوقتاً اپنے شیئرز سٹاک مارکیٹ میں بیچتے رہتے ہیں۔ لہٰذا جب کمپنی قائم ہوگی اور ایک مرتبہ اس کمپنی کے تمام شیئرز سبسکرائب (Subscribe) ہو گئے اس کے بعد جب اس کمپنی کے شیئرز کا سٹاک مارکیٹ میں لین دین ہوگا وہ شرعاً حقیقت میں "شیئرز کی خرید وفروخت" ہے۔ مثلاً جب ابتداء ایک کمپنی قائم ہوئی۔ اس وقت میں نے اس کے دس شیئرز حاصل کیے، اب میں ان شیئرز کو سٹاک مارکیٹ میں فروخت کرتا ہوں، اب جو شخص وہ دس شیئرز مجھ سے خرید رہا ہے، حقیقت میں وہ میری

ملکیت کے اس متناسب حصے کوخرید رہا ہے جو میرا کمپنی کے اندر ہے۔ لہٰذا اس خرید وفروخت کے نتیجے میں وہ شخص میری جگہ اس حصے کا مالک بن جائے گا' شیئرز کے خرید وفروخت کی حقیقت بس یہی ہے۔

چار شرطوں کے ساتھ خرید وفروخت جائز ہے

لہٰذا اگر کسی شخص کو ''سٹاک مارکیٹ'' سے شیئرز خریدنے ہوں تو اس کو ان شیئرز کی خریداری کے لیے چار شرائط کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

پہلی شرط یہ ہے کہ وہ کمپنی حرام کاروبار میں ملوث نہ ہو۔ مثلاً وہ سودی بینک نہ ہو' سود اور قمار پر مبنی انشورنس کمپنی نہ ہو' شراب کا کاروبار کرنے والی کمپنی نہ ہو یا ان کے علاوہ دوسرے حرام کام کرنے والی کمپنی نہ ہو' ایسی کمپنی کے شیئرز لینا کسی حال میں جائز نہیں' نہ ابتداء جاری ہونے کے وقت لینا جائز ہے اور نہ ہی بعد میں سٹاک مارکیٹ سے لینا جائز ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ اس کمپنی کے تمام اثاثے اور املاک سیال اثاثوں **(Liquid Assets)** یعنی نقد رقم کی شکل میں نہ ہو بلکہ اس کمپنی نے کچھ فکسڈ اثاثے **(Fixed Assets)** حاصل کر لیے ہوں۔ مثلاً اس نے بلڈنگ بنالی ہو یا زمین خرید لی ہو۔ لہٰذا اگر اس کمپنی کا کوئی فکسڈ اثاثہ وجود میں نہیں آیا بلکہ اس کے تمام اثاثے ابھی سیال **(Liquid)** یعنی نقد رقم کی شکل میں ہیں تو اس صورت میں اس کمپنی کے شیئرز کو فیس ویلیو سے کم یا زیادہ **(Above paor below par)** میں فروخت کرنا جائز نہیں بلکہ برابر سرابر خریدنا ضروری ہے۔

یہ سود ہو جائے گا

اس کی وجہ یہ ہے کہ جتنے لوگوں نے اس کمپنی میں اپنی رقم سبسکرائب **(Subscribe)** کی ہے اس رقم سے ابھی تک کوئی سامان نہیں خریدا گیا اور نہ اس سے کوئی بلڈنگ بنائی گئی' نہ کوئی مشین خریدی گئی اور نہ ہی کوئی اور اثاثہ وجود میں آیا بلکہ ابھی وہ تمام پیسے نقد کی شکل میں ہیں تو اس صورت میں دس روپے کا شیئرز دس روپے ہی کی نمائندگی کر رہا ہے۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے دس روپے کا بانڈ دس روپے ہی کی نمائندگی کرتا ہے یا جیسے دس روپے کا نوٹ دس روپے کی نمائندگی کرتا ہے۔ لہٰذا جب دس روپے کا شیئر دس روپے کی نمائندگی کر رہا ہے تو اس صورت میں اس شیئر کو گیارہ روپے میں یا نو روپے میں خریدنا یا فروخت کرنا جائز نہیں اس لیے کہ یہ تو دس روپے کے نوٹ کو گیارہ روپے میں فروخت کرنا یا نو روپے میں فروخت کرنا ہو جائے گا جو سود ہونے کی وجہ سے قطعاً جائز نہیں۔

لیکن اگر کمپنی کے کچھ اثاثے منجمد (Fixed Assets) کی شکل میں ہیں۔ مثلاً اس رقم سے کمپنی نے خام مال خرید لیا یا کوئی تیار مال خرید لیا یا کوئی بلڈنگ بنالی یا مشینری خرید لی تو اس صورت میں دس روپے کے اس شیئر کو کمی یا زیادتی پر فروخت کرنا جائز ہے۔

اس کے جائز ہونے کی وجہ ایک فقہی اصول ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب سونے کو سونے سے فروخت کیا جائے یا پیسے کا پیسے سے تبادلہ کیا جائے تو برابر سرابر ہونا ضروری ہے لیکن بعض چیزیں مرکب ہوتی ہیں۔ مثلاً سونے کا ایک ہار ہے اور اس میں موتی بھی جڑے ہوئے ہیں تو اب سونے کے بارے میں یہ حکم ہے کہ وہ بالکل برابر سرابر کر کے خریدنا اور فروخت کرنا ضروری ہے لیکن یہ حکم موتیوں کے بارے میں نہیں ہے اس لیے دس موتی کے بدلے بارہ موتی لینا جائز ہے۔ لہٰذا اگر ایک ایسا ہار خریدنا ہو جو سونے اور موتی سے مرکب ہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ اس ہار میں جتنا سونا ہے اس سے تھوڑا سا زیادہ سونا دے کر اس کو خریدنا درست ہے۔ مثلاً فرض کیجئے کہ اس ہار میں ایک تولہ سونا ہے اور کچھ موتی لگے ہوئے ہیں۔ اب اگر کوئی شخص اس ہار کو ایک تولہ اور ایک رتی سونے کے عوض خریدنا چاہے تو اس کے لیے خریدنا جائز ہے۔ اس لیے کہ یہ کہا جائے گا کہ ایک تولہ سونا تو ایک تولہ سونے کے عوض میں آ گیا اور ایک رتی سونا موتیوں کے مقابلے میں آ گیا' اس طرح معاملہ درست ہو گیا۔

اسی طرح یہاں بھی سمجھ لیجئے کہ اگر کمپنی کے کچھ اثاثے نقد روپے کی شکل میں ہوں اور کچھ اثاثے فکسڈ اسٹس (Fixed Assets) یا خام مال کی شکل میں ہوں تو وہاں بھی فقہ کا یہی اصول جاری ہوتا ہے۔

اس بات کو ایک مثال کے ذریعے سمجھئے۔ فرض کریں کہ ایک کمپنی نے سو روپے کے شیئرز جاری کیے اور دس آدمیوں نے وہ شیئرز خرید لیے' ایک شیئر دس روپے کا تھا' ہر شخص نے دس دس روپے کمپنی کو دے کر وہ شیئرز حاصل کر لیے۔ اس کے بعد کمپنی نے ابھی تک اس رقم سے کوئی سامان نہیں خریدا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دس شیئرز جو سو روپے کے ہیں وہ سو روپے کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ لہٰذا اگر فرض کریں کہ ایک شخص (A) کے پاس ایک شیئر ہے اب وہ اس شیئر کو دس کے بجائے گیارہ میں فروخت کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں اس لیے کہ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے دس روپے دے کر گیارہ روپے لے لیے کیونکہ کمپنی نے ابھی تک اس رقم سے کوئی چیز نہیں خریدی ہے بلکہ ابھی تک وہ رقم نقد کی شکل ہی میں اس کے پاس موجود ہے۔

لیکن اگر کمپنی نے یہ کیا کہ جب اس کے پاس سو روپے آئے تو اس نے چالیس روپے کی

مثلاً بلڈنگ خرید لی اور بیس روپے کی مشینری خرید لی اور بیس روپے کا خام مال خرید لیا اور دس روپے اس کے پاس نقد موجود ہیں اور دس روپے لوگوں کے ذمے مال فروخت کرنے کی وجہ سے واجب الاداء ہو گئے اسی بات کو نقشے سے سمجھ لیں:

کمپنی کی کل رقم =/۱۰۰ روپے

واجب الوصول قرضے	بلڈنگ	مشینری	مال	نقد
=/۱۰ روپے	=/۴۰ روپے	=/۲۰ روپے	=/۲۰ روپے	=/۱۰ روپے

اب اس صورت میں کمپنی کے اثاثے پانچ حصوں میں تقسیم ہو گئے۔ اب (A) کے پاس جو دس روپے کا شیئر ہے وہ اسی تناسب سے تقسیم ہو جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ (A) کے پاس جو دس روپے کا شیئر ہے اس میں سے ایک روپیہ واجب الوصول قرض کے مقابل ہے ایک روپیہ نقد کے مقابل ہے چار روپے بلڈنگ کے ہیں۔ دو روپے مشینری کے ہیں اور دو روپے خام مال کے ہیں۔ اب اگر (A) دس روپے کا شیئر =/۱۲ روپے میں فروخت کرنا چاہے تو اس کے لیے جائز ہے اس لیے کہ اس کو فروخت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ (A) نے ایک روپیہ میں ایک روپے کا قرض فروخت کیا ایک روپیہ نقد ایک روپیہ کے عوض فروخت کیا اور باقی دس روپے کے عوض دوسری چیزیں فروخت کیں اور اس طرح (A) کا یہ سودا درست ہو گیا اس لیے (A) جو دو روپے نفع لے رہا ہے نقد اور قرض کے مقابلے میں نہیں لے رہا ہے بلکہ دوسری اشیاء پر نفع لے رہا ہے اور ان پر نفع لینا جائز ہے۔

لیکن اگر کسی وقت نقد رقم اور واجب الوصول قرضہ دس روپے سے زیادہ ہو جائے تو اس صورت میں (A) کے لیے دس روپے کا شیئر دس روپے سے کم یعنی =/۹ روپے میں فروخت کرنا جائز نہیں ہوگا۔ مثلاً فرض کیجئے کہ جب کمپنی کا کاروبار آگے بڑھا اور کمپنی نے ترقی کی تو اس کے نتیجے میں واجب الوصول قرضہ سو روپے ہو گیا اور سو روپے نقد ہو گئے اور چالیس روپے کی بلڈنگ بیس روپے کا مال بیس روپے کی مشینری۔ اس طرح کمپنی کے کل اثاثوں کی مالیت =/۲۸۰ روپے ہو گئی۔ اور ایک شیئر کی بریک اپ ویلیو (Break up Value) اب =/۲۸ روپے ہو گئی۔

مندرجہ ذیل نقشے سے سمجھ لیجئے

کمپنی کی موجودہ کل مالیت =/۲۸۰ روپے

ایک شیئر کی موجودہ قیمت =/۲۸ روپے

بلڈنگ	مشینری	خام مال	نقد	قرضے واجب الوصول
=/۴۰ روپے	=/۴۰ روپے	=/ ۲۰ روپے	=/ ۱۰۰ روپے	=/۱۰۰ روپے

اس صورت میں اگر (A) اپنا شیئر فروخت کرنا چاہتا ہے تو =/۲۱ روپے سے کم میں اس کے لیے فروخت کرنا جائز نہیں اس لیے کہ اب دس روپے ان قرضوں کے مقابلے میں ہوں گے جو لوگوں کے ذمے واجب الادا ہیں اور دس روپے نقد دس روپے کے مقابلے میں ہو جائیں گے اور ایک روپیہ دوسرے اثاثوں کے مقابلے میں ہو جائے گا۔ اس طرح یہ معاملہ درست ہو جائے گا۔ لہٰذا اگر (A) نے اس شیئر کو =/۲۱ روپے کے بجائے =/۱۹ روپے میں فروخت کر دیا تو یہ اس کے لیے جائز نہیں اس لیے کہ یہ تو ایسا ہو جائے گا جیسے =/۲۰ روپے کے عوض =/۱۹ روپے وصول کر لیے جو جائز نہیں۔

لہٰذا جب تک کمپنی نے اثاثے نہیں خریدے بلکہ تمام رقم ابھی تک نقد Liquid شکل میں ہے یا واجب الوصول قرض (Receiveable) کی شکل میں ہے اس وقت تک اس کمپنی کے شیئر کو کمی زیادتی (Above Par or Below Par) کے ساتھ فروخت کرنا جائز نہیں بلکہ فیس ویلیو (Face Value) پر خریدنا اور بیچنا ضروری ہے۔

لہٰذا جس کمپنی کا ابھی تک کوئی وجود نہیں ہے لیکن سٹاک مارکیٹ میں اس کے شیئرز کی خرید و فروخت شروع ہو جاتی ہے جیسے پروویژنل لسٹڈ کمپنی (Provisional ListedCompany) ہوتی ہے اور عام طور پر اس کمپنی کا ابھی تک وجود نہیں ہوتا ایسی کمپنی کے شیئرز کو بھی کمی زیادتی پر فروخت کرنا جائز نہیں۔ مثلاً ابھی کچھ عرصہ پہلے سٹاک مارکیٹ میں بہت تیزی آ گئی تھی اور بہت سی کمپنیاں فلوٹ (Float) ہو رہی تھیں اور زبردست سودے ہو رہے تھے۔ اس وقت ایک کمپنی نے اپنے شیئرز دس روپے میں جاری کیے اور ابھی تک اس کمپنی کی کوئی چیز وجود میں نہیں آئی تھی مگر سٹاک مارکیٹ میں اس کا شیئر =/۸۰ روپے میں فروخت ہو رہا تھا۔ بہر حال! دوسری شرط کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تک کسی کمپنی کے منجمد اثاثے (فکسڈ ایسٹ) (Fixd Assets) وجود میں نہ آ جائیں اس وقت تک اس کے شیئرز کو کمی زیادتی پر فروخت کرنا جائز نہیں۔

تیسری شرط سمجھنے سے پہلے اس بات کو جاننا ضروری ہے کہ آج جتنی کمپنیاں اس وقت

قائم ہیں ان میں سے اکثر کمپنیاں ایسی ہیں کہ ان کا بنیادی کاروبار تو حرام نہیں ہے مثلاً ٹیکسٹائل کمپنیاں ہیں' آٹو موبائل کمپنیاں ہیں وغیرہ۔ لیکن شاید ہی کوئی کمپنی ایسی ہوگی جو کسی نہ کسی طرح سودی کاروبار میں ملوث نہ ہوں' یہ کمپنیاں دو طریقے سے سودی کاروبار میں ملوث ہوتی ہیں۔

پہلا طریقہ یہ ہے کہ یہ کمپنیاں فنڈ بڑھانے کے لیے بینک سے سود پر قرض لیتی ہیں اور اس قرض سے اپنا کام چلاتی ہیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کمپنی کے پاس جو زائد اور فاضل سرپلس (Surplus) رقم ہوتی ہے وہ سودی اکاؤنٹ میں رکھواتی ہیں اور اس پر وہ بینک سے سود حاصل کرتی ہیں' وہ سود بھی ان کی آمدنی کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ میں ایسی کمپنی کے شیئرز خریدوں جو کسی بھی طریقے سے کسی سودی کاروبار میں ملوث نہ ہوں تو یہ بہت مشکل ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ پھر تو کسی کمپنی کے شیئرز کی خرید وفروخت بھی جائز نہیں ہونی چاہیے؟

ایسی کمپنیوں کے بارے میں موجودہ دور کے علماء کرام کی آراء مختلف ہیں۔ علماء کی ایک جماعت کا کہنا یہ ہے کہ چونکہ یہ کمپنیاں حرام کاموں میں ملوث ہیں اب چاہے تناسب کے لحاظ سے وہ حرام کام تھوڑا ہے لیکن چونکہ حرام کام کر رہی ہیں لہٰذا ایک مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس کمپنی کے ساتھ حرام کام میں حصہ دار بنے۔ اس لیے کہ جب اس نے شیئر خرید لیا تو وہ اس کے کاروبار میں شریک ہو گیا اور کاروبار کا ایک شریک دوسرے شریک کا وکیل اور ایجنٹ ہے۔ اب گویا کہ شیئر ہولڈر ان کو اس کام کے لیے ایجنٹ بنا رہا ہے کہ تم سودی قرضے لو اور سودی آمدنی بھی حاصل کرو' اس لیے ان علماء کے نزدیک کسی کمپنی کے شیئرز اس وقت تک خریدنا جائز نہیں جب تک یہ اطمینان نہ ہو جائے کہ یہ کمپنی نہ سود لیتی ہے اور نہ سود دیتی ہے۔

علماء کرام کی دوسری جماعت کا یہ کہنا ہے کہ اگرچہ ان کمپنیوں میں یہ خرابی پائی جاتی ہے لیکن اس کے باوجود اگر کسی کمپنی کا بنیادی کاروبار مجموعی طور پر حلال ہے تو پھر دو شرطوں کے ساتھ اس کمپنی کے شیئرز لینے کی گنجائش ہے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمتہ اللہ علیہ اور میرے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا یہی مؤقف ہے اور ان دونوں حضرات کی اتباع میں' میں بھی اسی مؤقف کو درست سمجھتا ہوں' وہ دو شرطیں یہ ہیں:

پہلی شرط یہ ہے کہ وہ شیئر ہولڈر اس کمپنی کے اندر سودی کاروبار کے خلاف آواز ضرور اٹھائے۔ اگرچہ اس کی آواز مسترد ہو جائے اور میرے نزدیک آواز اٹھانے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ کمپنی کی جو سالانہ میٹنگ ہوتی ہے اس میں یہ آواز اٹھائے کہ ہم سودی لین دین کو درست نہیں سمجھتے' سودی لین دین پر

راضی نہیں ہیں اس لیے کہ اس کو بند کیا جائے۔ اب ظاہر ہے کہ موجودہ حالات میں یہ آواز نقار خانے میں طوطی کی آواز ہوگی اور یقیناً اس کی یہ آواز مسترد ہوگی لیکن جب وہ یہ آواز اٹھائے تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق ایسی صورت میں وہ انسان اپنی ذمہ داری پوری ادا کر دیتا ہے۔

چوتھی شرط جو حقیقت میں تیسری شرط کا ایک حصہ ہے وہ یہ ہے کہ جب منافع ڈیویڈنڈ (Dividend) تقسیم ہو تو وہ شخص انکم سٹیٹ منٹ کے ذریعے یہ معلوم کرے کہ آمدنی کا کتنا فیصد حصہ سودی ڈیپازٹ سے حاصل ہوا ہے۔ مثلاً فرض کیجئے کہ اس کمپنی کو کل آمدنی کا ۵ فیصد حصہ سودی ڈیپازٹ میں رقم رکھوانے سے حاصل ہوا ہے تو اب وہ شخص اپنے نفع کا پانچ فیصد حصہ صدقہ کر دے۔

لہٰذا کمپنی کا اصل کاروبار اگر حلال ہے لیکن ساتھ ہی وہ کمپنی بینک سے سودی قرضے لیتی ہے یا اپنی زائد رقم سودی اکاؤنٹ میں رکھ کر اس پر سود وصول کرتی ہے تو اس صورت میں اگر ان مذکورہ بالا دو شرطوں پر عمل کر لیا جائے تو پھر ایسی کمپنیوں کے شیئرز کی خرید وفروخت کی گنجائش ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ جواز کا موقف معتدل اور اسلامی اصولوں کے مطابق ہے لوگوں کے لیے سہولت کا راستہ فراہم کرتا ہے۔

اوپر کی تفصیل سے یہ معلوم ہو گیا کہ شیئرز کی خرید وفروخت کے جواز کے لیے کل چار شرطیں ہوگئیں:

(۱) اصل کاروبار حلال ہو۔ (۲) اس کمپنی کے کچھ منجمد اثاثے (فکسڈ ایسٹس) وجود میں آچکے ہوں رقم صرف نقد کی شکل میں نہ ہو۔ (۳) اگر کمپنی سودی لین دین کرتی ہے تو اس کی سالانہ میٹنگ میں آواز اٹھائی جائے۔ (۴) جب منافع تقسیم ہو اس وقت جتنا نفع کا جتنا حصہ سودی ڈیپازٹ سے حاصل ہوا ہو اس کو صدقہ کر دے۔ ان چار شرطوں کے ساتھ شیئرز کی خرید وفروخت جائز ہے۔

شیئرز خریدنے کے دو مقصد

آج کل سٹاک مارکیٹ میں شیئرز کے جو سودے ہوتے ہیں وہ دو مقصد کے تحت ہوتے ہیں۔ نمبر ایک بعض لوگ انویسٹمنٹ کی غرض سے شیئرز خریدتے ہیں ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہم شیئرز خرید کر کسی کمپنی کے حصہ دار بن جائیں اور پھر گھر بیٹھے اس کا سالانہ منافع ملتا رہے۔ اس کی تفصیل تو میں نے اوپر بیان کر دی کہ ایسے لوگوں کے لیے چار شرطوں کے ساتھ شیئرز خریدنا جائز ہے۔

شیئرز اور کیپٹل گین

دوسری طرف بعض لوگ شیئرز کی خرید وفروخت انویسٹمنٹ کی غرض سے نہیں کرتے بلکہ ان کا مقصد کیپٹل گین (Capital Gain) ہوتا ہے۔ وہ لوگ اس کا اندازہ کرتے ہیں کہ کس کمپنی

کے شیئرز کی قیمت میں اضافہ ہونے کا امکان ہے۔ چنانچہ اس کمپنی کے شیئرز خرید لیتے ہیں اور پھر چند روز بعد جب قیمت بڑھ جاتی ہے تو ان کو فروخت کر کے نفع حاصل کر لیتے ہیں اور یا کسی کمپنی کے شیئرز کی قیمت گھٹ جاتی ہے تو اس کے شیئرز خرید لیتے ہیں اور بعد میں فروخت کر دیتے ہیں اس طرح خرید وفروخت کے ذریعے نفع حاصل کرنا ان کا مقصود ہوتا ہے۔ اس کمپنی میں حصہ دار بننا اور اس کا سالانہ منافع حاصل کرنا ان کا مقصود نہیں ہوتا بلکہ خود شیئرز ہی کو ایک سامان تجارت بنا کر اس کا لین دین کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے شرعاً اس طریقہ کار کی کہاں تک گنجائش ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح شیئرز خریدنا جائز ہے اسی طرح ان کو فروخت کرنا بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ ان شرائط کو پورا کر لیا جائے جو ابھی اوپر ذکر کی گئی ہیں اور جس طرح یہ جائز ہے کہ ایک چیز آپ آج خرید کر کل فروخت کر دیں اور کل خرید کر پرسوں فروخت کر دیں بالکل اسی طرح شیئرز کی بھی خرید وفروخت جائز ہے۔

ڈیفرنس برابر کرنا سٹہ بازی ہے

لیکن اس خرید وفروخت کو درست کہنے کی دشواری اس سٹہ بازی کے وقت پیش آتی ہے جو سٹاک ایکس چینج کا بہت بڑا اور اہم حصہ ہے جس میں بسا اوقات شیئرز کا لین دین بالکل مقصود نہیں ہوتا بلکہ آخر میں جا کر آپس کا فرق (ڈیفرنس Difference) برابر کر لیا جاتا ہے اور شیئرز پر نہ تو قبضہ ہوتا ہے اور نہ ہی قبضہ پیش نظر ہوتا ہے۔ لہٰذا جہاں یہ صورت ہو کہ قبضہ بالکل نہ ہو اور شیئرز کا نہ لینا مقصود ہو اور نہ دینا مقصود ہو بلکہ اصل مقصد یہ ہو کہ اس طرح سٹہ بازی کر کے آپس کے ڈیفرنس کو برابر کر لینا مقصود ہو تو یہ صورت بالکل حرام ہے اور شریعت میں اس کی اجازت نہیں۔

شیئرز کی ڈیلیوری سے پہلے آگے فروخت کرنا

دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بعض اوقات ایک شخص شیئرز خرید لیتا ہے لیکن ابھی تک اس شیئرز پر قبضہ اور ڈیلیوری نہیں ہوتی۔ اس سے پہلے وہ ان شیئرز کو آگے فروخت کر دیتا ہے۔ مثلاً ایک کمپنی کے شیئرز آج بازار میں جاری ہوئے لیکن ابھی اس کے شیئرز کے اجراء کا عمل مکمل نہیں ہوتا کہ اس سے پہلے ہی ان شیئرز پر دسیوں سودے ہو چکے ہوتے ہیں اس لیے کہ عام طور پر شیئرز کی خریداری کے بعد حاضر سودوں میں بھی ڈیلیوری ملنے میں کم از کم ایک ہفتہ ضرور لگ جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح قبضہ اور ڈیلیوری ملنے سے پہلے ان کو آگے فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

اس سلسلے میں پہلے ایک اصول سمجھ لیں' اس کے بعد صورت واقعہ کا جائزہ لینا آسان ہوگا وہ اصول یہ ہے کہ جس چیز کو آپ نے خریدا ہے اس چیز پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کو آگے فروخت کرنا جائز نہیں لیکن قبضہ کے اندر ہمیشہ حسی قبضہ ضروری نہیں ہوتا بلکہ حکمی قبضہ بھی اگر ہو جائے یعنی وہ چیز ہمارے ضمان (رسک) میں آ جائے تو اس کے بعد بھی اس چیز کو آگے فروخت کرنا جائز ہے۔

شیئرز کا قبضہ

اب یہاں یہ دیکھنا ہے کہ شیئرز کا قبضہ کیا ہے؟ اس پر قبضہ کس طرح ہوتا ہے؟ یہ کاغذ جس کو ہم شیئرز سرٹیفکیٹ کہتے ہیں اس سرٹیفکیٹ کا نام ''شیئر'' نہیں بلکہ ''شیئرز'' اس ملکیت کا نام ہے جو اس کمپنی کے اندر ہے اور یہ سرٹیفکیٹ اس ملکیت کی علامت اور اس کا ثبوت اور اسکی شہادت ہے۔ لہٰذا اگر فرض کریں کہ ایک شخص کی ملکیت تو اس کمپنی میں ثابت ہوگئی لیکن اس کو ابھی تک سرٹیفکیٹ نہیں ملا تب بھی شرعی اعتبار سے یہ کہا جائے گا کہ وہ شخص اس کا مالک ہوگیا۔

اس کو ایک مثال کے ذریعے سمجھئے۔ مثلاً آپ نے ایک کار خریدی' وہ کار آپ کے پاس آ گئی لیکن جس شخص سے آپ نے خریدی ہے وہ کار اب تک اسی کے نام پر رجسٹرڈ ہے' رجسٹریشن تبدیلی نہیں کرائی۔ اب چونکہ آپ کا قبضہ اس کار پر ہو چکا ہے اس لیے صرف آپ کے نام پر رجسٹرڈ نہ ہونے کی وجہ سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ آپ کا قبضہ مکمل نہیں ہوا۔

رسک کی منتقلی کافی ہے

اس طرح شیئرز سرٹیفکیٹ ایسے ہی ہیں جیسے رجسٹرڈ کار' اب سوال یہ ہے کہ کمپنی کا وہ اصل حصہ جس کی یہ شیئر نمائندگی کر رہا ہے وہ اس کی ملکیت میں آ گیا یا نہیں؟ اب ظاہر ہے کہ وہ حصہ ایسا نہیں ہے کہ وہ شخص کمپنی میں جا کر اپنا حصہ وصول کر لے اور اس پر قبضہ کر لے' ایسا کرنا تو ممکن نہیں ہے لہٰذا اصل حصے کے مالک بننے کا مطلب یہ ہے کہ اس حصے کے فوائد اور نقصانات اس حصے کی ذمہ داریاں اور اس کے منافع کا حق دار بن گیا یا نہیں؟

مثلاً آج میں نے سٹاک مارکیٹ سے ایک شیئر خریدا اور ابھی تک شیئر سرٹیفکیٹ کی وصولیابی ڈلیوری نہیں ہوئی' اس دوران وہ کمپنی بم گرنے سے تباہ ہوگئی اور اس کا کوئی اثاثہ باقی نہیں بچا۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ نقصان کس کا ہوا؟ اگر نقصان میرا ہوا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس شیئر کا رسک میں نے لے لیا' اس صورت میں اس کو آگے فروخت کر سکتا ہوں اور اگر نقصان میرا نہیں ہوا بلکہ بیچنے والے

کا نقصان ہوا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس شیئر کا رسک میری طرف منتقل نہیں ہوا تھا۔ اس صورت میں میرے لیے اس شیئر کو آگے فروخت کرنا جائز نہیں جب تک شیئر سرٹیفکیٹ پر قبضہ نہ کرلوں۔

اب سوال یہ ہے کہ حقیقی صورت حال کیا ہے؟ واقعتہً شیئرز کے خریدنے کے فوراً بعد اس کا رسک منتقل (ٹرانسفر) ہو جاتا ہے یا نہیں؟ یہ ایک سوال ہے جس کے جواب میں مجھے ابھی تک قطعی صورت حال معلوم نہیں ہو سکی اس لیے اس کے بارے میں کوئی حتمی بات اب تک نہیں کہتا اور اصول میں نے بتا دیا کہ رسک (Risk) منتقل ہونے کی صورت میں آگے بیچنا جائز ہے۔ البتہ احتیاط کا تقاضا بہر صورت یہی ہے کہ جب تک ڈلیوری نہ مل جائے اس وقت تک آگے فروخت نہ کیا جائے۔

''بدلہ'' کا سودا جائز نہیں

سٹاک ایکس چینج میں شیئرز کی خرید و فروخت کا ایک اور طریقہ بھی رائج ہے جس کو ''بدلہ'' کہا جاتا ہے یہ بھی فنانسنگ کا ایک طریقہ ہے اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص کو پیسوں کی ضرورت ہے اور اس کے پاس شیئرز موجود ہیں وہ شخص دوسرے کے پاس وہ شیئرز لے کر جاتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ میں یہ شیئرز آج آپ کو اتنی قیمت پر فروخت کرتا ہوں اور ایک ہفتہ کے بعد میں قیمت بڑھا کر اتنے میں خرید لوں گا۔ گویا کہ فروخت کرتے وقت یہ شرط ہوتی ہے کہ یہ شیئرز قیمت بڑھا کر واپس کرنے ہوں گے۔ دوسرے شخص کو آپ فروخت نہیں کر سکتے۔ سوال یہ ہے کہ یہ ''بدلہ'' کی صورت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب ظاہر ہے کہ یہ صورت جائز نہیں اس لیے کہ فقہ کا اصول ہے کہ کسی بھی بیع کے اندر ایسی شرط لگانا جو مقتضاء عقد کے خلاف ہو جائز نہیں اور خاص طور پر قیمت بڑھا کر واپس لینے کی شرط لگانا حرام ہے اور یہ شرط فاسد ہے۔ لہٰذا ''بدلہ'' کی یہ صورت خالصتاً سود ہی کا ایک دوسرا عنوان ہے شرعاً اس کی اجازت نہیں۔

شیئرز پر زکوٰۃ کا مسئلہ

ایک مسئلہ شیئرز پر زکوٰۃ کا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ان شیئرز پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر زکوٰۃ واجب ہے تو پھر کس طرح اس کا حساب کیا جائے؟ اور کس طرح ادا کی جائے؟ جیسا کہ میں نے ابتداء میں عرض کیا تھا کہ شیئرز اس حصے کی نمائندگی کرتا ہے جو کمپنی کے اندر ہے۔ لہٰذا اگر کسی شخص نے شیئرز صرف اس مقصد کے تحت خریدے ہیں کہ میں اس کو آگے فروخت کر کے

اس سے نفع حاصل کروں گا۔ گویا کہ کیپیٹل گین مقصود ہے۔ ان شیئرز کا سالانہ منافع وصول کرنا مقصود نہیں تو اس صورت میں ان شیئرز کی مارکیٹ قیمت کے حساب سے اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔

لیکن اگر خریدتے وقت اس کا مقصد کیپیٹل گین نہیں تھا بلکہ اصل مقصد سالانہ منافع حاصل کرنا تھا لیکن ساتھ میں یہ خیال بھی تھا کہ اگر اچھا منافع ملا تو بیچ بھی دیں گے تو ایسی صورت میں زکوٰۃ اس شیئرز کی مارکیٹ قیمت کے اس حصے پر واجب ہوگی جو قابل زکوٰۃ اثاثوں کے مقابل میں ہوگی۔ اس کو ایک مثال کے ذریعے سمجھ لیجئے:

مثلاً شیئرز کی مارکیٹ ویلیو سو روپے ہے؟ جس میں سے =/۶۰ روپے بلڈنگ اور مشینری وغیرہ کے مقابل میں ہیں اور =/۴۰ روپے خام مال' تیار مال اور نقد روپے کے مقابلے میں ہے تو اس صورت میں چونکہ ان شیئرز کے =/۴۰ روپے قابل زکوٰۃ حصوں کے مقابلے میں ہیں اس لیے =/۴۰ روپے کی زکوٰۃ اڑھائی فیصد کے حساب سے واجب ہوگی۔ =/۶۰ روپے کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ نقشے سے یہ بات اور واضح ہو جائے گی۔

شیئرز کی مارکیٹ قیمت =/۱۰۰ روپے

ناقابل زکوٰۃ: بلڈنگ: =/۳۰ روپے' مشینری: =/۳۰ روپے

قابل زکوٰۃ: تیار مال: =/۱۵ روپے' خام مال: =/۱۵ روپے' نقد: =/۱۰ روپے

کل اثاثے: =/۱۰۰ روپے

خلاصہ

خلاصہ یہ کہ صرف ایسی کمپنیوں کے شیئرز کی خرید و فروخت جائز ہے جن کا بنیادی کاروبار جائز اور حلال ہو اور ان شرائط کے ساتھ جائز ہے جو اوپر ذکر کی گئیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریعت کے احکام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

حصص کمپنی خریدنے کی ایک صورت

سوال: اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ شریک ہو کر کمپنی بناتے ہیں اور تجارتی کاروبار کرتے ہیں' ان کمپنیوں کے حصص اکثر فروخت ہوتے رہتے ہیں جو لوگ حصص خریدتے ہیں ان پر سالانہ منافع جس قدر کمپنی کو ہو تقسیم کر دیا جاتا ہے' کبھی کم کبھی زیادہ' اسی طرح اگر کمپنی کو نقصان ہو تو حصہ داران اپنے حصوں کی نسبت سے نقصان کے ذمہ دار ہوتے ہیں' ایسے حصص خریدنا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: تجارتی کمپنی جس میں مختلف کاروبار ہوتے ہیں اور سودی معاملات بھی ہوتے ہیں اور جس کے حصے فروخت ہوتے ہیں اس کا حکم یہ ہے کہ چوں کہ ہر حصہ دار اپنے حصہ کا مالک ہے اور عملہ کاروبار میں ان حصہ داروں کا وکیل ہوتا ہے اور شرعاً ان کا فعل حصہ داروں کی طرف منسوب ہوگا' اگر وہ کوئی ناجائز تجارت کریں گے اور یقیناً کرتے ہیں حتیٰ کہ مسلمانوں سے بھی سود لیا جاتا ہے تو ایسا ہی ہوگا جیسے خود حصہ دار کریں اس لیے ایسی کمپنی میں شرکت ناجائز ہے' اسی طرح حصص خریدنا چونکہ یہ روپیہ کا مبادلہ روپیہ سے ہے اور دست بدست نہیں اس لیے جائز نہیں اور قرض کی تاویل بھی قواعد پر منطبق نہیں ہوتی۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۳۰)

نوٹ: (از فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب مدظلہم) کمپنیوں کے حصص بصورت عروض تجارت یا مشینری ہوتے ہیں اس لیے روپیہ کا مبادلہ روپیہ سے نہیں بلکہ عروض سے ہے جو کہ نسیئۃً بھی جائز ہے۔

کارخانوں کے نام فروخت کرنا

سوال: برخوردار فلاں سلمہ کی خواہش ہے کہ مجھ کو کلکتہ کی دکان کا نام علیحدہ اپنے بھائیوں کے دیدیا جائے اور مطبع فلاں سلمہ کو دیدیا جائے' مال کی برابر تقسیم چاہتے ہیں' اس میں شرعاً جیسا کہ میں نے بذریعہ بیع نامہ تینوں لڑکوں کے برابر دیا' اس میں کمی بیشی نہیں چاہیے' نہ میں دے سکتا ہوں' وہ کام اپنا علیحدہ کرنا چاہتے ہیں' اس تقسیم میں صرف نام ان کو دینا شرعاً گناہ نہ ہوگا؟ اگر شرعاً کوئی گناہ نہ ہو تو سوچوں گا کہ تقسیم کر دینا اچھا ہے' قانوناً نام تنہا ان کو دینے میں کچھ معاوضہ زر نقد ان کو دینا ہوگا اور میں منجانب دیگر بھائیوں نابالغ پدر ولی ہونے کے معاوضہ کر سکتا ہوں اور مال تقسیم تو غالباً برابر کرنے میں کچھ حرج نہ ہوگا؟

جواب: نام ایک حق محض ہے جو شرعاً متقوم نہیں اور اس کا عوض لینا بھی جائز نہیں۔ کحق الشفعۃِ لیکن علامہ شامی نے حموی سے بعض حقوق کے عوض لینے کے جواز کی بعض فروع سے تائید کی ہے: حَیْثُ قَالَ فَرُبَمَا یُشْھَدُ ھٰذا لِلْنُزُوْلِ عَنِ الْوَظَائِفِ اس کے بعد حق شفعہ میں اور اس میں کچھ فرق کیا ہے۔

اور کارخانے کا نام بھی حق وظائف کے مشابہ ہے کہ ثابت علیٰ وجہ الاصالۃ ہے نہ کہ دفع ضرر کے لیے اور دونوں بالفعل امور اضافیہ میں سے ہیں اور مستقبل میں یہ دونوں تحصیل مال کا ذریعہ ہیں' پس اس بناء پر اس کے عوض دینے میں گنجائش معلوم ہوتی ہے' گو لینے والے کے لیے لینا خلاف تقویٰ ہے مگر ضرورت میں اس کو بھی اجازت ہو جائے گی۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۱۹)

مندروں کے اوقاف خریدنا

سوال: چونکہ کفار کا مندروں وغیرہ پر وقف کرنا موقوف شئی کو ملک واقف سے خارج نہیں کرتا' پس اس صورت میں اس قسم کی کوئی زمین وغیرہ واقف سے خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب جائز ہے۔

تتمۃ السوال: کسی کافر نے اپنے اعتقاد کے مطابق کسی مندر پر وقف کر کے کسی دوسرے کافر کو اس زمین موقوف کا متولی بنادیا ہو مگر وہ زمین بنجر ہونے کی وجہ سے مذکورہ متولی اس زمین کو فروخت کر کے کسی دوسرے ذریعہ آمدنی میں داخل کرنا چاہتا ہے چونکہ یہ زمین آئندہ درست ہونے کی امید ہے۔ پس اس زمین کو کسی مسلمان کا متولی سے خرید کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ جس صورت میں کہ خریدنا جائز ہو' واقف کا کوئی وارث موجود ہو اور وہ اپنے اعتقاد کے موافق موقوف ملک خود کو کوئی حق خیال نہ کرتا ہو' متولی غیر وارث سے خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: متولی مالک نہیں' اس لیے اس سے خریدنا اصل مالک کی اجازت کے بغیر جائز نہیں۔

۲۔ اس سے اوپر جواب گزر چکا ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۱۴)

گنا پیدا ہونے سے اس کی خریداری کا حکم

سوال: آج کل یہ دستور ہوگیا ہے کہ پیداوار ا کھ یعنی رس کا معاملہ خرید ایسے وقت ہوجاتا ہے کہ کہیں ا کھ بوئی بھی نہیں جاتی' کہیں کچھ بوئی جاتی ہے' اگر نہیں خریدی جاتی تو عین وقت پر جبکہ رس تیار ہو' ملتی ہی نہیں ہے اس صورت میں خریداری کھنڈسال کی اجازت ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اگر اجازت نہ ہو تو غالب کھنڈسال ہی نہ ہو یا بہت ہی زائد قیمت دینے پر شاید ملے؟

جواب عقد سلم میں بیع کا وقت میعاد تک برابر پایا جانا حنفیہ کے نزدیک شرط ہے۔ اگر یہ شرط نہ پائی گئی تو عقد سلم جائز نہ ہوگا' لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک صرف وقت میعاد پر پایا جانا کافی ہے' کذا فی الہدایہ' تو اگر ضرورت میں اس قول پر عمل کرلیا جائے' گنجائش ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۰۶)

بیع میں للہ کچھ لینے کی شرط لگانا

سوال: زید نے خالد کے ہاتھ کوئی شئی فروخت کی' بایں الفاظ کہ میں نے یہ صندوق مثلاً تمہارے ہاتھ فروخت کیا' اس شرط پر کہ ہر سینکڑے پر ایک یا دو پیسہ للہ خرچ کرنے کے لیے ہم کو دو' ورنہ میں نہیں دوں گا' یہ بیع وشراء شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو دینے والے کا ثواب

زیادہ ہے یا خرچ کرنے والے کا؟

جواب: چونکہ بیع میں ثمن طے ہو جانے کے بعد بھی ثمن میں زیادتی درست ہے اس لیے یہ صورت اس تاویل سے جائز ہو سکتی ہے مگر اس تاویل کی بناء پر وہ پیسے اس بائع کی ملک ہوں گے‘ اس کو اختیار ہوگا‘ خواہ اس مصرف میں صرف کرے یا صرف نہ کرے‘ اس پر کسی کا جبر نہ ہوگا اور جب اس کی ملک ہے تو ثواب اس کے صرف بائع کا ہوگا‘ مشتری کو نہ ہوگا۔ جب ملک ہے تو یہ اختیار بھی بائع کو ہے کہ جہاں چاہے صرف کرے بشرطیکہ مصرف معصیت نہ ہو۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ٩١)

زمیندار کا قصابوں سے ارزاں گوشت خریدنا

سوال: قصاب رعایا میں ہمیشہ سے یہ دستور ہے کہ دوسروں کے مقابلے میں زمیندار کو کم نرخ پر گوشت دیتے ہیں اور بعض جگہ ایک آنہ سیر متعین ہے‘ خواہ نرخ کچھ ہو‘ یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ایک طرح جائز ہے کہ وہ قصاب اس زمین دار کے مکان میں مثلاً رہتا ہو یا اور کوئی انتفاع اس سے ایسا حاصل کرتا ہو جس کی اجرت لینا شرعاً جائز ہو اور اس اجرت میں یہ بات ٹھہر جائے کہ ہر ماہ اس قدر گوشت اتنے نرخ پر لیں گے اور مہینہ میں اس مقدار سے زیادہ نہ بڑھیں‘ کم رہے تو مضائقہ نہیں اس طرح درست ہے‘ جتنا احتمال مہینہ بھر میں ہو اس سے کچھ زیادہ مقدار ٹھہرا لینے میں خطرہ نہ رہے گا مگر حساب یاد رکھنا ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ٦١)

بعض سرکاری مجمعوں میں تجارت کا حکم

سوال: ایک شخص رائے دیتے ہیں کہ دربار انگریزی کی نمائش میں جو بماہ جنوری آئندہ دہلی میں ہونے والا ہے کوئی دکان مراد آبادی برتنوں یا کسی اور مال کی کھولی جائے یا دربار کے کسی کام کا ٹھیکہ لیا جائے‘ اس میں حضور کا کیا ارشاد ہے؟ اگر شرکت ایسے مجمعوں کی ناجائز ہے تو اپنے دوا خانے کے اشتہارات تقسیم کرانا درست ہیں یا نہیں؟

جواب: کفار کا مجمع مطلقاً معصیت نہیں بلکہ صرف جو کسی معصیت یا کفر کی غرض سے منعقد کیا جائے ایسے مجمع کی شرکت و اعانت سب حرام ہے اور جو کسی غرض مباح سے ہو جیسے مسئول عنہ کی محض تزاید سرور و استحکام امر حکومت کے لیے ہوگا‘ میرے نزدیک اس کا یہ حکم نہیں‘ ہاں اگر کسی مقتدی کی شرکت سے یہ احتمال ہے کہ عوام الناس میری سند پکڑ کر دوسرے ناجائز مجامع کو اس پر قیاس کر کے بد احتیاطی کرنے لگیں گے وہاں اس عارض کی وجہ سے سداً للذرائع خاص ایسے شخص کو بچنا واجب ہوگا

اور اشتہار تقسیم کرانا تو ہر حال میں جائز ہے اس کو تکثیر سواد سے کچھ مس نہیں۔ (امدادالفتاویٰ ج ۳ ص ۱۴۰)

سرکاری نرخ پر غلہ خریدنا

سوال: ضلع میں غلہ کا نرخ پانچ سیر پونے پانچ سیر کا تھا' اب اس کا نرخ منجانب چھ سوا چھ سیر سنا جارہا ہے' شریعت کا کیا حکم ہے' اس زیادتی کے ساتھ خریدا جائے یا نہیں؟ ان کی نیت میں تو غلہ خریدتے وقت یہی بات ہوتی ہے کہ گراں ہوگا' تب بیچیں گے جو ارشاد عالی ہو تعمیل کی جائے؟

جواب: صورت مسئولہ میں جواز متردد فیہ ضرور ہے لیکن جواز کے لینے میں گنجائش ہے' اور اگر کوئی احتیاط کرے تو اس کی ہمت ہے۔ خلاصہ یہ کہ فتویٰ جواز پر ہے اور میں اپنی ضعف ہمتی کی بناء پر اس قول جواز کو اختیار کرتا ہوں اور تقویٰ اس سے بچنے میں ہے اور میرے بعض احباب نے قوت ہمت کی بناء پر اسی شق تقویٰ کو اختیار کیا ہے۔ (امدادالفتاویٰ ج ۳ ص ۴۰-۱۳۹)

نیلام میں سرکاری مال خریدنا

سوال: نیلام سرکاری خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ وجہ شبہ یہ ہے کہ بائع اور مبیع اور کی؟

جواب: کسی کے حق واجب کے استیفاء کے لیے کسی کا مال نیلام کردینا بقول صاحبین کے جائز ہے اور اس کے مفتی بہ ہونے کے سبب اسی پر عمل ہے۔ (امدادالفتاویٰ ج ۳ ص ۱۲۱)

مُردار یا مخلوط جانوروں کی چربی خریدنا

سوال: چربی کی تجارت کا دستور ہے اور اس میں مرے ہوئے حلال جانوروں کی بھی چربی اور ذبح کیے ہوئے جانوروں کی بھی چربی ملا جلا کر خرید وفروخت کی جاتی ہے' یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور فقط مُردار حلال جانوروں کی چربی کا کیا حکم ہے؟

جواب: مخلوط کا خریدنا اور اس سے انتفاع غیر اکل میں جائز ہے جبکہ خالص حلال کی نہ ملتی ہو لیکن بیچنا جائز نہیں اور صرف مرے ہوئے حلال جانوروں کی بیع اور اس سے ہر قسم کا انتفاع حرام ہے اور اگر حلال جانور کی چربی ناپاک چربی کے ساتھ بدون قصد وارادہ کے اتفاقاً نجس ہو جائے تو اس کی بیع بھی جائز ہے اور غیر اکل میں انتفاع بھی۔ (امدادالفتاویٰ ج ۳ ص ۱۱۶)

درزیوں کی مشین قسطوں پر فروخت کرنا

سوال: خیاطوں میں یہ طریقہ بکثرت مروج ہے کہ کمپنی سے کپڑے سینے کی مشین قسط پر لیتے ہیں یعنی مشین کمپنی سے لیتے وقت کمپنی کو ایک کرایہ نامہ تحریر کردیتے ہیں اور پانچ روپیہ ماہوار ادا کرتے

ہیں، حتیٰ کہ مشین کی قیمت بڑھ جاتی ہے مگر چونکہ یک مشت ڈیڑھ سو روپے دینا گراں معلوم ہوتا ہے اور یہ ماہواری قسط پونے دو سو روپے کچھ معلوم نہیں ہوتا، جب پورا روپیہ ہو جاتا ہے تو بیع نامہ ہو جاتا ہے اور اگر پانچ روپے بھی رہ جاتے ہیں تو کمپنی مشین زبردستی اٹھالیتی ہے تو یہ صورت درست ہے یا نہیں؟

جواب: معاملہ مذکورہ ناجائز ہے مگر ناجائز ہونے کی وجہ یہ نہیں کہ ادھار میں قیمت زیادہ لے لی کیونکہ ادھار میں بہ نسبت نقد کے زیادہ قیمت لے لینا جبکہ مجلس عقد میں نقد یا ادھار ہونا متعین ہو جائے، جائز ہے بلکہ ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ معاملہ یا بیع ہے یا اجارہ، اگر بیع ہے تو شرط فاسد ہے کہ ادنیٰ جز و قیمت رہ جانے پر واپس لے لیں گے اور ادا شدہ رقم کالعدم سمجھی جائے گی اور اگر اجارہ ہے تو شرط فاسد ہے کہ زر کرایہ کے عوض میں بیع کر دیں گے اور ایسا کوئی معاملہ شریعت میں نہیں کہ ایک صورت میں بیع ہو اور ایک صورت میں اجارہ۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۲۲)

ضمانت کمیشن پر ایجنٹ بنانا

سوال: زید غیر مسلم نے عمرو مسلم کو کہا کہ اگر تم مجھے دو ہزار روپے بطور ضمانت دے دو تو میں تم کو اپنا مال فروخت کرنے کے لیے ایجنٹ مقرر کر دوں گا اور فی عدد ایک آنہ کمیشن دوں گا، عمرو نے منظور کر کے دو ہزار روپیہ زید کو دے دیا اور دو ہزار روپیہ سے دو چند سہ چند مال فروخت کے واسطے دینے کا وعدہ کر کے دیتا ہے اور عمرو اس کو فروخت کرتا ہے، یہ صورت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے، مگر شرط یہ ہے کہ اس غیر مسلم کو جو روپیہ بطور ضمانت دیا ہے اس میں دینے والے کی یہ اجازت نہ ہو کہ اس سے تجارت وغیرہ کر کے منتفع ہو، اگر وہ بدون اس کی اجازت کے ایسا کرے گا تو اس کا بار خود اس کے ذمہ ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۲۹)

کپڑا، روئی اور ٹرام ریلوے کے حصص خریدنا

سوال: (۱) کپڑے اور روئی بنانے کے ملوں کے شیئر یعنی حصص خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ اور (۲) ٹرام ریلوے کے حصص خریدنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: ۱، ۲ اگر حصہ صرف نقد روپیہ تھا تو اس کے خریدنے کے لیے برابر سرابر ہونا شرط ہے اور اگر حصہ میں آلات کا جز و بھی ہے تو بدون اس شرط کے بھی درست ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۳۰)

سرکاری درختوں کا ملازم سرکار کو نیلام میں خریدنا

سوال: سرکاری درخت جو سڑک کے کناروں پر کھڑے ہوتے ہیں جس وقت خشک

ہوجاتے ہیں' نیلام کردیے جاتے ہیں' ایسے درخت یا عام طور پر کل سرکاری چیزوں کے لیے قانوناً ممانعت ہے کہ کوئی سرکاری ملازم نیلام میں نہ خریدے' اگر کسی افسر نے ایک درخت کو بلا رعایت نیلام کیا اور جلسہ عام میں جتنی قیمت اس کی بولی میں آسکتی تھی وہ بولی گئی اور پھر اس نے اخیر قیمت پر اضافہ کرکے دوسرے کے نام سے بولی بلوائی اور خود خرید لیا تو اس افسر نیلام کنندہ کا یہ فعل شرعاً جائز ہوگا یا نہیں؟

جواب: جب ممانعت ہے تو خریدنا جائز نہیں' البتہ یہ درست ہے کہ کوئی اور خریدے' پھر یہ ملازم اس سے خریدے مگر اس خریدار کے ساتھ رعایت درست نہیں کہ درحقیقت مقصود اپنے نفس کے ساتھ رعایت ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۱۳)

کافر سے گھاس کی بیع وشراء کرنا

سوال: (۱) خودرو گھاس کو کفار یا سرکار سے خریدنا کیسا ہے؟ (۲) اور کفار کے ہاتھ بیچنا کیسا ہے؟

جواب: (۱) درست نہیں (۲) بعض کے نزدیک درست ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۶۴)

اجیر کے ہاتھ مال فروخت کرنا

سوال: زید نے عمر سے کہا کہ میں تم کو روپیہ دیتا ہوں اور تمہارے لانے کی اور بار برداری کی اجرت دیتا ہوں' تم میرے اجیر بن کر لاؤ تاکہ پھر تم اس مال میں نقص نہ بتاؤ؟

جواب: اس کہنے سے عمر کا حق مال کو ناقص بتلانے کا بیع مرابحہ کے وقت ان دونوں کے درمیان زائل نہیں ہوا' عمر کو مثل مشتری اجنبی کے تمام حقوق حاصل ہیں' البتہ زید کو یہ اختیار ہے کہ جس وقت عمر اجیر ہونے کی حیثیت سے مال لایا ہے اگر ناقص مال لانے سے منع کردیا تھا تو ناقص ہونے کی صورت میں عمر سے مخالفت کرنے کی وجہ سے روپیہ لے لے' مگر جب مال کو قبول کرلیا تو زید کو تو کوئی حق نہیں رہا' مگر عمر کو یہی حق حاصل ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۱)

بلا اذنِ ولی نابالغ کے بیع کرنے سے وجوب ثمن کا حکم

سوال: نابالغ نے کوئی چیز خریدی' بلا اذن ولی اور ثمن ادا نہیں کیا تو بالغ ہونے کے بعد ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: اگر بیع کے بعد ولی نے اذن دے دیا تب تو بیع صحیح ہوگئی اور ثمن واجب ہوگیا' بلوغ کے بعد بھی ادا کرنا ہوگا اور اگر اذن نہیں دیا اور وہ شئی ہلاک ہوگئی تو ادا کرنا واجب نہ ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۲)

سُنار کی راکھ کی خرید وفروخت کرنا

سوال: کچھ لوگ سُنار کی راکھ خرید کر اس سے سونا چاندی نکالتے ہیں' کیا یہ جائز ہے؟

جواب: جائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۱۷۳)

ذخیرہ اندوزی کر کے گراں فروخت کرنا

سوال: ایک شخص کی آمدنی کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ وہ پیاز' لہسن' آلو' گیہوں وغیرہ خرید کر جمع کر لیتا ہے اور جب یہ چیزیں مہنگی ہو جاتی ہیں تب بیچتا ہے' کیا ایسا کرنا درست ہے؟

جواب: اگر بستی میں یہ اشیاء بکثرت موجود ہیں اور اس شخص کے خریدنے سے کوئی تنگی نہیں آتی اور دیر بعد جب موسم نہ رہے ان کو گراں فروخت کرتا ہے اور گراں بھی اس قدر جو کہ قابل برداشت ہے تو اس میں گناہ نہیں' اس کی آمدنی درست ہے' اگر اس کے خریدنے سے تنگی اور پریشانی ہوتی ہے اور وہ ناقابل برداشت گراں فروخت کرتا ہے تو یہ سخت گنہگار ہے اور یہ طریقہ موجب لعنت ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۱۷۰)

مرض الوفات میں کم قیمت پر بیع کرنا

سوال: اگر کسی چیز کی خریداری میں کم قیمت ادا کی جائے اور فروخت کنندہ سے زیادہ قیمت بوجہ بیماری یا ضعیف العمری یا زندگی سے مایوسی کی بناء پر' ایک دو دن مرنے سے پہلے فروخت کنندہ سے دیگر اشخاص کے بلا مشورہ خفیہ طور پر کہ جو باعلان نہ ہوا ایسا بیع نامہ کرایا جائے تو اس بات میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں؟

جواب: اگر یہ بیع نامہ ایسے شخص کے حق میں ہوا ہے جو شرعاً بائع کا وارث بھی ہے تو یہ بیع ورثہ کی اجازت پر موقوف ہے' وہ اجازت دیں گے تو نافذ ہو جائے گی ورنہ نہیں' اگر یہ بیع نامہ کسی اجنبی کے حق میں ہوا ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ دیانتدار اور تجربہ کار آدمی اس چیز کی قیمت تجویز کریں اور پھر دیکھیں کہ مشتری نے اس سے کس قدر کم ادا کی ہے' اگر وہ کمی بائع کے ایک ثلث ترکہ کے برابر یا اس سے کم ہو تو تب بیع صحیح ہوگی ورنہ اجازت ورثہ پر موقوف ہے' اگر ورثہ بالغ ہوں تو مشتری سے کہا جائے گا کہ اس کی قیمت پوری ادا کر دو ورنہ بیع کو فسخ کر دیا جائے گا کیونکہ یہ کمی وصیت کے حکم میں ہے۔ هكذا في مرأة المجتبى ص ۱۹۱

(۲) جب کہ خریدار مذکور خود رقم قرض کے اندراج کو تسلیم کرتا ہے لیکن باقی ماندہ قیمت کو ادا

نہیں کرتا اور جو شئی بیع نامہ فروخت کنندہ سے حاصل کی گئی ہے اس کے جز کی واپسی بھی عدم ادائیگی قیمت کے لحاظ سے نہیں کرتا ہے جس سے رقم ادا شدہ اور شئی حاصل شدہ مساوی حالت میں ہو جائیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۸۳۔۲۸۲)

بیوی کو فروخت کرنا

سوال: جو اپنی بیوی کو بیچتا ہو اس کے لیے اللہ اور اس کے رسول کا حکم کیا ہے؟ اور محلہ دار جو زور دے کر اسے روپیہ دلواتے ہوں تو ان کے لیے اللہ و رسول کا کیا حکم ہے؟

جواب: بیوی کو بیچنا حرام ہے' بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں گنہگار ہیں' روپیہ واپس کرنا فرض ہے' خریدنے سے اس سے جماع حلال نہ ہوگا بلکہ وہ زنا ہوگا' لہٰذا بیوی جس کی ہے اسکو واپس کر دی جائے اور روپیہ جسکا ہے واپس کر دیا جائے' محلہ والوں کو حرام کام کی امداد کرنا حرام ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۲۸۱)

بیع میعادی میں مبیع سے انتفاع کا حکم

سوال: زید اپنا مکان عمر کے ہاتھ فروخت کرتا ہے' اس کی فروختگی کے شرائط یہ ہیں:

(۱) جو رقم میں نے بوقت فروخت عمر سے لی ہے اس رقم کو اگر دس سال میں واپس دے دوں تو زید کو عمر مکان لازمی واپس دے گا' اگر زید دس سال کے اندر رقم واپس نہ کر سکا تو دس سال کے گزر جانے کے بعد بیع قطعی سمجھی جائے گی' پھر زید مکان عمر سے واپس نہیں لے سکتا۔

(۲) دس سال کا کرایہ زید کے اس مکان سے عمر وصول کرے گا اور عمر اپنے تصرف میں لائے گا اور جو کچھ مرمت وغیرہ دس سال میں ہوگی وہ عمر کرا دے گا' ایسی شکل میں زید کے اس مکان کا کرایہ جو میعادی بیع ہے' عمر کو اپنے تصرف میں لانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ بیع شرعاً رہن کے حکم میں ہے اور شئی مرہون سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں' لہٰذا شکست و ریخت کی مرمت اصل مالک یعنی زید کے ذمہ ہے اور اس دس سال کے کرائے کا مالک بھی زید ہی ہے' عمر کو یہ کرایہ تصرف میں لانا درست نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۲۸۴)

چوری کی چیز کو خریدنا

سوال: ایک لڑکا مراہق بازار میں چلا جا رہا تھا اور اس کے پاس قیمتی شے ہے' وہ کہتا ہے کہ میں اس کو بیچتا ہوں' قیمت بہت کم بتلائی اور انتہائی کم قیمت میں وہ شئی خریدی گئی اس سے معلوم کیا

کہ چوری کی تو نہیں' اس نے انکار کیا لیکن قرائن سے اغلب یہی ہے کہ وہ چوری کی شئی تھی' اب کیا کریں' آیا صدقہ کریں یا کچھ اور کریں؟

جواب: جس شئی کے متعلق قرائن سے غالب خیال یہ ہو کہ یہ چوری کی ہے اس کو خریدنا درست نہیں' اگر خرید چکا ہے تو واپس کر دے' اگر مالک کا علم ہو جائے تو اس کے حوالے کر دے' پھر چاہے تو اس سے معاملہ کر کے خرید ے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ص ۲۷۹)

بائع اور مشتری کے درمیان قیمت کا اختلاف

سوال: زید کے پاس قصاب کا لڑکا آیا' اس نے گوشت کی قیمت چار روپے سیر بتلائی' زید نے کہا تین روپے سیر دیں گے' لڑکا جانے لگا مگر خاموش رہا اور پھر آ کر گوشت دے دیا' لڑکا کچھ بولا نہیں' تھوڑی دیر کے بعد پھر سری پائے دے دیا اور قیمت دو روپے بتلایا' زید نے قیمت ۴ روپے بتائی' اس سے زائد نہیں تو اس کا کیا حکم ہے؟ زید نے گوشت کی قیمت ۳ روپے کے حساب سے دے کر بات ختم کر دی؟

جواب: سری پائے کی قیمت تو طے ہو گئی تھی اس میں تو کوئی شبہ نہیں' گوشت کی قیمت زید نے اپنی طرف سے طے کر کے بتادی کہ تین روپے سیر جس پر لڑکا خاموش ہو کر گیا اور گوشت لے آیا' لہٰذا یہ بیع فاسد نہیں ہوئی' پھر چار روپے سیر کے حساب سے بتانا غلط تھا تاہم تین روپے سیر کے حساب سے دے کر بات ختم کر دی گئی تو بہتر ہوا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ص ۳۴۱)

ایک شریک نے اداءِ ثمن سے انکار کر دیا

سوال: زید اور بکر نے معاہدہ کیا کہ وہ مل کر فلاں کمپنی سے زمین خریدیں' چنانچہ دونوں نے حسب معاہدہ کچھ رقم جمع کی اور قسطوں پر زمین خریدی' ابھی دو قسطیں ہی ادا کی تھیں کہ بکر نے مزید رقم دینے سے انکار کر دیا' کیا زید اس کا پابند ہے کہ وہ بکر کی دی ہوئی رقم (جو زید نے ہی اپنی رقم کے ساتھ ملا کر کمپنی کو دی تھی) اپنی گرہ سے ادا کرے؟

جواب: اس رقم کی واپسی زید کے ذمہ نہیں' البتہ اگر زید نے کل زمین خرید لی اور بکر کی ادا کی ہوئی رقم بھی اپنے حساب میں کمپنی کو ادا کر دی تو زید پر یہ رقم ہو گی' لہٰذا وہ اس کا پابند ہو گا کہ یہ رقم بکر کو واپس کرے' زید کو یہ بھی اختیار ہے کہ بکر کے حصہ کی رقم بھی ادا کر کے پوری زمین اپنے قبضہ میں لے لے اور پھر بکر کو اس کا حصہ اس وقت تک نہ دے جب تک اس سے اس کی پوری قیمت وصول نہ کرے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۵۵۹)

قسطوں پر خرید و فروخت کرنا

سوال: مشین ریڈیو پنکھا وغیرہ دکان دار سے قسطوں پر خریدنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ لینے والے کو اس میں آسانی ہے مگر قسطوں پر ادھار لینے میں نقد لینے سے کچھ زیادہ رقم ادا کرنا پڑتی ہے اس میں یہ بھی شرط ہے کہ تمام اقساط ادا نہ کرنیکی صورت میں سابقہ اقساط ضبط کر کے مبیع واپس لے لی جائیگی؟

جواب: ادھار کی وجہ سے زیادہ قیمت لینا جائز ہے مگر تمام اقساط ادا نہ کرنیکی صورت میں مبیع کی واپسی اور ادا کردہ اقساط ضبط کرنیکی شرط فاسد ہے اس لیے یہ معاملہ جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۵۱۹)

ہندوستان میں بُردہ فروشی کیوں جائز نہیں؟

سوال: ہندوستان میں مسئلہ بردہ فروشی و داشتن کنیز کیوں جائز نہیں؟ جبکہ وہ اسلام کا حکم ہے؟

جواب: شرعاً تو جائز نہیں ہندوستان ہو یا عرب قانون انگریزی کی ممانعت کی وجہ سے مثل دیگر احکام کے نافذ نہیں ہوتا۔ البتہ ایک دوسری وجہ بھی ہے وہ یہ کہ آج کل عموماً جن عورتوں اور مردوں کو بُردہ بنا کر فروخت کیا جاتا ہے وہ اکثر آزاد ہوتے ہیں ظلماً گرفتار کر کے بیچتے ہیں جن کا فروخت کرنا اور خریدنا دونوں حرام ہیں اور اس میں ہندوستان کی خصوصیت نہیں آجکل عرب میں بھی جو فروخت ہوتے ہیں ان کا خریدنا احتیاط کے خلاف ہے۔ (آج کل عرب میں بھی بردہ فروشی نہیں کیونکہ شرعی غلام باندی وہاں بھی نہیں ہیں) (امداد المفتیین ص ۸۳۲)

قیمت معلوم کیے بغیر سامان لے جانا

سوال: اکثر بلاد میں رواج ہے کہ عطار کی دکان پر جا کر دوائیں لیتے ہیں اور قیمت دوا کی دریافت نہیں کرتے اور عطار اس دوا کو حساب میں لکھ دیتا ہے اور بروقت حساب کے جو کچھ عطار نے طلب کیا وہ دے دیا جاتا ہے پس یہ تعامل لوگوں کا بہتر ہے یا نہیں؟ اور یہ بیع صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: یہ تعامل صحیح ہے دوا کو قرض لائے ہیں اور وقت ادا کے اس کی قیمت دے دیتے ہیں پس ذمہ پر دوا ہوتی ہے دیتے وقت اس کی قیمت ادا کر دی جائز ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۹۴)

چیز دوسری جگہ سے لا کر نفع سے دینا

سوال: ایک شخص نے ایک دکان سے کوئی شئی خریدی مگر دکان دار کے پاس نہ تھی دوسرے دکاندار سے لا کر اور اپنا منافع لگا کر دی لہٰذا یہ صورت درست ہے یا نہیں؟

جواب: اگر اس شخص سے پیشگی قیمت لی ہے اور اس نے اس شخص کو خریدنے کا وکیل بنایا ہے تو اب یہ اس

سے نفع نہیں لے سکتا اور اگر خریدار سے یہ کہہ دیا ہے کہ اس وقت نہیں پھر دوسرے وقت تم آ کر لے جانا اور اس کے کہنے کے بعد دوسرے شخص سے خرید کر اس پر نفع لیا تو البتہ درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۹۵)

خریدتے وقت چیزیں چکھنا کیسا ہے؟

سوال: تاجر کے پاس کھانے کی چیزیں آم' خربوزہ' تربوز وغیرہ کا چکھنا کیسا ہے؟

جواب: اس کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) خریدنے کا ارادہ نہ ہو تو منع اور مکروہ ہے' نقصان کا بدلہ دے۔ (۲) خریدنے کا عزم تھا' چکھنے کے بعد پسند آئی' پھر ارادہ بدل گیا تو نقصان کا بدلہ دے یا مالک سے معافی چاہے۔ (۳) چکھنے کے بعد پسند نہ آیا تو نہ خریدنے میں کوئی حرج نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۷۰)

عورتوں کا دکان پر بیٹھ کر تجارت کرنا

سوال: تبلیغی جماعت میں یا کسی اور وجہ سے باہر جانا ہوتا ہے تو مرد کی عدم موجودگی میں عورتیں تجارت کرتی ہیں' تو شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: عورتوں کے لیے جائز نہیں کہ بے حجاب ہو کر دکان پر بیٹھ کر غیر محرم کے ساتھ تجارت کریں' ان کے مرد تبلیغی جماعت کو جائیں یا حج کو یا کسی اور مقصد سے سفر کریں' بے پردگی کسی بھی حالت میں جائز نہیں' اس طرح کی بے حجابانہ دکان داری میں دونوں گنہگار ہوتے ہیں۔ حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے کہ کیا تم عورتوں کو چھوڑ دیتے ہو کہ بازاروں میں ذمیوں کے ہجوم میں گھسیں' اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس شخص پر جس میں غیرت نہ ہو۔

مجالس الابرار میں ہے کہ عورت جب تک مردوں سے چھپی رہے اس کا دین محفوظ رہے گا' جبکہ نبی علیہ السلام نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہؓ سے پوچھا کہ عورت کے لیے خوبی کی بات کیا ہے؟ لاڈلی بیٹی نے (جو جنتی عورتوں کی سردار تھیں) جواب دیا کہ نہ وہ کسی مرد کو دیکھے اور نہ اسے کوئی مرد دیکھے۔

خلاصہ یہ کہ تبلیغی کام کی وجہ سے بھی عورتوں کو دکان پر بیٹھنے کی' بے پردہ ہونے اور غیر محرم سے باتیں کرنیکی شریعت اجازت نہیں دیتی' عورت نماز میں قرأۃ بالجہر نہیں کر سکتی' عورت حج میں ''لبیک'' زور سے نہیں کہہ سکتی تو دکان پر بیٹھ کر غیر محرم کے ساتھ آزادی سے باتیں کرنیکی اجازت کیونکر ہو سکتی ہے؟ اگرچہ کمائی ہوئی رقم حرام نہیں لیکن کمائی کا طریقہ ناجائز اور گناہ کا باعث ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۶۷)

افیون کی بیع اور کاشت

سوال: افیون کی کاشت کرنا کیسا ہے؟ نیز اس کی تجارت کے لیے کیا حکم ہے' اس کا حکم

شراب کے مثل ہے یا اس سے جدا؟

جواب: افیون کا کھانا حرام ہے اگرچہ اس کی حرمت شراب سے کم درجہ کی ہے یہی وجہ ہے کہ اسلامی حکومت ہو تو شراب پینے والے پر حد جاری کرتی ہے اور افیون کھانے والے پر حد جاری نہیں کی جاتی۔ البتہ تعزیری سزا دی جاتی ہے کاشت خشخاش کی کی جاتی ہے اس میں کوئی حرج نہیں اس کی تجارت بھی جائز ہے البتہ اس سے افیون نکال کر اس کی تجارت مکروہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۳۳۸)

اجارہ پر لی ہوئی زمین میں افیون کاشت کرنا

سوال: ایک شخص نے کسی کو اپنی زمین اجارہ پر دیدی مستاجر نے اس پر افیون کاشت کردی تو کیا اس پر اجرت لینا جائز ہے؟

جواب: صورت مسئولہ کے مطابق اس طرح زمین پر اجرت لینا حرام نہیں ہے جب فقہاء کی عبارات سے واضح ہے کیونکہ مالک زمین نے ارتکاب معصیت کے لیے زمین تو نہیں دی ہے جبکہ افیون کی ایک خاص مقدار کا ادویات میں استعمال کرنا بھی جائز ہے۔

قال العلامة قاضی خانؒ : ولابأس لمسلم ان یواجر داره من ذمی لیسکنها وان شرب فیه الخمر او عبد فیه الصلیب او ادخل فیه الخنازیر فذالک لا یلحق المسلم. (فتاویٰ قاضی خان مع سراجیة ص ۱۸ ج ۳ کتاب الاجارات باب الاجارة الفاسد)

کفار کے میلوں میں بغرض سوداگری جانا

سوال: ہندوؤں کے میلہ میں تجارت کے واسطے جانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر کوئی چیز سوائے اس میلہ کے کہیں نہ بکتی ہو اس کی خرید وفروخت کے واسطے جانا بضرورت جائز ہے اور بلاضرورت جانا بہتر نہیں کہ ایسے مجمعوں میں جانا شان مغضوبیت کی ہوتی ہے ان میں شریک ہونا غضب الٰہی سے حصہ لینا اگرچہ اس مجمع والوں کے برابر گناہ نہ ہو مگر خالی نہ رہے گا تو جب باوجود کراہت کے عذاب میں شریک ہو گئے تو جو خوشی سے جائیں گے وہ کیونکر بچ جائیں گے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۲۶۹)

میلہ میں سامان خریدنے کیلئے جانا

سوال: کسی میلہ میں بضرورت خرید وفروخت کرنے جانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جو چیز ضرورت کی ہو اور کسی دوسری جگہ نہ ملتی ہو تو اس کو خریدنے کے لیے جانا درست ہے بلا اس کے نہیں جانا چاہیے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۵ص۲۲۶) "جیسا کہ عام رواج ہے" (م ع)

مسلمانوں کے میلہ میں سوداگری کیلئے جانا

سوال: مسلمانوں کے میلوں میں جیسے پیران کلیر وغیرہ میں واسطے سوداگری یا خریداری کے جانا درست ہے یا نہیں؟

جواب: درست نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص۵۵۶)

(نوٹ) یہی "ناجائز کا" حکم کفار کے میلوں میں جانے کا ہے خواہ تجارت وخریداری کے لیے ہو خواہ انتظام کے لیے کہ جیسے پولیس والے انتظام کے لیے جاتے ہیں۔ چنانچہ قطب الاقطاب حضرت مولانا گنگوہیؒ ایک دوسرے سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

"مجمع میلہ کفار وفساق وروافض میں جانا خواہ تجارت کی وجہ سے ہو خواہ انتظام کے واسطے ہو خواہ تماشا کی وجہ سے سب حرام کہ تکثیر ورونق اس میلہ کی ہوتی ہے" "بحوالہ بالا" پہلے دو مسئلے بھی غور سے پڑھ لیے جائیں۔" (م ع)

آم کا عشر بائع کے ذمہ یا مشتری کے

سوال: آم کے درخت میں عُشر کیسے نکالا جائے اور اگر باغ فروخت ہو جائے تو اس کے عشر کی کیا صورت ہوگی؟

جواب: اگر کوئی شخص اپنی کھیتی یا پھلا ہوا باغ بیچ ڈالے تو اگر قبل پکنے کے بیچا ہے تو عشر مشتری کے ذمہ ہوگا اور اگر پکنے کے بعد بیچا ہے تو عشر بائع کے ذمہ ہوگا۔ (فتاویٰ احیاء العلوم ج۱ص۳۴۹)

انعامی سکیموں کا حکم

سوال: لکی انعامی سکیم یا دیگر انعامی ٹکٹوں کا کاروبار کرنا شرعاً کیسا ہے؟ اور اس میں ملنے والے انعام کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس قسم کی انعامی سکیموں پر جوئے کی تعریف صادق آتی ہے اس لیے لکی انعامی سکیم یا دیگر کسی بھی قسم کی انعامی ٹکٹوں کا کاروبار شرعاً جائز نہیں اور اس سے ملنے والی انعامی رقم کا صدقہ کرنا واجب ہے۔

قال العلامة الحصكفیؒ: اكتسب حراماً واشترىٰ به ...... تصدق بالربح والّالا وهٰذا قياس و قال ابوبكر كلاهما سواء ولا يطيب له. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ج۴ص ۲۱۹، مطلب اذا اكتسب حراماً ثم كتار)

بیع فاسد اور باطل کے احکام

بیع فاسد اور باطل کی تعریف اور حکم

سوال: بیع فاسد اور بیع باطل کی تعریف کیا ہے اور ہر دو کا حکم کیا ہے؟

جواب: مقتضائے عقد کے خلاف کسی شرط کے لگانے سے بیع فاسد ہو جاتی ہے اور بیع باطل میں سرے سے بیع ہی نہیں ہوتی' بیع فاسد کا حکم یہ ہے کہ جب تک خریدار کے قبضہ میں نہ آ جاوے تب تک ملک ثابت نہیں ہوتی اور اس بیع کو توڑنا ضروری ہوتا ہے۔ بیع باطل کا حکم یہ ہے کہ خریدار مبیع کا مالک نہیں ہوتا بلکہ مبیع بائع کی ملک میں برابر رہتی ہے۔ مبیع سے استفادہ جائز نہیں ہوتا۔ (منہاج الفتاویٰ غیر مطبوعہ)

حکومت کی طرف سے الاٹ شدہ زمین کا حکم

سوال: آج کل جو زمینیں زرعی اصلاحات کے تحت حکومت پاکستان زمین داروں اور کسانوں کو اقساط پر الاٹ کر رہی ہے جس کی مقررہ قسطیں بیس سال میں ختم ہوں گی' تمام قسطیں ادا کرنے کے بعد زمین دار زمین کا مالک بنے گا' اس سے پہلے اس کو صرف آباد کرنے کا حق ہوگا' بیچنے یا ہبہ کرنے کا حق وغیرہ حاصل نہیں' لیکن اب ہو یہ رہا ہے کہ تمام قسطیں ادا کرنے سے پہلے ہی زبانی یا جعلی دستاویزات کے ذریعہ ایسی زمینوں کی بیع وشراء ہو رہی ہے' کیا یہ جائز ہے؟ اور اس بیع کی وجہ سے مشتری قبضہ کرنے کے بعد زمین کا مالک بنے گا یا نہیں؟ اور بائع رقم وصول کرنے کے چند سال بعد اپنے نام الاٹ ہونے کی بناء پر مشتری سے زمین واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟ اور ایسی زمین میں میراث جاری ہوگی یا نہیں؟

جواب: یہ بیع بالشرط ہونے کی وجہ سے فاسد ہے اور قبض مشتری کی وجہ سے اس کی ملک ہے اور بیع ثانی صحیح ہے' مشتری ثانی کی رضا کے بغیر اس کی واپسی جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ٦ ص ٥٣٣)

شرط فاسد کی ایک صورت کا حکم

سوال: ایک شخص کی زمین ہے اس میں چونا کا بھٹہ اور گودام ہے' وہ کرائے پر دے رکھا ہے' دوسرا شخص اس زمین کو لینا چاہتا ہے اس زمین کا بھٹہ وغیرہ توڑ کر اپنا مکان بنائے گا' کمپنی کی طرف سے قانون ہو گیا ہے کہ بھٹے ایک سال میں اٹھا دیئے جائیں لہٰذا وہ خریدار اس بات کو کہتا ہے کہ جب تک کمپنی اجازت دے اس وقت تک کرایہ بھٹہ آپ لے لیجئے' خواہ ایک سال ہو یا دو سال سوا اس وقت تک کوئی مکان وغیرہ نہیں بنائے گا' اس صورت میں بائع کو کرایہ لینا جائز ہوگا یا نہیں؟

جواب: جس وقت بیع کی جائے گی وہ زمین مشتری کی ملک میں آ جائے گی اور بائع کی ملک سے خارج ہو جائے گی۔ بائع کو اس سے کرایہ وصول کرنے کا حق نہیں رہے گا اور اس شرط سے فروخت کرنا کہ زمین مشتری کے قبضہ میں فی الحال نہ جائے بلکہ بائع بدستور اس سے نفع حاصل کرتا رہے اور بھٹہ اٹھنے کے بعد زمین پر مشتری کا قبضہ ہو یہ ناجائز ہے' خواہ اسکی کچھ میعاد مقرر ہو یا نہ ہو۔ لہٰذا جواز کی صورت یہ ہے کہ ابھی مشتری کو جلدی بھی نہیں اس لیے ابھی فروخت نہ کی جائے' جب بھٹہ اٹھ جائے اور زمین فارغ ہو جائے اس وقت بیع کر کے اس پر مشتری کا قبضہ کرا دیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۲۷۷)

ادھار بیع کرنا

سوال: اگر ثمن کے ادا کرنے کے لیے کوئی مدت متعین کر لی جائے تو بیع جائز ہوگی یا نہیں؟

جواب: اگر مدت معلوم ہو تو جائز ہے (ورنہ فاسد ہے) ہدایہ میں ہے: **يَجُوْزُ الْبَيْعُ بِثَمَنٍ حَالٍ وَمُؤَجَّلٍ اِذَا كَانَ الْاَجَلُ مَعْلُوْمًا** انتهٰى. (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۲۷۵)

اس شرط پر زمین بیچی کہ مشتری کے نام انتقال تک پیداوار بائع لے گا

سوال: شاہ محمد نے حاجی نور محمد کے پاس اس شرط پر چھ ایکڑ زمین فروخت کی کہ جب تک زمین کے انتقال کی منظوری نہ ملے اس وقت تک پیداوار کا حق دار شاہ محمد رہے گا' کیا یہ بیع صحیح ہے؟

جواب: اس صورت میں شرط فاسد لگانے کی وجہ سے بیع فاسد ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۷۸)

دارالحرب میں جا کر بیع فاسد کرنا

سوال: اگر کوئی مسلم مستامن دارالحرب میں جا کر حربیوں کے ساتھ بیع فاسد کرتا ہے یا جوا کھیل کر ان کا مال لیتا ہے تو یہ مال مسلمان کے لیے حلال ہوگا یا نہیں؟

جواب: حلال ہے' درمختار میں ہے: **ولا بين حربي مسلم مستامن ولو بعقدٍ فاسدٍ او قمار**. (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۲۷۷)

راب کے موسم سے پہلے کسی موضع کے نرخ سے کم مقرر کرنا

سوال: یہاں پر دستور ہے کہ نرخ مال راب اساڑھ میں مقرر کر لیتے ہیں اور گاؤں شاہ نگر ہے وہاں کے نرخ سے ایک روپیہ یا بارہ آنہ فی من کمی پر مقرر کیا جاتا ہے اور شاہ نگر کے نرخ پر نرخ ٹھہرایا جاتا ہے اور کسی قدر روپیہ راب کے بائع کو دیا جاتا ہے' بعد میں راب کی تیاری پر روپیہ دیا جاتا ہے' یہ نرخ شاہ نگر پر مقرر کرنا اور کمی فی من بارہ آنہ مقرر کر لینا کیسا ہے؟ سود ہے یا کیا ہے؟

جواب: اس طرح سے معاملہ کرنا جائز نہیں ہے بیع فاسد ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۹۷)

بیع بالشرط کی ایک صورت کا حکم

سوال: زید نے بکر کو ایک بھینس فروخت کی اس شرط پر کہ اس کا دودھ میں ہی خریدتا رہوں گا اب اس کا دودھ زید کو لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر بھینس کی بیع اس شرط پر موقوف تھی کہ اگر مشتری اس شرط کو قبول نہ کرتا تو بائع بیع پر راضی نہ ہوتا تو یہ بیع فاسد ہوگئی جس سے توبہ واستغفار اور اس بیع کا فسخ کرنا واجب ہے البتہ اگر صرف مشورے اور وعدے کے بطور یہ شرط لگائی' بیع کو اس پر موقوف نہیں رکھا تو یہ بیع صحیح ہوگئی' دودھ کا لین دین جائز ہے' بکر اس کا پابند نہیں کہ زید کو ہی دودھ فروخت کرے' ہاں اخلاقاً اسے یہ وعدہ پورا کرنا چاہیے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۵۱۹)

بیع فاسد میں مبیع ہلاک ہوگئی

سوال: بیع فاسد میں اگر مبیع ہلاک ہوجائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: بائع مشتری سے ذوات القیم ''قیمت والی چیزوں'' میں قبضہ کے دن کی قیمت اور ذوات الامثال میں اس کی مثل لے کر مشتری کو ثمن واپس کرے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۵۱۹)

بقاء ملک کی مصلحت سے کم قیمت پر بیع کرنا

سوال: اگر زید اپنی مملوکہ شئی کو بقاء ملک کی مصلحت کی وجہ سے اصل مالیت سے کم قیمت پر بیع کرتا ہے تو نافذ ہوگی یا نہیں؟

جواب: اگر کسی خفیہ مصلحت کی وجہ سے بیع نہ ہو' صرف ظاہری طور پر بیع کا اظہار ہو تو ایسی بیع صحیح نہیں کیونکہ یہ بیع از قسم بیع ملجیہ ہے جس کا بیان نور الانوار میں بایں الفاظ ہے۔

"ان یلجی شئی الی ان یاتی امر باطنه بخلاف ظاهره فیظهر بحضور الخلق انهما یعقدان البیع لاجل مصلحة ودعت الیه ولم یکن فی الواقع بینهما بیع"

اور پھر اس کا حکم بیان کرتے ہیں: "یفسد البیع ولا یوجب الملک وان اتصل به القبض لعدم الرضا" یہ الجاء بیع کو فاسد کرتا ہے اور ملک کو ثابت نہیں کرتا اگرچہ مبیع پر قبضہ کرلیا جائے رضا کے نہ ہونے کی وجہ سے اور اگر مصلحت مذکورہ کی وجہ سے واقعتہً بیع ہوئی ہے تو نافذ ہوگی۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۳۷۳)

کافر سے بیع باطل کر لینے کے بعد بیع کا حکم

سوال: اگر کوئی شخص کسی ہندو باغ والے سے ٹھیکہ کے وقت آم خریدے تو اس باغ کے آم خرید کر کھانا جائز ہے یا نہیں؟ حضرت تھانویؒ نے امداد الفتاویٰ میں جائز لکھا ہے، البتہ مسلمان مالک کے باغ سے خریدے ہوئے آم کھانا ناجائز لکھا ہے، اگر یہ صحیح ہے تو وجہ فرق دونوں میں کیا ہے؟

جواب: وجہ فرق یہ ہے کہ جب مالک مسلمان ہے اور اس نے بیع باطل کی تو مبیع ملک بائع سے خارج اور ملک مشتری میں خارج نہیں ہوئی آگے مشتری سے خریدنے والوں کے لیے کیسے حلال ہو؟ یہی وجہ ہے کہ مسلمان سے خریدنے والا کافر ہو یا مسلمان دونوں حالت میں اس میں برابر ناجائز ہیں اور جب مالک باغ کافر ہے اس سے کسی مسلمان یا کافر نے بیع باطل کر لی تو دارالحرب میں علیٰ قول الطرفین یہ بیع نافذ ہے، مبیع ملک بائع سے نکل کر ملک مشتری میں داخل ہوگئی اب اس سے دوسرے مسلمان خرید لیں تو ان کے لیے گنجائش ہے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ بھی درست نہیں۔ (امداد المفتیین ص ۸۳۴)

دارالحرب میں حربی کی بیع اور اس کے احکام

سوال: دارالحرب کے کفار اگر اپنی اولاد یا اقرباء کو دارالحرب یا دارالاسلام میں کسی مسلمان یا کافر کے ہاتھوں فروخت کردیں اور وہ مشتری ان کو خرید کر اپنے شہر میں لاتا ہے تو اس بیع کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: دارالحرب میں کفار اگر اپنے نفس یا اپنی اولاد کو خوشی کے ساتھ دارالحرب میں گئے مسلمانوں کے ہاتھوں فروخت کردیں تو اس میں اختلاف روایات ہے۔ حسن روایت کرتے ہیں کہ امام اعظمؒ کے نزدیک یہ بیع باطل ہے اور امام کرخیؒ فرماتے ہیں کہ اگر یہ بیع حربی کے دین میں جائز ہے تو مسلمان کے حق میں بھی جائز ہوگی ورنہ نہیں اور امام ابونصر دبوسی سے منقول ہے کہ حربی کو اپنی اولاد اور اقرباء کو مسلمانوں کے ہاتھوں فروخت کرنا ناجائز ہے لیکن حربی کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے اور ابن سماء کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیع مطلقاً جائز ہے، خواہ مسلمانوں کے ہاتھوں فروخت کرے یا حربی کے۔

اور اگر دارالحرب میں حربیوں کی اولاد اور ان کے اقرباء کو خرید کر وہاں سے باہر لے جائے تو مالک ہو جائے گا۔ غلبہ قبضہ اور حفاظت کی وجہ سے اور اگر وہ مملوک اپنی رغبت کی وجہ سے مشتری کے ساتھ باہر نکل جائے تو ملکیت ثابت نہ ہوگی، ان لوگوں کے نزدیک جو اس بیع کو ناجائز کہتے ہیں۔

اور اگر حربی دارالاسلام میں آ کر اپنی اولاد مسلمانوں کے ہاتھوں فروخت کرتا ہے تو اس بیع سے ملکیت ثابت نہ ہوگی اور اس مسئلہ میں قول فیصل حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا قول ہے جو اپنی بعض تحریرات میں فرماتے ہیں:

''کافر حربی اپنی اولاد یا اقرباء کو مسلمانوں کے ہاتھوں فروخت کرتے ہیں اور مسلمان خریدنے کے بعد ان کو اپنی جائے اقامت پر لے آتے ہیں۔ خواہ دارالحرب ہو یا دارالاسلام تو اس میں اختلاف روایات ہے کہ ایسی خریدی ہوئی عورتیں شرعاً باندیاں ہوں گی یا نہیں؟ تمام اقوال میں اقویٰ اور اصح یہی قول ہے کہ یہ عورتیں شرعاً باندیاں ہو جائیں گی' اب ان کی بیع' ہبہ' رہن کرنا اور بغیر نکاح وطی کرنا جائز ہے' جیسا کہ روایات سے ظاہر ہے اور بعض لوگوں نے جواز بیع کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ اس قسم کی بیع کرنے کا ان میں رواج ہونا چاہیے اور بعض نے شرط نہیں لگائی۔ بہر حال اگر وہ شرط متحقق ہے' فبہا' ورنہ ان کے رقیق اور غلام ہونے کے لیے دلائل تو یہ اور روایات ارجح کی وجہ سے رواج کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا کیونکہ تمام حربی دارالحرب میں جلانے کی لکڑی اور شکار کے حکم میں ہیں۔ پس جو شخص ان حربیوں کو پکڑ لے گا' شکار کی طرح وہی ان کا مالک بن جائے گا لیکن قبضہ اور غلبہ اور دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف منتقل کرنا ضروری ہے۔''

''اِذَا ثَبَتَ الشَّئُی ثَبَتَ بِلَوَازِمِہٖ'' کے قاعدہ سے جب یہ کفار غلام اور باندیاں بن گئے تو کفارات میں ان کا آزاد کرنا اور عورتوں سے بغیر نکاح وطی کرنا بھی جائز ہوگا اور اولاد ہونے کی صورت میں مولیٰ کے دعویٰ کرنے پر نسب بھی ثابت ہوگا اور بچہ آزاد ہوگا اور باپ کے مال کا وارث بنے گا اور اس کا حصہ دوسرے لڑکوں سے کم نہ ہوگا کیونکہ آزاد عورتوں اور باندیوں سے ہونے والی اولاد باپ کی وراثت میں مساوی حقوق رکھتی ہے' اور اس بچہ کی ماں امّ ولد بن جائے گی اور اگر باندی مشترکہ تھی' بچہ پیدا ہونے کے بعد دونوں نے دعویٰ نسب کیا تو اس کا نسب دونوں سے ثابت ہو جائے گا اور دونوں کا لڑکا ہونے کی وجہ سے دونوں کے مال سے پورا پورا حصہ وراثت میں وصول کرے گا۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۷۷۲)

دارالاسلام میں آزاد کی بیع کرنا

سوال: دارالسلام میں آزاد کی بیع کرنا بیع فاسد ہے یا باطل؟

جواب: آزاد انسان چونکہ مال نہیں ہے اس لیے اس کی بیع باطل ہوگی کیونکہ بیع کا رکن تبادل مال بالمال معدوم ہے لیکن امام محمدؒ سے ایک روایت ہے کہ قحط اور شدید مجبوری کی حالت میں درست ہے یا کوئی شخص مقروض ہے اور قرض ادا کرنے کی کوئی صورت نہیں تو اس کی ادائیگی کے لیے اپنے نفس کو فروخت کرتا ہے تو جائز ہے اور جب کہ بیع جائز ہوگئی تو اگر آزاد عورت نے اپنے نفس کو فروخت کر دیا تو اب اس سے وطی کرنا بھی جائز ہوگا کیونکہ بیع کے ثبوت کے بعد تمام

لوازمات بھی ثابت ہوں گے۔ مشہور ہے: اِذَا ثَبَتَ الشَّیٔ ثَبَتَ بِلَوَازِمِه اور مولیٰ کے دعویٰ کرنے کے بعد اس عورت سے ہونے والی اولاد بھی ثابت النسب ہوگی۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۲۷۷)

اکھ بونے کے وقت اس کی خریداری

سوال: اس دیار میں رس نیشکر کی خریداری کا عموماً یہ طریقہ ہے کہ اس کی موجودگی سے پہلے اس کی خرید وفروخت کی جاتی ہے بعض تو ایسے وقت میں خرید کرتے ہیں کہ ابھی رس قابل وصول نہیں ہوتا اور بعض اکھ بونے کے وقت خرید لیتے ہیں، پس بیع سلم کی شرط جو آئمہ کے نزدیک ہے: اَنْ یَّکُوْنَ الْمُسْلَمُ فِیْهِ مَوْجُوْدًا مِنْ حِیْنِ الْعَقْدِ یعنی جس چیز کی بیع سلم ہوئی ہے اس کو عقد کے وقت سے موجود ہونا ضروری ہے۔ مقصود ہے اگرچہ محل کے وقت تک ہونے میں اختلاف ہے پس اس صورت میں آپ سے دریافت ہے کہ اس دیار کے عام طریقہ کو عموم بلویٰ کہہ کر جواز کا فتویٰ دیا جائے گا یا نہیں؟ یا کہ جو حیلہ اس میں ہوسکتا ہے وہ معلوم ہو جائے؟

یا یہ کہ قبضہ کے وقت باہمی رضامندی سے بیع فسخ کر کے اسی قیمت میں بائع سے خرید لیں مگر اس میں بائع پر ایک جبر مشتری کی جانب سے ہوگا کیونکہ فسخ کے بعد بائع کو شرعاً قیمت کے بڑھانے کا حق ہوگا مگر بہ سبب تمسک کے جو اول مرتبہ لکھا گیا ہے بائع کو مجبوراً پہلی قیمت میں دینا پڑے گا یا یہ کہ اول روپیہ قرض دے دے اور جس وقت کہ اس کے وصول کے قابل ہو جائے اس کا نرخ مقرر کر لے یا اور کوئی شکل ہو تو لکھ دیجئے تاکہ عام لوگوں کو مسئلہ سے اطلاع ہو؟

جواب: رس کی بیع جو اس دیار میں ہوتی ہے یہ ہرگز درست نہیں' نہ بطور بیع کے کہ بیع معدوم ہے اور نہ بطور سلم کے کہ مسلم فیہ کا وجود عقد کے وقت ضروری ہے۔ پس یہ معاملہ فاسد ہے' البتہ حیلہ یہ کرنا کہ ان کو روپیہ قرض دیا جائے اور مال تیار ہونے کے وقت ایک مقدار مقرر کر کے لیا جائے اور قرض میں محسوب کر لیا جائے تو درست ہوسکتا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۹۶)

شراب کی قیمت کا حکم

سوال: زید کافی مقروض تھا مگر اس کے پاس سوائے شراب کے کوئی چیز نہ تھی' لہٰذا اس نے شراب فروخت کر کے لوگوں کا قرض ادا کر دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس رقم سے اپنا قرض وصول کیا ہے یہ ان کے حق میں جائز ہے یا نہیں؟

جواب: شراب کی بیع باطل ہے اس کا ثمن واجب الرد ہے' بائع اور قرض خواہ پر حرام ہے۔

(احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۵۲۲)

مُردار کی خرید وفروخت جائز نہیں

سوال: بمبئی میں بھینسوں کے جائے قیام میں مردہ بھینس اوران کے بچوں کو اٹھانے اور نکالنے کے لیے ایسا بندوبست کیا گیا ہے کہ مردار بردار کچھ رقم جائے قیام کے شرکاء یا مالک کو دے دیتے ہیں اور پورے سال کا کانٹراک کر لیتے ہیں۔ یہ رقم غیر مسلم تو لیتے ہیں مگر مسلمانوں کے لیے چونکہ مردار کی بیع حرام ہے یہ لوگ رقم نہیں لے سکتے' بنابریں مسلم پیشہ ور اپنی بھینسوں کو بلاعوض کنٹراکٹر کو دے دیتے ہیں اور اپنی زحمت سے مردار اٹھواتے ہیں' تاخیر ہونے کی وجہ سے تعفن زیادہ ہو جاتا ہے' لہٰذا اس بارے میں رہنمائی فرمائیں کہ یہ رقم غرباء کو دے سکتے ہیں؟ یا پیشاب خانہ یا چوراہوں' اوٹا جو عام لوگوں کے لیے استعمال ہو یا راستہ وغیرہ بنانے رفاہ عام کے کاموں میں خرچ کر سکتے ہیں؟

جواب: بے شک مردہ جانوروں کی بیع کرنا یا خورد ونوش کے لیے کسی کو لینا جائز نہیں ہے' حرام ہے' مُردار کی بیع باطل ہے' صورت مسئولہ میں مزدوری دے کر مزدوروں سے مردار اٹھانے کا الگ بندوبست ہو سکتا ہو تو ایسا کرنا لازم ہے مگر جب یہ ممکن نہ ہو اور مجبوراً قیام گاہ کے شرکاء کے ساتھ شریک ہونا ہی پڑے تو وہ رقم کسی غریب محتاج کو دے دینی ضروری ہے۔ رفاہ عام کے کام میں بھی لگا سکتے ہیں' مردار جانوروں کے چمڑے دباغت کے بعد بیچ سکتے ہیں اور کام میں لے سکتے ہیں' قبل از دباغت ناجائز ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ ص ۱۹۱)

ایک شئی کی بیع ثمن مؤجل اور معجّل کے ساتھ

سوال: بائع کہتا ہے کہ یہ کتاب نقد ایک ہزار میں دیتا ہوں اور ایک سال کے ادھار پر دو ہزار میں' اس پر مشتری نے کہا مجھ کو منظور ہے' اب خریدار پر کتنا ثمن لازم آئے گا؟

جواب: یہ بیع باطل ہے' علامہ ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں: "**واما البطلان فیما اذا قال بعتک بالف حالاً وبالفین الی سنة فلجهالة الثمن انتهی.**" (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۷۶)

اس شرط پر بیع کرنا کہ مشتری بائع کو سرکاری زمین خرید کر دے

سوال: ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ فلاں زمین سرکاری مجھے دے دو' اس کے مقابلہ میں اپنی زمین تجھے دوں یا دے دی اس دوسرے شخص نے یہ بات قبول کر لی اور زمین سرکاری اسے لے دی' اس کے بعد ہر ایک شخص تبادلہ کی ہوئی زمین پر کئی سال تک قابض رہا' ان میں سے ایک سودے سے پھر گیا' کیا یہ پھرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ بیع شرعاً جائز ہوئی یا نہیں؟

جواب: اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر لفظ "تجھے دوں" کہا تھا تو یہ بیع نہیں ہوئی' فقط بیع کا وعدہ ہے جب اس نے یہ زمین خرید کر دوسرے کو دے دی اور اس زمین پر خود قبضہ کرلیا تو بیع بالتعاطی ہوگئی۔

اور اگر "دے دی" کہا تو یہ بیع باطل ہوئی' بعد میں تعاطی سے بھی صحیح نہ ہوگی (کیونکہ) بیع باطل یا فاسد کے بعد تعاطی سے بیع صحیح ہوتی۔ (احسن الفتاویٰ ج۶ ص۴۷۶)

بیع کی جائز صورتیں

بیرون ملک سے بذریعہ بینک تجارت کرنا

سوال: آج کل بیرونی ممالک سے مال منگانے کی صورت میں خریدار مال کی قیمت بینک کے ذریعے ادا کرتا ہے' مثلاً کراچی کا ایک تاجر جاپان کے ایک تاجر سے مال منگاتا ہے تو جاپان کا تاجر کراچی کے تاجر سے کہے گا کہ تم اپنی کے کسی مقامی بینک کے ذریعے میرے حق میں ایک لیٹر آف کریڈٹ کھول دو' کراچی کا بینک اپنی جاپان کی شاخ کو اس لیٹر آف کریڈٹ کے ذریعے ہدایت کردے گا کہ جاپان کے تاجر سے مال کے جہاز سے روانہ کرنے کے متعلق ضروری کاغذات وصول کرکے اس مال کی قیمت ادا کردے' علاوہ ازیں جو مال باہر کے ملک سے آتا ہے اس کے آنے سے پہلے انوائس (بیجک جس پر مال کی تفصیل اور قیمت وغیرہ درج ہوتی ہے) کی ایک نقل خریدار کو بھیج دی جاتی ہے' بعض اوقات مال آنے سے ہی صرف بیجک کے ذریعے اصل خریدار دوسرے خریدار کو اور دوسرا تیسرے کو نفع لے کر مال فروخت کرتا ہے حالانکہ مال سامنے موجود نہیں ہوتا' کیا اس طرح بینک کے ذریعے قیمت ادا کرنا اور باہر کا مال سامنے نہ ہونے کی صورت میں یہاں کے خریدار کا مال خریدنا اور پھر محض بیجک دکھا کر اس مال کو دوسرے دکاندار کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے؟ نیز یہ کہ چھوٹے دکاندار جو ان بڑے دکانداروں سے مال نقد یا قرض خرید کر اپنی دکانوں وغیرہ پر فروخت کرتے ہیں ان کے کاروبار میں تو کوئی خرابی نہیں آتی؟

جواب: بینک خریدار کا وکیل ہے' لہٰذا مال کے جاپانی شاخ کے قبضہ میں آجانے کے بعد اس کی بیع جائز ہے۔ "فان قبض الوكيل كقبض المؤكل" (احسن الفتاویٰ ج۶ ص۵۲۴)

برآمدات کے شرعی احکام

الحمدلله رب العالمين' والعاقبة للمتقين' والصلوٰة والسلام على

سیدنا و مولانا محمد خاتم النبیین وعلیٰ آله واصحابه اجمعین' وعلیٰ کل من تبعهم باحسان الی یوم الدین. اما بعد

آج کا یہ سیمینار خاص طور پر برآمدات (ایکسپورٹ) کے موضوع پر منعقد کیا جارہا ہے اور یہ سیمینار اپنے موضوع پر پہلا سیمینار ہے۔ لہٰذا اس سیمینار کے منعقد کرنے کا ایک اہم مقصد یہ ہے کہ اس میں برآمدات کے بارے میں شرعی مسائل اور احکام کو بیان کریں۔

بیع منعقد ہونے کے وقت کا تعین

سب سے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ "برآمد یا ایکسپورٹ" میں بیع منعقد ہونے کے وقت کا تعین شرعی نقطہ نظر سے بھی ضروری ہے اور قانونی نقطہ نظر سے بھی ضروری ہے۔ یعنی وہ پوائنٹ آف ٹائم کیا ہے جس میں بیع (سیل) حقیقتاً منعقد ہو جاتی ہے؟ اور وہ پوائنٹ آف ٹائم کیا ہے جس میں ضمان (رسک) ایکسپورٹر سے امپورٹر کی طرف منتقل (پاس ان) ہو جاتا ہے؟ اس وقت کا تعین اس لیے ضروری ہے کہ بہت سے قانونی مسائل پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے اور بہت سے شرعی مسائل پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے۔ لہٰذا پوائنٹ آف ٹائم کے تعین کے لیے دو چیزوں کے درمیان ایک واضح فرق ذہن میں رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

"بیع" اور "وعدۂ بیع" کے درمیان فرق

بیع (سیل) اور "وعدۂ بیع" (ایگریمنٹ ٹو سیل) دونوں کے درمیان فرق کا ذہن میں رکھنا انتہائی ضروری ہے اس کے بغیر "برآمد" کے مسائل کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکتے۔ شریعت میں بھی "بیع" علیحدہ چیز ہے اور "وعدۂ بیع" علیحدہ چیز ہے اور قانون کے اعتبار سے بھی "سیل" (Sale) اور چیز ہے اور "ایگریمنٹ ٹو سیل" علیحدہ چیز ہے۔ آج کل عام بول چال میں "کنٹریکٹ" معاہدہ کا جو لفظ بولا جاتا ہے اس کا اطلاق دونوں پر ہوتا ہے اس لیے "کنٹریکٹ" (معاہدہ) سیل (بیع) کا بھی ہو سکتا ہے اور ایگریمنٹ ٹو سیل کا بھی' کنٹریکٹ (معاہدہ) ہو سکتا ہے لیکن دونوں کنٹریکٹس (معاہدوں) میں بڑا فرق ہوتا ہے اور یہ فرق شریعت اور قانون دونوں میں الگ الگ طریقے سے متعین کیا گیا ہے۔ اس فرق کو سمجھنا ضروری ہے۔

پہلا فرق یہ ہے کہ جب ایگریمنٹ ٹو سیل (وعدۂ بیع) کیا جاتا ہے تو جو سامان فروخت کیا گیا ہے اس کا ٹائٹل (حق ملکیت) خریدار کی طرف منتقل نہیں ہوتا۔ جب تک کہ (بیع) حقیقتاً وجود میں نہ آجائے بلکہ صرف اتنا ہوتا ہے کہ دونوں پارٹیاں آپس میں ایگری (وعدہ) کرتی ہیں یعنی

بائع (سیلر) کہتا ہے کہ میں سامان خریدار کومہیا کروں گا اور خریدار کہتا ہے کہ میں قیمت ادا کروں گا لیکن محض اس ایگریمنٹ کے نتیجے میں دونوں کی ملکیت منتقل نہیں ہوتی۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ موجودہ قانون کے اعتبار سے جب کسی چیز کی سیل (بیع) ہو جاتی ہے تو اس سیل کے نتیجے میں نہ صرف یہ کہ ملکیت منتقل ہو جاتی ہے بلکہ عام حالات میں اس کا رسک (ضمان' خطرہ) بھی خریدار کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ مثلاً میں نے ایک ٹیپ ریکارڈر خریدا اور ابھی یہ ٹیپ ریکارڈر بائع (سیلر) ہی کے قبضے میں رہنے دیا لیکن اس ٹیپ ریکارڈر کی بیع ہو چکی اور اس بیع کے نتیجے میں اس کی ملکیت میری طرف منتقل ہو گئی تو اس صورت میں موجودہ قانون کے اعتبار سے اس ٹیپ ریکارڈر کا رسک (ضمان) بھی میری طرف منتقل ہو چکا ہے۔ اب اگر سیلر (بائع) کے قبضے میں وہ ضائع ہو جائے یا چوری ہو جائے یا خراب ہو جائے تو نقصان میرا ہو گا بائع کا نہیں ہو گا اس لیے کہ موجودہ عام قانون میں رسک (ضمان' خطرہ) کی منتقلی قبضے پر موقوف نہیں ہے بلکہ جیسے ہی ملکیت منتقل ہو گی۔ رسک (ضمان) بھی منتقل ہو جائے گا لیکن اسلامی قانون میں یہ صورت نہیں ہے بلکہ اسلامی قانون میں دو چیزیں الگ الگ ہیں ایک ہے ٹائٹل اور ملکیت کا منتقل ہونا اور دوسرا ہے اس کا رسک اور ضمان منتقل ہونا اسلامی شریعت کا حکم یہ ہے کہ صرف بیع ہو جانے اور ملکیت منتقل ہونے سے رسک (ضمان' خطرہ) منتقل نہیں ہوتا۔ جب تک اس پر خریدار کا قبضہ نہ ہو جائے۔ لہٰذا جب تک اس ٹیپ ریکارڈر کو میں اپنے قبضے میں نہ لے لوں' یا میرا وکیل اور نمائندہ اس پر قبضہ نہ کر لے' چاہے وہ قبضہ حقیقی ہو یا عرفی ہو' اس وقت تک اس کا ضمان میری طرف منتقل نہیں ہو گا' موجودہ قانون اور شرعی قانون میں یہ فرق ہے۔

تیسرا فرق یہ ہے کہ اگر ابھی تک کسی چیز کا "وعدۂ بیع" ہوا ہے اور حقیقی بیع ابھی تک نہیں ہوئی اس "وعدۂ بیع" کے بعد بائع وہ چیز کسی اور کو فروخت کر دے تو کہا جائے گا کہ اس نے اخلاقی اعتبار سے اچھا نہیں کیا لیکن قانونی اعتبار سے یہ بیع درست سمجھی جائے گی اور خریدار اس چیز کا مالک بن جائے گا۔ مثلاً میں نے یہ معاہدہ کر لیا کہ میں یہ ٹیپ ریکارڈر خالد سے خریدوں گا اور ابھی صرف معاہدہ ہوا حقیقی بیع نہیں ہوئی اس کے بعد خالد نے وہ ٹیپ ریکارڈر میرے بجائے زید کو فروخت کر دیا تو اب یہ کہا جائے گا کہ خالد نے ایک معاہدے کی خلاف ورزی کی اور اخلاقی اعتبار سے اس نے اچھا نہیں کیا لیکن قانونی اعتبار سے زید اس ٹیپ ریکارڈر کا مالک بن گیا۔ اب میرے لیے زید کو یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ یہ ٹیپ ریکارڈر تو میرا تھا تم نے کیوں خرید لیا۔ البتہ مجھے خالد کو صرف یہ کہنے کا حق ہے کہ تم نے مجھ سے

بیع کرنے کا وعدہ کیا تھا اور اب تم نے یہ ٹیپ ریکارڈر زید کو فروخت کر کے اس وعدہ کی خلاف ورزی کی اور اس کے نتیجے میں میرا یہ نقصان ہوا۔ لہٰذا یہ نقصان ادا کرو اس سے زیادہ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم وہ ٹیپ ریکارڈر بھی زید سے واپس لے کر میرے حوالے کرو لیکن اگر حقیقتاً بیع ہو جاتی' اس کے بعد خالد زید کو وہ ٹیپ ریکارڈر فروخت کر دیتا تو پھر مجھے یہ دعویٰ کرنے کا حق تھا کہ چونکہ بیع ہو چکی ہے اس لیے یہ ٹیپ ریکارڈر میرے حوالے کرو اور دوسری بیع کالعدم ہو جاتی۔

چوتھا فرق ''سیل'' اور ''ایگریمنٹ ٹو سیل'' میں چوتھا فرق یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی چیز کی ابھی حقیقتاً بیع نہیں ہوئی بلکہ صرف یہ معاہدہ ہوا ہے کہ تم مجھے یہ چیز فروخت کرو گے۔ اس دوران اگر بائع دیوالیہ (مفلس) ہو جائے تو خریدار یہ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں چیز چونکہ میں خرید چکا ہوں۔ لہٰذا یہ چیز مجھے دیدی جائے بلکہ وہ چیز بدستور بائع کی ملکیت ہوگی اور بحکم عدلیہ اس چیز کو بھی دوسرے سامان کے ساتھ فروخت کر کے بائع کے قرضے ادا کیے جائیں گے لیکن اگر حقیقتاً بیع ہو گئی تھی تو اس صورت میں خریدار وہ سامان اپنے قبضے میں لے سکتا ہے جس کی بیع پہلے ہی ہو چکی ہے۔ یہ فرق شرعی احکام میں بھی ہے اور موجودہ قانون میں بھی یہ فرق موجود ہے۔

یہ چند بنیادی فرق ہیں جو ''بیع اور وعدۂ بیع'' کے اندر پائے جاتے ہیں۔ انہی بنیادی فرق کو سامنے رکھتے ہوئے ہم ''ایکسپورٹ'' کا شرعی جائزہ لیتے ہیں۔

آرڈر موصول ہونے کے وقت مال کی کیفیت

جب ہم کوئی سامان ایکسپورٹ کرتے ہیں تو پہلے ہمیں بیرون ملک سے ''امپورٹر'' کی طرف سے اس کا آرڈر وصول ہوتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آرڈر موصول ہونے کے وقت ہمارے پاس وہ سامان موجود نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات وہ سامان یا تو ہمیں اپنے کارخانے میں تیار کرنا پڑتا ہے کبھی دوسروں سے تیار کرانا پڑتا ہے اور کبھی بازار سے خریدنا پڑتا ہے اور بعض اوقات وہ سامان پہلے سے ہمارے پاس موجود ہوتا ہے۔

اگر آرڈر موصول ہونے کے وقت مال موجود ہے

اگر وہ سامان ہمارے پاس پہلے سے تیار موجود ہے تو اس صورت میں ہمیں ''امپورٹر'' کے ساتھ ''ایگریمنٹ ٹو سیل'' کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اسی وقت ''سیل'' کر سکتے ہیں اور اس سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے یہ سامان تمہیں فروخت کیا ہے اور اس نے وہ سامان خرید لیا۔ اس صورت میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔

اگر آرڈر موصول ہونے کے وقت مال موجود نہیں ہے

لیکن اگر وہ سامان پہلے سے ہمارے پاس تیار موجود نہیں ہے بلکہ وہ سامان یا تو خود تیار کرنا ہے یا دوسرے سے تیار کرانا ہے یا وہ سامان کسی اور سے خریدنا ہے تو اس صورت میں موجودہ قانون کے لحاظ سے اس سامان کے آگے بیع کرنے میں کوئی قباحت نہیں اس لیے کہ موجودہ قانون کے اعتبار سے جس چیز کو ہم فروخت کر رہے ہیں اس کا وجود میں ہونا یا اپنی ملکیت میں ہونا یا قبضے میں ہونا کوئی شرط نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قانونی اعتبار سے ''فارورڈ سیل'' میں کوئی قباحت نہیں لیکن شرعی احکام کے لحاظ سے یہ ضروری ہے کہ جس چیز کو آپ فروخت کر رہے ہیں وہ وجود میں آ چکی ہو اور وہ چیز ''سیلر'' (بائع) کی ملکیت میں ہو اور اس کے قبضے میں بھی ہو۔ البتہ چاہے اس پر حقیقی قبضہ ہو یا حکمی و عرفی قبضہ ہو۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک چیز ہمارے پاس موجود نہیں ہے اور اس چیز کا آرڈر ہمارے پاس آیا ہے تو اب اس صورت میں ہم اس سے کیا معاملہ کریں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں ہم اس آرڈر دینے والے کے ساتھ ''سیل'' (بیع) کا معاملہ نہیں کریں گے بلکہ ''ایگریمنٹ ٹو سیل'' (وعدۂ بیع) کا معاملہ کریں گے اور اس صورت میں ان شرائط کا لحاظ رکھا جائے گا جن کا ذکر اوپر تفصیل سے آ گیا۔

اب سوال یہ ہے کہ جب ہمارے پاس کسی دوسرے ملک سے ایسی چیز کا آرڈر آیا جو ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔ لہٰذا ہم نے آرڈر دینے والی پارٹی کے ساتھ ''ایگریمنٹ ٹو سیل'' (وعدۂ بیع) کر لیا تو یہ ایگریمنٹ ٹو سیل حقیقی سیل میں کس وقت تبدیل ہوگا؟ اور کس مرحلے پر ہم یہ کہیں گے کہ اب سیل (بیع) ہو گئی اور ملکیت خریدار کی طرف منتقل ہو گئی؟ اور اس کا ''رسک'' (خطرۂ ضمان) خریدار کی طرف منتقل ہو گیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جب ایگریمنٹ ٹو سیل (وعدۂ بیع) کے بعد ہم نے آرڈر کا سامان بازار سے خرید لیا یا وہ سامان خود تیار کر لیا یا کسی اور سے تیار کرا لیا اور اب وہ سامان ہمارے قبضے میں آ گیا اور اس مرحلے میں ہے کہ ہم وہ سامان ''امپورٹر'' کو بھیج دیں اور اس کو جہاز پر چڑھا دیں۔ اس وقت ''حقیقی سیل'' کرنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک صورت تو یہ ہے کہ جس وقت وہ تیار ہو کر ہمارے قبضے میں آ گیا اس وقت ہم ایک جدید ''اوفر'' (ایجاب) کریں یہ اوفر چاہے فون کے ذریعے ہو یا فیکس کے ذریعے یا ٹیلکس کے ذریعے ہو یا کسی اور ذریعہ سے ہو اور خریدار اس اوفر کو قبول کرے اس وقت حقیقی سیل منعقد ہو جائے گی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ بعض اوقات ایجاب و قبول کے بغیر محض چیز لینے اور

دینے سے بھی حقیقی بیع منعقد ہو جاتی ہے جس کو ''بیع تعاطی'' کہا جاتا ہے چونکہ پہلے سے خریدار کے ساتھ ''وعدۂ بیع'' کا معاملہ ہو چکا ہے اور جب وہ سامان تیار ہو کر ہمارے قبضے میں آ گیا اس وقت ہم نے خریدار (امپورٹر) کی طرف روانہ کر دیا تو جس وقت ہم وہ سامان ''شپنگ کمپنی'' کے حوالے کر دیں گے تو یہ حوالہ کر دینا بیع تعاطی کے طور پر ایجاب وقبول سمجھا جائے گا اور اس وقت ''بیع'' منعقد ہو جائے گی اور ''بیع'' منعقد ہونے کے ساتھ ساتھ اس سامان پر قبضہ بھی خریدار کا ہو گیا۔ (اس لیے کہ ''شپنگ کمپنی'' بحیثیت خریدار کے وکیل کے اس سامان پر قبضہ کرتی ہے جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے) لہٰذا اس سامان کا ''ضمان'' (رسک) بھی خریدار (امپورٹر) کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر بیع کے وقت سامان تیار بائع کے پاس موجود ہے تو اس صورت میں فوراً اسی وقت ''بیع'' منعقد ہو جائے گی اور اگر سامان اس وقت موجود نہیں تھا بلکہ بعد میں تیار کیا گیا تو جس وقت ''ایکسپورٹر'' (بائع) وہ سامان ''شپنگ کمپنی'' کے حوالے کرے گا اس وقت حقیقی بیع منعقد ہو جائے گی۔ گویا کہ بیع منعقد ہونے کے لیے یہ ''پوائنٹ آف ٹائم'' ہے۔

مال کا رسک کب منتقل ہوتا ہے؟

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ عام طور پر اس سامان کے ''شپمنٹ'' (سامان کو جہاز کے ذریعے امپورٹر کی طرف منتقل کرنے) کے تین طریقے ہوتے ہیں۔ پہلا طریقہ ایف او بی (F.O.B) دوسرا طریقہ (Cand F) تیسرا طریقہ (C.I.F) ہوتا ہے۔

پہلے طریقے میں ''ایکسپورٹر'' کی صرف یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ سامان جہاز پر روانہ کرا دے' آگے اس کا کرایہ اور دوسرے مصارف خود ''امپورٹر'' ادا کرتا ہے اس صورت میں ''شپنگ کمپنی'' امپورٹر کی ایجنٹ ہوتی ہے۔ لہٰذا جس وقت شپنگ کمپنی اس سامان کی ڈیلیوری (قبضہ) لے گی تو اس کا قبضہ ''امپورٹر'' کا قبضہ سمجھا جائے گا اور اس سامان کا ''رسک'' (ضمان) اسی وقت امپورٹر (خریدار) کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

اگر دوسرے طریقے یعنی (C and F) کے طریقے سے مال روانہ کیا تو اس صورت میں اس سامان کو بھیجنے کا کرایہ ''ایکسپورٹر'' بائع ادا کرتا ہے۔ اس صورت میں تاجروں کے درمیان تو موجودہ ''عرف'' یہ ہے کہ سی اینڈ ایف کی صورت میں بھی ''شپنگ کمپنی'' کو امپورٹر (خریدار) ہی کا ایجنٹ سمجھا جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ شریعت کے اعتبار سے اس کا کیا حکم ہے؟ تو ہم نے اس مسئلہ کی تحقیق کے لیے علماء کرام کی ایک مجلس منعقد کی تھی۔ اس مجلس میں بھی بحث و مباحثہ کے بعد

اس نتیجے پر پہنچے کہ اس (عرف) میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔ یعنی اس دوسرے طریقے میں بھی جب کہ کرایہ (ایکسپورٹر) ادا کر رہا ہے شپنگ کمپنی ہی کو (امپورٹر) کا ایجنٹ سمجھا جائے۔ لہٰذا جس وقت (ایکسپورٹر) نے وہ سامان شپنگ کمپنی کے حوالے کر دیا اسی وقت اس سامان کا ضمان (رسک) امپورٹر (خریدار) کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

اگر تیسرے طریقے کے ذریعے ہو تو چونکہ تیسرا طریقہ بھی دوسرے طریقے کی طرح ہے صرف اتنا فرق ہے کہ اس میں ایکسپورٹر' امپورٹر کے لیے مال کا بیمہ کراتا ہے اور اس بیمہ کا فائدہ بھی امپورٹر کو حاصل ہوتا ہے' ایکسپورٹ بیمہ کرانے اور مال جہاز پر چڑھانے کے بعد فارغ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس کا حکم بھی دوسرے طریقے کی طرح ہوگا۔ گویا عرف عام کی وجہ سے (ایف او بی)' (سی اینڈ ایف) اور (سی آئی ایف) تینوں طریقوں میں شپمنٹ کے بعد مال کا رسک امپورٹر کی طرف شرعاً منتقل ہو جاتا ہے۔

ایگریمنٹ ٹوسیل کی تکمیل نہ کرنا

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر امپورٹر اور ایکسپورٹر کے درمیان ایگریمنٹ ٹوسیل (وعدہ بیع) ہوا ہے اور ابھی حقیقی بیع نہیں ہوئی اس صورت میں اگر ایکسپورٹر اس وعدہ بیع کو پورا نہ کرے اور اس وعدہ کو پورا کرنے سے انکار کر دے تو اس صورت میں امپورٹر کسی قسم کی چارہ جوئی کر سکتا ہے یا نہیں؟ یا ایکسپورٹر تو اپنا وعدہ پورا کر رہا ہے لیکن امپورٹر اس سامان کو لینے سے انکار کر دے اور اس وعدہ کی خلاف ورزی کرے تو اس صورت میں ایکسپورٹر کیا چارہ جوئی کر سکتا ہے؟

موجودہ قانون میں یہ بات ہے کہ ایگریمنٹ ٹوسیل (وعدہ بیع) کی خلاف ورزی کی صورت میں کسی بھی دوسرے فریق کو پہنچنے والے حقیقی نقصانات کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے اور اگر وہ نقصانات کی تلافی نہ کرے تو اس کے خلاف مقدمہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن شرعی نقطہ نظر سے ایگریمنٹ ٹوسیل چونکہ ایک وعدہ ہے اور وعدہ کو پورا کرنا شرعی اور اخلاقی فریضہ ہے' وعدے کرنے والے کو چاہیے کہ وہ اس وعدہ کو پورا کرے لیکن اگر کوئی شخص اپنے وعدے کو پورا نہ کرے تو اس کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ وہ شخص گناہگار تو ہوگا لیکن دنیا کے اندر اس سے کسی قسم کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا نہ اس پر دباؤ ڈالا جا سکتا ہے۔ اس کی مثال ''منگنی'' ہے۔ یہ ''منگنی'' ایک وعدہ نکاح ہے اور ''نکاح'' ایک حقیقی معاملہ ہے۔ اب اگر ایک شخص نے ''منگنی'' کر لی لیکن بعد میں اس نے نکاح کرنے سے انکار کر دیا تو ایسا شخص گنہگار ہے۔ اس نے وعدہ خلافی کے گناہ کا ارتکاب کیا۔ اخلاقی اعتبار سے اس نے ایک بہت برا کام کیا اور معاشرے میں اس کو بری نگاہ سے دیکھا جائے گا لیکن

اس کے خلاف عدالت میں یہ مقدمہ دائر نہیں کیا جا سکتا کہ اس نے نکاح کرنے کا وعدہ کیا تھا اور اب یہ اس وعدہ سے مکر گیا ہے۔ لہٰذا عدالت کے ذریعے اس کو نکاح پر اور اس وعدہ کے پورا کرنے پر مجبور کیا جائے۔ عدالت میں یہ مقدمہ نہیں چلایا جا سکتا۔ لہٰذا عام حالات میں وعدہ کا حکم یہ ہے کہ وہ عدالت کے ذریعے زبردستی پورا نہیں کرایا جا سکتا۔

لیکن تجارت میں چونکہ وعدے کی بڑی اہمیت ہوتی ہے اور تاجر وعدہ کی بنیاد پر بعض اوقات بہت سے ایسے اقدامات کر لیتا ہے جس پر اس کے پیسے بھی خرچ ہوتے ہیں اور محنت بھی خرچ ہوتی ہے اب اگر وعدہ کرنے والا بعد میں یہ کہہ دے کہ میں تو اس وعدہ کو پورا نہیں کرتا تو اس صورت میں دوسرے آدمی کا شدید نقصان واقع ہو سکتا ہے اس لیے بعض فقہاء کرام نے اس کی اجازت دی ہے کہ ''دعوے'' کو عدالت کے ذریعے بھی زبردستی پورا کرایا جا سکتا ہے اور عدالت اس کو دو باتوں پر مجبور کر سکتی ہے ایک یہ کہ یا تو وہ اپنا وعدہ پورا کرے۔ مثلاً اگر سامان بیچنے کا وعدہ کیا ہے تو وہ سامان بیچے اور اگر سامان خریدنے کا وعدہ کیا ہے تو اس کو خریدے۔ دوسرے یہ کہ اگر وہ شخص کسی وجہ سے اپنے اس وعدے کو پورا کرنے پر قادر نہ ہو تو اس صورت میں بعض فقہاء نے اس سے ''نقصان'' (ڈیمج) وصول کرنے کی بھی اجازت دی ہے۔

وعدہ خلافی کی وجہ سے نقصان کی تفصیل

لیکن آج کل تجارت کے اندر نقصان (ڈیمجز) کا جو تصور ہے اس میں اور شرعی اعتبار سے جس نقصان کے وصول کرنے کی بعض فقہاء نے اجازت دی ہے ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

آج کل کے عدالتی نظام میں جن ''نقصانات'' (ڈیمجز) کو وصول کرنے کی اجازت اور گنجائش ہوتی ہے اس کی بنیاد متوقع نفع ''اپرچونیٹی کاسٹ'' پر ہوتی ہے۔ مثلاً فرض کیجئے کہ میں نے ایک شخص سے یہ وعدہ کر لیا کہ میں یہ سامان تم کو فروخت کروں گا۔ اس نے وعدہ کر لیا کہ یہ سامان خرید لوں گا لیکن بعد میں اس نے خریدنے سے انکار کر دیا۔ اگر وہ میرے سے وہ سامان خرید لیتا تو اس صورت میں مجھے کتنا نفع ہوتا اور اس کے نہ خریدنے کی صورت میں مجھے کتنا نقصان ہوا' اس لیے کہ وہ سامان مجھے تیسرے شخص کو کم دام میں فروخت کرنا پڑا' اب قیمتوں کے درمیان فرق کو ''نقصان'' تصور کر کے یہ کہا جاتا ہے کہ وہ عدالت میں اس نقصان کا دعویٰ کر سکتا ہے۔

یا مثلاً ایک رقم میں نے ایک مہینے تک اپنے پاس اس وعدہ کی بنیاد پر روک کر رکھ لی کہ فلاں شخص سے وہ سامان خرید لوں گا۔ سامان کے مالک نے بھی یہ وعدہ کر لیا کہ وہ سامان فروخت کر دے گا۔ بعد میں اس نے سامان فروخت کرنے سے انکار کر دیا تو اس صورت میں میرا نقصان

ہوا کیونکہ اگر میں یہ رقم کسی ''انٹرسٹ بیئرسکیم'' میں لگاتا تو مجھے اتنا نفع ملتا لیکن چونکہ اس نے وعدہ کرلیا تھا اور اس وعدہ کی وجہ سے میں نے وہ رقم سکیم میں نہیں لگائی تو اس کی وجہ سے اس نفع سے محروم ہوگیا' میں عدالت میں اس نقصان کا دعویٰ کرسکتا ہوں۔ اس قسم کے نقصانات کا متوقع نفع اپرچونیٹی کاسٹ کی بنیاد پر حساب (کلکولیٹ) کیا جاتا ہے۔

نقصان کی شرعی تفصیل

شریعت میں اس قسم کے نقصانات کا اعتبار نہیں بلکہ شریعت میں دو چیزوں کے درمیان فرق رکھا گیا ہے۔ ایک چیز ہے ''نفع کا نہ ہونا'' دوسری چیز ہے ''نقصان ہونا'' ان دونوں میں فرق ہے۔ ''نقصان'' ہونے کا مطلب یہ ہے کہ واقعتاً میرے کچھ پیسے خرچ ہوگئے اور (نفع نہ ہونے) کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اپنے ذہن میں یہ تصور کرلیا تھا کہ اس معاملے میں اتنا نفع ہوگا لیکن بعد میں اتنا نفع نہیں ہوا' آج کل کے تاجروں کی اصطلاح میں اس نفع نہ ہونے کو بھی ''نقصان'' سے تعبیر کیا جاتا ہے جبکہ شرعاً اس کو نقصان نہیں کہا جاسکتا۔

مثلاً ایک چیز آپ نے دس روپے کی خریدی۔ آپ نے اپنے ذہن میں تصور کرلیا کہ میں اس چیز کو پندرہ روپے کی فروخت کرکے پانچ روپے نفع کماؤں گا۔ اب ایک خریدار آیا اور اس نے وہ چیز پندرہ روپے کے بجائے ۱۲ روپے میں خرید لی تو آپ کی نظر میں اور تاجروں کی نظر میں اس کو نقصان سمجھا جائے گا کہ تین روپے کا نقصان ہوگیا لیکن شرعاً اس کو نقصان نہیں کہا جائے گا بلکہ شرعاً نقصان اس وقت متصور ہوگا جب آپ اس چیز کو ۹ روپے میں فروخت کردیں۔ لہٰذا آج کل ''اپرچونیٹی کاسٹ'' (متوقع نفع) کی بنیاد پر حساب کتاب کرکے نقصان کا تعین کرلیا جاتا ہے۔ شریعت میں ایسے نقصان کا کوئی اعتبار نہیں۔ بہرحال یہ تفصیل ''وعدہ'' کے بارے میں تھی۔

ایکسپورٹ کرنے کیلئے سرمایہ کا حصول

''ایکسپورٹ'' کے معاملے میں ایک اہم حصہ ''ڈاکومنٹ کریڈٹ'' کا ہوتا ہے۔ عام قاعدہ تو یہ ہے کہ ''آدمی چادر دیکھ کر پاؤں پھیلائے''۔ معاشیات کا بھی یہی اصول ہے اور شریعت نے بھی ہمیں یہ اصول سکھایا ہے لیکن آج کل عملی طور پر لوگوں نے اس اصول کے برخلاف یہ اصول اپنایا ہوا ہے کہ ''آدمی پاؤں پہلے پھیلائے اور چادر بعد میں تلاش کرے'' چنانچہ ''ایکسپورٹ'' کے اندر بھی یہ کیا جاتا ہے کہ آدمی مال بھیجنے کا آرڈر پہلے حاصل کرلیتا ہے جبکہ نہ اس کے پاس مال ہوتا

ہے اور نہ ہی مال خریدنے کے لیے پیسے موجود ہوتے ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ یہ طریقہ اخلاقی اعتبار سے پسندیدہ نہیں پھر بھی ہم رائج طریقے کی شرعی حیثیت پر غور کرتے ہیں۔

''ایکسپورٹر'' کو مال خریدنے کے لیے پیسے کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ کسی بینک یا کسی مالیاتی ادارے سے رجوع کرتا ہے کہ وہ سرمایہ کاری کرے اور پیسے فراہم کرے اور اس پیسے سے ''ایکسپورٹر'' مال تیار کر کے آرڈر سپلائی کرے جس کو آج کل ''ایکسپورٹ فائینانسنگ'' کہا جاتا ہے۔

پوری دنیا میں اس وقت جو نظام رائج ہے اس کے مطابق ہر بینک ہر ادارہ اس کام کے لیے سرمایہ فراہم کردے گا لیکن اس کی بنیاد ''انٹرسٹ'' (سود) پر ہوگی۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان یہ چاہے کہ اس مقصد کے لیے مجھے غیر سودی سرمایہ حاصل ہو جائے تو اس کا طریقہ کار کیا ہوگا؟ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ اگر ہم ایسی معیشت قائم کرنا چاہیں جو اسلامی بنیادوں پر قائم ہو تو ایسی معیشت میں ''ایکسپورٹ فائینانسنگ'' کس طرح ہو سکے گی؟

ایکسپورٹ فائینانسنگ کے طریقے

ایکسپورٹ ''فائینانسنگ'' کے دو طریقے رائج ہیں:

(۱) پری شپمنٹ فائینانسنگ (۲) پوسٹ شپمنٹ فائینانسنگ

پری شپمنٹ فائینانسنگ اور اس کا اسلامی طریقہ

''پری شپ منٹ فائینانسنگ'' کا طریقہ یہ ہے کہ ایکسپورٹر پہلے آرڈر وصول کرتا ہے جبکہ اس کے پاس مال سپلائی کرنے کے لیے رقم نہیں ہوتی آرڈر وصول ہونے کے بعد وہ پہلے رقم کے حصول کی فکر کرتا ہے اب اگر ایکسپورٹر یہ چاہے کہ وہ غیر سودی طریقے سے کسی بینک یا مالیاتی ادارے سے پیسے حاصل کرے تو اس کا طریقہ بہت آسان ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس ''فائینانسنگ'' کو مشارکہ کی بنیاد پر عمل میں لایا جائے اس لیے کہ ''ایکسپورٹر'' کے پاس معین طور پر ایک آرڈر موجود ہے اور آرڈر میں عام طور پر اس سامان کی قیمت بھی متعین ہوتی ہے کہ اس قیمت پر اتنا سامان فراہم کیا جائے گا اور اس قیمت کی بنیاد پر بینک میں ''ایل سی'' (LC) کھلی ہوئی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس سامان کے فراہم کرنے پر اتنا نفع ملے گا اور ''کاسٹ'' (خرچہ) بھی طے شدہ ہے۔ اس لیے کہ کاسٹ ہی کی بنیاد پر قیمت کا تعین کیا جاتا ہے۔ لہٰذا کاسٹ بھی تقریباً متعین ہے، قیمت بھی تقریباً متعین اور اس پر ملنے والا منافع تقریباً متعین ہے۔ اب اگر کوئی بینک یا مالیاتی ادارہ اس خاص معاملہ (ٹرانزکشن) کی

حد تک ''ایکسپورٹر'' کے ساتھ مشارکہ کرے اور ایکسپورٹر سے یہ کہے کہ ہم آپ کو سرمایہ فراہم کرتے ہیں، آپ آرڈر کے مطابق مال تیار کر کے ایکسپورٹ کریں اور پھر امپورٹر کی طرف سے جو رقم آئے گی اور جو منافع ہوگا وہ ہم اس تناسب کے ساتھ آپس میں تقسیم کر لیں گے تو اس طرح بہت آسانی سے سود کے بغیر فائینانسنگ حاصل ہو جائے گی۔

البتہ مشارکہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ کچھ رقم ایکسپورٹر بھی لگائے اور باقی رقم بینک یا مالیاتی ادارہ لگائے لیکن اگر ایکسپورٹر اپنی طرف سے کوئی رقم نہ لگائے بلکہ ساری رقم بینک یا مالیاتی ادارے کی ہو تو اس صورت میں ''مضاربہ'' کا معاملہ کیا جا سکتا ہے اس لیے کہ (مضاربہ) کے اندر ایک فریق کا سرمایہ ہوتا ہے اور دوسرے فریق کا کام اور عمل ہوتا ہے۔ لیکن عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ ایکسپورٹر بھی اپنا کچھ نہ کچھ سرمایہ ضرور لگاتا ہے اس لیے اس کو مشارکہ ہی کہا جائے گا اور منافع کی شرح بھی باہمی رضامندی سے متعین کی جا سکتی ہے۔ بہرحال ''پری شپمنٹ فائینانسنگ'' میں بہت آسانی کے ساتھ مشارکہ کیا جا سکتا ہے۔

پوسٹ شپمنٹ فائینانسنگ اور اس کا اسلامی طریقہ

دوسرا طریقہ ''پوسٹ شپمنٹ فائینانسنگ'' کا ہے۔ اس میں یہ ہوتا ہے کہ ''ایکسپورٹر'' آرڈر کا سامان روانہ کر چکا ہے اور اس کے پاس بل موجود ہے لیکن اس بل کی رقم آنے میں کچھ مدت باقی ہے لیکن ایکسپورٹر کو فوری طور پر پیسوں کی ضرورت ہے۔ چنانچہ وہ بل لے کر بینک کے پاس جاتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ اس بل کی رقم وقت آنے پر امپورٹر سے تم وصول کر لینا اور مجھے اس بل کی رقم تم ابھی دیدو۔ چنانچہ بینک اس بل میں سے کچھ کٹوتی کر کے باقی رقم ایکسپورٹر کو دے دیتا ہے، جس کو ''بل ڈسکاؤنٹنگ'' کہا جاتا ہے۔ مثلاً ایک لاکھ روپے کا بل ہے تو اب بینک دس فیصد کٹوتی کر کے ۹۰ ہزار روپے ایکسپورٹر کو دے دیتا ہے اور بعد میں امپورٹر سے بل کی پوری رقم ایک لاکھ روپے وصول کر لیتا ہے۔ ''بل ڈسکاؤنٹنگ'' کا یہ طریقہ شریعت کے مطابق نہیں ہے، ناجائز ہے اس لیے کہ اس میں ''سودی'' معاملہ پایا جا رہا ہے۔

بل ڈسکاؤنٹنگ کا جائز طریقہ

اس ''بل ڈسکاؤنٹنگ'' کو اسلامی طریقے پر کرنے کے لیے دو صورتیں ممکن ہیں۔ ایک یہ کہ جس ''ایکسپورٹر'' کا پوسٹ شپمنٹ فائینانسنگ'' کرنے کا ارادہ ہو وہ شپمنٹ اور سامان بھیجنے سے پہلے بینک کے ساتھ مشارکہ کر لے جس کی تفصیل اوپر گزری۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ایکسپورٹر امپورٹر کو سامان بھیجنے سے پہلے وہ سامان بینک یا کسی مالیاتی ادارے کو ''ایل سی'' کی قیمت سے کم قیمت پر فروخت

کر دے اور پھر بینک یا مالیتی ادارہ "امپورٹر" کو ایل سی کی قیمت پر فروخت کر دے اور اس طرح دونوں قیمتوں کے درمیان جو فرق ہوگا وہ بینک کا نفع ہوگا۔ مثلاً ایل سی ایک لاکھ روپے کی کھولی ہے تو اب ایکسپورٹ بینک کو وہ سامان مثلاً پچانوے ہزار روپے میں فروخت کر دے اور بینک امپورٹر کو ایک لاکھ روپے میں فروخت کرے اور پانچ ہزار روپے نفع کے بینک کو حاصل ہو جائیں گے۔

لیکن یہ دوسری صورت اسی وقت ممکن ہے جب کہ ابھی تک امپورٹر کے ساتھ "حقیقی بیع" نہیں ہوئی بلکہ ابھی تک (وعدۂ بیع) ایگریمنٹ ٹو سیل ہوا ہے۔ لہٰذا اگر امپورٹر کے ساتھ حقیقی بیع ہو چکی ہے تو پھر یہ صورت اختیار کرنا ممکن نہیں۔ بہرحال اس طرح سے ایکسپورٹر کو اپنی لگائی ہوئی رقم فوراً وصول ہو جائے گی اور اس کو مدت آنے کا انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ البتہ بینکوں میں "بل ڈسکاؤنٹ" کرنے کا جو طریقہ اس وقت رائج ہے وہ شرعی لحاظ سے جائز نہیں۔

بل ڈسکاؤنٹنگ کے سلسلے میں ایک اور تجویز بھی دی گئی ہے۔ وہ تجویز بھی چند شرائط کے ساتھ قابل عمل ہو سکتی ہے لیکن عام طور پر وہ شرائط پوری نہیں ہوتیں۔ اس وجہ سے اس تجویز پر عمل کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی لیکن اگر کوئی شخص شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے اس تجویز پر عمل کرنا چاہے تو اس کا راستہ موجود ہے۔ وہ یہ کہ جو شخص بینک سے "بل ڈسکاؤنٹ" کرانا چاہتا ہے وہ بینک کے ساتھ دو معاملات (ٹرانزکشن) علیحدہ علیحدہ کرے۔ ایک معاملہ یہ کرے کہ ایکسپورٹر بینک کو امپورٹر سے سامان کی قیمت وصول کرنے کے لیے اپنا ایجنٹ بنائے کہ تم میری طرف سے امپورٹر سے پیسے وصول کر کے مجھے دیدو اور بینک ایجنٹ بنے اور امپورٹر سے قیمت وصول کرنے پر ایکسپورٹر سے "سروس چارج" وصول کرے۔ دوسرا معاملہ یہ کرے کہ بینک "ایل سی" کی رقم سے کچھ کم رقم کا غیر سودی قرضہ ایکسپورٹر کو فراہم کرے۔

مثلاً فرض کریں کہ ایکسپورٹر جو بل ڈسکاؤنٹ کرانا چاہتا ہے وہ بل ایک لاکھ روپے کا ہے۔ اب ایکسپورٹر بینک سے ایک معاملہ یہ کرے کہ بینک کو اپنا ایجنٹ بنائے اور اس سے کہے کہ تم یہ رقم امپورٹر سے وصول کر کے مجھے فراہم کرو میں اس پر تمہیں پانچ ہزار روپے "سروس چارج" ادا کروں گا۔ دوسرا معاملہ یہ کرے کہ وہ بینک سے پچانوے ہزار روپے کا غیر سودی قرضہ حاصل کرے اور بینک سے یہ کہے کہ جب میرے بل کی رقم تمہیں وصول ہو جائے تو اس میں سے تم پچانوے ہزار روپے کا اپنا قرض وصول کر لینا اور پانچ ہزار روپے سروس چارج کے وصول کر لینا۔ اس طرح یہ معاملہ برابر سرابر ہو جائے گا۔

مندرجہ بالا تجویز پر عمل کرنا ممکن ہے لیکن اس میں ایک شرط نہایت ضروری ہے۔ اس کے بعد یہ معاملہ شریعت کے مطابق نہیں رہے گا وہ یہ کہ "سروس چارج" کی جو رقم آپس میں طے کی جائے

گی وہ بل کی ادائیگی کی مدت سے منسلک نہیں ہوگی۔ یعنی سروس چارج بل کی میچوریٹی کی پیریڈ سے ریلیٹڈ نہیں ہوگا۔ مثلاً یہ نہیں ہوسکتا کہ اگر بل کی ادائیگی کی مدت تین ماہ ہے تو سروس چارج چار ہزار روپے ہوگی اور اگر ادائیگی کی مدت چار ماہ ہے تو ''سروس چارج'' چھ ہزار روپے ہوگی' گویا کہ بل کی ادائیگی کی مدت میں اضافے سے ''سروس چارج'' میں اضافہ نہیں کیا جاسکے گا۔ البتہ ایک لم سم ''سروس چارج'' مقرر کی جاسکتی ہے۔ اس شرط کے ساتھ اس تجویز پر بھی عمل کرنا شرعاً جائز ہے۔

''ایکسپورٹ فائینانسنگ'' کے بارے میں یہ چند وضاحتیں تھیں۔ اب فارن ایکس چینج کی پیشگی بکنگ پر غور کرتے ہیں۔

فارن ایکس چینج کی پیشگی بکنگ

یہاں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ فارن ایکس چینج کو پہلے سے بک کرانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں پہلے کرنسی کی خرید و فروخت کے چند اصول سمجھ لیں' پھر ان اصولوں کی روشنی میں اس مسئلے کا جائزہ لینا آسان ہوگا۔

کرنسی کی خرید و فروخت کے اصول

پہلا اصول یہ ہے کہ ایک کرنسی کا دوسری کرنسی سے تبادلہ کرنا شرعاً جائز ہے اور تبادلہ کے وقت باہمی رضامندی سے کرنسی کی جو قیمت چاہیں مقرر کرسکتے ہیں۔ البتہ جن ملکوں میں اس ملک کی کرنسی کی کوئی قیمت سرکاری طور پر مقرر کردی گئی ہے اور اس قیمت سے کم و بیش پر کرنسی کو خریدنا اور فروخت کرنا قانوناً منع ہوتا ہے ایسے ملکوں میں قانون کی خلاف ورزی کی وجہ سے کمی زیادتی پر کرنسی کو تبدیل کرنا شرعاً بھی منع ہوگا اس لیے کہ بلاوجہ کسی قانون کی خلاف ورزی شرعاً جائز نہیں ہوتی لیکن اس تبادلے میں سود کا عنصر نہیں پایا جائے گا اور نہ سود کیوجہ سے عدم جواز کا حکم لگے گا۔

مثلاً فرض کریں کہ پاکستان میں ڈالر کی قیمت تیس روپے سرکاری طور پر مقرر کردی گئی ہے۔ اب دو آدمی آپس میں ڈالر کی خرید و فروخت کا معاملہ کریں' فروخت کنندہ کہے کہ میں اکتیس روپے کے حساب سے ڈالر فروخت کروں گا تو اس کو سودی معاملہ نہیں کہا جائیگا لیکن چونکہ حکومت نے ڈالر کی قیمت تیس روپے مقرر کردی ہے اور قانون کا احترام حتی الامکان ضروری ہے اس لحاظ سے اس معاملے میں کراہت آجائیگی کہ انہوں نے قانون کی خلاف ورزی کی لیکن اگر حکومت نے اوپن مارکیٹ میں کرنسی کے تبادلے کی کمی بیشی کیساتھ اجازت دیدی ہوتو پھر شرعاً بھی یہ تبادلہ جائز ہوگا۔ جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے۔

دوسرا اصول یہ ہے کہ جب دو کرنسیوں کا باہم تبادلہ کیا جارہا ہو تو اس وقت یہ ضروری ہے کہ معاملے کے وقت مجلس میں ایک فریق کرنسی پر ضرور قبضہ کرلے چاہے دوسرا فریق اس وقت قبضہ نہ کرے بلکہ بعد میں کرلے۔

تیسرا اصول یہ ہے کہ اگر ایک فریق نے تو نقد ادائیگی کردی ہو۔ دوسرے فریق نے ادائیگی کے لیے مستقبل کی تاریخ مقرر کردی ہو تو اس صورت میں کرنسی کی جو قیمت آپس میں طے کی ہو وہ قیمت بازار کی قیمت سے کم وبیش نہ ہو۔ مثلاً آج میں نے ایک ہزار روپے پاکستانی دوسرے فریق کو دیدیئے اور اس سے یہ کہا کہ تم ایک ماہ بعد مجھے اتنے ڈالر واپس کردینا۔ اس صورت میں ڈالر کی جو قیمت مقرر کریں تو وہ قیمت بازار کی قیمت سے کم وبیش نہ ہونی چاہیے کیونکہ اگر مارکیٹ کی قیمت سے کم وبیش قیمت مقرر کرلیں گے تو اس کے ذریعے سود کا دروازہ کھل جائے گا اور بہت آسانی کے ساتھ سود حاصل کیا جاسکے گا۔ مثلاً میں نے اس سے کہا کہ بازار میں ڈالر کی قیمت تو تیس روپے ہے اور تیس روپے کے حساب سے ایک ہزار روپے کے تقریباً ۳۳ ڈالر بنتے ہیں لیکن میں تم سے ایک ماہ بعد چالیس ڈالر وصول کروں گا۔ ظاہر ہے کہ یہ معاملہ شرعاً جائز نہیں کیونکہ اس طرح سود حاصل کرنا آسان ہو جائے گا اور سود کا دروازہ کھل جائے گا۔

مندرجہ بالا تینوں اصول یا شرائط کا لحاظ اس وقت ضروری ہے جب کرنسی کی حقیقی بیع ہورہی ہو لیکن اگر حقیقی بیع نہیں ہورہی ہے بلکہ (وعدۂ بیع) ہورہا ہے۔ یعنی دو فریق آپس میں یہ وعدہ کررہے ہیں کہ مستقبل کی فلاں تاریخ کو ہم دونوں پاکستانی روپے کا ڈالر کے ساتھ تبادلہ کریں گے اور وعدہ کے وقت نہ اس نے کرنسی دی اور نہ اس نے دی تو اس صورت میں مندرجہ بالا اصول اور شرائط اس وعدہ بیع پر لاگو نہیں ہوں گی۔ لہٰذا اس وقت نہ تو یہ ضروری ہے کہ آپس میں مقرر کردہ قیمت بازاری قیمت سے کم وبیش نہ ہو بلکہ وعدہ کے وقت باہمی رضامندی سے جو قیمت چاہیں طے کرلیں۔ بشرطیکہ وعدہ بیع ہو حقیقی بیع نہ ہو۔ لیکن حقیقی بیع کے وقت جبکہ ایک طرف سے ادائیگی اسی وقت ہورہی ہو اور دوسری طرف سے ادھار ہو تو اس صورت میں بازاری قیمت سے کم وبیش قیمت مقرر کرنا درست نہیں ہوگا۔

لہٰذا اگر میں کسی دوسرے فریق کے ساتھ یہ معاملہ کروں کہ فلاں تاریخ پر میں تم سے اتنے ڈالر اتنے روپے میں خریدوں گا تو اس وقت باہمی رضامندی سے ہم جو ریٹ بھی مقرر کرلیں تو شرعاً اس کی گنجائش ہے۔ اس لیے کہ یہ وعدہ بیع ہے حقیقی بیع نہیں ہے لیکن اتنی بات ذہن میں رہے کہ کوئی بھی پارٹی محض وعدہ کی بنیاد پر کوئی ''فیس'' چارج نہیں کرسکتی۔ مثلاً کوئی فریق یہ نہیں کہہ سکتا

کہ میں نے چونکہ آپ سے یہ وعدہ کیا ہے کہ فلاں تاریخ کو اس ریٹ پر اتنے ڈالر فراہم کروں گا لہٰذا اپنے اس وعدہ پر اتنی فیس تم سے وصول کروں گا' چاہے تاریخ آنے پر آپ مجھ سے ڈالر خریدیں یا نہ خریدیں۔ یہ فیس وصول کرنا شرعاً درست نہیں۔ البتہ ڈالر کا جو ریٹ چاہیں مقرر کر سکتے ہیں۔ بہرحال کرنسی کی خرید و فروخت کے بارے میں یہ چند اصول ہیں جو میں نے ذکر کر دیئے۔

فارن ایکس چینج کی بکنگ فیس

اب اصل موضوع کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ ''فارن ایکس چینج'' کی بکنگ مختلف طریقوں سے ہوتی ہے۔ بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ جو بینک فارن ایکس چینج کی بکنگ کرتا ہے وہ بکنگ کرنے کی فیس الگ سے وصول کرتا ہے۔ اگر بکنگ کی فیس علیحدہ سے وصول کرتا ہے تب تو یہ معاملہ شرعی اعتبار سے جائز نہیں لیکن اگر بینک بکنگ کی کوئی فیس علیحدہ سے وصول نہ کرے' البتہ ڈالر کا ریٹ آپس کی باہمی رضا مندی سے جو چاہے مقرر کرے اس میں یہ ضروری نہیں کہ وہ ریٹ بازار کے ریٹ کے مطابق ہو تو یہ بکنگ وعدہ کی صورت میں جائز ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ اس معاملے میں کوئی اور فاسد شرط نہ لگائی گئی ہو۔

ایک سوال یہ ہے کہ اس وقت پاکستان میں بینک فارن ایکس چینج کی بکنگ پر فیس وصول کرتے ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں مجھے متضاد اطلاعات ملی ہیں۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ وصول کرتے ہیں جبکہ بعض دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ کوئی فیس نہیں لیتے' مجھے اس کے بارے میں کوئی حتمی ثبوت نہیں مل سکا۔ البتہ اس کے بارے میں شرعی حکم میں نے بتا دیا کہ اگر فیس ہے تو یہ بکنگ درست نہیں اور اگر فیس نہیں ہے تو یہ بکنگ شرعاً جائز ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ بکنگ کرانے کی مقررہ تاریخ پر اگر فارن کرنسی وصول نہیں کی گئی تو اس وقت بینک کیا معاملہ کرتا ہے؟ مثلاً اگر بالفرض میں نے تین دن بعد کی تاریخ کے لیے فارن ایکس چینج بک کرایا لیکن تاریخ آنے پر میں نے بینک سے وہ فارن ایکس چینج وصول نہیں کیا تو کیا اس صورت میں میرے اوپر بینک کی طرف سے کوئی ہرجانہ لازم ہو گا یا نہیں؟ اس بارے میں بھی میں کوئی حتمی بات نہیں کہہ سکتا اس لیے کہ مجھے اس کے بارے میں متضاد اطلاعات ملی ہیں۔

چنانچہ ایک صاحب نے وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ آج کل سٹیٹ بینک آف پاکستان مختلف میعاد کے فارن ایکس چینج کی فارورڈ بکنگ کے لیے مختلف میعاد پر مختلف ریٹ مقرر کرتا ہے اور پھر سٹیٹ بینک آف پاکستان کے مقرر کردہ ریٹ پر دوسرے تمام بینک ''ایگریمنٹ ٹو سیل'' بھی کرتے ہیں اور حقیقی بیع بھی کرتے ہیں اور مختلف پیریڈ کے ساتھ مختلف ریٹ کا تعین بھی کرتے ہیں۔ مثال کے

طور پر ایک شخص بینک میں جا کر یہ کہتا ہے کہ میں تین مہینے کے لیے فارن ایکس چینج کی بکنگ کرانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ سٹیٹ بینک کے دیئے ہوئے ریٹ پر وہ بینک بک کرلے گا۔ اب اگر وہ شخص بعد میں کسی وقت بینک سے جا کر کہے کہ میں اپنی بکنگ کینسل کرنا چاہتا ہوں تو اب بینک یہ دیکھتا ہے کہ آج کا ریٹ کیا ہے؟ اس ریٹ کو سامنے رکھتے ہوئے وہ یہ دیکھتا ہے کہ کینسل کرنے میں بینک کا فائدہ ہے یا نقصان ہے؟ اگر بینک کا فائدہ محسوس ہوتا ہے تو بینک خاموشی سے بکنگ کینسل کر دیتا ہے لیکن اگر بینک یہ دیکھتا ہے کہ کینسل کرنے کے نتیجے میں بینک کا نقصان ہے اور پارٹی کا فائدہ ہے تو بینک اس سے یہ کہتا ہے کہ آپ کی بکنگ کینسل کرنے کے نتیجے میں بینک کا اتنا نقصان ہو رہا ہے۔ لہٰذا اتنے پیسے آپ ادا کریں البتہ بکنگ کے وقت کوئی فیس وغیرہ نہیں لی جاتی ہے اور یہ بکنگ محض ایک ''وعدۂ بیع'' ہوتا ہے۔

بہرحال برآمدات کے بارے میں جو ضروری احکام تھے وہ میں نے عرض کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان احکام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین. (حوالہ فقہی مقالات جلد ۳۔ص ۱۷)

گوشت کی تجارت کرنا

سوال: کیا یہ تجارت شرعاً جائز ہے کہ ہر روز دس پانچ گائے ذبح کر کے گوشت فروخت کرے اس میں نفع زیادہ ہے؟

جواب: جائز ہے کیونکہ یہ خیر القرون سے معمول بہ ہے اور شرعاً وعرفاً اس پر کوئی نکیر بھی نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳ ص ۳۵۶)

کمپنی کی ایک تجارتی سکیم کا حکم

سوال: آج کل ایک موٹر سائیکل کمپنی اپنی مشہوری کے لیے ایک طریقہ اختیار کیے ہوئے ہے کہ قسطوں پر موٹر سائیکل فروخت کر رہی ہے' اکیس اقساط پر مقرر کی گئیں اور ہر قسط پانچ سو پچاس روپے ماہوار ادا کرنا ہوتی ہے اگر اقساط پوری کرنے سے پہلے درمیان میں کسی خریدار کا نام قرعہ اندازی میں نکل آیا (ہر ماہ قرعہ اندازی ہوتی ہے) تو موٹر سائیکل اسے دیدی جاتی ہے اور بقیہ تمام اقساط معاف کر دی جاتی ہیں' اگر بیس ماہ تک قرعہ اندازی میں خریدار کا نام نہ نکلے تو اکیس ماہ کے بعد موٹر سائیکل اسے دیدی جاتی ہے اور یہ اکیس اقساط کی رقم موٹر سائیکل کی وہ قیمت ہے جو مارکیٹ میں چل رہی ہے' زیادہ نہیں' خرید و فروخت کا یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ قیمت کمپنی کی طرف سے رعایت ہے اور کسی خریدار کو رعایت دی جائے اس کا انتخاب وہ قرعہ اندازی کے ذریعے کرتی ہے اس میں کسی کا کوئی نقصان نہیں۔ لہٰذا یہ خرید وفروخت جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ٦ ص ۵۱۸)

سگریٹ کی تجارت جائز ہے

سوال: سگریٹ کی تجارت جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ٦ ص ۴۹۵)

متعاقدین میں سے کوئی ایک مر جائے تو

سوال: اب ایک اور بات دریافت طلب ہے کہ ایک شخص دانت تیار کرنے کو کہہ گیا اور پانچ روپے پیشگی بطور بیعانہ دے گیا اور دانت تیار ہونے پر آیا اور منہ میں لگوائے مگر دانتوں میں ایک نقص رہ گیا تھا' دانت درست کرنے کی غرض سے پھر اتار لیے گئے' چنانچہ درست شدہ دانت لینے آنے سے پہلے وہ شخص فوت ہو گیا' اب روپیہ وارثوں کو واپس کروں یا نہ کروں؟

جواب: میرے نزدیک جب وہ دانت لے چکا اور وہ فرمائش کے موافق تھے اور ایسی خفیف کمی جو عرف کے موافق ہو' موافقت فرمائش کیخلاف نہیں ہے تو وہ بیع کامل ہو گئی اور بنوانے والا دانت کا مالک ہو گیا' اس لیے بنانیوالا بقیہ دام کا مستحق ہے اور بقیہ کا وہ مطالبہ کریگا۔ (امدادالفتاویٰ ج ۳ ص ۱۴۱)

مدرسہ میں خوراکی پیشگی دینا کون سے عقد میں داخل ہے؟

سوال: مدرسہ میں طلبہ سے خوراکی جو لی جاتی ہے وہ عقد میں داخل ہے؟ بیع ہے تو پیشگی معاوضہ لینا کراہت سے خالی نہیں ہوگا یا یہ کہ یہ استصناع میں داخل ہے' کسی اور عقد میں داخل ہونا دشوار معلوم ہوتا ہے؟

جواب: طلبہ کی خوراکی بیع استجرار میں داخل ہے' شامی نے (ص ١٦ ج ۴ میں) اس کے جواز میں مبسوط بحث لکھی ہے۔ (امدادالفتاویٰ ص ۹۲ ج ۳)

البیع بالتعاطی

فقہاء کے نزدیک بیع تعاطی اسے کہتے ہیں کہ عاقدین عقد بیع کے وقت زبان سے ایجاب یا قبول نہ کریں بلکہ ایجاب یا قبول کیے بغیر مشتری چیز کی قیمت بائع کو پکڑا دے اور بائع وہ چیز مشتری کو دیدے نہ بائع یہ کہے کہ میں نے یہ چیز فروخت کی اور نہ مشتری یہ کہے کہ میں نے یہ چیز خریدی۔

بیع تعاطی کی دو قسمیں ہیں: ایک یہ کہ عاقدین میں سے ایک زبان سے ایجاب کا تلفظ کرے

اور دوسرا شخص قول کے بجائے فعلاً اس بیع کو قبول کر لے۔ مثلاً مشتری یہ کہے کہ مجھے ایک روپے کی روٹی دیدو' اس کے جواب میں بائع اس کو خاموشی سے روٹی اٹھا کر دیدے اور اس سے پیسے وصول کر لے اور زبان سے کچھ نہ کہے۔ اس صورت میں ایجاب لفظاً ہوا اور قبول فعلاً پایا گیا۔

دوسری قسم یہ ہے کہ عاقدین میں سے کوئی بھی زبان سے کچھ نہ کہے۔ مثلاً ایک شخص دکان میں داخل ہوا' دکان میں ہر چیز پر اس کی قیمت لکھی ہوئی تھی' اس نے اپنی مطلوبہ اشیاء ان کی جگہ سے اٹھائیں اور ان پر لکھی ہوئی قیمت دکاندار کو دے کر وہ اشیاء لے کر چلا گیا۔ اس صورت میں عاقدین کے درمیان کسی بھی قسم کی بات چیت زبان سے نہیں ہوئی۔

فقہاء کی اصطلاح میں دونوں قسموں کو "بیع تعاطی" یا "بیع معاطاۃ" کہا جاتا ہے۔ جمہور فقہاء کے نزدیک تمام اشیاء میں بیع تعاطی کی دونوں قسمیں جائز ہیں۔ البتہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور مذہب کے مطابق بیع تعاطی جائز نہیں' اس لیے کہ ان کے نزدیک بیع ایجاب وقبول پر موقوف ہوتی ہے اور بیع تعاطی کے اندر ایجاب وقبول دونوں یا ایک موجود نہیں لیکن کتب شافعیہ کی طرف مراجعت کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بیع تعاطی کے حکم کے بارے میں مختلف اقوال ہیں:

(۱) ایک قول یہ ہے کہ شوافع کے نزدیک بیع تعاطی تمام اشیاء میں باطل ہے اور اس کے ذریعے بیع منعقد نہیں ہوتی۔ یہی ان کا مشہور مذہب ہے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ معمولی اشیاء میں بیع تعاطی جائز ہے لیکن قیمتی اور نفیس اشیاء میں بیع تعاطی جائز نہیں۔ یہ علامہ ابن سریج اور رویانی رحمۃ اللہ علیہما کا قول ہے۔ (مغنی المحتاج للشربینی فتح ۲/۴)
حنفیہ میں سے امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔ (فتح القدیر ۵/۴۵۹)

(۳) جن چیزوں میں بیع تعاطی کا عرف جاری ہے ان میں بیع تعاطی جائز ہے۔ ان کے علاوہ دوسری چیزوں میں جائز نہیں۔

(۴) چوتھا قول یہ ہے کہ جو لوگ "بیع معاطاۃ" سے واقف ہیں جیسے عام آدمی اور تاجر وغیرہ' ان کا بیع معاطاۃ کرنا جائز ہے اور جو لوگ بیع معاطاۃ سے پوری طرح واقف نہیں ان کو تلفظ کے بغیر بیع کرنا درست نہیں۔ (مغنی المحتاج ۲/۴)

البتہ جمہور فقہاء کا مذہب راجح یہ ہے کہ تمام اشیاء میں تعاطی کے ذریعے بیع منعقد ہو جاتی ہے۔ بشرطیکہ یہ عقد آپس کی رضامندی کے ساتھ طے پائے۔ مذہب جمہور کی دلیل کے طور پر یہاں صرف علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت نقل کرتے ہیں جو انشاء اللہ کافی وشافی ہوگی۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

''ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال قرار دیا اور اس کی کیفیت بیان نہیں فرمائی۔ چنانچہ جس طرح دوسرے معاملات مثلاً ''قبض'' ''احراز'' اور ''تفرق'' کے سلسلے میں عرف کی طرف رجوع کیا تھا اسی طرح بیع کی کیفیت معلوم کرنے کے لیے بھی عرف کی طرف رجوع کرنا واجب ہے۔ چنانچہ عرف کے ذریعے معلوم ہوا کہ مسلمان اپنے بازاروں میں اس طرح سے بیع کا معاملہ کرتے ہیں اور بیع کا یہ طریقہ ان کے درمیان معلوم اور مشہور ہے۔ البتہ بیع کی اس قسم پر شریعت کے بعض احکام کا دارومدار ہے اور ان کو شریعت نے اپنی جگہ پر برقرار بھی رکھا ہے۔ لہٰذا اپنی رائے سے بیع کی اس قسم میں تغیر اور تبدیلی کرنا جائز نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے درمیان اس بیع کا کثرت سے شیوع کے باوجود اس میں ایجاب وقبول کا استعمال ثابت اور منقول نہیں۔ اگر ایجاب وقبول اس بیع میں استعمال کرتے تو یہ بات ضرور مشہور ہو جاتی اور اگر ایجاب وقبول کا تلفظ بیع کے اندر شرط کا درجہ رکھتا تو اس صورت میں اس حکم کو آگے دوسروں تک پہنچانا واجب ہو جاتا اور صحابہ کرام سے اس بات کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ جو بات آگے پہنچانا واجب ہو اس کو نقل کرنے میں سستی اور غفلت سے کام لیتے۔

دوسری طرف بیع ان معاملات میں سے ہے جن میں عموم بلوی پایا جاتا ہے۔ لہٰذا اگر بیع کے اندر ایجاب وقبول کا تلفظ شرط کے درجے میں ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ضرور اس طرح واضح کر کے بیان فرماتے کہ وہ حکم مخفی نہ رہتا اس لیے کہ اگر یہ ایجاب وقبول کا تلفظ بیع کے اندر شرط ہوتا تو پھر اس کے نہ پائے جانے کی صورت میں بہت سے معاملات فاسد ہو جاتے اور پھر اس کے نتیجے میں باطل طریقے پر مال کھانے کی نوبت آجاتی اور ہمارے علم کی حد تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس بارے میں کوئی روایت موجود نہیں ہے۔

اور چونکہ ہر زمانے میں لوگ بازاروں کے اندر بیع تعاطی کے معاملات کرتے آرہے ہیں اور ہمارے مخالفین سے پہلے کسی نے بھی بیع کے اس طریقے کی مخالفت نہیں کی اس لیے اس کے جواز پر اجماع ہو چکا ہے۔ اسی طرح ہبہ ہدیہ صدقہ وغیرہ میں بھی ایجاب وقبول کا یہی حکم ہے کہ زبان سے ان کا تلفظ ضروری نہیں۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے بھی ان معاملات میں ایجاب و قبول کا استعمال کرنا منقول نہیں حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حبشہ اور دوسرے مقامات کے بہت سے ہدایہ پیش کیے گئے اور لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنے کو اولیت دیتے تھے۔ (متفق علیہ)

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی شخص کھانا لاتا تو آپ لانے والے سے سوال کرتے کہ یہ ہدیہ ہے یا صدقہ ہے؟ اگر لانے والا جواب میں کہتا کہ یہ صدقہ ہے تو آپ اپنے صحابہ کرام سے فرماتے کہ آپ لوگ تناول فرمالیں اور آپ خود تناول نہ فرماتے اور اگر جواب میں یہ کہا جاتا کہ یہ ہدیہ ہے تو اس وقت آپ اپنے ہاتھ سے لوگوں کو اس کے کھانے کا اشارہ فرماتے اور خود بھی ان کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے۔

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ ایک مرتبہ وہ کچھ کھجوریں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے اور آ کر کہا کہ میں نے یہ دیکھا کہ آپ اور آپ کے صحابہ اس کھجور کے زیادہ حق دار ہیں اس لیے میں صدقہ کی کچھ کھجوریں آپ کی خدمت میں لایا ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات سن کر صحابہ کرام سے فرمایا کہ آپ لوگ کھالیں' آپ نے وہ کھجوریں نہیں کھائیں' پھر دوبارہ کھجوریں آپ کی خدمت میں لائے اور عرض کیا کہ میں نے دیکھا کہ آپ صدقہ نہیں کھاتے ہیں' اس لیے یہ کھجوریں آپ کے لیے ہدیہ لایا ہوں۔ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (بسم اللہ) پڑھی اور ان کو کھایا۔

دیکھئے: ان احادیث میں نہ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے قبول کا تلفظ کرنا منقول ہے اور نہ یہ منقول ہے کہ آپ نے "ایجاب" کے تلفظ کا حکم دیا ہو بلکہ آپ نے صرف یہ معلوم کرنے کے لیے سوال کیا کہ وہ صدقہ ہے یا ہدیہ ہے؟ اور اکثر روایات میں ایجاب وقبول کا تلفظ منقول نہیں بلکہ "معاطاۃ" کے طور پر وہ معاملہ مکمل ہو گیا اور فریقین کے درمیان رضامندی کے ساتھ جدائی ہونا اس بات کی کافی دلیل ہے کہ یہ معاملہ درست ہو گیا اس لیے کہ اگر ان معاملات میں ایجاب وقبول کا تلفظ شرط ہوتا تو اس صورت میں لوگوں کو دشواری پیش آ جاتی اور مسلمانوں کے بہت سے معاملات فاسد ہو جاتے جس کے نتیجے میں ان کے اکثر اموال حرام ہو جاتے۔ دوسرے اس لیے کہ ایجاب وقبول کا مقصد تو فریقین کی رضامندی کا اظہار ہے۔ لہٰذا جب ایجاب وقبول کے علاوہ دوسری چیز مثلاً بھاؤ تاؤ یا تعاطی وغیرہ پائی جائے جو آپس کی رضامندی پر دلالت کرنے والی ہو تو اس صورت میں بھاؤ تاؤ یا تعاطی اس ایجاب وقبول کے قائم مقام ہو کر اس کی طرف سے کافی ہو جائے گی۔ اس لیے کہ رضامندی کے اظہار کا ذریعہ صرف ایجاب وقبول نہیں۔" (المغنی لابن قدامۃ: ۵۶۱/۳)

بیع تعاطی کی حقیقت

سوال: بیع تعاطی کہ جس میں لین دین ہوتا ہے' زبان سے الفاظ نکالے بغیر اس میں لینا اور

قبضہ کرنا دونوں طرف سے ضروری ہے یا ایک طرف سے کافی ہے؟

جواب: اکثر علماء کے نزدیک بیع تعاطی میں مجلس واحد میں دونوں جانب سے اعطا کا ہونا ضروری ہے اور ابوالفضل کرمانی نے صرف تسلیم بیع کو ثمن کے بیان کردینے کیساتھ ضروری قرار دیا اور بعض فقہاء نے مبیع اور ثمن میں سے لاعلی التعیین کسی ایک قبضہ کرنے کو کافی سمجھا۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۲۷۴)

حاملہ بھینس کو خریدنا

سوال: اگر دودھ کے لیے حاملہ بھینس خریدی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے کیونکہ بیع کے ارکان ولوازمات پائے گئے۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۲۷۳)

ہر عیب سے بری ہونے کی شرط پر بیع کرنا

سوال: زید کے پاس ایک گابھن بھینس ہے جو بچہ دینے کے بعد پانچ سیر دودھ دیتی ہے' اب زید اسے فروخت کرنا چاہتا ہے مگر دودھ دینے کی یہ مقدار اگر ظاہر کردے تو کوئی بیوپاری خریدنے پر آمادہ نہ ہوگا' کیا یہ بات بتائے بغیر اسے فروخت کرسکتا ہے؟

جواب: زید اگر بھینس بیچتے وقت خریدار سے یوں کہہ دے کہ میں اس کے ہر عیب سے بری ہوں چاہے تو لے لو ورنہ چھوڑ دو تو بیع صحیح ہو جائے گا' اگرچہ وہ سب عیوب نہ گنائے پھر بھی کوئی نکل آیا تو ذمہ دار نہ ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۹۲)

جانور کے مثانے کی بیع

سوال: حلال جانور کے پھکنے (جس میں پیشاب رہتا ہے) کی بیع جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۴۹۶ ج ۶)

اندھے جانور کی بیع کا حکم

سوال: اندھے جانور کی خرید وفروخت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بالکل جائز ہے' کوئی شبہ کی بات نہیں۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

مُردار کی بدبودار ہڈی کی بیع جائز ہے

سوال: مُردار کی ہڈیوں کی بیع کرنا بالخصوص ایسی ہڈی جس میں تعفن اور بدبو ہو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۸۲)

بعض الحیوان یعنی قربانی کے جانور کے چھ حصے بیچنا اور ایک حصہ اپنے لیے رکھنا

سوال: زید نے اپنی گائے کے چھ حصے چھ آدمیوں کے ہاتھ قربانی کے لیے فروخت کیے' ساتواں حصہ اپنے لیے رکھ لیا' کیا ان چھ حصوں کی بیع جائز ہے؟ ظاہر تو عدم جواز ہی ہے کیونکہ یہ بعضے حیوان کی بیع ہے' نیز یہ زید کا اپنی شرکت کی شرط لگانا بھی مفسد بیع معلوم ہوتا ہے؟

جواب: بعض الحیوان کی بیع جائز ہے' ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ لہٰذا ایسے جانور کی قربانی بلا کراہت جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۹۶)

خچر کی بیع کا کیا حکم ہے؟

سوال: خچروں کی تجارت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۲۹۷)

مُردار کا چمڑا اتارنا اور بیچنا

سوال: مُردار جانور کا چمڑا پہلے چمار نکالتے تھے مگر اب نہیں نکالتے تو کیا خود چمڑا نکال کر کارآمد یا فروخت کر سکتے ہیں؟

جواب: گائے بھینس مُردار کا چمڑا اس کے بدن سے چھڑانا شرعاً درست ہے نیز اس کو دباغت دے کر خواہ پکا کر یا نمک وغیرہ کے ذریعے اصلاح کر کے فروخت کرنا درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۲۹۸)

بندر' بلی' چوہے وغیرہ کی بیع کرنا

سوال: بندر' بلی' چوہا وغیرہ جیسے حرام جانوروں کی تجارت کر کے روزی کمانا کیسا ہے؟

جواب: اگر ان حرام جانوروں کی کھال' ہڈی وغیرہ کارآمد ہوں یا ان سے دوا بنائی جائے تو ان کی خرید و فروخت کرنا جائز ہے۔ **ویجوز بیع جمیع الحیوانات سوی الخنزیر وھو مختار.** (عالمگیری ص ۱۱۴ ج ۳) (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۱۷۵)

بیع کے بعد بائع سے زرِ ثمن واپس لینا

سوال: جب قیمت نمک کم ہوئی تو میرے یہاں ایک گاڑی مال رکھا ہوا تھا' نرخ ارزاں ہو جانے کے سبب اسی روپے کا میرا نقصان ہوا اور سرکار نے کم قیمت ہونے کی اطلاع پہلے سے

نہیں دی تھی اس وجہ سے نالش کر کے سرکار سے ہرجانے کا روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جب قبضہ کرنے سے پہلے مشتری کا کوئی حق نہیں تو قبضہ کے بعد بعض ثمن کے لوٹانے کا کب حق ہے۔ البتہ اگر بائع مسلمانوں اور ذمیوں کے علاوہ کوئی اور ہو اور اپنے قانون کے موافق رضامندی کچھ دے گو کسی عنوان سے ہو ایسے اموال کی اباحت کی بناء پر درخواست کرنا اور لے لینا درست اور جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۳)

غلام کی رضا کے بدون بیع کرنا

سوال: اگر مالک نے غلام کو فروخت کر دیا اور جانبین سے ایجاب وقبول ہو گیا مگر غلام اس بیع پر راضی نہیں تو یہ بیع نافذ ہوگی یا نہیں؟

جواب: نافذ ہو جائے گی کیونکہ غلام کا راضی ہونا بیع کے شرائط یا ارکان میں سے نہیں۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۲۷۴)

ایک مُشت گندم کی بیع دو مُشت کے بدلے

سوال: ایک سیب کی بیع دو سیب کے بدلے اور ایک مُشت گندم کی بیع دو مُشت گندم کے عوض جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے کیونکہ معیار شرعی کم از کم نصف صاع ہے لہٰذا نصف صاع سے کم تفاضل جائز ہے۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۲۸۲)

دھان کے بدلے دھان لینا

سوال: دھان کے بدلے دھان لینا یا دینا بطور قرض کیسا ہے؟

جواب: اگر دھان بطور قرض لیے پھر اسی قدر دھان واپس کر دیئے کمی زیادتی نہیں کی تو یہ شرعاً درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۱۷۳)

دودھ خریدنے میں کھویا کی متعین مقدار کی شرط

سوال: زید دودھ خرید کر کھویا (ماوا) بناتا ہے دودھ کا بھاؤ پینتیس روپے من ہے زید اسی بھاؤ سے خرید کر شرط لگاتا ہے کہ اگر ایک سیر دودھ میں سے ایک پاؤ کھویا نکلا تو پینتیس روپے من کے حساب سے تمہیں رقم دی جائے گی اور پاؤ بھر نہ نکلا تو اسی مقدار سے پیسے کم کر دیئے جائیں گے خواہ تمہارا دودھ خالص ہو یا غیر خالص کیا یہ شرط صحیح ہے؟ جب کہ اس کا بھی امکان ہے کہ شاید پاؤ

بھر کھویا خالص دودھ میں بھی نہ نکلے شرعاً اس بیع کا کیا حکم ہے؟

جواب: چونکہ دودھ میں کھویا کی خاص مقدار وصف مرغوب فیہ ہے لہٰذا اس کے عقد کے وقت شرط لگانے سے اس کا استحقاق ثابت ہوگا اور اس کے نہ پائے جانے کی صورت میں بیع کے فسخ کرنے اور مبیع کو لوٹانے کا حق ہوگا مگر کھویا بن جانے کے بعد مبیع کا رد کرنا متعذر ہونے کی وجہ سے رجوع بالنقصان ثابت ہوگا۔ لہٰذا زید کا دودھ کی قیمت کم کر دینا جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج۶ ص۵۰۲)

عددی چیزوں کا ان کی جنس سے مبادلہ کرنا

سوال: درخت کھجور کا شگوفہ اسی کے جنس کے عوض میں ادھار دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ شگوفہ اعداد متفاوتہ میں سے ہے اس لیے قرض لینا جائز نہیں۔

(۲) اور کھجور کے خوشہ کو کھجور کے عوض نقد یا ادھار عدد یا معین وزن کیساتھ قرض دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے اس لیے کہ یہ تبدیلی غیر جنس کے ساتھ ہے۔

(۳) کسی بھی درخت کا بوٹہ (پودا) اسی کی جنس کے درخت کے بوٹہ کے عوض میں یا کسی اور درخت کے بوٹہ کے عوض میں نقد یا قرض یا بدلہ میں دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بوٹہ درخت کا اسی جنس کے درخت کے بوٹہ کے عوض میں نقد دینا جائز ہے قرض جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج۶ ص۵۰۰)

برف کی بیع تخمینہ سے کرنا

سوال: اگر کوئی شخص دکاندار سے مثلاً برف ایک سیر مانگتا ہے جو آٹھ آنے سیر ملتا ہے وہ دُکان دار کو آٹھ آنے دیتا ہے دُکاندار بجائے تولنے کے اندازہ سے برف گاہک کو دے دیتا ہے کیا یہ خرید وفروخت جائز ہے؟

جواب: اگر وزن بشرط وزن خریدی ہو تو بدون وزن اس میں تصرف جائز نہیں ایسی ضرورت کے وقت وزن سے قطع نظر برف کے ٹکڑے کی بیع کر لی جائے تو بدون وزن تصرف جائز ہو جائے گا۔ (احسن الفتاویٰ ج۶ ص۴۹۹)

درخت پر آم کو فروخت کرنا

سوال: درخت پر لگے ہوئے چھوٹے چھوٹے آموں کی بیع جائز ہے یا نہیں؟ اور فصل آنے تک بائع کی اجازت سے آموں کا درخت پر چھوڑے رکھنا مشتری کے لیے صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: آموں کا پکنے سے پہلے بھی فروخت کرنا جائز ہے اور بیع ہو جانے کے بعد بائع کی اجازت سے ان کا درخت پر چھوڑنا بھی جائز ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۲۷۳)

کنٹرول کی چیز کو بلیک سے خریدنا

سوال: میں ایک معمولی دُکاندار ہوں، کنٹرول سے تیل چینی اپنے کارڈ سے جو ملتی ہے وہ گھر کی ضرورت بھی پوری نہیں کرتی ہے تو دُکاندار پر فروخت کرنے کے لیے بلیک سے لیتا ہوں اور فروخت کرتا ہوں، تو یہ جائز ہے یا نہیں، کیونکہ کنٹرول والے تو عوام کا حق کاٹ کر ہی دیتے ہیں؟

جواب: کنٹرول سے فروختگی کے لیے جو مال آتا ہے وہ عوام الناس کی ملک نہیں ہوتا اس لیے اس کی خرید وفروخت کرنا جائز ہے، یہ الگ بات ہے کہ انتظام حکومت کی خلاف ورزی کے باعث اور لوگوں کے طالب ہونے کے باوجود کنٹرول کی دُکان والے کو بلیک سے فروخت کرنا مناسب نہیں۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

ناپاک روغن کی بیع

سوال: قند سیاہ کے شیرے اور روغن نجس کی بیع جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے، درمختار میں ہے: "وَيَجُوْزُ بَيْعُ الدُّهْنِ الْمُتَنَجِّسِ وَالانْتِفَاعِ بِهٖ غَيْرِ الْاَكْلِ انتهٰی." (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۲۷۳)

مہوے کی بیع گیہوں سے کرنا

سوال: مہو (موہا) سے اناج برابر وزن یا کمی بیشی کے ساتھ بدل سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: بدل سکتے ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۱۷۳)

ملمع کرنا اور اس کی بیع ادھار کرنا

سوال: حل (یعنی سونے کا سیال پانی تیزابی اشیاء ڈال کر سونے کو محلول کر کے بنایا جاتا ہے وراسے چوڑی پر پوتا جاتا ہے جس سے چوڑی سنہری خوشنما معلوم ہوتی ہے) یہاں بالعموم اس کی فروخت ادھار ہوتی ہے لیکن اس زمانے میں جبکہ ذریعہ خرید چاندی نہیں بلکہ نوٹ ہے تو حل کی ادھار خرید وفروخت سود میں تو داخل نہیں؟

جواب: یہ سود میں داخل نہیں، اس کی خرید وفروخت ادھار بھی درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۱۷۲)

وکیل بالشراء کا قیمت اور مبیع میں تصرف کرنا

سوال: اگر کسی شخص نے ایک آدمی کو کوئی شئی خریدنے کو کہا اور پیسے اپنے پاس سے دیئے تو وکیل کو یہ جائز ہے کہ یہ پیسہ بوجہ ضرورت اپنے تصرف میں لائے اور مؤکل کو اپنے پیسے سے چیز خرید کر دیدے اور خریدنے کے بعد وکیل وہ شئی لا رہا تھا کہ راستہ میں ایک شخص نے کہا کہ یہ شئی مجھ کو دے دو اور تم بازار سے اور خرید کر مؤکل کو دے دو تو وکیل کو یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: وکیل امین ہوتا ہے امانت میں اس قسم کا تصرف ناجائز ہے اگر تصرف کرلیا ہے تو وہ ضامن ہوگا امین نہیں رہا۔ مؤکل کے داموں سے جو چیز خریدی ہے اس کو کسی اور کے ہاتھ فروخت کرنا درست نہیں' یہ فضولی کی بیع ہوئی جو اصل مالک کی اجازت پر موقوف رہے گی۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۶ ص۱۸۹)

اسٹامپ وغیرہ کی بیع کرنا

سوال: فری اسٹامپ جو تمسک' بیع نامہ' ہبہ نامہ' کرایہ نامہ' رہن نامہ' ضمانت نامہ' مختار نامہ عام وخاص وغیرہ کورٹ فیس جس کے ذریعہ نالش دائر کی جاتی ہے ان سب اسٹامپ کا فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔ جیسا کہ تتمہ امداد الفتاویٰ (حوادث الفتاویٰ) میں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۴ ص۱۶۹) (مبوب جدید ص۱۱۲ ج۳)

فون پر بیع کرنا

سوال: ہمارے یہاں دکانیں کافی دور ہیں' فون پر سودا لکھا دیا' جب تیار ہو کر بوری بندھ گئی تو ملازم جا کر لاتا ہے' حضرت مفتی رشید احمد صاحب نے فرمایا کہ اگر خریدار مبیع کے وزن کرتے وقت موجود نہ ہو تو اس کا ظرف ہونا چاہیے اور فرمایا کہ یہ امر تعبدی ہے' حضرت مفتی شفیع صاحب نے فرمایا' اگر مشتری کے نزدیک بائع قابل اعتماد ہو تو خود موجود ہونا ضروری نہیں ہے اور ظرف بائع کی طرف سے قید نہیں لگائی' اپنی تحقیق سے مطلع فرمائیں؟

جواب: اس سے بھی آسان طریقہ یہ ہے کہ بیع بشرط الکیل والوزن نہ ہو بلکہ یہ کہہ دیا جائے کہ اتنے روپے کی فلاں چیز دے دو' ہمارا آدمی آ کر لے جائے گا یا آپ اپنے آدمی کے ہاتھ بھیج دیں' یہ بحث ہی نہ ہو کہ کس نرخ کا ہے' پھر بوری یا تھیلا کسی کا بھی ہو سب طرح درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ج۱۳ ص۳۳۹)

نیلام بولنے پر کمیشن لینا

سوال: میرے ایک دوست کمیشن ایجنٹ ہیں کہ جو مال لوگ ان کی آڑت پر فروخت کرنے کو لاتے ہیں تو اس مال پر اپنے ملازموں سے بولی بلوا کر فروخت کراتے ہیں جس بیوپاری کی بولی زیادہ رقم کی ہوتی ہے اس خریدار کے نام ہی مال چھوڑ دیتے ہیں' اگر بیوپاری کے پاس اس وقت روپیہ ادا کرنے کے لیے نہیں ہے تو مالک آڑت اپنے پاس سے مالک مال کو روپیہ ادا کر دیتے ہیں اور خریدار سے ایک آنہ فی روپیہ بطور کمیشن مالک فرم لیتا ہے' مالک نے بولی بلوانے اور حساب وغیرہ کے لیے ملازم رکھے ہیں' ان سب کی تنخواہ اس کمیشن سے ادا کی جاتی ہے اور دکان کا خرچہ بھی اسی سے پورا کیا جاتا ہے تو یہ کمیشن لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے' یہ سود نہیں ہے بلکہ دلالی کی اجرت ہے' جس کو شامی میں درست لکھا ہے' یہ روپیہ ملک میں داخل ہے' قاعدہ شرعی کے مطابق دیگر مملوکہ روپیہ کی طرف اس پر زکوٰۃ لازم ہوگی۔

(فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳ ص ۳۲۵)

نوٹ سے سونے اور چاندی کی بیع

سوال: آج کل کے مروجہ نوٹ اور سکے جو حکومت کی طرف سے رائج ہیں جن کے ساتھ لوگ بیع وشراء کرتے ہیں کیا یہ سونے چاندی دونوں یا صرف سونے یا صرف چاندی کے حکم میں ہیں' کیا ان کے ساتھ سونے اور چاندی کی بیع زیادتی اور ادھار کے ساتھ یا صرف فضل وزیادتی کے ساتھ یا صرف ادھار جائز ہے یا نہیں؟

جواب: رائج نوٹ اور سکے سونے اور چاندی کے حکم میں نہیں' نہ ہی سونے چاندی کی رسید ہیں' لہٰذا ان سے سونے چاندی کی بیع بہر کیف جائز ہے' کمی وزیادتی اور ادھار بھی جائز ہے' البتہ جنس کے ساتھ تبادلہ کرنے کی صورت میں ربوٰ کی حرمت واقع ہوگی اور زکوٰۃ کے فرض ہونے میں یہ سکہ چاندی کے حکم میں ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۵۱۸)

پولہ خس کو بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: یہاں زمین میں پولہ خس جس سے چھپر وغیرہ بندھتے ہیں' پیدا ہوتا ہے اس کی حفاظت منجانب زمین دار ہوتی ہے جب تیار ہوتا ہے تو فروخت کر دیا جاتا ہے؟

جواب: جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۸۱)

سامان کی بیع دراہم ودنانیر کے بدلے

سوال: اگر سامان کو دراہم ودنانیر کے بدلے فروخت کیا تو پہلے ثمن کی تسلیم ضروری ہے یا بیع کی؟

جواب: پہلے ثمن یعنی قیمت کی تسلیم ضروری ہے۔ شرح وقایہ میں ہے:

فِی بَیْعِ السِّلْعَةِ بِالثَّمَنِ اَیِ الدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِیْرِ یُسَلِّمُ الثَّمَنَ اَوَّلاً لِاَنَّ السِّلْعَةَ یَتَعَیَّنُ بِالْبَیْعِ وَالدَّرَاهِمُ وَالدَّنَانِیْرُ لَایَتَعَیَّنُ اِلَّا بِالتَّسْلِیْمِ فَلَا بُدَّمِنْ تَعْیِیْنِهٖ لِئَلَّا یَلْزَمَ الرِّبٰو' انتھٰی ٥

ترجمہ: اور ثمن یعنی دراہم ودنانیر کے ساتھ سامان کی بیع میں پہلے قیمت کو سپرد کرنا ضروری ہے کیونکہ سامان تو متعین کرنے سے متعین ہوجاتا ہے مگر دراہم ودنانیر سپرد کیے بغیر متعین نہیں ہوتے تو ان کا متعین کرنا ضروری ہے تاکہ ربا لازم نہ آئے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۷۵)

مزارعت میں کاشتکار کی محنت اور مالک کا سرکاری لگان ادا کرنا

سوال: کاشتکار ادھیا پر اس طرح اٹھاتا ہے کہ جوتنے بونے والا محنت کرتا ہے اور کاشتکار صرف سرکاری لگان ادا کردیتا ہے اور فصل پر آدھا آدھا غلہ محنت کرنے والے اور کاشتکار کے درمیان تقسیم ہوجاتا ہے' کیا یہ درست ہے؟

جواب: جائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۱۷۳)

مسجد کی زمین کو زراعت کیلئے دینا

سوال: مسجد کی کچھ زمین ہے اور اس کی نیلامی لگائی جاتی ہے جو غلہ زیادہ دے اس کو وہ زمین دے دی جاتی ہے' اس زمین میں ایک تالاب بھی ہے جس میں برسات کا پانی جمع ہوجاتا ہے اس سے زمین کی آبپاشی ہوتی ہے' درج ذیل شرائط بھی ہوتی ہیں:

(۱) تالاب پورا بھرنے اور پڑوس کا کھیت بوجانے پر کاشتکار کو پورا غلہ دینا ہوگا۔

(۲) اگر قحط سالی ہوجائے تو اس کی بوئی معاف کردی جاتی ہے۔

(۳) لگان مسجد کی طرف سے ادا کیا جاتا ہے باقی خرچ کاشتکار کو برداشت کرنا ہوتا ہے' لہٰذا یہ نیلامی کا طریقہ درست ہے یا نہیں؟

جواب: اگر زیادہ غلہ کا مطلب مثلاً ۵/۳ یا ۶/۵ وغیرہ تشریح کے ساتھ ہے تو یہ بولی اور معاملہ شرعاً درست ہے اس میں پیداوار کی حسب قرارداد تقسیم ہوگی' اگر زیادہ غلہ کا مطلب بالقطع

غلہ کی تجویز ہے' مثلاً دس من' بیس من وغیرہ اوراس میں یہ شرط نہیں کہ اسی زمین کا پیدا شدہ غلہ دینا ہوگا تو نقد معاوضہ کی طرح یہ بھی درست ہے یعنی جس طرح دس روپیہ بیس روپیہ وغیرہ کوئی معاوضہ اجرت تجویز کرلینا درست ہے اسی طرح غلہ کی مقدار مقرر کرکے معاوضہ اجرت تجویز کرلینا بھی درست ہے' شرط نمبرا' نمبر۲ سہولت کے لیے ہے اس میں مضائقہ نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ص ۳۰۱)

مزارعت کن کن صورتوں میں جائز ہے؟

سوال: دوسرے شخص کی زمین میں شرکت کی کیا کیا صورتیں جائز ہیں؟ کہ جس سے اس زمین میں کچھ کیا جاسکے اور کون کون سی صورتیں ناجائز ہیں؟

جواب: زمین کا نقدی کرایہ مقرر کرلیا جائے' زمین کا کرایہ غلہ کی صورت میں متعین کرلیا جائے کہ فلاں غلہ سالانہ اتنی مقدار میں لیں گے' خواہ آپ کوئی غلہ بوئیں یا کچھ نہ بوئیں' زمین کی پیداوار کا حصہ معین کرلیا جائے' مثلاً کل پیداوار کا نصف حصہ یا ایک تہائی وغیرہ لیں گے' ان سب صورتوں میں معاملہ درست ہے ان کے علاوہ جو صورت آپ چاہتے ہیں لکھ کر دریافت کرلیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ص ۳۰۰)

زمین کی اجرت دھان قرار دینا

سوال: زید عمر کو ایک بیگھہ زمین اس شرط پر دیتا ہے کہ تمہیں پچاس من دھان دینا ہے' پیدا ہو یا نہ ہو' عمر اس پر راضی ہے شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: یہ مزارعت نہیں بلکہ زمین کو کرائے پر دینا ہے اور پچاس من دھان اجرت ہے' خواہ دھان کی کاشت کرے یا کسی اور چیز کی یا بالکل ہی کاشت نہ کرے' یہ معاملہ شرعاً درست ہے جیسا کہ پچاس روپے کو اجرت قرار دینا درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ص ۲۹۸)

جس زمین میں قبریں ہوں اس کی بیع کرنا

سوال: ایک شخص نے ایک قطعہ زمین خرید کیا اور خریدنے والے کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ اس زمین میں بہت سی قبریں ہیں' اب صاحب مذکور نے اس زمین میں تالاب کھدایا ہے' کھودتے وقت مردوں کے سر' ہاتھ کی ہڈی' لاشیں پائی گئیں' سب ہڈیاں دوسری جگہ زمین میں دفن کردیں' آیا قبروالی زمین کو تالاب بنانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جب مالک سے کسی نے زمین خرید لی تو اب مالک کو اختیار ہے کہ اس میں تالاب بنائے یا کچھ اور کام کرے' البتہ ان ہڈیوں کو توڑنا درست نہیں بلکہ احتیاط سے ان کو ایک جگہ دفن کردیا جائے' فقہاء نے اس کی

تصریح کی ہے اگر قبرستان وقف ہو تو اس کی بیع اور اس میں تالاب بنانا ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۳ ص ۱۷۶)

صرف زمین کے پانی کی بیع کرنا

سوال: زمین کے بغیر صرف اس کے پانی کی بیع جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۵۰۵)

کلابتوں والے عمامہ کی بیع اُدھار کرنا

سوال: ہمارے یہاں شہر میں پگڑیاں بنی جاتی ہیں' ان میں کلابتوں بنایا جاتا ہے' دونوں پلوں پر ماشہ' دو ماشہ' چھ ماشہ بلکہ تولہ بھر تک خریدار پگڑیاں اُدھار لے جاتے ہیں' عموماً پگڑی میں کلابتوں نسبتاً اصل پگڑی سے کم و بیش کم قیمت کا ہوتا ہے' مثلاً دو روپے کی پگڑی ہوئی تو اس میں کلابتوں ایک آنہ سے لے کر ۸/۱۰ آنہ تک کا ہوتا ہے' بڑی دقت یہ ہے کہ خریدار اتنا بھی پیشگی نہیں لاتے کہ کلابتوں کی قیمت کی مقدار نقد وصول ہو جایا کرے' خریدار ہندو مسلمان دونوں ہوتے ہیں' مسلمان تاجر سخت ابتلاء میں ہیں کہ کیا کریں؟ لہٰذا عرض ہے کہ کوئی شرعی مخلص ہے کہ کلابتوں کی بیع پگڑیوں کے ساتھ اُدھار جائز ہو؟

جواب: صورت مسئولہ میں اُدھار بیچنا جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۸۲)

بند گٹھڑی کی بیع کرنا

سوال: زید کپڑے کی بند گٹھڑی خریدتا ہے' گٹھڑی میں جس قدر کپڑا ہے اس کا نمونہ اور مقدار سب بتادی گئی ہے مگر مقدار کل نہیں بتائی گئی' یہ نہیں معلوم کہ پارچہ اور ٹکڑا کتنے کتنے گز کا ہے' بیع جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مبیع کا معلوم ہونا شرط ہے' خواہ بیان تقدیر سے یا اشارہ سے' اول تو یہاں مقدار بھی بتلادی ہے اور اگر اسکو معتبر نہ سمجھا جائے تو مشار الیہ تو ضرور موجود ہے لہٰذا یہ بیع جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۹۰)

کتاب چھپنے سے پہلے اس کی قیمت دینا

سوال: بعض اہل مطابع اشتہار دیتے ہیں کہ فلاں کتاب کے طبع کرنے کا انتظام کیا گیا ہے' جو صاحب اس قدر قیمت پیشگی دیں گے وہ اس رعایت کے مستحق ہوں گے' یہ معاملہ کیسا ہے؟

جواب: متاخرین نے جائز رکھا ہے اور اس کی تفصیل بیع استجرار میں صاحب ردالمحتار نے ذکر کی ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۳۲)

بدون ایجاب وقبول بیع کا حکم

سوال: پانچ آنے گز کے حساب سے تین گز کپڑا خریدا' مشتری نے ایک روپیہ جیب سے

نکال کر مالک کو دینے کی نیت سے پھینکا' مالک گفتگو میں مشغول تھا' مشتری نے باقی چار پیسے واپس مانگے' مالک نے نوکر سے واپسی کے پیسے کا عدد دریافت کر کے مشتری کو دیا' مشتری نے وہ پیسے لیے اور کپڑا اٹھالیا' بیع صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: یہ بیع تعاطی ہے' گوزبان سے ایجاب وقبول نہیں ہوا مگر بیع صحیح ہوگئی۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۳۸)

مال پہنچنے سے قبل بیع کی صحیح صورت

سوال: ایک تاجر مال باہر سے منگواتا ہے اور مال پہنچنے سے پہلے ہی منافع پر فروخت کر دیتا ہے' یہ منافع اس کے لیے حلال ہے یا نہیں؟ مال پیشگی فروخت کرنے کا سبب یہ ہے کہ مال پہنچنے کے بعد کہیں خسارہ نہ اٹھانا پڑے؟

جواب: مال پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کی بیع جائز نہیں' لہٰذا یہ منافع بھی حلال نہیں' اس کی تصحیح کی دو صورتیں ہیں:

(۱) جہاں مال خریدا ہے وہاں کسی کو یا مال بردار کمپنی کو وکیل بالقبض بنادے' اس کے قبضہ کے بعد بیع جائز ہے۔ (۲) مال پہنچنے سے قبل بیع نہ کرے بلکہ وعدہ بیع کرے' بیع مال پہنچنے کے بعد کرے۔ اس صورت میں جانبین میں سے کوئی انکار کردے تو صرف وعدہ خلافی کا گنہگار ہوگا' بیع پر اسے مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

اگر مال پہنچانے کا کرایہ خریدار ادا کرتا ہے تو اس کے اذن سے بائع کا کسی بھی مال بردار کمپنی کی تحویل میں مال دے دینا مشتری کا قبض شمار ہوگا' اگرچہ مشتری نے کسی خاص کمپنی کی تعیین نہ کی ہو' کمپنی کی تحویل میں آجانے کے بعد بیع جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۵۲۵)

لفظ ''دیدے گا'' وعدۂ بیع ہے

سوال: زید نے سیب پکنے سے تقریباً دو تین ماہ قبل عمر کو کچھ روپے دیئے کہ عمر اس کو اپنے سیب فی من مثلاً دو سو روپے دے گا مگر عقد کے وقت نہ تعجیل ثمن کی شرط تھی اور نہ ہی تاجیل مبیع کی' عقد کے بعد یہ کہا کہ عمر زید کو سیب فی من دو سو روپے اس وقت دے دے گا جب کہ سیب پک جائے' اس لیے کہ عقد کرتے وقت تو سیب بالکل کچے تھے' سیب پکنے کے بعد عمر نے حسب وعدہ فی من دو سو روپے دیدیئے اور مشتری نے بھی بقیہ ثمن دیدیا' کیا مذکورہ صورت خانیہ کے اس جزئیہ پر قیاس کر کے جائز ہوسکتی ہے؟ رجلٌ قال لغیرہٖ بعت منک عنب ھٰذا الکرم کل وقربکذا الٰی قولہٖ وان کان الوقر معروفا وعندھما یجوز فی الکل کمالو قال

بعت..... الخ (خانية فصل في بيع الزروع ص ٣٥٠ ج ٢)؟

جواب: لفظ ''دے دے گا'' بیع نہیں' وعدۂ بیع ہے' لہٰذا مالک نے سیب پکنے کے بعد دیدیئے تو یہ بیع بالتعاطی ہوگئی۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۵۰۷)

گرانی کے انتظار میں ذخیرہ کرنا

سوال: اگر کوئی شخص غلہ کے علاوہ قند سیاہ' لکڑی' لوہا وغیرہ ذخیرہ کرکے رکھتا ہے تاکہ گرانی کے آنے میں فروخت کرے' اب وقت آنے پر گراں فروخت کرتا ہے تو یہ فروخت کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟ اور یہ صورت احتکار میں داخل ہوگی یا نہیں؟

جواب: یہ بیع جائز ہے کیونکہ طرفین کی رضامندی کے ساتھ تبادلہ مال بالمال ہورہا ہے اور اس ذخیرہ اندوزی کے احتکار ہونے میں اختلاف ہے' عالمگیریہ میں یہ ہے کہ امام ابویوسفؒ کے نزدیک احتکار (ذخیرہ اندوزی) میں ہر وہ چیز داخل ہے جس سے عام ضرر لوگوں کو پہنچے اور امام محمدؒ کے نزدیک احتکار ہر وہ چیز ہے جس سے انسان یا چوپائے غذا حاصل کرتے ہیں۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۲۸۵)

غیرولی کے ذریعہ نابالغوں کے ہاتھ بیع کرنا

سوال: زید نے اپنے دو یتیم بھتیجوں کے ہاتھ ایک مکان ان کی ماں کی ولایت میں فروخت کیا' کچھ دنوں بعد اسی مکان میں بیع کے متصل تھوڑی زمین ایک دوسرے شخص سے خرید کی اور اس سے اپنے مکان مبیع کی تھوڑی زمین اس بیع نامے میں لکھوالی' اب جبکہ دونوں بھتیجے بالغ ہوگئے تو اس پہلی بیع کو جو کہ ان کے چچا نے ان کے ہاتھ فروخت کیا ہے جائز رکھتے ہیں اور دوسری بیع کو جو ان کے چچا نے اس جائیداد مبیعہ سابقہ کا ایک جز اس دوسری زمین مبیعہ کے ساتھ خرید لی ہے ناجائز رکھتے ہیں اور اپنا پورا حق طلب کرتے ہیں تو زید کہتا ہے کہ اس پر میرا عرصہ سے قبضہ چلا آرہا ہے' ان دونوں بیعوں کے جواز وعدم جواز میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

جواب: ماں اور چچا مال کے ولی نہیں ہیں' اس لیے یہ تصرف فضولی کا ہے اور چونکہ اس کو جائز قرار دینے والا فی الحال کوئی نہ تھا' لہٰذا وہ باطل ہوا' پس بعد بلوغ کے بیع اول کا جائز رکھنا معتبر نہیں' پس وہ مکان مبیع بدستور زید کا ہے اور زید پر واپس کرنا زرثمن کا واجب ہے' البتہ اگر اب بتراضی بیع کریں تو جس مقدار سے بیع کریں گے صحیح ہوجائے گی۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۴)

بیع کی بعض صورتیں جو محض تعامل کی بناء پر جائز ہیں

سوال: نهى عن صفقة في صفقة کے ظاہری معنی کے لحاظ سے بعض امور ناجائز معلوم

ہوتے ہیں حالانکہ بکثرت خاص وعام میں شائع ہیں' مثلاً گھڑی کی مرمت کہ ٹوٹے ہوئے پرزے کو نکال کر صحیح پرزہ لگادے گا تو اس پرزہ کی تو بیع ہے اور لگانے کا اجارہ' چارپائی بنوانا اور بان اپنے پاس سے نہ دینا اس میں بان کی بیع ہے اور بننے کا اجارہ' سقہ سے پانی لینا کہ جب اس نے کنویں سے پانی نکال کر اپنے ظرف میں لیا تو اس کی ملک ہوگیا' سو پانی کی بیع ہوئی اور وہاں سے لانے کا اجارہ' نیز بیع مالیس عندہ بھی ہے کہ کوئی زیور یا انگوٹھی جڑنے کو دینا کہ نگینوں کی بیع ہے اور لگانے کا اجارہ وغیر ذالک من المعاملات الرّائجہ؟

جواب: تعامل کی وجہ سے بلانکیر شائع ہے جو ایک نوع کا اجماع ہے' یہ سب معاملات جائز ہیں' پس نص عام مخصوص البعض ہے جیسا فقہاء نے صباغی وخیاطی میں اسکی اجازت دی ہے کہ صبغ اور خیط صانع کا ہوتا ہے اور اس میں اجارہ بھی ہوتا ہے۔ (امداد الفتاوی ج ۳ ص ۶۳)

متعین وزن کے ڈبوں کی بیع کا کیا حکم ہے؟

سوال: بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ کسی نے کچھ اناج' گھی' تیل وغیرہ کچھ نرخ طے کر کے خریدا تو اس کی تین صورتیں ہیں:

(۱) دکاندار نے خریدار یا اس کے بھیجے ہوئے آدمی کے سامنے تول کر دیا ہے۔

(۲) سامنے نہیں تولا بلکہ خریدار یا اس کے آدمی سے یہ کہدیا ہے کہ تم جاؤ ہم تول کر گھر بھیج دینگے۔

(۳) اس سے پہلے الگ تول کر رکھا ہوا تھا' دکاندار نے اسی طرح اٹھا کر دیدیا پھر نہیں تولا۔

پہلی صورت میں گھر لا کر دوبارہ تولنا ضروری نہیں' بغیر تولے اس کا کھانا' پینا' بیچنا سب صحیح ہے' دوسری تیسری صورت میں جب تک خریدار خود نہ تول لے اس کا کھانا' پینا' بیچنا وغیرہ کچھ درست نہیں' اگر بے تولے بیچ دیا تو یہ بیع فاسد ہوگئی' پھر اگر تول بھی لے تب بھی یہ بیع درست نہیں ہوئی۔

آج کل متعدد چیزیں مختلف اوزان کے ڈبوں اور پیکٹوں میں بند رکھی ہوتی ہیں' گاہک دکاندار سے کہتا ہے کہ فلاں چیز ایک سیر دیدو وہ ایک سیر کا ڈبہ یا پیکٹ اٹھا کر دے دیتا ہے نہ تو دکاندار خود تول کر دیتا ہے اور نہ وہ گاہک کو اس طرح ڈبوں اور پیکٹوں میں مال خریدنا اور بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بائع اور مشتری دونوں کا مقصد وہ خاص ڈبہ اور لفافہ ہوتا ہے' اس پر لکھا ہوا وزن بیع میں مشروط نہیں ہوتا' اس لیے بدون وزن کیے اس میں تصرف جائز ہے۔ (احسن الفتاوی ج ۶ ص ۴۹۸)

بیع میں مشتری پر دوبارہ وزن کرنے کی تحقیق

سوال: دودھ والے سے ہمیشہ دودھ لیا جاتا ہے' وہ دودھ از خود مکان پر دے جاتا ہے مگر

ہمارے سامنے وزن نہیں کرتا بلکہ وزن کر کے لاتا ہے اور ہمارے برتن میں ڈال جاتا ہے' ہمیں اس کے وزن پر اعتماد ہے اس لیے ہم اس دودھ کو وزن نہیں کرتے' ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ بدون وزن کیے اس دودھ کو استعمال میں لانا جائز نہیں' یہ کیا صحیح ہے؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ جب بائع مبیع کا وزن کرے تو اس موقع پر مشتری کا موجود ہونا اور دیکھنا شرط ہے یا اتنا بھی کافی ہے کہ وہ اپنا برتن چھوڑ جائے یا کسی کو اپنا وکیل بنادے' آج کل کثرت مشاغل کی بناء پر شہری لوگوں نے یہ وطیرہ اختیار کیا ہے کہ دکاندار کو فون پر کہہ دیا کہ فلاں فلاں اشیاء اتنی اتنی مقدار میں تول کر رکھ دو' پھر کسی ذریعہ سے وہ اشیاء منگا لیتے ہیں یا دکاندار از خود پہنچا دیتا ہے اور مشتری دوبارہ وزن کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا یہ طریقہ شرعاً درست ہے؟

جواب: ان دونوں صورتوں میں بیع بالتعاطی ہے اس لیے خریدار پر دوبارہ وزن کرنا ضروری نہیں' ان اشیاء کی قیمت اگرچہ بعد میں مہینہ گزرنے پر ادا کرتے ہوں تو بھی یہی حکم ہے' بالمشافہ خرید وفروخت بھی عموماً بالتعاطی ہی ہوتی ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ٦ ص ٤٩٧)

بیع سَلَم کے احکام

بیع سَلَم کی سات شرطیں

سوال: زید نے دو چار ماہ قبل روپیہ دیا اور اقرار ہوا کہ جب فصل تیار ہوگی اور نیا غلہ فروخت کیا جائے گا تو اس وقت زیادہ سے زیادہ جو نرخ ہوگا اس نرخ سے جَو یا گیہوں جو قرار پایا ہو لیا جائے گا اور زید نے وقت اور وزن کی قید نہ لگائی تو یہ صورت بیع سَلَم کی درست ہے یا نہیں؟

جواب: یہ صورت بیع سلم کی نہیں' بیع سلم میں امام اعظمؒ کے نزدیک سات شرطیں لازمی ہیں' ہدایہ میں ہے کہ نہیں صحیح ہے' بیع سلم امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مگر اس وقت کہ سات شرطیں پائی جائیں' یعنی جنس معلوم ہو کہ کون سی چیز لی جائے گی اور نوع اس کی معلوم ہو کہ کس قسم کی چیز لی جائے گی اور صفت اس کی معلوم ہو کہ کس طرح کی وہ چیز لی جائے گی اور مقدار معلوم ہو کہ کس قدر وہ چیز لی جائے گی اور وقت معلوم ہو کہ کس تاریخ اور کس وقت وہ چیز لی جائے گی اور اس کے انداز کرنے کا طریقہ معلوم ہو کہ پیمانہ سے ناپ کر لی جائے گی یا وزن کر کے یا شمار کر کے اور وہ جگہ معلوم ہو کہ کس جگہ وہ چیز لی جائے گی' جب ایسی چیز ہو کہ اسکے لیے بار برداری کی ضرورت ہو اور جب شرط فوت ہوتی ہے تو مشروط بھی فوت ہوتی ہے

اس واسطے سوال میں جو صورت بیع کی مذکور ہے درست نہیں۔ (فتاویٰ عزیزیہ ج ۲ ص ۵۰)

بیع سَلَم کی تین صورتیں

سوال: ایک دکاندار سے دوسرے شخص نے دو من غلہ لیا اور کہا کہ دو ماہ بعد فصل گندم کٹنے پر اس کے عوض سوا دو من دوں گا' یہ لین دین جس میں تفاضل بھی ہے اور مہلت بھی' نہ یداً بید نہ بسواء ہے' یہ صورت بیع سلم میں داخل ہو کر جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ صورت ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۲۸۹)

سوال: ایک من غلہ جس کی قیمت مثلاً دو روپے ہے' دکاندار نے کہا کہ یہ ایک من غلہ جس کی قیمت اس وقت بازاری نرخ کے لحاظ سے دو روپے ہوتے ہیں' گویا تم کو دو روپے دے رہا ہوں' گیہوں کی فصل کٹنے کے بعد ان دو روپیوں کا گندم سوا من لوں گا' اس صورت میں وہی گندم دیتا ہے اور گندم تفاضل کے ساتھ لیا ہے' نقد پھر بھی نہیں دیا' فرق اتنا ہے کہ پہلی صورت میں گندم قیمت کر کے نہیں دیئے تھے' اس میں قیمت پائی گئی اس صورت میں بھی لین دین جنس کا ہے' فقط ربا سے بچنے کے لیے بطور حیلہ کے یہ سلم میں داخل ہو کر جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں دو معاملے ہوئے ایک تو یہ کہ ایک من غلہ دو روپیہ میں فروخت کیا' دوسرا یہ کہ دو روپوں کے عوض فلاں وقت سوا دو من غلہ لوں گا' پہلا بیع اجل کا ہے' دوسرا بیع سلم کا ہے۔ پس اگر پہلا معاملہ پختہ اور ختم ہونے کے بعد مستقل طور پر دوسرا معاملہ کیا ہے اس طرح کہ اولاً ایک من غلہ فروخت کیا اور اس میں کوئی شرط خلاف مقتضائے عقد نہیں لگائی' البتہ قیمت موجل رہی جس کی اجل متعین کر دی پھر اس کے بعد دوسرا معاملہ کیا کہ تمہارے ذمہ دو روپیہ واجب الادا ہے ان کے عوض اس نرخ سے فلاں وقت گیہوں دے دینا' اس نے منظور کر لیا تو یہ معاملہ درست ہو گیا' اگر پہلے معاملے کے لیے دوسرے معاملے کو شرط قرار دیا ہے' مثلاً اس طرح معاملہ کیا کہ ایک من غلہ دو روپے کا اس شرط پر تمہارے ہاتھ فروخت کیا کہ فلاں ماہ میں اس دو روپے کے عوض تم سے سوا دو من غلہ لوں گا تو یہ ناجائز ہے اس سے نہ بیع اجل ہوئی نہ بیع سلم۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۲۸۹)

سوال: تیسری صورت قرض کی ہے کہ ایک قیمت کے دوسرے کو دو من گیہوں قرض دے' دو ماہ کے بعد پھر وہی دو من لے گا' اس میں تفاضل و زیادتی تو نہیں' البتہ نسیہ ہے' یداً بید نہیں ہے آیا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ جائز ہے' یہ قرض ہے۔ اَلاَقرَاضُ تُقضٰی بِاَمثَالِھَا. (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۲۹۰)

ماہی گیر کا پیشگی رقم لینا

سوال: ایک ماہی گیر نے خالد سے اس شرط پر پیشگی سو روپے لیے کہ آئندہ موسم سرما میں (جو مچھلی کے شکار کا موسم ہوتا ہے) رواج کے مطابق سو روپے کی مچھلی ساٹھ روپے فیصد کے حساب سے دے گا جو عام لوگوں کو اسی روپے فی صد کے حساب سے دیتا ہے یا اس شرط پر پیشگی روپے لیے کہ سردی کے موسم میں ایک سو چالیس روپے کی مچھلی دے گا جو نرخ عام سے سو روپے کی آتی ہے' کیا یہ جائز ہے؟

جواب: یہ بیع سلم ہے جو فقدان شرائط کی وجہ سے ناجائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۵۲۲)

کوڑیوں اور پیسوں میں بدھنی جائز ہے یا نہیں؟

سوال: کوڑیاں و مروج پیسہ ثمن میں داخل ہیں یا نہیں؟ اور سلم ان میں جائز ہے یا نہیں؟

جواب: خرمہرہ اور فلوس نقود میں داخل نہیں' شیخین رحمہم اللہ کے نزدیک اس کی سلم بھی درست ہے مگر امام محمد فلوس کو نقد فرماتے ہیں اور سلم کو اس میں ناجائز کہتے ہیں' اگرچہ یہ سلم شیخین کے مطابق درست ہے مگر موجب تہمت اور عوام کے نزدیک طعن کا سبب ہے تو احتیاط چاہیے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۰۷)

مسلم فیہ دینے سے عجز کا حکم

سوال: ایک شخص نے بیع سلم ایک روپیہ فی کاسہ کے حساب سے کی' اب وقت معین پر مبیع کے ادا کرنے سے بوجہ افلاس کے قادر نہیں تو رب السلم اس سے دو روپے فی کاسہ ثمن وصول کرنا چاہتا ہے' کیا شرعاً اس کے لیے یہ فعل جائز ہے؟

جواب: مدت معینہ تک اگر مسلم الیہ مسلم فیہ ادا نہ کر سکا تو اس کے عوض کوئی دوسری چیز لینا یا ثمن سے زیادہ لینا جائز نہیں' لہٰذا مشتری کو چاہیے کہ سہولت ملنے تک بائع کو مہلت دے یا اپنا ثمن واپس لے لے بائع کی رضامندی سے بھی استبدال یا ثمن سے زیادہ لینا جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۸۱)

بیع سلم کے بعض شرائط

سوال: ایک شخص نے اپنی فصل فروخت کی اس طور پر کہ اس سے جتنی گندم نکلے گی وہ بیس روپے من ہوگی' ثمن بروقت مشتری نے ادا نہیں کیا' آیا یہ بیع شرعاً درست ہے؟

جواب: یہ بیع سلم ہے جس میں بیع سلم کی مقدار اور وقت اداء کا معین کرنا' نیز کل ثمن کا مجلس عقد میں ادا کرنا شرط ہے' صورت سوال میں یہ تینوں شرطیں نہیں ہیں' لہٰذا یہ بیع صحیح نہیں ہوئی' نیز یہ بیع سلم میں مبیع کو خاص زمین اور فصل سے مقید کرنا جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۸۲)

بیع سلم کو سود کی مشابہت سے بچانا چاہیے

سوال: مثلاً آج کل مونجی کا بھاؤ ۲۵ روپے من ہے ہم سے زید روپیہ قرض مانگتا ہے اور کہتا ہے کہ میں فصل پر تم کو آٹھ روپے من مونجی دوں گا تو اس طریقے سے روپیہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: قرض کا اس طرح معاملہ کرنا شرعاً درست نہیں۔ لِاَنَّ الْاَقْرَاضَ تُقْضٰی بِاَمْثَالِهَا البتہ بیع سلم کا معاملہ کیا جا سکتا ہے وہ یہ کہ قیمت پیشگی دی جائے اور مونجی فصل کے بعد وصول کی جائے اس کے لیے نرخ قسم وصولی کی جگہ وصولی کا وقت غرض سب چیزیں اس طرح صاف صاف طے کر لی جائیں کہ بعد میں نزاع نہ ہو فصل پر عامتہ جو نرخ ہو اس کی پابندی لازم نہیں بلکہ عقد وقت جو نرخ طے کر لیا جائے اس کی پابندی لازم ہوگی مگر اس کا خیال رہے کہ اس بیع سلم کو قرض لینے اور نرخ سے زیادہ مونجی لینے کا حیلہ نہ بنایا جائے جس سے سود کے ساتھ مشابہت ہو جائے اس میں احتیاط کی ضرورت ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۳۰۳)

بیع سلم میں نرخ کا تعین

سوال: بیع سلم میں طے ہو گیا کہ فلاں مہینہ فی روپیہ ایک من کے حساب سے گندم دے دیا جائے گا اور اس وقت بازار کا نرخ فی روپیہ بیس سیر ہے تو یہ بیع جائز ہوگی یا نہیں؟

جواب: جائز ہے کیونکہ بیع سلم میں مسلم فیہ کی مقدار کا معلوم ہونا تو ضروری ہے خواہ کیلی یا وزنی لیکن مقرر کردہ نرخ کا بازار کے مساوی ہونا بیع سلم کی صحت کے لیے ضروری نہیں۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۲۸۷)

بیع سلم میں مسلم فیہ کی تعیین

سوال: اگر بیع سلم میں رأس المال ایک درہم مقرر ہونے کے بعد بائع کے حوالے کر دیا گیا اور بائع اقرار کرتا ہے کہ اس درہم کے بدلے مسلم فیہ یعنی گندم فصل ربیع پر بازار کے نرخ کے لحاظ سے جس قدر بھی آئیں گے دے دوں گا تو یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مسلم فیہ کی مقدار کا معلوم ہونا کیلی میں کیل کے ساتھ وزنی میں وزن کے ساتھ عددی میں عدد کے ساتھ اور پیمائش چیزوں میں پیمائش کے ساتھ بیع سلم کے صحیح ہونے کے لیے شرط ضروری ہے اور صورت مذکورہ میں مسلم فیہ کی مقدار معلوم نہیں جس کی وجہ سے نزاع کا احتمال ہے اور جس جہالت کی وجہ سے نزاع پیدا ہو وہ مفسد ہوا کرتی ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۲۸۶)

گندم میں وزن کے لحاظ سے بیع سلم کرنا

سوال: بیع سلم میں بیس سیر گندم رأس المال مقرر کر کے بائع کے حوالے کر دیے گئے اب

بائع کہتا ہے کہ مقرر کردہ عرصہ کے بعد اتنی گندم پہنچادوں گا' یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: گندم ہمارے اطراف میں اگر چہ وزنی ہے مگر شریعت کی نظر میں کیلی ہے کیونکہ شارع نے اس کو کیلی فرمایا ہے اور جو شئی ایک مرتبہ کیلی یا وزنی بن گئی بعد میں کسی عرف میں تبدیلی کی وجہ سے اس میں تغیر نہ آئے گا' البتہ بعض آئمہ اشیاء کے کیلی یا وزنی ہونے کا مدار ہر ایک ملک کے عرف کو قرار دیتے ہیں۔ ہر جگہ نص شارع بھی عرف عام پر مبنی تھی' مگر اکثر کا مسلک کہ کیلی اور وزنی دونوں کے اندر عرف کا اعتبار کرنا جائز نہیں کیونکہ کیلی میں کیلی کا حوالہ کرنا اور وزنی میں وزنی کا حوالہ کرنا بشرطیکہ دونوں متعین ہوں جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۸۶)

پیسوں کی بیع سلم جائز ہے

سوال: فلوس نافقہ (رائج سکے) میں بیع سلم جائز ہے یا نہیں؟

جواب: صحیح ومختار یہی ہے کہ فلوس میں بیع سلم جائز ہے' شیخین کے نزدیک فلوس رائجہ ثمن نہیں ہیں بلکہ من جملہ سامان ومتاع وعروض کے ہیں' اسی وجہ سے شیخین کے نزدیک ایک پیسے کی بیع دو پیسوں سے جائز ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر چہ فلوس (سکے) سودی معاملات میں ثمن کا حکم رکھتے ہیں اور ایک سکے کی بیع دو سکوں کے ساتھ ایسی ہی (ناجائز) ہے جیسی ایک درہم کی بیع دو درہم کے ساتھ لیکن باب سلم میں امام محمدؒ نے بھی قوی روایت کے مطابق شیخین رحمہم اللہ کی موافقت اختیار کی ہے۔ پس بیع سلم فلوس میں باتفاق آئمہ ثلثہ جائز ہے۔ (امداد المفتیین ص ۸۳۸)

بیع سلم میں چار سیر زیادہ دینے کی شرط لگانا

سوال: ایک شخص قرض روپیہ چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ میں دو ماہ بعد گندم کو اس وقت کے بھاؤ سے چار سیر زیادہ دوں گا اور اصلی معروف دوں گا تو اس طریقے سے قرض لینا دینا اور پھر اسی طریقے سے ادا کر دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس میں یہ شرط کرنا کہ اس وقت کے بھاؤ سے چار سیر زیادہ دوں گا' مفسد بیع ہے کیونکہ یہ بیع سلم ہے اور اس کی شرط یہ ہے کہ اس وقت یعنی روپیہ دیتے وقت نرخ متعین کر لیا جائے اور صورت مسئولہ میں نرخ مجہول ہے' لہٰذا یہ معاملہ ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۸۱ ج ۶)

بیع سلم میں مسلم فیہ کا نرخ کم زیادہ ہو جائے تو؟

سوال: احمد صاحب اناج کا بیوپار کرتے ہیں' برسات میں ہم کو روپیہ کی ضرورت پڑتی ہے تو

پہلے ہی بھاؤ کر کے مال کا روپیہ لے جاتے ہیں اور اسی بھاؤ سے فصل پر اناج دیتے ہیں' خواہ بھاؤ کم ہو یا زیادہ' تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ یہ سود تو نہیں؟

جواب: اگر روپیہ قرض لیا جائے تو پھر اس روپیہ کی واپسی لازم ہے اس میں زیادتی کی شرط کرنا سود ہے۔ البتہ اگر واپسی کے وقت روپیہ موجود نہ ہو اور روپیہ کے عوض غلہ دینا چاہے تو دیتے وقت جو معاملہ کر لیا جائے وہ درست ہے مثلاً جس وقت روپیہ قرض لیا اس وقت غلہ کا تیرہ روپیہ نرخ تھا اور جب واپس کرنے کا وقت آیا تو غلہ کا نرخ دس روپیہ کا ہو گیا اور اس کے حساب سے بجائے روپیہ دینے کے غلہ دے دیا تو یہ سود نہیں بلکہ درست ہے۔

اگر روپیہ قرض نہیں بلکہ غلہ خریدا اس طرح کہ روپیہ اب دے دیا اور غلہ لینے کا وقت فصل کا موقع تجویز کیا اور غلہ کا نرخ بھی کر لیا کہ اس کے حساب سے غلہ لیں گے اور فلاں قسم کا غلہ ہو' فلاں جگہ پہنچانا ہو تب بھی درست ہے۔ اگر روپیہ دیتے وقت غلہ کا نرخ تیرہ کا ہو جو روپیہ دیا گیا ہے وہ اس صورت میں پیشگی قیمت ہے' قرض نہیں یہ بھی سود نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۲۸۸)

قبضہ سے پہلے رأس المال یا مبیع میں تصرف کرنا

سوال: زید نے بکر سے کپاس بیس روپے فی من کے حساب سے خریدی اور کہا فصل پر جب کپاس اترے گی تو وصول کرلے گا' بکر نے بھی اقرار کر لیا' ابھی فصل آنے میں دو ماہ باقی ہیں' رقم زید نے ادا کر دی' سوال یہ ہے کہ زید یہی کپاس اگر عمر کو تیس روپے من کے حساب سے فروخت کر دے تو جائز ہے یا نہیں؟ نیز زید و بکر کے درمیان جو سلم ہوئی وہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بیع سلم میں یہ شرط ہے کہ وقت عقد سے وقت محل تک مسلم فیہ بازار میں موجود ہے۔ لہٰذا اگر کپاس دو ماہ تک بازار میں دستیاب ہو تو یہ بیع جائز ہے ورنہ ناجائز۔

عقد سلم میں قبضہ کرنے سے پہلے رأس المال یا مسلم فیہ میں کوئی تصرف کرنا جائز نہیں' لہٰذا زید کا فروخت کرنا ناجائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۵۲۲)

بازار میں عموماً ملنے والی چیز کے نمونہ پر نرخ مقرر کرنا

سوال: جو چیزیں بازار میں ہر وقت فروخت ہوتی ہیں ان کے نمونہ پر معاملہ بیع کر کے معین وقت میں مشتری کو دینا جائز ہے یا نہیں' بیع مطلق ہو یا سلم؟

جواب: جو شئی بازار میں ہر وقت فروخت ہوتی ہے مگر بائع کی ملک بالفعل نہیں' اس کی بیع

بذریعہ نمونہ مطلق کرنا درست نہیں (لقوله علیه السلام ولا بیع فیما لیس عندک) جو چیز تمہارے پاس نہیں ہے اس میں خرید وفروخت نہیں ہوسکتی اور سلم کرنا بشرائط سلم اگر سب شرائط موجود ہوں درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص۴۹۹)

باب السلم

(بیع سلم کے مسائل واحکام)

بیع سلم کی حقیقت

سوال:۔ ایک کمپنی اپنی مصنوعات سیزن میں فروخت کرے تو ایک قیمت لگاتی ہے لیکن اگر کوئی شخص ان کو پیشگی رقم دے دے تو کمپنی اسے خصوصی رعایت دیتی ہے اور مقررہ قیمت سے کم وصول کر کے حسب وعدہ اپنی مصنوعات اسے دیتی ہے کیا کسی کمپنی یا فیکٹری کے لئے یہ طریقہ اختیار کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ کسی کمپنی کو پیشگی رقم دے کر مقررہ وقت پر رعائتی قیمت سے اس کی مصنوعات خریدنا عقد سلم کے حکم میں ہے ایسا عقد اس وقت جائز ہے جب اس میں مندرجہ ذیل شرائط پائی جائیں۔ نمبر۱ جنس معلوم ہو نمبر۲ نوع معلوم ہو نمبر۳ صفت معلوم ہو نمبر۴ قدر اور اندازہ معلوم ہو نمبر۵ مدت معلوم (کم از کم ایک ماہ ہو) نمبر۶ راس المال معلوم ہو نمبر۷ مطلوبہ چیز دینے کا مکان معلوم ہو نمبر۸ جدائی سے قبل راس المال پر قبضہ ہو۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار ج۵ ص۲۱۶)

لما قال العلامة الحصكفيؒ السلم هو.........شرعاً بيع آجل وهوالسلم فيه بعاجل وهو رأس المال. (الدرالمختار علىٰ صدر ردالمحتار ج ۵ ص ۲۰۹ باب السلم)

مالدار کے لئے بیع سلم کی اجازت

سوال:۔ کیا شریعت مطہرہ میں غنی کیلئے بیع سلم کی اجازت ہے یا یہ بیع صرف غرباء کیلئے خاص ہے؟

الجواب:۔ عقد سلم کے جواز میں اگرچہ غرباء اور فقراء کی ضرورت بنیادی طور پر محرک اور سبب ہے لیکن ضرورت کی موجودگی ایک خفیہ معاملہ ہے جس پر ہر کسی کو مطلع کرنا مشکل ہے اس لئے

شریعت نے ایسی حالت میں بیع سلم میں شرائط کی موجودگی کو اعتبار دے کر غرباء اور امراء دونوں

قال علالمة ابن الهمام رحمة الله ' معناه الشرعي بيع آجل بعاجل......... و سيذكر المصنف شرائط (فتح القدير ج ٦ ص ٢٠٤ باب السلم) و مثله في الهندية ج ٣ ص ١٧٨ باب السلم.

کے لئے جائز قرار دیا ہے' جیسا کہ سفر کی حالت میں مشقت اور تکلیف سے قطع نظر کر کے محض سفر کو مشقت کا قائم مقام قرار دیا ہے۔

لما قال العلامة ابن الهمام رحمه الله ولما كان جوازه للحاجة وهي باطنة اينت بامر ظاهر كما هوالمستمر في قواعد الشرع كالسفر للمشقة و نحوه وهو ذكرالاجل فلم يلتفت بعد ذٰلك الىٰ كون المبيع معدوماً عندالمسلم اليه حقيقة او موجوداً قادراً هو عليه . (فتح القدیر ج٦ص ٢١٨ باب السلم)

کرنسی نوٹوں میں بیع سلم کی اجازت

سوال:۔ایک شخص نے کسی سے امریکی ڈالر وصول کر کے ان کے عوض میں پاکستانی کرنسی نوٹ دینے کی میعاد کر کے معاملہ طے کیا کہ تین ماہ بعد پاکستانی کرنسی نوٹ ادا کروں گا۔کیا مذکورہ طریقہ سے معاملہ طے کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔کرنسی نوٹ چونکہ خلقی طور پر ثمن نہیں بلکہ عرف اور رواج کی وجہ سے ثمن کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں اس لئے ثمن عرفی بننے کے بعد اس میں کوئی قدر نہ رہی بلکہ عدد متقارب کے حکم میں آ کر عقد سلم کے جواز کی گنجائش پیدا ہوتی ہے۔پس اگر سلم کی شرائط کی رعایت کر کے کوئی شخص ایسا معاملہ کرے تو بظاہر اس میں کوئی حرج نہیں' تاہم اگر سود خوری کے لئے یہ طریقہ اپنایا جائے تو پھر اس سے اجتناب بہتر رہے گا۔

لما قال العلامة علاؤ الدين ابوبكر الكاساني: واما السلم في الفلوس عدداً فجائز عند ابي حنيفةؒ و ابي يوسفؒ و عند محمدؒ لايجوز بناءً علىٰ ان الفلوس اثمان عنده فلا يجوز السلم فيها كمالايجوز السلم في الدراهم والدنانير وعندهما ثمنيتها ليست بلازمة بل تحمل الزوال لانها ثبت بالاصطلاح فتزول

قال علالمة جلال الدين الخوارزميؒ: قلنا شرعيته لرفع حاجة

المفاليس والافلاس امر باطن لايمكن الوقوف علىٰ حقيقته الشرع بنىٰ هٰذه الرخصة على الحاجة.........والبيع الخسران دليل الحاجة و نظيره اقامة السفر مقام المشقة اقامة النكاح مقام الماء في النسب. (الكفاية في ذيل فتح القدير ج ۶ ص ۲۱۹' باب السلم' قادراً تحت قوله : لوكان قادراً على التسليم لم يوجد المرتحص) و مثله في العناية على هامش فتح القدير ج ۶ ص ۲۱۷ باب السلم بالاصطلاح . (بدائع الصنائع ج ۵ ص ۲۰۸ باب السلم' فصل: واما الذى يرجع الى المسلم فيه فانواع)

بیع سلم میں تمام قیمت کی وصولی ضروری ہے

سوال:۔بائع اور مشتری کے درمیان دو ہزار روپے دس من اناج کا عقد اس شرط پر ہوا کہ سولہ سو روپے حالاً ادا کرے گا جبکہ چار سو روپے دو ماہ بعد اناج وصول کرتے وقت ادا کرے گا تو کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔بیع سلم میں راس المال کا تعین اور عقد مجلس میں ادائیگی لازم ہے لہٰذا اگر راس المال کے قبض کرنے سے قبل اگر طرفین جدا ہوئے تو یہ بیع درست نہ ہوگی۔تاہم راس المال کا جتنا حصہ ادا کیا گیا ہو اتنے میں ہی سلم جاری ہوگا پس مذکورہ معاملہ میں بھی آٹھ من اناج میں بیع سلم درست ہو کر دو من میں باطل ہوگی۔البتہ اگر مجلس برخواست کرنے سے قبل تمام رقم ادا کردی جائے تو عقد جائز ہے۔

و في الهندية: السادس ان يكون مقبوضاً في مجلس السلم سواء كان رأس المال دينا او عينا عند عامة العلماء استحساناً وسواء قبض في اول المجلس او في اخره لان الساعات المجلس لها حكم ساعة واحدة و كذالولم يقبض حتىٰ قاما يمشيان فقبض قبل ان يفترقا بابدانهما جاز. اه (الفتاوىٰ الهندية ج ص ۱۷۹ الباب الثامن عشر في السلم)

قال العلامة ابن نجيمؒ: و يصح في العددى المتقارب كالبيض والجوز والفلس لانه عددى يمكن ضبطه فيصح السلم فيه و قيل لايصح عند محمدؒ لانه' ثمن ماذام يروج و ظاهر الرواية عن الكل

الجواز. (البحرالرائق ج ٦ ص ١٥٦ باب السلم) و مثله فی ردالمحتار ج ۵ ص ٢١٠ باب السلم

قال العلامة الحصكفی رحمه الله: و بقی من الشروط قبض رأس المال و لوعيناً قبل الافتراق بابدانهما و ان ناما او سارافرسخااواکثر.

قال العلامة ابن عابدينؒ: (قوله قبض رأس المال) فلوانتقض القبض بطل السلم. ا ه (ردالمحتار ج ۵ ص ٢١٦ كتاب البيوع . باب السلم) و مثله فی الاختيار لتعليل المختار ج ٢ ص ٣٤ باب السلم.

جانوروں میں بیع سلم کا حکم

سوال:۔کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حیوانات میں بیع سلم شرعاً جائز ہے یانہیں؟

الجواب:۔حیوانات میں بیع سلم کا مسئلہ فقہاء کے ہاں مختلف فیہ ہے' احناف کے نزدیک چونکہ بیع سلم کے لئے مبیعہ کا وزنی' کیلی یا عددیات متقاربہ ہونا ضروری ہےاورحیوانات ان میں سے کسی بھی قسم میں داخل نہیں'اس لیے حنفیہ کےنزدیک حیوانات میں بیع سلم جائزنہیں۔

عن ابن عباس رضی الله عنه قال: قدم رسول الله صلی الله عليه وسلم المدينة وهم يسلفون فی الثمر فقال من اسلف فليسلف فی كيل معلوم ووزن معلوم الیٰ اجل معلوم. (جامع الترمذی ج ١ ص ٢٤۵ باب ماجاء فی السلف فی الطعام والتمر)

مالکان رسائل وجرائد کا خریداروں سے پیشگی قیمت لینا

سوال:۔ جناب مفتی صاحب! آج کل مذہبی اور غیر مذہبی رسائل و جرائد کے مالکان خریداروں سے سالانہ چندہ کی رقم پیشگی وصول کر لیتے ہیں جبکہ پورے سال کارسالہ انہیں بعد میں وصول ہوتا ہے۔تو کیامالکان رسائل وجرائدکا پیشگی رقم لیناشرعاً جائز ہے یانہیں؟

الجواب:۔ رسائل وجرائد کی سالانہ رقم پیشگی لینے کا معاملہ بیع سلم کا معاملہ ہے جوشرعاً جائز ہےاس لئے کہ اس میں اصل معاملہ کاغذ کا ہوتا ہےاوروہ سال بھر بازار میں موجودرہتا ہے۔

قال العلامة علاؤ الدين الحصكفی رحمه الله: السلم شرعاً بيع آجل و هوالمسلم

قال الشيخ ظفر احمد العثمانی رحمه الله: عن ابن عباس رضی الله

عنه: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن السلف في الحيوان' اخرجه الحاكم في المستدرک ج ۲ ص ۵۲ وقال صحيح الاسناد. (اعلاء السنن ج ۴ ص ۴۱۹ باب النهي عن السلف في الحيوان) ومثله في ردالمحتار ج ۵ ص ۲۱۱ باب السلم.

فيه بعاجل وهورأس المال وركنه ركن البيع حتىٰ ينعقد بلفظ بيع في الاصح.........و شرطه اى شروط صحته التي تذكر في العقد سبعة بيان جنس كبر وتمر و بيان نوع كمسقى او بعلى و صفته و قدر وأجل و بيان قدرأس المال ۵۱ (الدرالمحتار علىٰ قدر ردالمحتار ج ۵ ص ۲۰ '۲۱۴ باب السلم)

جوس کے کریٹوں میں بیع سلم کا حکم

سوال:۔ شربت اور جوس بنانے والی کمپنیوں کا اپنی مصنوعات فروخت کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ کمپنی اپنے کسی ڈیلر کو عام ریٹ پر مثلاً ۶۲ روپے فی کریٹ دیتی ہے۔ لیکن اگر ڈیلر کمپنی کو یہ رقم سیزن سے کچھ مدت پہلے ادا کردے تو کمپنی اسے ۵۲ روپے فی کریٹ دے دیتی ہے اس طرح سے ڈیلر کو دس روپے فی کریٹ بچت ہو جاتی ہے۔ یہ طریقہ خرید وفروخت میعاد مقرر اور غیر مقرر دونوں طرح کا ہوتا ہے تو کیا یہ طریقہ بیع شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ اگر یہ بیع بیع سلم کے طریقہ سے ہو تو شرائط سلم کی موجودگی میں بیع درست ہوگی۔ بیع سلم کی شرائط یہ ہیں۔ نمبر ۱ جنس معلوم ہو نمبر ۲ مال کی قسم معلوم ہو نمبر ۳ صفت معلوم ہو نمبر ۴ مقدار معلوم ہو نمبر ۵ مدت کا تعین ہو نمبر ۶ مبیع کے ادا کرنے کی جگہ مقرر ہو۔ (اشراق نوری شرح قدوری ص ۱۳۴ باب السلم)

اور اگر پیشگی کی یہ رقم کمپنی کو بطور قرض دی جاتی ہو تو بموجب حدیث کل قرض جر نفعاً فھو ربوا یہ سودی معاملہ ہوگا۔

قال العلامة الحصكفیؒ: و شرطه اى شروط صحته التي تذكر في العقد سبعة بيان جنس ونوع.......... و صفة..........وقدر......واجل واقله في السلم شهر......و بيان مكان الايفاء للمسلم فيه الخ

(الدر المختار علیٰ ہامش رد المختار ج ۴ ص ۲۳۱ باب السلم)

قال الشیخ و هبة الزحیلی: وهو ان یسلم عوضاً حاضراً فی عوض موصوف فی الذمة الیٰ اجل.........الثامن ان یکون جنس المسلم فیه ای المبیع موجوداً فی الاسواق بنوعه و صفته من وقت العقد الیٰ حلول اجل التسلیم ولایتوهم انقطاعه عن ایدی الناس.(الفقه الاسلامی وادلته ج ۴ ص ۹۸ ۴' ۶۰۸ المطلب الثانی تعریف السلم)

مسلم فیہ ناپید ہو جائے تو

سوال:۔ اگر کوئی شخص کسی کے ساتھ بیع سلم کرے اور وقت معینہ سے قبل ہی وہ شے ناپید ہو جائے تو کیا مشتری اس کے بدلے کوئی اور چیز لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ بیع سلم میں جب مسلم فیہ (جس کے بارے میں بیع ہوئی ہے) اگر مدت معینہ میں ناپید ہو جائے اور مسلم الیہ (بائع) ادا کرنے سے عاجز ہو تو اس صورت میں مشتری کو اختیار ہے کہ وہ مسلم فیہ تک انتظار کرے یا اپنے پیسے واپس لے لے اس کے بدلے میں دوسری چیز لینا شرعاً جائز نہیں' تاہم عقد ختم کرنے یعنی اپنی رقم واپس لینے کے بعد نئے سرے سے عقد بیع کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

قال العلامة الحصکفیؒ: ولوانقطع بعد الاستحقاق خیر رب التسلم بین انتظار وجوده والفسخ واخذ راس المال. (الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار ج۴ ص۲۲۸ باب السلم)

جانبین سے موزونی اشیاء میں بیع سلم جائز نہیں

سوال:۔ ایک آدمی نے چند بوری چینی ۸۱۰ روپے فی بوری کے حساب سے ایک شخص پر اڑھائی ماہ کی میعاد پر فروخت کی اور اس سے وعدہ لیا کہ آپ اس وقت مجھے سرسوں دیں گے' جبکہ معاہدہ کرتے وقت سرسوں کی قیمت ۶۱۰ روپے فی من تھی' جب میعاد پوری ہوگئی تو سرسوں کی قیمت تقریباً گیارہ سو روپے فی من تھی' اس پر اس شخص نے سرسوں دینے سے انکار کر دیا' بالآخر ۹۰۰ روپے فی من پر فیصلہ ہوا۔ تو اب یہ نفع یعنی ۲۹۰ روپے فی من لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ بظاہر بیع سلم کی یہ صورت ناجائز ہے۔ لہذا فریقین اس عقد کو ختم کر کے اپنا اپنا مال یا اس کا مثل اگر عین مال موجود نہ ہو واپس لے لیں' اور اگر سلم کی تمام شرائط موجود بھی ہوں تب بھی چینی اور سرسوں میں سلم جائز نہیں ہے لہذا مذکورہ صورت میں اس بیع پر بیع فاسد کا حکم جاری ہو گا۔ کیونکہ یہ عقد ربوٰ ہے اور عقد ربوٰ بیع فاسد کے حکم میں ہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: من جملة صور البيع الفاسد
و فی الهندية: ولايجوز ان يأخذ عوض رأس المال شيئاً من غير جنسه فان اعطاه من جنس اجودمنه او اردأفي الصفة الخ
(الفتاویٰ الهندية ج ۳ ص ۱۸۶ الفصل الثالث فيما يتعلق بقبض رأس المال والمسلم فيه) جملة القعود الربوية (ردالمحتار علیٰ حاشيه الدرالمختار ج ۴ ص ۱۹۷ باب الربو) وقال العلامة خالد الآتاسیؒ: ثم اعلم ان اسلام الموزون في الموزون والمكيل في الموزون لايصح لوجود محلي الربوٰ اواحدهما الخ. (شرح المجلۃ ج۲ص۳۸۷باب السلم)

چلغوزی میں بیع سلم کا حکم

سوال:۔ ہمارے علاقے (ایجنسی وزیرستان) میں لوگ چلغوزی کے دانوں میں بیع سلم کرتے ہیں' یہ چلغوزی پورے ملک کی مختلف مارکیٹوں میں سال کے بارہ مہینے ہروقت بکتی ہے جبکہ ہمارے علاقے میں ابھی تک درختوں میں ہے' تو کیا ایسی چلغوزی میں بیع سلم جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ یہ ظاہر ہے کہ بیع سلم اس جدید چلغوزی میں ہے جو ابھی تک درختوں پر ہے اور مارکیٹ میں ابھی نہیں پہنچی ہے اور مارکیٹ میں موجود بھی نہیں ہے اس لئے یہ بیع سلم درست نہیں۔

لما فی الهندية: السادس ان يكون المسلم فيه موجوداً من حين العقد الیٰ حين المحل حتیٰ لوكان منقطعا عندالعقد موجوداً عندالمحل و علی العكس او منقطعاً فيما بين ذٰلک وهو موجود عندالعقد والمحل لايجوز كذافی فتح القدير وحدالوجود ان لاينقطع من السوق وحدالانقطاع ان لايوجد في السوق وان كان يوجد فی البيوت هكذا في السراج الوهاج. (الفتاویٰ الهندية ج ۳ ص ۱۸۰ الباب الثامن عشر فی السلم الفصل الاول)

و فی الهندية: العاشران لايشمل البدلين احدوصفی علة ربا الفضل وهوالقدر اوالجنس وهذا مطردالافی الاثمان فانه يجوز اسلامها في الموزونات لحاجة الناس. (الفتاویٰ الهندية ج ۳ ص ۱۸۰' ۱۸۱ الباب الثامن عشر في السلم. الفصل الاول) قال العلامة الحصكفی رحمه الله. ولافی حنطة حديثه قبل حدوثها لانها منقطعة فی الحال و

كونها موجودة وقت العقد الىٰ وقت المحل شرط فتح القدير.
(الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار ج ۴ ص ۲۳۰ باب السلم) و
مثله في البحر الرائق ج ۶ ص ۱۵۵ باب السلم

افیون میں بیع سلم جائز ہے

سوال:۔ایک شخص مثلاً زید نے بکر سے کہا کہ مجھے ایک ہزار روپے دے دو اس کے بدلے میں میں آئندہ سال فصل کے موقع پر ایک سیر افیون دیدوں گا' جبکہ اسے یہ بھی معلوم ہے کہ اگلے سال افیون کی قیمت تین ہزار روپے فی سیر ہوگی تو کیا یہ معاملہ سودی تو نہیں ہے یا جائز ہے؟

الجواب:۔ پہلے تو افیون کی بیع سے بلاضرورت احتراز کرنا لازم ہے لیکن مال متقوم ہونے کی وجہ سے صورت مسئولہ میں جو عقد کیا گیا ہے یہ بیع سلم کی صورت ہے لہٰذا اگر بیع سلم کی تمام شرائط کا لحاظ رکھا جائے تو جائز ہے۔ آئندہ سال افیون کی قیمت کی کمی یا زیادتی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

قال العلامة الحصكفيؒ :(السلم) هو...... بيع آجل...... بعاجل...... وركنه ركن البيع...... ويصح فيما امكن ضبط صفته و معرفة قدرة كمكيل وموزون الخ.
(الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار ج ۴ ص ۲۲۶ باب السلم)

کپڑے میں بیع سلم کا حکم

سوال:۔اگر کوئی تاجر کسی فیکٹری کے مالک سے اس طرح معاملہ طے کرے کہ آئندہ سال گرمی کے موسم میں مجھے اتنے تھان کپڑا درکار ہوگا اور جملہ شرائط طے کر کے رقم فیکٹری کے مالک کے حوالے کر دے تو کیا یہ سودا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔صورت مسئولہ بیع سلم کا مسئلہ ہے لہٰذا سودا طے کرتے وقت اگر اس کے جملہ اوصاف' مقدار' کپڑا کس چیز سے بنا ہوگا وغیرہ کی وضاحت کر دی جائے تو شرعاً یہ سودا جائز ہے۔

لما في مجلة الاحكام: الكرباس والجوخ وامثالهما من المزروعات يلزم تعيين طولها و عرضها ورقتها و من اى شئى نسج و من نسج اى محل هي . شرح المجلة لرستم باز ص ۲۱۸ المادة ص ۳۸۵ الفصل الثالث في السلم و في الهندية: ان يكون السلم فيه موجوداً من حين العقد الىٰ حين المحل...... ان يكون السلم فيه مما يتعين بالتعين. و هكذا شروط أخر. (الفتاویٰ الهندیہ ج ۳ ص ۱۸۰ باب السلم)

بیع بالوفاء اور اسکی صورت

بیع بالوفاء کی تعریف اور وجہ تسمیہ

سوال: بیع بالوفاء کیا ہے؟ اور اس کو بیع بالوفاء کیوں کہتے ہیں؟

جواب: "قال فی الشامیة ووجه تسمیة بیع الوفاء انّ فیه عهداً بالوفاء من المشتری بان یرد المبیع علی البائع حین رد الثمن" مطلب یہ کہ اس بیع کو بیع الوفاء اس لیے کہا جاتا ہے کہ چونکہ اس میں بائع مشتری سے وعدہ لیتا ہے کہ جب بھی قیمت واپس کردی جائے گی تو مبیع کو لوٹا دیا جائے' اس لیے بعض فقہاء نے اس کو رہن قرار دیا ہے' عالمگیری میں اس بیع کو البیاعات المکروہہ کے تحت ذکر کیا ہے' عالمگیری میں اسکی ایک صورت یہ بھی بیان کی ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ میں یہ چیز تم کو فروخت کرتا ہوں اس قرض میں جو تمہارا میرے ذمہ ہے لیکن جب بھی میں قرض ادا کردوں تو آپ یہ چیز میرے حوالہ کردیں۔ (منہاج الفتاویٰ غیر مطبوعہ)

بیع بالوفاء میں وعدہ کا پورا کرنا لازم ہے

سوال: کوئی چیز کسی سے اس شرط پر خریدی کہ جب بائع رقم واپس دے گا تو یہ چیز اس کو واپس دیدی جائے گی' کیا یا معاملہ جائز ہے؟

جواب: اگر بیع کے اندر یا اس سے پہلے شرط لگائی گئی ہو یا جانبین اس عقد کو غیر لازم سمجھ رہے ہوں تو بیع فاسد ہے اور اگر بیع کے بعد واپسی کا وعدہ کیا تو یہ بیع صحیح ہے اور اس وعدہ کا پورا کرنا لازم ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۵۰۷)

بیع بالوفاء کی ایک صورت کا حکم

سوال: ایک غیر مسلم نے تین بیگھہ زمین نو سو روپے کے عوض بکر کے ہاتھ بیع بالوفاء اس شرط پر کی کہ اگر میں پانچ برس کی مدت میں آپ کو روپیہ واپس نہ دوں تو آپ مدت ختم ہوتے ہی قانونی چارہ جوئی کر کے بذریعہ عدالت اس زمین کو بیع ثابت کر کے اس کے مالک بن جائیں' اس میں کسی قسم کا مجھ کو اور میرے وارثوں کو عذر نہ ہے نہ ہوگا اگر ہو تو وہ قانوناً مسموع ہوگا' نیز پانچ برس کی مدت زمین مذکوران کے قبضہ میں رہے' اب مال گزاری دے کر اس سے اپنی خواہش کے مطابق فائدہ اٹھاتے رہے' از روئے شرع محمدی اس قسم کی شرط کے ساتھ بیع بالوفاء جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر شرط واپسی کی صلب عقد میں لگائی گئی جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے تو یہ بیع فاسد ہے جس کا فسخ کرنا متعاقدین پر واجب ہے۔ البتہ اگر شرط واپسی صلب عقد میں نہ لگائی اور بعد عقد کے بطور وعدہ ذکر کی گئی تو اس صورت میں بیع جائز ہوگی اور بعد ختم مدت کے واپس کرنا بیع کا اگر مشتری راضی ہو تو لازم ہوگا۔ (امداد المفتیین ص ۸۳۸)

بیع بالوفاء کے جواز کی کوئی معتبر سند نہیں

سوال: یہاں سوال مرقوم نہیں، صرف جواب ہے اسی کو لکھا جاتا ہے سوال بھی اسی سے متبادر ہو جائیگا؟

جواب: بیع بالوفاء کا مسئلہ ایک معتبر مفتی سے پوچھا گیا تو فی الفور جواب دیا کہ متاخرین نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ جب سند طلب کی گئی تو حمادیہ کی عبارت لکھ کر بھیج دی اس کا ترجمہ یہ ہے:

''بیع بالوفاء کی صورت یہ ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ میں نے یہ چیز تمہارے ہاتھ فروخت کی اس طور پر کہ فلاں وقت تم یہ چیز اسی قیمت پر میرے ہاتھ فروخت کر دینا تو اس بیع کا حکم وہی ہے جو رہن کے بارے میں حکم ہے اور یہاں یہ صورت مذکور ہے کہ بائع خریدار سے کہے کہ یہ چیز اس قدر قیمت پر تمہارے ہاتھ فروخت کی اور خریدار کہے کہ میں نے خرید کیا اور دونوں شخصوں نے ایجاب و قبول کے سواء اور کچھ ذکر نہ کیا البتہ قبل اس معاملہ کے دونوں نے باہم ذکر کیا تھا کہ جب دونوں کا ارادہ ہوگا تو بائع قیمت واپس کر دے گا اور خریدار بیع فسخ کر دے گا اور شے مبیعہ واپس کر دے گا اس صورت میں شرعاً یہ حکم ہے کہ بیع لازم ہو جائے گی اور سابق کے تذکرہ سے بیع میں کچھ حرج لازم نہ آئے گا۔''

اس عبارت سے ہرگز مفہوم نہیں ہوتا کہ بیع بالوفاء جائز ہے بلکہ پہلی صورت میں کہ وہ متعارف ہے رہن کا معاملہ قرار پاتا ہے اس واسطے کہ معاملات میں مقصود پر لحاظ ہوتا ہے۔ الفاظ کی جانب لحاظ نہیں ہوتا اور دوسری صورت میں بیع کا فسخ آئندہ واجب ہونا ثابت نہیں اور ظاہر ہے کہ بیع وفاء کو جائز قرار دینا اصول کے خلاف ہے۔ البتہ خیار بیع حدیث سے ثابت ہے اور اسکے لیے تین دن کا وقت مقرر ہے اور بعض کے نزدیک مہینہ ہے اور بیع کے رد کی شرط اگر اعتبار کی جائے تو یہ بیع اس شرط کے ساتھ ہوگی اور اس وجہ سے بھی بیع فاسد ہوگی۔ خلاصہ یہ ہے کہ بیع وفاء کے جواز کی نہ تو کوئی سند قابل اعتبار ہے اور نہ اس کے لیے کوئی صحیح وجہ ہے۔ (فتاویٰ عزیزی ج ۲ ص ۴۶)

ایفائے عہد یا نقض عہد؟

سوال: (الف) نے (ب) سے یہ کہہ کر قرض لیا کہ اگلے ماہ کی پہلی تاریخ کو دے دوں گا لیکن اتفاقاً اس پہلی تاریخ کو ہفتہ واری چھٹی تھی لہٰذا دفتر تنخواہ بند ہونے کی وجہ سے پہلی کو (الف)

وہ قرضہ ادا نہ کر سکا' آپ بتلائیں کہ اس کا وعدہ پورا ہوا یا نقض عہد کا مرتکب ہوا؟

جواب: چونکہ فریقین کے ذہن میں یہ تھا کہ پہلی تاریخ کو تنخواہ ملنے پر قرضہ ادا ہوگا' اس لیے اس تاریخ کو دفتر بند ہونے کی وجہ سے اگر ادائیگی نہ ہو سکی تو اگلے دن کر دے' یہ وعدہ خلافی کا مرتکب اور گنہگار نہ ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے:

"اذا وعد الرجل اخاه ومن نيته ان يفي له' فلم يف ولم يجئ للميعاد فلا اثم عليه"

(مشکوٰۃ شریف ص: ۴۱۶' بروایت ابوداؤد و ترمذی)

ترجمہ: ''جب آدمی اپنے بھائی سے وعدہ کرے اور اس کی نیت یہ تھی کہ وہ اس وعدے کو پورا کرے گا لیکن (کسی عذر کی وجہ سے) نہ کر سکا اور وعدے پر نہ آ سکا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔''

ادائیگی کا وعدہ کرتے وقت ممکنہ رکاوٹ بھی گوش گزار دیں

سوال: کاروباری لین دین کے مطابق ہمیں یہ معلوم ہو کہ فلاں دن ہم کو پیسے بازار سے ملیں گے' دکاندار کے وعدہ کے مطابق ہم کسی دوسرے فرد سے وعدہ کر لیں کہ ہم آپ کو کل یا پرسوں پیسے ادا کر دیں گے' اگر سامنے والا دکاندار وعدہ خلافی کرے کسی بھی بناء پر تو ہم اپنے کیے ہوئے وعدے پر قائم نہیں رہ سکتے' اب اگر ہم نے جس سے وعدہ کیا ہوا ہے موجودہ صورت حال بتا دیں تو وہ یقین نہ کرے' اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے ہم کچھ اور وجہ بیان کر دیں تاکہ وہ ناراض بھی نہ ہو' کیا ایسا کرنا جائز ہوگا؟

جواب: غلط بیانی تو ناجائز ہی ہوگی' خواہ مخاطب اس سے مطمئن ہی ہو جائے' اس کے بجائے اس سے وعدہ کرتے وقت ہی یہ وضاحت کر دی جائے تو مناسب ہے کہ فلاں شخص کے ذمہ میرے پیسے ہیں اور فلاں وقت اس نے وعدہ کر رکھا ہے اس سے وصول کر کے آپ کو دوں گا' الغرض جہاں تک ممکن ہو وعدہ خلافی اور غلط بیانی سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ:

''التاجر الصدوق الامين مع النبيين والصديقين والشهداء''

(مشکوٰۃ شریف ص: ۲۴۳' بروایت ترمذی وغیرہ)

ترجمہ: ''سچا' امانت دار تاجر (قیامت کے دن) نبیوں' صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔''

ایک اور حدیث میں ہے: ''التجار يحشرون يوم القيامة فجاراً' الا من اتقى وبر وصدق'' (مشکوٰۃ شریف ص: ۲۴۴' بروایت ترمذی وغیرہ)

ترجمہ: ''تاجر لوگ قیامت کے دن بدکار اُٹھائے جائیں گے' سوائے اس شخص کے جس نے تقویٰ اختیار کیا اور نیکی کی اور سچ بولا۔''

قرض واپس نہ کرنے اور نا اتفاقی پیدا کرنیوالے چچا سے قطع تعلق

سوال: میرے چچا نے میرے والد سے تقریباً ۱۰ سال قبل تقریباً ایک لاکھ روپے کا مال اس صورت میں لیا کہ فلاں فلاں دکان دار کو دینا ہے' جب اس سے رقم مل جائے گی تو ادائیگی کر دیں گے۔ اس سے قبل بھی یہ سلسلہ کرتے رہے اور رقم لوٹا دیا کرتے تھے' اس مرتبہ کچھ عرصہ گزرنے پر رقم نہیں ملی' والد محترم نے تقاضا کیا تو چچا نے نقصان کا بہانہ بنا دیا اور یکمشت اور فوری ادائیگی پر معذرت کی۔ آخر ۸ سال کا عرصہ گزر گیا' اس عرصے میں والد محترم نہ صرف خود اس کا تقاضا کرتے رہے بلکہ مجھ سے بھی تقاضا کرایا' مگر چچا خراب حالات اور مختلف بہانے کرتے رہے۔ آج سے ۲ سال قبل والد محترم کا انتقال ہو گیا' جب میں نے رقم کا مطالبہ کیا تو پہلے انہوں نے بالکل انکار کیا کہ انہوں نے کوئی رقم نہیں دینی' آخر میرے یاد دلانے پر انہوں نے کہا ''ہاں کچھ حساب تو ہے اور ثبوت مہیا کریں مگر اتنی لمبی رقم نہیں''، کبھی کہتے: ''تمہارے والد نے مجھ سے رقم لے لی ہے''، کبھی کچھ' کبھی کچھ بہانے کرتے رہے ہیں۔ میں نے خاندان کے کچھ بزرگوں کو اس معاملے کو حل کرانے کے لیے کہا تو انہوں نے سخت ناراضگی کا اظہار کیا اور کہا: ''کوئی اس معاملے میں نہ بولے'' چچا کے حالات بالکل ٹھیک ہیں' نہ صرف اب بلکہ پہلے سے بھی ٹھیک ہیں۔ چچا نہ صرف لین دین کے معاملے میں ہی صحیح نہیں بلکہ عام گھریلو معاملات میں بھی میانہ روی نہیں کرتے۔ خاندان میں اور دوسرے افراد کو ورغلانا اور ہمارے بہن بھائیوں میں بھی نا اتفاقی پیدا کرنے میں اعلیٰ کردار ادا کر رہے ہیں' کیا ایسی صورت میں چچا سے قطع تعلق کر لیا جائے؟

جواب: اگر یہاں نہیں دیتے تو قیامت میں دینا پڑے گا۔ جہاں تک قطع تعلق کی بات ہے زیادہ میل جول نہ رکھا جائے لیکن سلام دعا' عیادت اور جنازے میں شرکت وغیرہ کے حقوق منقطع نہ کیے جائیں۔ (حوالہ آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۱۸۱)

قرض ادا کر دیں یا معاف کرا لیں

سوال: غالباً ۷۰-۱۹۶۹ء میں' میں نے اپنے ایک سکول ٹیچر سے ایک رسالہ جس کی قیمت اس وقت صرف ۷۰ پیسے تھی' ادھار خریدا لیکن اس کی رقم ادا نہ کی۔ اگلے ماہ ان سے ایک اور رسالہ اس وعدے پر ادھار خریدا کہ دونوں کے پیسے اکٹھے دے دوں گا اور پھر تیسرے ماہ ان سے ایک اور

رسالہ ادھار خرید لیا' اس وعدے کے ساتھ کہ تینوں کے پیسے اکٹھے چند روز میں ادا کردوں گا لیکن وہ دن آج تک نہیں آیا ہے۔ ان تینوں رسالوں کی مجموعی قیمت دو روپے دس پیسے تھی' اس کے کوئی ایک سال بعد ان محترم استاد نے ان پیسوں کا تقاضا بھی کیا لیکن میں نے پھر بہانہ بنادیا اور آج تک یہ ادھار ادا نہیں کرسکا۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ میں ان رسالوں کی قیمت انہیں ادا کرنا چاہتا ہوں' یہ تحریر فرمائیں کہ جبکہ اس بات کو قریباً ۱۹ برس گزر چکے ہیں' مجھے اصل رقم جو دو روپے دس پیسے ہی تھی وہی ادا کرنا ہوگی یا زیادہ؟ اگر زیادہ تو کس حساب سے؟ میں نے ایک حدیث مبارک سنی ہے جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ ''جس شخص نے دنیا میں کسی سے قرض لیا اور واپس نہ کیا تو قیامت کے دن اسے صرف ۲ پیسے کے بدلے اس کی سات سو مقبول نمازوں کا ثواب دینا پڑے گا۔''

جواب: ان تینوں رسالوں کی قیمت آپ کے ذمہ واجب الادا ہے' اپنے استاد محترم سے مل کر یا تو معاف کرالیں یا جتنی قیمت وہ بتائیں ان کو ادا کردیں' وہ دو پیسے والی جو حدیث آپ نے ذکر کی ہے یہ تو کہیں نہیں دیکھی' البتہ قرض اور حقوق کا معاملہ واقعی بڑا سنگین ہے' آدمی کو مرنے سے پہلے ان سے سبکدوش ہوجانا چاہیے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۱۸۲)

بیٹا باپ کے انتقال کے بعد نادہندہ مقروض سے کیسے نمٹے؟

سوال: میرے والد محترم سے ایک شخص نے کچھ رقم بطور قرض لی' اس کے عوض اپنا کچھ قیمتی سامان بطور زر ضمانت رکھوادیا' مقررہ میعاد پوری ہونے پر جب وہ شخص نہیں آیا تو والد محترم نے مجھ سے کہا کہ ''فلاں شخص ملے تو اس سے رقم کی وصولی کا تقاضا کرنا اور اس کی امانت یاد دلانا'' کئی مرتبہ وہ شخص ملا' میں نے والد محترم کا پیغام دیا' مگر ہر مرتبہ جلد ہی ملاقات کا بہانہ کردیتا۔ اسی اثناء میں میرے والد محترم کا انتقال ہوگیا' اس کے کچھ عرصہ بعد وہ شخص ملا' میں نے والد محترم کے انتقال کا بتایا اور اس سے اپنی رقم کا مطالبہ کیا' اس شخص نے کہا وہ رقم نہیں دے سکتا' اسے یہ رقم معاف ہی کردی جائے اور اس کی امانت اس کو واپس دے دی جائے' اپنی موت اور اس کی امانت کی حفاظت کی کوئی گارنٹی نہ ہونے کے ڈر سے میں نے اس کی امانت اس کے حوالے کردی۔

۱۔ کیا میں نے صحیح کیا؟ ۲۔ کیا میں والد محترم کی طرف سے اس قرض دار کو رقم معاف کرسکتا ہوں؟ ۳۔ یا کوئی اور طریقہ ہو تو تحریر فرمائیں؟

جواب: آپ کے والد کے انتقال کے بعد ان کی رقم وارثوں کے نام منتقل ہوگئی۔ آپ اگر اپنے والد کے تنہا وارث ہیں اور کوئی وارث نہیں تو آپ معاف کرسکتے ہیں اور اگر دوسرے وارث

بھی ہیں تو اپنے حصے کی رقم تو خود معاف کر سکتے ہیں اور دوسرے وارثوں سے معاف کرنے کی بات کر سکتے ہیں۔ (بشرطیکہ تمام وارث عاقل و بالغ ہوں) (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۱۸۳

اِقالہ اور بیع بالخیار

اقالہ اور بیع بالخیار کی تعریف

سوال: بیع اقالہ اور بیع بالخیار کی کیا تعریف ہے؟ اور کیا فقہ میں اس سے بحث کی گئی ہے؟

جواب: اقالہ یہ ہے کہ ایک بیع تام ہوگئی' پھر مشتری یا بائع میں سے کوئی پچھتایا اور دوسرے شخص سے واپسی مبیع یا (ثمن) کی درخواست کی اور اس نے خوشی سے واپس کر لیا اور بیع بشرط الخیار یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ ہم کو اسی مدت تک واپس کر لینے کا اختیار ہے' یہ تو تعریف ہے رہی بحث سو بہت سے مباحث اس کے متعلق لکھے ہیں' اگر کوئی خاص امر دریافت کیا جائے تو جواب ممکن ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۵)

بیع میں دخل یابی کی شرط لگانا

سوال: اگر مشتری نے بوقت بیع اپنے لیے بیع میں دخل کی شرط لگائی تو اس شرط سے بیع فاسد ہوگی یا نہیں؟ اور کون سی شرط مفسد بیع ہوگی؟

جواب: چونکہ یہ شرط عقد بیع کے مخالف نہیں اس لیے مفسد بیع نہ ہوگی اور جو شرط کہ تقاضائے عقد کے خلاف ہو اور اس میں بائع یا مشتری یا خود مبیع میں سے کسی ایک کا نفع ہو تو وہ مفسد بیع ہوا کرتی ہے' مثلاً کسی شخص نے کپڑا خریدتے وقت یہ شرط کر لی کہ سلوا کر دینا ہوگا' یا اپنے مکان کو فروخت کرتے وقت شرط لگاتا ہے کہ ایک مہینہ تک اس مکان میں رہوں گا یا غلام فروخت کرتا ہے اور مشتری سے شرط کرتا ہے کہ کبھی اس غلام کو فروخت نہ کرنا۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۸۱)

مشتری ثمن نہ ادا کرے تو بائع کو حق فسخ ہے

سوال: عقد بیع کے بعد بائع نے ادائے ثمن تک مبیع کو محبوس کر لیا' اب اگر مشتری ادا نہ کرے یا غائب ہو جائے تو بائع کیا کرے؟ آیا مبیع کو فسخ کردے یا مزید انتظار کرے؟

جواب: مشتری ثمن ادا نہ کرے اور نہ ہی فسخ بیع کرے تو بائع کو فسخ بیع کا اختیار ہے' مشتری کی طرف سے ثمن ادا نہ کرنے کو عدم رضا اور فسخ سمجھا جائے گا۔ لہٰذا فسخ بائع سے جانبین سے فسخ

متحقق ہو جائے گا' علاوہ ازیں بیع میں تراضی طرفین شرط ہے اور مشتری کی طرف سے ثمن کی ادائیگی متعذر رہو جانے کی حالت میں بائع کی رضامندی نہیں ہے اس لیے مشتری کی جانب سے فسخ نہ بھی ہو تو بائع کو فسخ کا اختیار ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۵۰۶)

عاقدین کی رضا کے بغیر فسخ بیع کا اختیار نہیں

سوال: الف اور باء کے درمیان ایک زمین کا سودا ہوا اور ثمن کی میعاد پہلے چھ ماہ تھی' پھر تین ماہ مقرر ہوئی' اس دوران مشتری باء نے الف کو کافی رقم ادا کر دی مگر بقیہ رقم مدت گزرنے پر بھی ادا نہ کر سکا' الف بار بار تقاضا کرتا رہا مگر باء ٹالتا رہا' حتیٰ کہ عرصہ چھ سال کا گزر گیا' آخر الف نے پنچایت کے سامنے اعلان کیا کہ اب میں بیع فسخ کرتا ہوں' بعد ازاں باء بقیہ رقم دینے پر آمادہ ہو گیا مگر الف نہ مانا اور پھر زمین ایک دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کر دی' کیا الف کا یہ فعل درست ہے؟

جواب: اگر مشتری نے بھی پنچایت کا حکم تسلیم کیا تھا' پھر پنچایت نے فسخ بیع کا فیصلہ کیا تو بیع فسخ ہو گئی' اس کے بعد بائع کا ہر قسم کا تصرف صحیح ہے اور اگر مشتری نے پنچایت کو حکم تسلیم نہیں بنایا تھا یا پنچایت نے فسخ بیع کا فیصلہ نہیں کیا بلکہ بائع نے خود ہی پنچایت کے سامنے فسخ بیع کا فیصلہ سنا دیا تو بیع فسخ نہیں ہوئی' لہٰذا اس صورت میں دوسری بیع بھی صحیح نہیں ہوئی اور وہ ثمن بائع کے لیے حلال نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۵۰۵)

بیع بشرط اِقالہ فاسد ہے

سوال: میں نے گل زریں سے دس ہزار میں رکشہ خریدا اور قیمت اس کو ادا کر دی' بعد میں میں نے وہی رکشہ گل زریں کو پندرہ ہزار میں بیچ دیا' قسط آٹھ سو روپے ماہانہ طے پائی لیکن خریدتے وقت میں نے رکشہ پر قبضہ نہیں کیا تھا' حالانکہ بائع قبضہ دینے سے منکر نہیں تھا لیکن معاملہ اس شرط پر ہوا کہ بائع نے کہا کہ رکشہ خرید کر مجھے ہی پندرہ ہزار میں بیچ دو' اس بیع کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ بیع فاسد ہے اس کے حکم میں یہ تفصیل ہے۔ (۱) بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں توبہ کریں۔ (۲) اس بیع کو ثمن اول پر فسخ کریں یعنی آپ نے جو پانچ ہزار روپے زائد وصول کیے ہیں واپس کر دیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۵۳۱)

بیع بشرط اقالہ کی ایک صورت کا حکم

سوال: زید نے تقریباً پانچ بیگہ زمین اس شرط پر خریدی کہ جب تک تم یہاں رہو اس وقت

تک زمین میں جو چاہو بناؤ اور جب جانا چاہو تو اپنی قیمت واپس لے کر ہماری زمین واپس کر دینا' زید نے اس زمین میں رہنے کا مکان اور نماز پڑھنے کا چبوترہ بنایا جس پر وہ باضابطہ باجماعت پڑھتا ہے' اب وہاں سے وہ جانا چاہتا ہے تو کیا شرط کے مطابق قیمت واپس لے کر زمین واپس کرنا اور زمین دار کا چبوترہ توڑ کر رہائش کا مکان بنانا کیسا ہے؟

جواب: اس شرط پر خرید وفروخت کرنا ناجائز ہے' اس سے بیع فاسد ہوئی جس کا فسخ کرنا واجب ہے' قیمت واپس لے کر زمین بائع کے حوالہ کر دے' پھر وہ اپنی زمین میں جو چاہے کرے' بیع فاسد کے ذریعے زمین حاصل کر کے نماز کیلئے چبوترہ بنایا ہے وہ مسجد شرعی نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳ ص ۱۳۲)

دھوکہ سے بیع ہو جانے کے بعد خیار کا حکم

سوال: ہمارے اطراف میں بسار اس طرح دیا جاتا ہے کہ ایک نرخ متعین کر کے فی روپیہ کے حساب سے چیت کے ادھار غلہ دیا جاتا ہے اور چیت میں روپیہ لیا جاتا ہے' امسال بھی ایسا ہی ہوا مگر اسامیوں نے دھوکہ دیا اور ہماری بڑی پٹی کا حوالہ دیا کہ ان کے یہاں فی روپیہ چھ سیر گندم دیا گیا ہے اس لیے میں نے بھی اسی نرخ پر دیدیا مگر پھر معلوم ہوا کہ بڑی پٹی میں ساڑھے پانچ سیر گندم فی روپیہ دیا گیا ہے۔ اب میں چھ سیر کی جگہ ساڑھے پانچ سیر نرخ فی روپیہ رکھ سکتا ہوں یا نہیں؟ میں نے یہ کہلوا دیا ہے کہ بڑی پٹی میں ساڑھے پانچ سیر بھاؤ کر دیا ہے جس کو یہ بھاؤ منظور ہو رکھے ورنہ میرا گندم واپس کر دیا جائے؟

جواب: اسامیوں کو اس دھوکہ دینے سے گناہ ہوا لیکن بیع صحیح ہوگئی' آپ کو نہ غلہ واپس کرنا جائز ہے اور نہ دام زیادہ لینا' آپ انکی روایت کی تحقیق خود کر سکتے تھے ان پر کیوں اعتماد کیا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۶۷)

باب الاقالة

(سودا واپس کرنے کے احکام ومسائل)

اقالہ میں طرفین کا رضا مند ہونا

سوال: بائع اور مشتری کے درمیان باقاعدہ عقد (سودا) ہو جانے کے بعد اگر ایک فریق واپسی کی خواہش کرے لیکن دوسرا فریق اس پر رضا مند نہ ہو تو کیا واپسی کا خواہش مند جبراً اپنا حق واپسی منوا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: باقاعدہ ایجاب وقبول کے بعد عقد بیع لازم ہوکر کسی ایک کو جبراً عقد ختم کرنے کا حق حاصل نہیں تاہم اگر اقالہ کی صورت ہوتو اس کے لیے طرفین کی رضامندی ضروری ہے۔

لماقال العلامة ابن عابدين رحمة الله: من شرائطها اتحاد المجلس ورضا المتعاقدين لان الكلام فى رفع عقد لازم وامّا رفع ماليس بلازم فلمن له الخيار يعلم صاحبه لابرضاه بحر. (ردالمحتار ج۵ص ۱۲۱' باب الاقالة).(قال فى الهندية: وشرط صحة الاقالة رضاء المتقائلين. (الفتاوىٰ الهندية ج۳ص۱۵۷' الباب الثالث عشر فى الاقالة) وَمِثْلُهٗ فى شرح مجلة الاحكام لسليم رستم باز' تحت المادة ۱۹۰ ص ۹۲)

اقالہ میں قیمت کم کرنے کی شرط لگانا

سوال: انعقاد بیع کے بعد اگر طرفین اس شرط پر بیع فسخ کرنا چاہیں کہ مشتری بائع کو ادا کی ہوئی رقم میں سے کچھ چھوڑے گا' کیا شرعاً دونوں کے لیے ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بیع فسخ کرتے وقت اگر بائع اور مشتری قیمت کم کرنے کی شرط لگاتے ہیں تو دونوں کی رضامندی سے بیع فسخ ہوکر بائع مشتری کو پوری رقم واپس کرے گا' رقم منہا کرنے کی شرط کالعدم ہوکر باطل رہے گی۔

لماقال العلامة على بن ابى بكر المرغينانى رحمة الله: الاقالة جائزة فى البيع بمثل الثمن الاوّل فان شرط اكثر منه او اقل فالشرط باطل ويرد مثل الثمن الاوّل (الهداية ج۳ص ۱۷ باب الاقالة) (قال العلامة سليم رستم باز رحمة الله: الثالث انها لاتفسد الشرط الفاسد وان لم تصح تعليقها به يكون الشرط لغوًا فلوتقايلا علىٰ ان يوخر المشترى الثمن سنة اوعلىٰ ان يحط منه خمسين صحت الاقالة لاالتاخيروالحط. (شرح مجلة الاحكام لسليم رستم باز ص ۹۱ المادة نمبر ۱۹۰' الفصل الخامس فى الاقالة) وَمِثْلُهٗ فى الهندية ج۳ص ۱۵۶' الباب الثالث عشر فى الاقالة)

فروخت شدہ چیز کو کم قیمت پر واپس لینا

سوال: ایک شخص نے کسی کو قرض پر اونٹ فروخت کیا' قیمت کی ادائیگی کے وقت مشتری نے ادائیگی سے انکار کرتے ہوئے مبیع واپس کرنا چاہا' اب بائع مشتری سے اونٹ اسی قیمت پر یا اس

سے کم قیمت پر واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: صورت مذکورہ میں باقاعدہ طور پر ایجاب وقبول ہو کر بیع قطعی ہو چکی ہے جس سے مبیعہ بائع کی ملکیت سے نکل کر مشتری کی ملکیت میں آ چکا ہے لیکن اب اگر مشتری بیع فسخ کر کے مبیعہ واپس کرنا چاہتا ہے تو بائع کو مبیعہ سابقہ قیمت پر یا اس سے زائد قیمت پر واپس لینے میں کوئی حرج نہیں تاہم یہ جائز نہیں کہ بائع مبیعہ کو کم قیمت پر واپس لے۔

لما قال العلامة ابن عابدين رحمة اللّٰه: بوباع شيئًا اصالةً بنفسهٖ او وكيله او وكالة عن غيره ليس له شراءه بالاقل لا لفنسه ولا لغيرهٖ. (ردالمحتار ج۵ ص ۷۴باب البيع الفاسد' مطلب فى التداوى بلبن البنت.الخ) (قال العلامة طاهر بن عبدالرشيد البخاريؒ : شراء ماباع باقل مما باغ من الّذى اشتراه او من وارثه قبل نقد الثمن لنفسه اولغيره......فاسد عندنا. (خلاصة الفتاوىٰ ج۳ص ۱۴۱ كتاب البيوع' الفصل الرابع فى البيع الفاسد واحكامه) وَمِثْلُهٗ فى الهندية ج۳ص ۱۳۴ الباب العاشر فى الشروط التى تفسدو التى لاتفسده)

مبیعہ پسند نہ آنے پر واپس کرنا

سوال: ایک شخص نے دوسرے آدمی پر کوئی چیز اس شرط پر فروخت کی کہ یہ فلاں کمپنی کی مصنوعات میں سے ہے جو کہ عمدہ اور اعلیٰ معیار کی حامل ہے لیکن خریدنے کے بعد اس چیز کی حقیقت کچھ اور نکلی' تو کیا اس وجہ سے مشتری کو مبیعہ واپس کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

جواب: عقد بیع کے وقت کسی چیز کے بیان کیے ہوئے ایسے اوصاف جن کی طرف رغبت دلائی جاتی ہے' کا مبیعہ میں موجود ہونا ضروری ہے ورنہ عدم موجودگی کی صورت میں مشتری کو کل قیمت پر لینے یا بیع فسخ کرنے کا اختیار حاصل رہے گا۔ اس بناء پر مذکورہ صورت میں کمپنی کی مصنوعات بوقت بیع بیان کردہ اوصاف یعنی عمدگی اور پائیداری سے عاری معلوم ہوں تو مشتری کو کل قیمت پر لینے یا واپس کرنے کا حق حاصل ہے۔

لما قال فى الهندية: وان اشترىٰ ثوباً علىٰ انهٗ عشرة ازرع بعشرة او ارضاً علىٰ انها مائة ازرع بمائةٍ فوجدها اقل فالمشترى بالخياران شاء اخذها بجميع الثمن وان شاء ترك وان وجدها اكثرمن الذراع الذى سماه فهو للمشترى علىٰ خيارللبائع وان نقص فقد

فات الوصف المرغوب فيختل رضاه ولا يحط شئ من الثمن كذا فى الكافي. (الفتاوىٰ الهندية ج۳ص۱۲۴ الفصل الثامن). (قال العلامة ابن عابدين رحمة الله: اشترىٰ من اخر فرساً ذكر البائع انها من نسل خليل فلان لفرس مشهور بالجودة ثم تبين كذبه هل له الرّد ام لا فاجاب اذا اشتراها بناءً علىٰ ماوصف له بثمن لو لم يصفها بهذه الصفة لاتشترى بذٰلک الثمن والتفاوت بين الثمنين فاحش وهى لاتساوى مااشترها به له الرّد اذا تبين خلاف ذٰلک. (تنقيح فتاوىٰ حامدية ج ۱ ص۲۴۷ باب الخيارات) وَمِثْلُهٗ فى شرح مجلة الاحكام' تحت المادة ۱۸۹ ص۸۹ باب الخيارات)

اقالہ کی صورت میں رقم میں زیادتی جائز نہیں

سوال: زید نے اپنا کھیت بکر پر مبلغ ایک لاکھ روپے میں فروخت کردیا' بکر نے موقع پر دس ہزار روپے زید کو پیشگی دیدیے اور بقایا رقم چند دنوں کے بعد دینے کا وعدہ کیا' ایک مہینہ گزرنے کے بعد زید نے اپنا کھیت بکر سے واپس لینا چاہا اور کہا کہ میں کھیت کو فروخت نہیں کرتا ہوں اور بکر کو اس کی اصل رقم دس ہزار روپے کے علاوہ پانچ ہزار روپے بطور پشیمانی بھی دیئے تو کیا بکر کے لیے پانچ ہزار روپے بطور پشیمانی کے لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: صورت مذکورہ میں ایجاب وقبول کے بعد اگرچہ بیع منعقد ہوچکی تھی اور زید زمین کو واپس لینے کا مجاز نہیں تھا مگر جب بکر نے بیع فسخ کرنے پر رضامندی ظاہر کی اور بیع کو ختم کردیا (اسے شرعاً اقالہ کہا جاتا ہے) تو اس کے بدلے میں بکر کے لیے زید سے بصورت جرمانہ اور پشیمانی کے اپنی اصل رقم کے علاوہ مزید کچھ رقم لینا حلال نہیں ہے۔

لما ورد فى الحديث: لايحل مال امرءٍ مسلم آلا عن طيب قلبه انتهىٰ. (مشكوٰة المصابيح ج ۱ ص۲۵۵ باب الغصب والعارية) .(قال العلامة ابن عابدين رحمة الله: قوله و تصح بمثل الثمن الاوّل حتىٰ لو كان الثمن عشرة دنانير فدفع اليه دراهم ثم تقابلا وقد رخصت الدنانير رجع بالدنانير لابما دفع وكذالوردّ بعيب......الخ. (ردالمحتار علىٰ هامش الدرالمختار ج۴ ص۱۶۵ باب الاقاله) وَمِثْلُهٗ فى البحر الرائق ج۶ ص۱۰۴ باب الاقالة)

پھلوں اور پھولوں کی بیع

باغ کے پھل کی بیع کی مختلف صورتیں

سوال: باغوں کے پھلوں کی بیع کس صورت میں جائز ہے کس صورت میں ناجائز؟

جواب: (عبارات نقل فرمانے کے بعد) اس تفصیل سے احکام ذیل معلوم ہوئے:

جب تک پھول پھل کی صورت اختیار نہ کرلے اس کی بیع بالاتفاق ناجائز ہے۔ علامہ ابن عابدینؒ نے بروز البعض کے بعد بیع کو ضرورت شدیدہ وابتلاء عام کی وجہ سے بیع سلم کے ساتھ ملحق قرار دے کر جائز لکھا ہے' ہمارے زمانے میں قبل البروز ہی بیع کا عام دستور ہے' وہی ضرورت شدیدہ وابتلائے عام یہاں بھی ہے جس کی وجہ سے الحاق بالسلم کیا گیا۔

(۱) پھل آنے کے بعد انسان اور حیوان کے لیے قابل انتفاع بھی ہوگیا تو بالاتفاق بیع جائز ہے۔ (۲) حیوان کے لیے بھی قابل انتفاع نہیں ہوا تو اس کی بیع کے جواز میں اختلاف ہے۔ قول جواز راجح ہے۔ (۳) کچھ پھل ظاہر ہوا اور کچھ ظاہر نہیں ہوا تو اس میں بھی اختلاف ہے' جواز راجح ہے۔ (۴) صحت بیع کے بعد بائع نے مشتری کو پھل درخت پر چھوڑنے کی صراحۃً یا دلالۃً اجازت دے دی تو پھل حلال رہے گا' اس میں یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ آج کل پھلوں کو پکنے تک درخت پر چھوڑنا متعارف ہے تو المعروف کالمشروط کے تحت یہ بیع فاسد ہونی چاہیے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ درخت پر چھوڑنے کی شرط جو عقد کو فاسد کرتی ہے وہ اس کے مفضی الی المنازعہ ہونے کی وجہ سے ہے اور چھوڑنے کا تعامل ہونے کی صورت میں منازعہ کا احتمال نہیں۔

(احسن الفتاویٰ ۶ص ۴۸۵)

باغ پر پھول کی بیع بشرط وزن

سوال: صورت مسئلہ یہ ہے کہ زید کی ملک میں سیب کا باغ ہے جب سیب ظاہر ہوتے ہیں تو وہ ان غیر پختہ سیبوں کی بیع عمرو کے ہاتھ اس طرح کرتا ہے کہ آپ فی من ایک سو روپے کے حساب سے یہ پورا باغ لے لیں' پکنے کے بعد میں تول کر پھل آپ کے حوالہ کردوں گا' عمرو قبول کر کے کچھ رقم اسی وقت زید کو دے دیتا ہے اور بقیہ رقم کا یہ طے ہوتا ہے کہ سیب تلنے کے بعد دی جائے گی' بعض مقامی علماء بیع کو جائز قرار دیتے ہیں کیونکہ یہ بیع ان بیوع کی طرح ہے جن کو فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے جائز قرار دیا ہے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس میں تسلیم مبیع کا وقت

مجہول ہوتا ہے مگر یہ جہالت یسیرہ ہے' دوسرے علماء اس کو بوجوہ ذیل فاسد کہتے ہیں:

(۱) اس میں مبیع کی مقدار مجہول ہے' معلوم نہیں کہ کتنا سیب پیدا ہو۔ (۲) جہالت ثمن (۳) تسلیم مبیع کا وقت مجہول اس لیے کہ موسم کے گرم اور سرد ہونے کی وجہ سے تسلیم مبیع میں پس و پیش بھی ہوسکتا ہے۔ (۴) تبعیض ثمن (یعنی آدھا ثمن اب اور آدھا بعد میں) (۵) تاجیل مبیع کی شرط اگر چہ وقت عقد میں ذکر نہیں کی گئی مگر ضمناً تاجیل مبیع اس میں موجود ہے اس لیے کہ سیب جب تک پختہ نہ ہو جائے تب تک نہ بائع کاٹنے کی اجازت دیتا ہے نہ مشتری کچھ سیب توڑتا ہے۔ (۶) ایک گونہ بیع الکالی بالکالی لازم آتی ہے اس لیے کہ بقیہ ثمن اور مکمل مبیع تین چار مہینے کے بعد ہی ایک دوسرے کو سونپتے ہیں۔ (۷) مبیع مقدور التسلیم نہیں' ممکن ہے کہ کسی وقت ضائع ہو جائے۔

فریق اول کے دلائل کا فریق ثانی یہ جواب دیتا ہے کہ یہ سب صورتیں مجلس عقد کے ساتھ مقید ہیں' یعنی اگر مجلس عقد میں بائع نے تمام صبرہ کو یا انگور کو تول کر دے دیا تو جائز ہے و کذا فی نظائر ہما۔ اگر مجلس عقد میں مبیع کو نہیں تولا تو ہم ان صورتوں کو بھی ناجائز سمجھتے ہیں اور یہاں تو مکمل مبیع تین چار مہینے کے بعد تولی جاتی ہے۔ مجلس عقد میں تعیین مبیع ضروری ہونے کے یہ دلائل ہیں:

(۱) ولهما انّ هٰذهٖ جهالة بيدهما ازالتها بان يكيلهٗ فى المجلس (فتح القدير ص ۸۹ ج۵) (۲) ومن باع صبرة طعام كل قفيز بدرهم الخ اس کے تحت فتح القدیر میں لکھا ہے ولا جهالة فى القفيز فلزم فيه واذ ازالت بالتسمية او الكيل فى المجلس يثبت الخيار كما اذا رتفعت بعد العقد بالروية اذا المؤثر فى الاصل ارتفاع الجهالة بعد لفظ العقد وكونه بالروية ملغى بخلاف ما اذا علم ذالك بعد المجلس لتقرر المفسد. (فتح القدير ص ۸۸ ج۵)

اس میں مجلس عقد کے بعد مقدار مبیع کا معلوم ہونا غیر معتبر بلکہ مفسد عقد قرار دیا ہے' جانبین کے دلائل ملاحظہ فرما کر فیصلہ فرمائیں؟

جواب: قائلین فساد عقد کا قول صحیح ہے' وجوہ فساد جو بیان کی گئی ہیں وہ بھی صحیح ہیں۔ البتہ تبعیض الثمن تعجيل البعض وتاجيل البعض کو مفسدات میں شمار کرنا صحیح نہیں' اسی طرح احتمال ہلاکت کی وجہ سے مبیع کو غیر مقدور التسلیم قرار دینا بھی درست نہیں' یہ احتمال تو ہر مبیع میں موجود ہے بالخصوص حیوان میں۔ (احسن الفتاویٰ ج۶ ص ۴۸۲)

باغ فروخت کر کے کچھ آم مستثنیٰ کرنا

سوال: زید ایک باغ نیلام کرتا ہے اور نیلام کے لیے کچھ شرائط مقرر کرتا ہے۔ مثلاً:
(۱) اس کی قیمت کے علاوہ چار من آم کچے اور دو من پکے لیے جائیں گے' ان آموں کا دارومدار قیمت پر ہوتا ہے' اگر دام کم ہوں گے تو آم زیادہ لیے جائیں گے' اگر دام زیادہ ہوں گے تو آم کم لیے جائیں گے۔ (۲) نصف قیمت ایک ہفتہ میں اور نصف قیمت آم پکنے کے بعد لی جائے گی وغیرہ تو یہ صورتیں جائز ہیں یا ناجائز؟

جواب: اگر یہ شرط ہے کہ آم اسی باغ کا ہو تو درست نہیں کہ یہ استثناء باطل ہے جس کو قدوری' ہدایہ وغیرہ جملہ کتب فقہ میں منع لکھا ہے' اگر اس باغ کے آم ہونا شرط نہیں اور قسم آم کی متعین کر لی جائے کہ جہالت مفضی الی النزاع مرتفع ہو جائے تو ان کو جزو ثمن قرار دیا جائے گا اور بقیہ مذکور شرائط طرفین کی اجازت سے طے شدہ سب جائز ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۸۶ ج ۱۱)

باغ کی بیع میں بائع پر آبپاشی کی شرط لگانا

سوال: باغ کا غیر پختہ پھل کسی کو قیمت کر کے بیچ دیا جائے' اس شرط پر کہ پختہ ہونے تک پانی صاحب باغ دیا کرے گا' پانی پرداخت مشتری کرے گا' مدت معروفہ پختہ ہونے تک مہلت ہوتی ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: فی نفسہ تو یہ معاملہ خلاف قاعدہ ہے لیکن اگر کہیں ایسا عرف عام ہو جائے تو درست ہے اور جو عرف عام نہ ہو درست نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ص ۹۶ ج ۳)

غیر مسلموں نے کہر کی بیع کی تو ان سے پھل خریدنا

سوال: اگر مالک باغ بھی کافر ہے اور مول کا خریدنے والا بھی کافر ہے تو ان سے مسلمانوں کو آم لے کر کھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۹۶ ج ۳)

ثمار مرہونہ کی بیع پر ایک اشکال کا جواب

سوال: باغ مرہون کے پھل مشتری کو جائز ہیں یا نہیں؟ اگر ناجائز ہیں تو کیوں؟ اس لیے کہ مرتہن تو مامور ہے کہ پھل فروخت کر کے قیمت جمع رکھے اور شئی مرہون کے ساتھ واپس کرے پھر اس کا خریدنا اور کھانا کیوں منع ہے؟ رہا فساد عقد سو مشتری بہ بیع فاسد کا ہدیہ جائز ہے؟

جواب: مرتہن کے مامور بالبیع ہونے میں راہن کا وہ اذن معتبر ہے جو بہ نیت تملک باطل مرتہن کے نہ ہو (یعنی مرتہن کے باطل طور پر مالک بنانے کی نیت سے نہ ہو) ورنہ وہ ربا اور وہ اذن غیر معتبر ہے۔ لہٰذا وہ تصرف شئی غیر مملوک میں ہوگا جس طرح متعارف سود میں ماہوار سود کے نام سے جو دیا جائے گا حالانکہ بروئے حساب اصل میں شمار کیا جانا واجب ہے مگر پھر بھی جب تک اس نام سے لیا جائے گا محرم الاستعمال ہے بخلاف مقیس علیہ کے کہ وہ تصرف اپنی ملک میں ہے اس لیے مقیس میں مشتری کے لیے بھی ناجائز ہے اور مقیس علیہ میں ہدیہ لینا مثلاً جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۱۸)

ظہور سے پہلے پھل بیچے تو ان کی خرید مالک کو حلال ہے

سوال: میرے والد کے پاس گاؤں میں کچھ باغ ہے جن کا ٹھیکہ تین چار سال ہوئے کہ والد صاحب نے دس سال کے لیے رجسٹری کرادیا ہے اور اس ٹھیکیدار سے علاوہ زر مقررہ کے کچھ آم بھی بطور ڈالی کے ٹھہر گئے ہیں۔ اب یہ فرمادیجئے کہ یہ ڈالی کے آم جب گھر آئیں تو میں اپنے صرف میں لا سکتا ہوں یا نہیں؟

جواب: یہ بیع باطل تھی اور آم سب مالک اصلی کی ملک ہیں' پس اس میں سے جو آم ڈالی میں آئیں گے وہ بھی مالک ہی کی ملک ہیں اس لیے حلال ہیں لیکن جس جگہ عوام اس دقیقہ کو نہ سمجھ سکیں تو ایسے شخص کو نہ کھانا چاہیے جس سے عوام پر اثر پہنچے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۹۹ ج ۳)

زقوم کا پھل کھانے اور اس کی خرید وفروخت کا حکم

سوال: بعض لوگ زقوم (تھوہر) کا پھل بڑے شوق سے کھاتے ہیں اور آج کل بازاروں میں اس کی خرید وفروخت بھی ہوتی ہے جبکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ زقوم جہنم کا درخت ہے اس لیے اس کا پھل کھانا اور خرید وفروخت جائز نہیں ہے' تو کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: دنیا کے زقوم اور جہنم کے زقوم میں زمین آسمان کا فرق ہے اور زقوم کے پھل میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے لہٰذا اس کا کھانا اور خرید وفروخت دونوں جائز ہیں۔

قال العلامة الحصکفی رحمة اللّٰہ: (البیع) شرعاً مبادلة شئی مرغوب فیه بمثله خرج غیرالمرغوب کتراب میتة ودمٍ... الخ (الدرالمختار علی هامش ردّالمختار ج ۴ ص ۴ کتاب البیوع) (قال العلامة ابن نجیمؒ (البیع) هومبادلة المال بالمال بالتراضی..... وفی کشف الکبیر المال مایمیل الیه انطبع ......والمالیة انما ثبت بتمول

الناس كافة او بتقوم البعض والتقوم يثبت بهاوبا باحة الانتفاع لهٗ شرعاً. (البحر الرائق جلد۵ ص ۲۵۶ کتاب البیع)

پھل کے ظاہر ہونے سے پہلے اس کی بیع کا حکم

سوال: باغوں کے پھل کی بیع جبکہ بور میں پھل اس قدر نکلا ہو کہ کالی مرچ یا چنے کے برابر ہو تو اسے قابل انتفاع کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اور ایسے وقت اس کی بیع درست ہے یا نہیں؟ نیز بعض پھل یک لخت نہیں نکلتے مثلاً کیلا تھوڑا تھوڑا نکلتا ہے اس کی بیع درست کب ہوگی؟ اگر جائز ہے تو جواز کے لیے کوئی حیلہ کارگر ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اس معاملہ میں ابتلاء عام اور اس سے احتراز کے تعسّر بلکہ تعذر کے پیش نظر اہل فتویٰ پر لازم ہے کہ اس کی طرف خصوصی توجہ مبذول فرما کر اس کا کوئی حل نکالیں ایسے اہل تقویٰ آم سے پرہیز کرتے ہیں مگر اس پرہیز سے عامۃ المسلمین کے لیے تو کیا سبیل نکلتی خود ان کے لیے بھی کارآمد نہیں اس لیے کہ یہ معاملہ صرف آم کے ساتھ مخصوص نہیں کہ اس کے ترک سے تقویٰ محفوظ رہے بلکہ سب پھلوں کی بیع میں یہی دستور ہے بالخصوص کیلے کا مسئلہ تو اور بھی زیادہ کٹھن ہے کیونکہ اس کے تو بہت سے پودے ہی بیع کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔

ایسی ضرورت شدیدہ کے مواقع میں عمل بالمرجوح بلکہ عمل بمذہب الغیر کی بھی گنجائش دی جاتی ہے بلکہ بعض مواقع میں عمل بمذہب الغیر واجب ہو جاتا ہے۔ حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ ایسے مواقع ضرورت کو کسی بعید سے بعید تاویل کے ذریعہ کسی کلیہ شرعیہ کے تحت لا کر گنجائش نکالنے کی کوشش فرماتے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن عابدینؒ نے بیع ثمار کی گنجائش نکالنے کی اہمیت وضرورت پر زور دیا ہے اور بہت طویل بحث فرمائی ہے۔ بالآخر اس کو بیع سلم سے ملحق قرار دے کر جواز کا فتویٰ تحریر فرمایا ہے۔ التحریر المختار میں علامہ رافعی نے بھی علامہ شامی کی اس تحقیق پر کوئی اعتراض نہیں کیا مگر حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے امداد الفتاویٰ میں مندرجہ ذیل اشکالات تحریر فرمائے ہیں:

(۱) وقت عقد میں مسلم فیہ کا وجود ضروری ہے۔ (۲) مقدار ثمار متعین نہیں۔ (۳) کوئی اجل متعین نہیں۔ (۴) اجل پر مشتری بائع سے مطالبہ نہیں کرتا۔ (۵) اکثر ثمار عددی متقارب یا وزنی متماثل نہیں۔ (۶) اکثر پورا ثمن پیشگی یکمشت تسلیم نہیں کیا جاتا۔

اشکال اول کا جواب تو حضرت حکیم الامتؒ نے خود ہی تحریر فرمایا ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک بوقت عقد مسلم فیہ کا وجود ضروری نہیں۔ ثانی سے خامس تک کے اشکالات کا جواب یہ

ہوسکتا ہے کہ امور مذکورہ کی شرط لگانے کے مفسد ہونے کی علت جہالت مفضیہ الی المنازعت ہے مگر بسبب تعارف احتمال نزاع منقطع ہوگیا۔

اشکال سادس کا حل یہ ہے کہ امام مالکؒ کے یہاں ثمن کو شرط لگا کر تین دن تک مؤخر کرنا اور بغیر شرط کے زیادہ مدت تک بھی جائز ہے۔

آئمہ ثلاثہ اس پر متفق ہیں کہ بوقت عقد مسلم فیہ کا وجود شرط نہیں اس لیے مسئلہ زیر بحث میں قول مالک اختیار کرنا چاہیے اس لیے کہ قول شافعیؒ اختیار کرنے پر تلفیق لازم آتی ہے جو حرام ہے۔

متعاقدین بوقت ضرورت تین روز سے زائد شرط تاخیر ثمن کے فساد سے احتراز کی یہ تدبیر کر سکتے ہیں کہ مشتری کل ثمن بر وقت ادا کرنے پر قادر نہیں تو بائع ہی سے قرض لے کر اس کو بطور ثمن واپس کر دے۔ یہ تدبیر متعاقدین کے فائدہ کے لیے لکھ دی ہے ورنہ عوام پر یہ تجسس و تحقیق لازم نہیں بلکہ یہ تعمق جائز ہی نہیں کہ باغ کی بیع مطلق ہوئی ہے یا بشرط تاخیر ثمن؟ پھر تاخیر تین روز تک ہے یا اس سے زائد؟ ہاں جہاں بدون تجسس تین روز سے زائد شرط تاخیر متحقق ہو جائے یا اس کا دستور عام معروف ہو جائے وہاں احتراز لازم ہے۔

فائدہ: علامہ ابن عابدینؒ نے ابتلائے عام و ضرورت شدیدہ کی وجہ سے الحاق بالسلم کی بحث بروز البعض کے بیان میں لکھی ہے مگر اس پوری بحث سے ظاہر ہے کہ قبل بروز ثمار بلکہ قبل بروز الازہار کا بھی یہی حکم ہے جہاں اس میں ابتلاء عام کی وجہ سے ضرورت شدیدہ کا تحقق ہو جائے وہاں مذہب مالک کے مطابق اس کو بیع سلم میں داخل کر کے جائز قرار دیا جائے گا۔

غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ کا حل خود فقہ حنفی میں موجود ہے۔ لہٰذا دوسرے مذاہب کی طرف رجوع کی ضرورت نہیں چنانچہ آم اور اس قسم کے دوسرے پھلوں کی بیع درختوں پر پھول آنے کے بعد ہوتی ہے اگر بعض ثمر بھی ظاہر ہو جائے تو کوئی اشکال ہی نہیں اور اگر ثمر بالکل ظاہر نہ ہوا ہو تو یہ بیع الاثمار نہیں بلکہ بیع الازہار ہے اور یہ ازہار مال متقوم بعض چوپاؤں بلکہ بعض انسانوں کی ضرورت میں کام بھی آتا ہے اور منتفع بہ ہے بالفرض فی الحال منتفع بہ نہ بھی ہو تو فی ثانی الحال منتفع بہ ہے۔

حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیع الثمر قبل انفراک الزہر کو بالاتفاق ناجائز قرار دیا ہے مگر خود بیع الزہر کے عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں۔ البتہ بیع قبل ظہور الازہار کی صورت میں عمل بمذہب مالکؒ کے سوا چارہ نہیں اور یہ جب جائز ہوگا کہ اہل بصیرت اس میں ابتلائے عام اور ضرورت شدیدہ کا فیصلہ کر دیں' کیلے کے باغ کی بیع اس لیے جائز ہے کہ یہ بیع الاشجار مع الاصول ہوتی

ہے۔لہٰذا بیع کے بعد پیدا ہونے والے درخت مشتری کی ملک ہیں' اگر اس بیع میں مدت معینہ کے بعد ترک الاصول للبائع مشروط ہو تو یہ شرط فاسد ہوگی۔

اس سے بہتر حل یہ ہے کہ یہ بیع الاشجار بدون الاصول ہے' اشجار موجودہ کی بیع میں کوئی کلام نہیں اور اشجار وغیرہ موجودہ کی بیع مع الاشجار الموجودہ درست ہے۔

شبہ: بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوا کہ بیع پھلوں کے درخت پر چھوڑنے کی شرط کے ساتھ فاسد ہے اور معاملہ معہودہ میں اگرچہ بیع مطلق ہے مگر عرفاً تبقیہ لازم ہے' والمعروف کالمشروط۔

بحث مذکور میں اس شبہ کا جواب ہو چکا ہے یعنی یہ شرط مفضی الی النزاع ہونے کی وجہ سے مفسد تھی مگر عرف عام سے احتمال نزاع منقطع ہو گیا۔فارتفع الفساد۔(احسن الفتاویٰ ج۶ص۴۸۷)

ایسی حالت میں باغ کی فروخت کا حکم

سوال: بعض لوگ باغ کے صرف بعض پھل ظاہر ہونے پر خریدار پر بیچ دیتے ہیں جبکہ یہ پتہ نہیں چلتا کہ پھل کی مقدار کیا ہوگی یا مستقبل میں اس کی کیفیت کیا ہو سکتی ہے' اسی حالت میں اگر باغ فروخت کیا جائے تو شرعی نقطہ نظر سے اس کا کیا حکم ہے؟ کیونکہ ایسی حالت میں درخت میں ایسے پھل بھی ہو سکتے ہیں جن کا ابھی وجود نہیں ہوتا؟

جواب: شرعی نقطہ نظر سے کسی چیز کی فروخت کی صحت کے لیے یہ ضروری ہے کہ مبیعہ عقد کے وقت موجود ہوتا کہ بائع مشتری کو سپرد کر کے اپنی ذمہ داری فارغ کرے۔صورت مذکورہ میں جو پھل ظاہر ہو خواہ انسان کے کھانے کی صلاحیت رکھتا ہو یا حیوانات کی' اس کی خرید و فروخت جائز ہے لیکن اگر باغ فروخت کرتے وقت پھل ظاہر نہ ہو تو اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ایک یہ ہے کہ پھل ابھی بالکل ظاہر نہ ہو تو یہ عقد بیع معدوم ہو کر ناجائز ہوگا۔دوسری صورت یہ ہے کہ بعض پھل ظاہر ہو لیکن روز بروز باغ میں مزید پھل ظاہر ہوتا رہتا ہو' ایسی حالت میں اگر مالک موجودہ پھل فروخت کرے لیکن جو پھل ابھی ظاہر نہیں ہوئے تو ظاہر المذہب کی رو سے اس کی بیع فاسد رہے گی۔

لیکن عموم بلوی اور ضرورت کو دیکھ کر علماء کرام نے جواز کا فتویٰ دیا ہے اور جو پھل ابھی پیدا ہو رہے ہوں تو اس کے لیے باغ کے اجارہ کے عوض مشتری کے لیے بھاری حصہ مقرر کر کے بائع کو مثلاً ہزارواں حصہ دینے کے حیلہ کا سہارا لے کر معاملہ جائز رہے گا۔

لما قال العلامة علاؤ الدين الحصكفي رحمة الله: والحيلة ان يأخذ الشجرة معاملةً على ان لهٗ جزءً من الف جزءٍ وفي الزرع والحشيش

يشترى الموجود يبعض الثمن و يستاجر الارض مدة معلومة يعلم فيها الادراک بباقی الثمن وفی الاشجار الموجود ويحل له البائع مايوجد فان خاف ان يرجع يقول علٰی انّی متٰی رجعت فی الاذن تکون ماذوناً فی الترک شمتی ملخصًا. (الدرالمختار مع ردالمختار ج۴ ص۵۵۸ کتاب البیوع)

بازار سے پھل خریدتے وقت تحقیق کرنا

سوال: آج کل جو آم وغیرہ بازاروں میں فروخت ہوتے ہیں ان کے متعلق معلوم نہیں کہ خریدار نے جو باغ خریدا ہے کس وقت خریدا ہے' آیا زمانہ کو ہر میں خریدا ہے یا کب؟ ایسی حالت میں بازار سے آم خرید کر کھانا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: اگر یہ تحقیق اور ظن غالب ہو کہ اس بائع نے بیع باطل سے خریدا ہے تو اس کا خریدنا ناجائز ہے اگر اس کی تحقیق یا ظن غالب نہ ہو تو اس کے خریدنے میں گنجائش ہے۔ (مبسوط سرخسی ج ۱۷ص ۱۵۷) (فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۲۸۴)

پھول پھل کی تیاری سے پہلے نرخ مقرر کرنا

سوال: مول آنے کے وقت باغ کی بیع کر دے' دوسری صورت یہ ہے کہ پھل پکنے کے وقت ہو اس کی بیع کر دے' تیسری شکل یہ ہے کہ درختوں پر مول آنے کے وقت زمین سمیت سال دو سال کے لیے بیع کر دے ان صورتوں میں جیسا حکم ہو تحریر فرما دیں' چوتھی شکل یہ ہے کہ باغ میں سب شے ہے اور وہ وقتاً فوقتاً آتی ہے' اس کو بلاتعیین بہار کے آنے کے غیر موسم میں مع درخت تین چار سال کو بطور ٹھیکہ کے دیا گیا' اب وہ اس طور سے شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: جواب آپ کے مسائل کا یہ ہے کہ اول بیع کرنا مول کا درست نہیں اور یہ بیع باطل ہے اس لیے کہ مبیع یہاں ثمر ہے اور اس کا کہیں وجود نہیں اور معدوم کی بیع باطل ہے' دوسرے اگر ثمر نکل آیا اور نفع کے قابل ہو گیا تو اس کی بیع جائز ہے۔ بشرطیکہ اسی وقت کاٹ لے اور اگر شرط رکھنے کی ہو گی جیسا کہ دستور ہے تو بیع فاسد ہو گی اور ثمر اگر ایسا ہو گیا کہ اب زیادہ نہ بڑھے گا تو اس کی بیع درست ہے کیونکہ اس کے سب اجزاء موجود ہو چکے ہیں۔ فقط تغیر وصف باقی ہے اور یہ اخیر شکل امام محمدؒ کے یہاں درست ہے اور اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ امام صاحبؒ کے نزدیک یہ بھی درست نہیں مگر امام صاحبؒ کے قول پر فتویٰ نہیں دیا گیا اور زمین مع درخت کے بیع کرنا ایک یا دو سال کے واسطے یہ بیع فاسد ہے اس واسطے کہ اس میں دو سال بعد ہٹا لینے کی شرط ہے اور یہ شرط مفسد بیع ہے' لہٰذا درست نہیں اور اگر فقط درختوں کو اجارہ پر

دیا گیا ایک دو سال یا کم زیادہ کے لیے تو یہ بھی درست نہیں کیونکہ اجارہ درختوں کا جائز نہیں البتہ اگر زمین مع درختوں کے اجارہ (پر) دی جائے میعاد معین تک تو درست ہے اس صورت میں جتنا کچھ پیدا ہوگا وہ مستاجر (یعنی ٹھیکیدار) لے گا اور اجارہ معین الگ ملے گا۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۹۷)

پکنے تک کی شرط لگا کر کچی فصل خریدنا

سوال: گندم یا جو کی کچی فصل پکنے تک چھوڑنے کی شرط سے خریدی جائے اور پکنے پر کاٹی جائے تو کیا یہ بیع شرعاً درست ہوگی یا نہیں؟ اور جواز کی کوئی صورت ہو سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: گندم، جو یا دیگر فصلوں کو اس شرط سے خریدنا کہ پکنے پر کاٹوں گا تو یہ صورت ناجائز ہے البتہ فقہاء نے جواز کی ایک صورت ذکر کی ہے کہ فصل کو مستقل طور پر قیمتاً خرید کر ایک خاص مدت کے لیے زمین اجارہ پر لی جائے اور معینہ مدت کے اندر فصل کو کاٹ لیا جائے تو اس صورت میں مذکورہ بیع اور پکنے تک فصل کا باقی رکھنا صحیح ہوگا۔

لماقال طاهربن عبدالرشيد البخاری رحمة الله: وان كان البيع بشرط الترک لايجوز. (خلاصة الفتاویٰ ج۳ص ۲۹ كتاب البيوع' الفصل الثانی فيمايجوزبيعه......الخ).(قال طاهر بن عبدالرشيد البخاریؒ: ولواراد آن يترک فی الارض ويكون له الولاية الشرعية: فالحيلة ان يشتری الحشيش واشجار البطيخ ببعض الثمن ويستاجر الارض ببعض الثمن من صاحب الارض ايامًا معلوماً. (خلاصة الفتاویٰ ج۳ص ۲۹ كتاب البيوع' الفصل الثانی فيمايجوز بيعه ومالايجوز) وِمثْلُهٗ فی الهندية ج۳ص۳۳ كتاب البيوع' الفصل الثانی فيما يدخل فی بيع الاراضی......الخ)

بیع مرابحہ اور تولیہ

بیع المرابحہ اور تولیہ کیا ہے؟

سوال: بیع مرابحہ اور تولیہ کی کیا تعریف ہے؟

جواب: (قال فی التنوير وشرحه المرابحة بيع ماملكه بماقام عليه وبفضل) مرابحہ یہ ہے کہ کسی چیز کو نفع لے کر فروخت کرنا' مثلاً مشتری بائع سے کہے کہ تم یہ چیز دس روپے نفع لے کر فروخت کردو' بائع منظور کرلے تو اب دس روپے سے زائد نفع لینا درست نہیں ہوگا اور اگر مشتری یوں کہے جس کی قیمت سے تم نے خریدا ہے اسی قیمت پر مجھے دے دو یا بائع کہے کہ خرید کی

قیمت پر ہم یہ چیز دیتے ہیں اس کو شرعاً تولیہ کہتے ہیں اور اب نفع لینا درست نہیں ہوگا۔ "فی التنویر والتولیة بیعه بثمنه الاوّل" (منہاج الفتاویٰ غیر مطبوعہ)

بیع مرابحہ یعنی نفع کے ساتھ بیچنا

سوال: میں دکان داروں کو مال فروخت کرتا ہوں۔ وہ مجھے آرڈر دے دیتے ہیں یہ بھی طے کرلیا ہے کہ کان پور والا مال جس کی خریداری ایک روپیہ کی ہوگی وہ ۱۷ آنے میں فروخت ہوگا اور دہلی کا ایک روپیہ کا مال ۲۵/ا میں فروخت ہوگا بشرطیکہ مال صحیح ہو تو اس طرح نفع لینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اس طرح فروخت کرنا درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۴۲۶) "جو نفع طے ہوا ہے اس سے زائد لینا درست نہیں" (م ع)

بیع مرابحہ میں شبہ خیانت سے اجتناب ضروری ہے

سوال: اگر کسی چیز کو ادھار سے خریدا جائے تو فروخت کرتے وقت اس کو یہ بتلانا ضروری ہے کہ میں نے اس کو اتنی قیمت میں ادھار خریدا ہے اور اتنے نفع میں فروخت کرتا ہوں؟

جواب: بیع مرابحہ کا دارومدار دیانت و امانت پر ہے۔ اس میں ہر اس قدم سے اجتناب ضروری ہے جس سے شبہ خیانت ہو چونکہ ادھار میں عموماً نقد کی نسبت سے قیمت زیادہ رکھی جاتی ہے اس لیے ادھار سے خریدی ہوئی چیز اگر گاہک کو قیمت خرید بتا کر فروخت کرے تو اصل قیمت کے ساتھ اُدھار کا اظہار بھی ضروری ہے۔

لماقال العلامة علی ابن ابی بکر المرغینانی رحمة الله: ومن اشتری غلاماً بالف درهم نسئةً فباعه بربح مائةٍ ولم یبین فعلم المشتری فان شاء رده وان شاء قبل لان للاجل شبهًا بالمبیع الایری انهٔ یزاد فی الثمن لاجل الاجل. (الهدایة ج۳ ص۷۶ باب المرابحة والتولیة)(قال العلامة الحصکفیؒ: اشتراه بالف نسئةً وباع بربح مائة بلا بیان خیرالمشتری' وقال العلامة ابن عابدینؒ: ای بعین رده واخذه لالف ومائة حالة لان للاجل شبهًا بالمبیع الاتری انهٔ یزاد فی الثمن لاجله. (الدرالمختار مع ردالمحتار ج۵ ص ۱۴۱' ۱۴۲' مطلب اشتری من شریکه سلعة)(و مثله فی بدائع الصنائع ج ۵ ص ۲۲۴ باب المرابحة والتولیة)

بیع مرابحہ میں مثلیت ثمن کی شرط

سوال: اس طرف یہ رواج ہے کہ لوگ کپڑا دو طریق سے خریدتے ہیں' ایک یہ کہ اس کی قیمت میں نقد روپیہ دیتے ہیں' دوم یہ کہ روپیہ بھی دیتے ہیں اور سوت بھی بازار کے نرخ سے ذرا زیادہ قیمت کے حساب سے دیتے ہیں تو جس صورت میں کہ صرف روپیہ دیتے ہیں تو ایک تھان مثلاً چودہ آنہ کا لیتے ہیں اور اگر روپیہ وسوت دونوں دیتے ہیں تو ساڑھے چودہ آنہ کو لیتے ہیں' تو کیا حکم ہے؟ پس جس شخص نے کہ کپڑا روپیہ وسوت دونوں دے کر خریدا ہے اس سے اگر کوئی کپڑا فی تھان مثلاً ایک آنہ منافع دے کر خریدے تو وہ منافع چودہ آنے پر لگائے یا ساڑھے چودہ پر اور اصل قیمت کون سی معتبر ہوگی؟

جواب: یہ بیع مرابحہ ہے' یہ اسی وقت صحیح ہے جب تمام ثمن نقد یا مثلی ہو اور دوسرا مشتری وہی دیتا ہو پس جس صورت میں کچھ نقد اور کچھ سوت کے عوض تھان لیا ہے اور دوسرا مشتری سب نقد دیتا ہے نفع پر بیچنا درست نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ص ۱۳۱ ج ۳)

وکیل بالشراء کا اپنے مؤکل سے بیع مرابحہ کرنے کی ایک صورت

سوال: زید نے عمر کو کچھ روپیہ دیا' عمر مال خرید کر لایا اور اپنے گھر اتارا' اس میں اپنا بھی ذاتی مال اور زید کے روپیہ کا بھی شمول ہے پھر اس کو تقسیم کیا اور زید کے روپے کا مال زید کے سپرد کر دیا' زید نے قبضہ کر کے عمر سے کہا کہ تم اپنے وعدہ کے موافق اگر خرید کرتے ہو تو کس قدر مدت کے واسطے ادھار خریدتے ہو' عمر نے کہا کہ ایک ماہ کے واسطے خریدتا ہوں اور پانچ روپے منافع کے قسط وار ہر ہفتہ ایک روپیہ دیتا رہوں گا' غرض آخر ماہ تک منافع کا روپیہ بے باق کر دوں گا اور اصل دے دوں گا؟

جواب (قولہ زید نے عمر کو الی قولہ تقسیم کیا) اگر باذن زید روپیہ شامل ہوا ہے تو یہ بیع تو زید کے ذمہ لازم ہوگئی مگر پھر زید و عمر میں جو بیع مرابحہ ٹھہری وہ جائز نہیں' ہاں مستقل بیع بلا قید مرابحہ ہو تو جائز ہے' البتہ اگر زید کے روپے کا مال بالکل الگ خریدا ہے اور الگ ہی رکھا تب مرابحہ جائز ہے (قولہ تقسیم کر کے الی قولہ اصل دیدوں گا) اگر زید کے روپے کا خریدا ہوا مال بالکل علیحدہ ہوتا تب یہ بیع درست ہوتی۔

تتمۃ السوال: عمر اپنے عہد کے موافق ایک ماہ کے بعد زید کو روپیہ نہیں دیتا اور روپیہ جمع کر کے رکھا اور اس سے اب خود مال لاتا ہے اور فروخت کرتا رہتا ہے' منافع اٹھاتا ہے' کبھی ڈیڑھ ماہ میں کبھی دو ماہ میں' غرض خلاف عہد زیادہ مدت میں روپیہ اصل مع منافع کے دیتا ہے مگر جس قدر مدت عہد سے زیادہ ہوتی ہے نہ اس کا منافع طلب ہوتا ہے نہ دیا لیا جاتا ہے؟

جواب: جب زیادہ نہیں لیا جاتا' زید پر کوئی گناہ نہیں' عمر پر وعدہ خلافی کا گناہ ہوگا۔

(امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۴۱)

بائع اور وکیل ایک ہی شخص ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: ایک مارکیٹ میں موٹروں کے پرزے نیلام ہوتے ہیں' اس کی یونین ہوتی ہے جس کے دوسو ممبران ہوتے ہیں جو پانچ پانچ روپے ماہوار دیتے ہیں' اس طرح جو روپیہ جمع ہوتا ہے اس سے یونین فروخت کنندہ کے مال کو آرٹ کے طریقہ پر نیلام کرتی ہے اور قیمت جو آخری ہوتی ہے اس میں سے پانچ پیسہ فی روپیہ کے حساب سے کاٹ کر فروخت کنندہ کو فوراً دیدیتی ہے اور خریدار پر لازم ہوتا ہے کہ وہ پندرہ روز کے اندر پوری قیمت یونین کو ادا کردے ورنہ اس پر پانچ پیسہ فی روپیہ جرمانہ کردیا جاتا ہے۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ (۱) یونین کا یہ فعل سود ہے یا نہیں؟ (۲) اگر سود ہے تو شرعی طریقے پر اس کا متبادل طریقہ کیا ہے؟ تاکہ یونین باقی رہ سکے اور لوگوں کا کاروبار ٹھپ نہ ہو۔ (۳) خریدار سے جو جرمانہ لیا جاتا ہے شرعاً اس کی کوئی جائز صورت ہوسکتی ہے یا نہیں؟ (۴) یونین کا مالک مال پر کوئی جبر نہیں جو اپنی خوشی سے چاہے اسی کا مال یونین نیلام کرتی ہے۔

جواب: از نمبر ۱ تا نمبر ۴ نیلام کی آخری بولی پر یونین قیمت اپنے پاس سے ادا کرتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یونین خود خریدار ہے اور بولی بھی یونین بولتی ہے تو بائع بھی ہے یعنی بائع کی طرف سے وکیل ہے۔ یہ طریقہ غلط ہے' نیز مال فروخت ہوجائے اور خریدار کا قبضہ ہوجانے کے بعد پندرہ روز میں قیمت وصول نہ ہونے پر پانچ پیسہ فی روپیہ جرمانہ وصول کرنا بھی جائز نہیں کیونکہ یہ سود ہے' معاملہ اس طرح کیا جائے کہ اصل مالک بولی بولے اور آخری بولی پر یونین خود خریدے اور قیمت اپنے پاس سے پوری دیدے' پھر بولی بولنے والے سے اپنا معاملہ مستقلاً نفع لگا کر کرے' مثلاً دس پیسہ فی روپے' اگر اس خریدار سے معاملہ کرلے کہ ایک ماہ کے اندر پوری قیمت ادا کرنا ضروری ہے' اگر وہ ایک ماہ کا وعدہ نہ کرے بلکہ دو ماہ کا وقت لے تو اس سے اس طرح معاملہ کیا جائے کہ پندرہ پیسہ فی روپیہ کا منافع یونین لے گی تو اس طرح شرعاً درست ہے جرمانہ بالکل نہ لے' یہ بیع مرابحہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۲۹۵)

بیع مرابحہ مع توکیل کی بعض صورتوں کا حکم

سوال: زید اپنی اسامیوں سے کہہ دیتا ہے کہ قرب و جوار میں مویشیاں گائے' بیل' بھینس' بکری وغیرہ تلاش کرکے اپنی اپنی پسند کا جانور طے کرآؤ' پھر ہم روپیہ لے کر چلیں گے' نقد اً خرید کرکے اپنی ملک کرلیں گے' بعدہٗ فوراً فی روپیہ ۴ نفع لے کر ادھار بوعدہ ایک سال تم کو دیدیں گے جس جانور کو جو شخص قیمتاً طے کرآئے گا وہ جانور اسی شخص کو ادھار نفع پر دیدیا جائے گا' یہ صورت درست ہے یا نہیں؟

جواب: اس کی چند صورتیں ہیں اور ہر ایک کا جدا حکم ہے۔ ایک صورت یہ ہے کہ زید نے آسامی کو خریدنے کا وکیل بنادیا اور آسامی نے زید کے لیے خریدا' اس صورت میں مواشی ملک زید کی ہوگی اور زید کو اس کے بعد اختیار ہوگا' خواہ آسامی کے ہاتھ فروخت کرے یا نہ کرے اور اسی طرح آسامی کو اختیار ہوگا' خواہ زید سے خریدے یا نہ خریدے کوئی کسی کو مجبور نہیں کرسکتا۔ تو اس صورت میں اگر آسامی اپنی خوشی سے زید سے نفع پر خریدے تو جائز ہے' اس میں سود وغیرہ کا شبہ نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ زید نے آسامی کو خریدنے کا وکیل نہیں بنایا' صرف پسند کرنے کے لیے بھیج دیا اور آسامی نے مالک مواشی سے کوئی گفتگو جس سے خریداری سمجھی جائے نہیں کی' یہاں تک کہ مالک مواشی بھی سمجھتا ہے کہ ابھی مجھ سے نہیں خریدا ہے' میں بھی بیچنے نہ بیچنے کا مختار ہوں اور دوسرا بھی خریدنے نہ خریدنے کا مختار ہے' اس کے بعد زید نے آ کر خود خریدا اور پھر خرید کر نفع پر آسامی کے ہاتھ بیچ دیا' ان کی خوشی سے اور مثل پہلی صورت کے یہاں بھی ہر ایک بیچنے اور خریدنے میں آزاد ہے' یہ صورت بھی جائز ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ آسامی نے اپنے طور پر جا کر مواشی کو اپنے لیے خریدا اور زید نے صرف جا کر اس کی قیمت آسامیوں کے کہنے سے ادا کردی۔ اس صورت میں ابتداء ہی سے وہ مواشی آسامی کی ملک ہوگی اور زید کو ادا ثمن کرنا یہ گویا آسامی کو قرض دینا ہوگا' جب قرض ہے تو ظاہر ہے کہ نفع لینا بحکم سود ہے جو حرام ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۳۵)

بیع تولیت میں اگر بائع کی خیانت ثابت ہوجائے

سوال: زید کے پاس ایک ڈھیر مبیع (یعنی ہیزم سوختنی) کا تھا' عمر نے اس کو خریدنا چاہا اور کہا کہ اصل خرید تمہاری کتنے کی ہے؟ زید نے کہا تین سو روپے کی اور پچاس روپے نفع لوں گا' عمر نے کہا کہ اپنا نفع چھوڑ دو اور اصل اصل میں دے دو' زید راضی ہوگیا' عمر نے کہا مال جب تک فروخت نہ کروں گا تب تک تمہاری حفاظت میں رہے گا۔ عمر نے دو سو روپے نقد دیئے اور ایک سو روپے کا وعدہ کیا کہ مال کی بکری میں سے دوں گا' بکر زید کا ہمراز تھا' اس نے کہا زید نے بڑا دھوکہ دیا چونکہ ان کا یہ مال ایک سو چھتر روپے کا ہے' خالد بھی یہی کہتا ہے تو اس دھوکہ کی وجہ سے یہ عقد جائز رہا یا نہیں؟ اور عمر کو اس کے رد کا حق ہے یا نہیں؟

جواب: یہ بیع تولیت کی صورت ہے اور تولیت میں اگر بائع نے خیانت کی ہو اور مشتری اس کی خیانت ثابت کردے تو مشتری کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مقدار خیانت کو اصل ثمن یعنی اس قیمت میں سے جو بائع نے اس مشتری کو بتائی اور اس بیع میں مقرر کی ہے وضع کرلے اور بائع کی اصل

خرید کی قیمت اسے دے خیانت ثابت کرنے کے تین طریقے ہیں:
اول یہ کہ بائع خود اقرار کرلے دوسرے یہ کہ مشتری بینہ پیش کرے تیسرے گواہ نہ ہونے کی صورت میں بائع سے قسم لی جائے اور وہ قسم سے انکار کردے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۲۶)

سیل ٹیکس قیمت خرید میں ملانے کا حکم

سوال: حکومت تاجروں اور چھوٹے دکانداروں سے سیلز ٹیکس کے نام سے جو ٹیکس وصول کرتی ہے تو کیا بائع کے لیے اتنی مقدار رقم مبیعہ کی قیمت خرید میں ملانا اور مشتری سے وصول کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟
جواب: موجودہ دور میں حکومت کی طرف سے عائد کردہ سیلز ٹیکس یا دیگر ٹیکس چونکہ جائز حدود سے نکل کر ظلم و تعدی کے دائرہ میں داخل ہیں اور اس میں کسی امیر یا غریب کی تمیز بھی نہیں شرح ٹیکس بھی اتنی زیادہ ہے کہ دینے والا اس کی ادائیگی سے عاجز ہو جاتا ہے اس بناء پر سیلز ٹیکس بالکل اسی رقم کی طرح ہے جو راستے میں تاجروں سے ظلماً و جبراً وصول کی جاتی ہے اس لیے صورت مسئولہ میں مشتری کو قیمت خرید بتاتے وقت اس میں ٹیکس کا اضافہ ضم کرنے میں خیانت کا پہلو غالب ہو جاتا ہے تاہم اگر بائع مشتری کو قیمت خرید بتائے بغیر جملہ ٹیکسوں کا حساب کر کے اس سے کسی قیمت پر اتفاق کرلے تو کوئی حرج نہیں۔

لما قال العلامة علاؤالدين الحصكفي رحمة الله: لايضم اجرالطبيب......ومايؤخذ في الطريق من الظلم الا اذ اجرت العادة بضمة هذا هوا لاصل كماعلمت فليكن المعوّل عليه. (الدرالمختار مع ردالمحتار ج۵ ص۱۳۷، باب المرابحة والتولية)

قال العلامة ابن نجيم المصري رحمه الله. هي اى التولية بيع بثمن سابق والمرابحة بيع و بزيادة (البحرالرائق ج ۶ ص ۱۰۷ باب المرابحة والتولية) ومثله في الهندية ج ۳ ص ۱۶۳ كتاب البيوع. باب المرابحة والتولية)

ضلع ٹیکس، پل ٹیکس، محصول چونگی وغیرہ اخراجات اصل قیمت میں ملانا

سوال: پل ٹیکس، ضلع ٹیکس راہداری اور محصول چونگی وغیرہ کے اخراجات مبیعہ کی اصل قیمت سے ملانا جائز ہے یا نہیں؟
جواب: آج کل حکومت کے عائد کردہ مذکورہ بالا ٹیکس ظالمانہ اور جابرانہ صورت اختیار

کر چکے ہیں ان اضافی اخراجات کا مبیعہ کی قیمت خرید میں ملانا یا نہ ملانا تجار کی عادت اور عرف پر موقوف ہوگا' پس اگر تجار کی عادت اور عرف ملانے کی ہو تو پھر ایسا کرنا جائز رہے ورنہ اضافی اخراجات کا اصل قیمت میں ملانا جائز نہیں۔

لما قال العلامة علاؤالدين الحصكفي رحمة الله: لايضم اجر الطبيب......ومايؤخذ في الطريق من الظلم الا اذ اجرت العادة بضمه هذا هو الاصل كماعلمت فليكن المعوّل عليه. (الدرالمختار على صدر ردالمحتار ج۵ص۱۳۷' باب المرابحة والتولية) (قال العلامة ابن نجيم المصريؒ : والذى يؤخذ فى الطريق من الظلم لايضمّ الاّ فى موضع جرت العادة فيه بينهم بالضم. (البحرالرائق ج٦ص ۱۱۰' باب المرابحة والتولية) وَمِثْلُهٗ فى الهندية ج۳ص ۱۷۳ كتاب البيوع باب المرابحة والتولية)

قسطوں میں اشیاء کی خرید وفروخت کی شرعی حیثیت

سوال: آج کل بعض کاروباری ادارے عوام کی سہولت کے لیے روزمرہ استعمال کی اشیاء قسطوں میں فروخت کرتے ہیں لیکن نقد ادائیگی کی نسبت اقساط میں خریدنے کی صورت میں زیادہ قیمت ادا کرنا پڑتی ہے' تو کیا بذریعہ اقساط حکومتی یا بعض پرائیویٹ اداروں سے اشیاء ضروریہ خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: دور حاضر میں اقساط کے ذریعے روزمرہ استعمال کی چیزوں کی خرید وفروخت کا رواج عام ہو چکا ہے کیونکہ کم آمدنی اور متوسط طبقہ کے لوگ مہنگائی اور تنگدستی کی وجہ سے اپنی ضرورت کی چیزیں نقد ادائیگی کرکے خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے' لہٰذا انہیں ضروری اشیاء اور دیگر سامان وغیرہ مجبوراً قسطوں میں خریدنا پڑتا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بائع اسی وقت اپنا سامان خریدار کی طلب پر اس کے حوالے کر دیتا ہے جبکہ خریدار اس چیز کی قیمت نقد ادا نہیں کرتا بلکہ طے شدہ قسطوں کی صورت میں ادا کرتا ہے' اس طریقہ پر کوئی چیز خریدنے کی صورت میں اس کی قیمت زیادہ لگائی جاتی ہے' اگر خریدار اس چیز کو نقد خریدنا چاہے تو مقررہ قیمت سے کم قیمت پر بازار سے خرید سکتا ہے جبکہ قسطوں میں ادھار کی وجہ سے زیادہ قیمت دینا پڑتی ہے۔

مذکورہ طریقہ بیع میں صرف یہی ایک پیچیدگی نظر آتی ہے کہ ادھار خریدنے کی صورت میں قیمت زیادہ اور نقد خریدنے کی صورت میں قیمت کم دینا پڑتی ہے۔ آئمہ اربعہ اور جمہور فقہاء و

محدثین کی متفقہ رائے یہ ہے کہ اُدھار بیع میں نقد بیع کے مقابلہ میں زیادہ قیمت لگانا شرعاً مرخص ہے لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ عاقدین کسی ایک قیمت پر متفق ہوں۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر بائع یہ کہے کہ یہ چیز میں نقد اتنے میں اور ادھار اتنے میں بیچتا ہوں اور طرفین کسی ایک نرخ پر اتفاق کیے بغیر جدا ہوئے تو یہ بیع ناجائز ہے۔ البتہ اگر اسی مجلس میں نقد یا ادھار میں سے کسی ایک قیمت پر دونوں کا اتفاق ہوگیا تو بیع جائز ہے۔ یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر نقد اور اُدھار کے بجائے مختلف مدتوں کے مقابلے میں مختلف قیمتیں مقرر کی جائیں۔ مثلاً نقد سو روپے میں جبکہ ادھار ایک سو بیس روپے میں' اور یہ ادھار ایک ماہ کے لیے ہوگا اور اگر ادھار دو ماہ کا ہو تو ایک سو پچاس روپے میں اور اگر ادھار تین ماہ کے لیے ہو تو اور بھی زیادہ قیمت ہوگی تو جس طرح نقد اور ادھار کی بنیاد پر قیمتوں میں اختلاف جائز ہے تو اسی طرح مدتوں کے اختلاف کی بناء پر بھی قیمتوں میں اختلاف جائز ہے کیونکہ بیع کی ان دونوں قسموں میں بظاہر کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا' البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ عاقدین کے درمیان عقد بیع میں مختلف مدتوں اور قیمتوں کے درمیان کسی ایک مدت اور قیمت کا تعین ہونا ضروری ہے اور اگر یہ کہا کہ ایک ماہ تک رقم ادا کرو گے تو اتنی قیمت' دو ماہ تک ادا کرو گے تو اتنی قیمت اور تین ماہ تک ادا کرو گے تو اتنی قیمت اور اگر تعین کیے بغیر جدا ہوئے تو جہالت لازم ہو کر بیع ناجائز ہے۔

قال الامام ترمذی رحمه الله: تحت هذا الحديث نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيعتين في بيعةٍ وقد فسر بعض اهل العلم قالوا بيعتين في بيعة ان يقول ابيعک هذا الثوب بنقدٍ لعشرة وبنسئةٍ بعشرين ولايفارقه احد البيعين فان فارقه فلا بأس به اذا كانت العقدة علىٰ احدٍ منهما. (الترمذی ج ا ص ۲۳۳' كتاب البيوع' باب ماجاء في النهي عن بيعتين في بيعة) (قال العلامة على ابن ابی بكرالمرغيناني رحمة الله عليه: لان للاجل شبهًا بالمبيع الايرى انهٗ يزاد في الثمن لاجل الاجل (الهداية ج۳ص ۷۶باب المرابحة والتولية' كتاب البيوع) وَمِثْلُهٗ في البحرالرائق ج۶ ص ۱۱۴ باب المرابحة والتولية)

ادھار کی وجہ سے زیادہ قیمت وصول کرنا

سوال: بعض اوقات ایک چیز نقد ادائیگی کی صورت میں کم قیمت پر جبکہ ادھار کی صورت میں زیادہ قیمت پر ملتی ہے' کیا نقد اور ادھار کی صورت میں قیمت میں کمی بیشی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: نقد اور اُدھار کی صورت میں قیمت میں کمی بیشی مرخص ہے لیکن شرط یہ ہے کہ مجلس عقد میں مقدار اور ادائے قیمت کی میعاد مقرر کر لی جائے۔

لما قال العلامة علی ابن ابی ابکر المرغینانی رحمة اللّٰہ: لان للاجل شبهًا بالمبیع الایری انهٗ یزاد فی الثمن لاجل الاجل (الهدایة ج۳ص۷۶، کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة) (قال العلامة ابن نجیم المصریؒ: لان للاجل الاترٰی انهٗ یزاد فی الثمن لاجل الاجل (البحرالرائق ج۶ص۱۱۴، کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة) وَمِثْلُهٗ فی فتح القدیر: ج۶ص۱۳۳ کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة)

بیع مرابحہ میں دھوکہ سے لی گئی زائد رقم پر رجوع کا حکم

سوال: ایک شخص نے کسی سے شوتل (جانوروں کا چارا) خریدنا چاہا اور اس سے اس کا نرخ پوچھا تو اس نے بتایا کہ بوری کے حساب سے ۴۵ روپے فی بوری مجھے پڑتی ہے اور آپ کو میں ۵۰ روپے فی بوری کے حساب سے دوں گا، وہ شخص اس سے بوریاں خرید لیتا ہے اور بعد میں اس کو پتہ چلتا ہے کہ بازار میں تو اس کا ریٹ ۴۸ روپے فی بوری ہے، اب شریعت کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا وہ بائع سے زیادہ لی ہوئی رقم واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: صورت مسئولہ بیع مرابحہ کی ہے، بیع مرابحہ میں عاقدین کے مابین جو بھی طے پا گیا وہی اس چیز کی قیمت ہے، البتہ غبن فاحش کی صورت میں مشتری کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ اس سودے کو طے شدہ قیمت پر قبول کرے یا واپس کر کے بائع سے اپنے پیسے واپس لے لے، نقصان یا زیادتی کی واپسی کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔

قال العلامة المرغینانیؒ: فان اطلع المشتری علٰی خیانة فی المرابحة فهوبالخیار. (الهدایة ج۳ص۵۵باب المرابحة والتولیة) (قال العلامة ابوالبرکات النسفیؒ: فان خان فی مرابحة اخذ بکل ثمنه. (کنزالدقائق علٰی هامش البحرالرائق ج۳ص۱۱۰تحت باب المرابحة) وَمِثْلُهٗ فی ردّالمحتار ج۴ص۷۴، باب المرابحة والتولیة)

مبیع کو زیادہ قیمت پر فروخت کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک دکاندار آٹھ آنے کی چیز دو روپے

میں فروخت کرتا ہے لیکن اپنی قیمت خرید کو خفیہ رکھتا ہے کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: صورت مسئولہ کے مطابق ایسا کرنا جائز اور حلال تو ہے مگر خلاف مروت ہے لہٰذا بہتر یہی ہے کہ مناسب قیمت پر فروخت کرے قیمت خرید کو ظاہر کیے بغیر مبیع بیچنے میں کوئی قباحت نہیں۔

قال العلامة الکاسانیؒ: ولو اشتریٰ ثوباً بالعشر دراهم رقمهٗ اثنی عشر فباعه مرابحة علی الرقم بغیر بیان جاز اذا کان الرقم معلومًا والربح معلومًا وّلا یکون خیانة لانه صادق لکن لایقول اشتریته لانه یکون کاذبًا فیه. (بدائع الصنائع ج۵ص۲۲۳فی تحت بیان فی المرابحة).(قال العلامة المرغینانیؒ: المرابحة نقل ما ملکه بالعقد الاوّل بالثمن الاوّل مع زیاده ربح والتولیة نقل ماملکة بالعقد الاوّل بالثمن الاوّل من غیر زیادة ربح والبیعان جائزان. (الهدایة ج۳ص۵۴' باب المرابحة والتولیة) وَمثلُهٗ فی البحر الرائق ج۶ ص۱۰۷' باب المرابحة والتولیة)

بیع مرابحہ میں فیصدی کے ساتھ منافع کے تعین کا حکم

سوال: اگر کوئی شخص بیع مرابحہ کرتے وقت اصل قیمت سے زائد رقم کے لیے فیصدی کا سہارا لے' مثلاً زید (تاجر) بکر (گاہک) سے کہتا ہے کہ میں آپ سے اس مال میں پانچ فیصد منافع لوں گا' تو کیا یہ عقد جائز ہے؟ کیا یہ سود کے زمرے میں داخل ہے یا نہیں؟

جواب: عقد مرابحہ میں اس نوعیت سے منافع کا تعین کرنا اگرچہ آجکل کے سودی لین دین کے ساتھ مشابہ ضرور ہے مگر حقیقت میں یہ سود نہیں۔ لہٰذا صرف مشابہت کی بناء پر اس کو حرام قرار نہیں دیا جاسکتا اس لیے صورت مسئولہ کے مطابق منافع کا تعین فیصد کے اعتبار سے کرنا جائز ہے۔ اس لیے کہ اس عقد میں بیع مرابحہ کے جملہ لوازمات کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ (حوالہ فتاویٰ حقانیہ جلد ۶ ص ۱۴۴)

کتاب الشرکۃ

(شراکت کے احکام ومسائل)

موروثی جائیداد کے منافع کی تقسیم کا حکم

سوال: چند بھائی موروثی جائیداد میں مشترکہ طور پر اس طرح محنت کر رہے ہیں کہ ان کی کمائی میں تمیز کرنا مشکل ہے اب ان میں سے ایک بھائی دوسرے بھائیوں کی کمائی سے انکار کر رہا ہے اور ان کو راس المال کے نفع سے محروم کرنا چاہتا ہے تو کیا اس کا یہ اقدام شرعاً درست ہے یا نہیں؟

جواب: فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ اگر تمام بھائی آپس میں ایسا کاروبار کر رہے ہوں کہ ان کی محنت میں تمیز نہ ہوتی ہو بلکہ مکمل طور پر مشترکہ ہو تو اس محنت کے ذریعے حاصل ہونے والے منافع میں تمام بھائی برابر کے حصہ دار ہوں گے' کوئی بھی شریک پورے مال کا دعویدار نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا صورت مذکورہ میں کسی ایک بھائی کو شرعاً یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنے دیگر بھائیوں کو ان کی محنت سے محروم کرے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمة الله: لواجتمع اخوة يعملون في تركة ابيهم وانما المال فهو بينهم سوّية ولواختلفوا في العمل والرأى. (ردالمحتار ج۴ ص۳۲۵' كتاب الشركة' فصل في الشركة الفاسدة)

(وقال العلامة سليم رستم بازؒ: فاذا كان سعيهم واحدًا ولم يتميز ماحصله كل واحد منهم بعمله يكون ماجمعوه مشتركاً بينهم بالسوية ان اختلفوا في العمل والرأى. (شرح مجلة الاحكام تحت المادة ۱۳۶۱ ص۷۲۵' الكتاب العاشر' وَمِثْلُهٗ في تنقيح الحامدية ج۱ ص۹۵ كتاب الشركة)

مشترکہ مال بذریعہ بولی خریدنے کا حکم

سوال: چند آدمی مشترکہ طور پر کسی چیز کو خریدتے ہیں' پھر آپس میں اس پر بولی کرتے ہیں کہ جو شریک زیادہ بولی دے گا تو وہ اس چیز کا مالک ہوگا' اسکے بعد زیادہ بولی دینے والا شریک دیگر

شرکاء کو اپنے اپنے حصہ کی رقم مع منافع کے واپس کرتا ہے تو کیا یہ معاملہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: صورت مذکورہ میں چونکہ تمام شرکاء مشترکہ طور پر کوئی چیز خرید کر پھر آپس میں نیلام کرتے ہیں اور جو زیادہ بولی دیتا ہے مال اس کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اگر اس نیلام سے حاصل ہونے والی رقم کامیاب بولی دہندہ کے اپنے حصہ کے علاوہ دیگر شرکاء کے حصص کا عوض ہو تو یہ معاملہ شرعاً جائز ہوگا اور اگر اپنا حصہ بھی بولی میں قیمتاً لینا پڑے تو پھر جائز نہ ہوگا۔

لما قال العلامة سليم رستم بازؒ : الشريک مخير ان شاء باع حصته من شريكه وان شاء باعها عن اجنبي بدون اذن شريكه راجع الى المادة ۲۱۵' لكن في صور خلط الاموال واختلاطها التى بيناها فى الفصل الاول لايسوغ لاحدالشريكين. الخ (شرح مجلة الاحكام تحت المادة ۱۰۸۸ ص۶۰۸' الكتاب العاشر). (قال العلامة الحصكفيؒ: وكل من شركاء الملک اجنبي فى مالِ صاحبه فصح لهٗ بيع حصّته ولو من غيرشريكه بلا اذن الاّ فى صورة الخلط لما ليهما كحنطة بشعيروبناء و ثمرو زرعٍ (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار ج۴ص ۳۰۰ كتاب الشركة) وَمِثْلُهٗ فى شرح مجلة الاحكام تحت المادة ۱۰۸۸ ص ۶۰۸ كتاب العاشر)

شریک کی موت سے شرکت کا ختم ہونا

سوال: دو آدمی آپس میں مشترکہ کاروبار کرتے تھے کہ ان میں ایک کا انتقال ہو گیا' اب سوال یہ ہے کہ کیا شریک کی موت سے شرکت ختم ہو جاتی ہے' یا برقرار رہتی ہے؟ شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: شراکت کے دوران جب کسی ایک شریک کا انتقال ہو جائے تو شرکت خود بخود ختم ہو جاتی ہے اور دوسرا شریک فوت شدہ کے مال میں تصرف کرنے کا مجاز نہیں ہوتا۔

لماقال العلامة فخرالدين عثمان بن على الزيلعيؒ : وتبطل الشركة بموت احدهما ولو حكماً ....ولا فرق بين ان يعلم موت صاحبه اولا يعلم لانهٗ عزل حكمي. (تبيين الحقائق ج۳ص ۳۲۳ كتاب الشركة) (وقال فى الهندية: وتبطل الشركة بموت احدهما علم به الشريک اولا. (الفتاوىٰ الهندية ج۲ص۳۳۵ الباب الخامس فى الشركة الفاسدة) وَمِثْلُهٗ فى الشلبى علىٰ تبيين الحقائق ج۳ص ۳۲۳ كتاب الشركة)

مشترکہ کاروبار کے منافع کی تقسیم کا حکم

سوال: دو آدمیوں نے آپس میں مشترکہ کاروبار شروع کیا' دونوں نے اپنا اپنا رأس المال جمع کیا' کاروبار شروع کرتے وقت ایک دوسرے کے ساتھ یہ شرط نہیں لگائی گئی کہ آپس میں منافع کس نسبت سے تقسیم ہوگا جبکہ دوران کاروبار ایک شریک نے دوسرے کی نسبت کم مشقت برداشت کی تو اس صورت میں مشترکہ کاروبار سے حاصل ہونے والے منافع کی تقسیم شرعاً کس طرح ہوگی؟

جواب: صورت مذکورہ شرکت عنان کی صورت ہے اور یہ شرکت درست اور صحیح ہے اور چونکہ بوقت عقد کوئی شرط نہیں لگائی گئی ہے لہٰذا فقہاء کی تصریحات کے مطابق جب ایک شریک نے کام بھی نہیں کیا ہو اور ربح کے متعلق کسی کمی اور زیادتی کا بھی کوئی ذکر نہیں کیا ہو تو ربح (منافع) رأس المال کے مطابق تقسیم ہوگا اور اگر رأس المال دونوں کا برابر ہو تو منافع برابر ہوگا ورنہ رأس المال کی کمی بیشی کی صورت میں منافع بھی کم و بیش ہوگا۔

لما قال العلامة ابن عابدين رحمة الله: والربح بينهما علىٰ قدر راس مالهما. (تنقيح الحامدية ج١ ص٩٤ كتاب الشركة) (وقال في الهندية: واما شرط جوازها تكون راس المال عينًا حاضرًا و غائبًا عن مجلس العقدلكن مشار اليه والمساواة في رأس المال ليست بشرط ويجوز التفاضل في الربح مع تساويهما في رأس المال كذاني محيط السرخسي. (الفتاوىٰ الهندية ج٢ص٣١٩ الباب الثالث في شركة العنان) وَمِثْلُهُ في ردالمحتار ج٤ص٣١٢ كتاب الشركة)

مشترکہ زمین میں سے اپنا حصہ فروخت کرنے کا حکم

سوال: اگر دو آدمیوں کے مابین زمین مشترکہ ہو اور غیر منقسم ہو تو اگر ان میں سے ایک آدمی اپنا حصہ فروخت کرنا چاہے تو کیا شرعاً اس کو اپنا حصہ فروخت کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

جواب: ایسی زمین جو دو آدمیوں کے مابین مشترکہ ہو تو ان میں سے ہر ایک کو اپنے حصہ میں تصرف کرنیکا حق حاصل ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں ہر ایک حصہ دار اپنا حصہ قبل از تقسیم فروخت کرسکتا ہے۔

لماقال العلامة سليم رستم بازؒ: يصح بيع حصّة شائعة معلومة كالنصف والعشرمن عقار مملوك قبل الافراز (شرح مجلة الاحكام تحت المادة ص٢١٤،١٠٣' الكتاب العاشر) (قال

العلامة محمود بن اسماعيل الشهيربابن قاضي سماوةؒ: اما بيعه فقسمان قبل القسمة اولا وكل قسمٍ علىٰ وجهين اما ان باع عن اجنبي او من شريكه فالوجه الاوّل وهو البيع من اجنبي علىٰ صنفين واما ان كان الكل لهٗ فباع نصفهٗ او كان بين اثنين فباع احدهما نصيبه فالبيع جائز في المواضع كلها. (جامع الفصولين ج۲ ص۸۲ الفصل الحادی والثلاثون فی مسائل البيع واحكامه)
وَمِثْلُهٗ فی تنقيح الحامدية ج۱ ص۲۷۶ كتاب البيوع باب الخيار)

شرکاء کی غیر حاضری میں مشترکہ زمین پر کاشت کا حکم

سوال: ایک زمین چند آدمیوں کے مابین مشترکہ ہے اور ہر سال بعض لوگ اس میں مختلف فصلیں کاشت کرتے ہیں جبکہ ان شرکاء میں سے چند غائب ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ بعض شرکاء کے غائب ہونے کی صورت میں اس مشترکہ زمین میں کاشت کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

جواب: اگر یہ زمین شرکی ملک سے مشترکہ ہوتو غائبین کے حصص میں کاشت کرنا ان کی اجازت کے بغیر جائز نہیں' ہر ایک اپنے اپنے حصہ ملکیت میں کاشت کرے گا' تاہم اگر دلالۃً غائب کی اجازت موجود ہوتو پھر کوئی حرج نہیں۔

لما قال العلامة ابن عابدينؒ: وفي القنية عن واقعات الناطفي ارض بينهما فغاب احدهما فلشريكه ان يزرع نصفها ولو اراد ذٰلک في ذٰلک في العام الثاني يزرع ماكان زرع. (تنقيح الحامدية ج۱ ص۹۱ كتاب الشركة) (وقال في الهندية: وفي الارض لهٗ ان يزرعها كلها على المفتى به ان كان الزرع ينفعها فاذا جاء شريكه زرعها مثل تلك المدة وان كان الزرع ينقصها اوالترک ينفعها فليس لهٗ ان يزرعها. (الفتاویٰ الهندية ج۲ ص۳۴۱ كتاب الشركة' الباب السادس في المتفرقات) وَمِثْلُهٗ في البحر الرائق ج۵ ص۱۷۶ كتاب الشركة)

مشترکہ مال کسی کو عاریتہً دینے کا حکم

سوال: یہاں ہمارے علاقہ میں ایک عالم دین کا انتقال ہوگیا ہے اور ترکہ میں کچھ اموال رہ گئے ہیں' ورثاء میں اس کے چند بیٹے ہی ہیں' کیا ان میں سے کوئی ایک اپنے باپ کے متروکہ مال سے

کسی کے عاریۃً کچھ دے سکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ اسکے دوسرے بھائی اس وجہ سے اس پر ناراض ہیں؟
جواب: صورت مسئولہ میں باپ کے متروکہ اموال چونکہ اس کے تمام بیٹوں کے مابین مشترکہ ہیں اس لیے کوئی بھی شریک مشترکہ اموال میں سے دوسرے شرکاء کی اجازت کے بغیر کوئی چیز کسی کو عاریۃً نہیں دے سکتا کیونکہ شرکاء کے حصے ایک دوسرے کے ساتھ ودیعت (امانت) ہوتے ہیں۔

قال العلامة سليم رستم بازؒ: حصة احد الشريكين فى حكم الوديعة في يدالأخر فاذا اودع احدهما المال المشترک عندا خربدون اذن فتلف كان ضامناً حصّة شريكه. (شرح مجلة الاحكام' تحت المادة ١٠٨٧ ص٦٠٨ الكتاب العاشر) (قال العلامة ابن عابدينؒ: نعم والسر في ذٰلک ان الشريک حكمه فى حصّة شريكه حكم المودع. (تنقيح الحامدية ج ا ص٨٧ كتاب الشركة) وَمِثْلُهُ في فتاوىٰ الكاملية ص٥٠ كتاب الشركة)

مشترکہ جائیداد میں بلا اجازت شریک تصرفات کرنے کا حکم

سوال: دو حقیقی بھائیوں کی کچھ مشترکہ زمین تھی' ان میں سے ایک بھائی نے دوسرے بھائی کی غیر موجودگی میں ساری زمین فروخت کردی تھی' جب دوسرے بھائی کو پتہ چلا تو اس نے زمین فروخت کرنے سے انکار کر دیا' تو کیا اس دوسرے بھائی کا انکار شرعاً درست ہے یا نہیں؟
جواب: مذکورہ جائیداد ان کی زرخرید ہو یا اِرث کے ذریعہ انہیں ملی ہو تو اس میں کسی ایک بھائی کا تصرف دوسرے کی اجازت کے بغیر درست نہیں' اس لیے یہ بیع ناراض بھائی کے حصہ کی اراضی میں نافذ العمل نہیں ہے۔

لماقال العلامة المرغينانيؒ: فشركة الاملاک العين يرثها رجلان اويشتريانها فلايجوز لاحدهما ان يتصرف في نصيب الأخر الا باذنه وكل واحدمنهما في نصيب صاحبه كالا جنبي. (الهداية ج٣ ص٢٦٤ كتاب الشركة) (وقال العلامة ابن نجيم المصرى رحمة الله: اى وكل واحدمن الشريكين ممنوع من التصرّف في نصيب صاحبه لغيرالشريک الا باذنه لعدم تضمنها الوكالة (البحرالرائق ج٥ ص١٦٧ كتاب الشركة) وَمِثْلُهُ فى فتح القدير ج٥ ص٣٨٧ كتاب الشركة)

مشترکہ دیوار کی تعمیر کے اخراجات کا حکم

سوال: دو آدمیوں کے مابین ایک مشترکہ دیوار تھی جس کی مخدوش حالت کے پیش نظر اس کو گرادیا گیا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس کی دوبارہ تعمیر کا خرچہ مشترکہ ہوگا یا گرانے والے پر ہوگا؟

جواب: قواعد فقہیہ کی رُو سے مشترکہ دیوار کی تعمیر کے جملہ اخراجات اور تاوان دونوں کے ذمہ ہوگا' کوئی ایک فریق اس کے اخراجات کا ذمہ دار نہیں۔

لماقال العلامة ابن عابدين رحمة الله: وفي جامع الفصولين حائط بينهما وخيف سقوطه فاراداحدهما نقضهٗ وابى الأخر يجبر علىٰ نقضه ...... ونصف قيمة البناء لوانفق بلاامر القاضي ونقل هذالحكم في شرح الوهبانية عن الذخيرا في مسئلة انهدام السفل وقال انهٗ الصحيح المختار للفتوىٰ. (ردالمحتار ج۳ص۳۳۳ كتاب الشركة مطلب فيما اذا ...... من العمارة) (وقال العلامة سليم رستم باز اللبناني رحمة الله: فلطالب البناء ان يبني باذن الحاكم ويرجع علىٰ شريكه بحصّة من نفقة البناء. (شرح مجلة الاحكام' المادة ۱۳۱۸ص۷۰۳ الكتاب العاشر) وَمِثْلُهٗ في جامع الفصولين ج۲ص ۲۱۴ الفصل الرابع والثلاثون في الاحكام)

اقرار سے شرکت کا ثبوت

سوال: ایک آدمی کا کسی کے ساتھ زمین کا تنازع عدالت میں چل رہا تھا اس نے اپنے ایک خاص آدمی سے کہا کہ تم بھی اس دعویٰ میں میرے ساتھ شریک ہو جاؤ اور جب میں مقدمہ جیت لوں گا تو اس میں تمہیں بھی حصہ دوں گا اب جبکہ مقر نے مقدمہ جیت لیا ہے تو کیا مقرلہ اس کے ساتھ زمین میں شریک متصور ہوگا یا نہیں؟

جواب: واضح رہے کہ مذکورہ صورت میں اس شخص نے خود ہی اپنے مقابل کے لیے ان الفاظ سے اقرار کیا ہے کہ "تم بھی اس میں میرے ساتھ شریک ہو۔" لہٰذا اس اقرار کی وجہ سے اس کا شریک کردہ شخص مذکورہ قطعہ اراضی میں شریک متصور ہوگا۔

لما قال العلامة المرغيناني: واذا اقرالحر العاقل البالغ بحق لزمه اقراره مجهولاً كان ما اقربه او معلوماً. (الهدية ج۳ص ۲۳۱ كتاب

الاقرار) (وقال العلامة سليم رستم باز اللبناني رحمة الله: المرأ مؤاخذ باقراره. (شرح مجلة الاحكام' المادة ۷۹ المقالة الاولیٰ) وَمِثْلُهٗ في جامع الفصولين ج۲ ص۴۲ الفصل الثالث والعشرون)

مشترکہ زمین میں کسی ایک شریک کا پھلدار درخت لگانا

سوال: ایک شخص کے چند بیٹے تھے'ان میں سے ایک نے باپ کی وفات کے بعد مشترکہ زمین میں ایک باغ لگایا' اب یہ باغ لگانے والا اس میں دوسرے بھائیوں کا حصہ نہیں مانتا تو کیا از روئے شریعت اس باغ میں دوسرے بھائیوں کا حصہ بنتا ہے یا نہیں؟

جواب: صورت مسئولہ میں باپ کی وفات کے بعد مشترکہ زمین میں جس بیٹے نے باغ اور درخت لگائے ہوں تو یہ باغ اور درخت وغیرہ اسی کی ملکیت سمجھے جائیں گے خواہ دوسرے بھائیوں کی اجازت سے لگایا ہو یا بغیر اجازت کے کیونکہ اجازت کی صورت میں زمین کی تقسیم کے دوران اگر یہ پھلدار درخت کسی دوسرے بھائی کے حصہ میں آ گئیں تو اسے ان درختوں کی قیمت ادا کرنی پڑے گی ورنہ اُکھاڑنا ہوں گے۔

لما قال العلامة الحصكفيؒ: (بُني احدهما) اى احد الشريكين (بغير اِذن الأخر) في عقارٍ مشتركٍ بينهما (فطلب شريكه رفع بنائه قسم) العقار (فان وقع البنآء) في نصيب الباقي فبها ونعمت (والاهدم) البناء وحكم الغرس كذلك. (الدرالمختار علىٰ صدر ردالمحتار ج۶ ص۲۶۸ كتاب القسمة)(وقال العلامة ابن عابدينؒ: واذا بني في الارض المشتركة بغير اذن الشريك لهٗ اَنْ يَنْقُضَ بناؤهٗ (تنقيح الحامدية ج۱ ص۱۰۰ كتاب الشركة) وَمِثْلُهٗ في فتاویٰ الكاملية ج ص۵۳ كتاب الشركة)

مشترکہ کتب شرکاء کی اجازت کے بغیر کسی کو عاریۃً دینا جائز نہیں

سوال: ایک عالم دین کا انتقال ہو گیا اور اس نے ترکہ میں کافی کتابیں چھوڑیں' ورثاء میں بالغ اور نابالغ دونوں موجود ہیں' ان میں ایک بڑا بیٹا گھر کے اخراجات کا ذمہ دار ہے' اب اگر کوئی شخص اس سے کوئی کتاب مطالعہ کے لیے مانگے تو اس کے لیے مشترکہ ترکہ میں سے کوئی کتاب دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: صورت مسئولہ میں چونکہ ورثاء میں نابالغ اولاد بھی موجود ہے اور تمام ورثاء اس ترکہ کتب میں شریک ہیں جبکہ نابالغ اولاد کا مال باپ بھی کسی کو عاریۃً نہیں دے سکتا تو بڑا بھائی تو

بطریق اولیٰ نہیں دے سکتا۔

لماقال العلامة سليم رستم باز البنانيؒ: ليس للاب اعارة مال طفله لعدم البدل وكذالقاضي والوصي. (شرح مجلة الاحكام' المادة ۸۳۲ ص ۴۶۱ الكتاب السادس) (وقال العلامة محمد بن محمودؒ: ذكر في النوازل ليس لوالدالصغير ان يعير متاع ولدهِ الصَّغير. (احكام الصغار على هامش جامع الفصولين ج ۱ ص ۱۷۰ في مسائل العارية) وَمِثْلُهُ في الهندية ج ۴ص ۳۷۲ الكتاب التاسع المتفرقات' كتاب العارية)

مشترکہ ٹیوب ویل کے پانی سے کسی شریک کو روکنا جائز نہیں

سوال: چند آدمیوں نے مشترکہ ٹیوب ویل نصب کرنے کے لیے کچھ پیسے اکٹھے کیے لیکن بدقسمتی سے جو جگہ انہوں نے ٹیوب ویل کے لیے منتخب کی تھی وہاں پانی نہ نکلا' ان میں سے ایک آدمی نے دوسری جگہ ٹیوب ویل کے لیے منتخب کی تو وہاں سے پانی نکل آیا' اب یہ آدمی باقی شرکاء کو پانی سے منع کرتا ہے' اس کا کہنا ہے کہ یہ جگہ وہ نہیں جس کا انتخاب باہمی مشورہ سے ہوا تھا تاہم اس کے جملہ اخراجات مشترکہ رقم سے ادا کیے گئے ہیں تو کیا اس کا یہ اقدام شرعاً درست ہے یا نہیں؟

جواب: بشرط صحت سوال جب مشترکہ مال سے ٹیوب ویل لگایا گیا ہے تو جملہ شرکاء اس سے استفادہ کے حق دار رہیں گے' جگہ کی تبدیلی سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

لماقال العلامة سليم رستم باز اللبناني رحمة الله: لاحد اصحاب الحصص التصرّف مستقلاً في الملك المشترك باذن الأخر لكن لايجوز لهٗ ان يتصرّف تصرّفاً مضرًا شريك. (شرح مجلة الاحكام تحت المادة ۱۰۷۱ ص ۶۰۰ الكتاب العاشر) (وقال في الهندية: ولا يجوز لاحدهما ان يتصرف في نصيب الأخر الاّ بامره وكل واحدمنهما كالا جنبي في نصيب صاحبه. (الفتاوىٰ الهندية ج ۶ ص ۳۰۱ كتاب الشركة' الباب الاوّل) وَمِثْلُهُ في تنقيح الحامدية ج ۱ ص ۸۷ كتاب الشركة)

مچھلی کا شکار کرنے میں شرکت کا حکم

سوال: چند آدمی باہمی طور پر مچھلی کا شکار کرنے کے لیے معاہدہ کرتے ہیں' معاہدہ کے مطابق ضروری نہیں کہ جملہ شرکاء محنت کریں تاہم آلات شکار کی خریداری مشترکہ مال سے ہوتی ہے اور ملازم کا ماہانہ خرچہ بھی مشترکہ طور پر برداشت کرتے ہیں تو کیا شرکت کا یہ معاملہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: چونکہ مچھلی پکڑنے کی شراکت اور استیجار شرعاً ناجائز معاملہ ہے۔ لہٰذا مذکورہ صورت کا معاملہ بھی جائز نہیں اور اس میں مچھلی اس کا حق ہے جس نے پکڑی ہو۔ تاہم اگر وقتی طور پر چند افراد اکٹھے ہوں مچھلی کا شکار کریں اور آخر میں باہمی طور پر تقسیم کریں تو شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لما قال العلامة الشيخ البزاز رحمة الله: اشتركافى الاصطياد ونصبا شبكة اوارسلا كلبًا لهما فالصيد بينهما انصافًا. (فتاویٰ البزازية علىٰ هامش الهندية ج٦ ص٢٢٧ كتاب الشركة) لما قال العلامة التمرتاشي رحمة الله: لاتصح شركة فى احتطاب و احتشاش واصطياد و استقاء وسائر مباحات. (تنوير الابصار علىٰ هامش صدر درالمحتار ج٤ص٣٢٥ كتاب الشركة فصل فى الشركة الفاسدة) (لما قال العلامة المرغينانیؒ: ولايجوز الشركة فى الاحتطاب والاصطياد واما اصطاده كل واحدمنهما اواحتطبه فهوله دون صاحبه. (الهداية ج٢ص٥٩٧ كتاب الشركة) وَمِثْلُهٗ فى فتح القدير ج٥ ص٤٠٩ كتاب الشركة)

مشترکہ ایئر کنڈیشنر فروخت کرنے کا حکم

سوال: چند ساتھیوں نے مشترکہ طور پر ایک ایئر کنڈیشنر خریدا اور تمام ساتھی ایک ہی گھر میں اکٹھے رہتے تھے اب ان میں سے کچھ ساتھی اس گھر کو چھوڑتے ہیں اور ایئر کنڈیشنر کو فروخت کرنا چاہتے ہیں تو کیا اس کی اول قیمت معتبر ہوگی یا مستعمل کی؟ کیونکہ ایئر کنڈیشنر غیر قابل قسمت چیز ہے؟

جواب: چونکہ ایئر کنڈیشنر غیر قابل قسمت چیز ہے اور مشترکہ طور پر خریدا گیا ہے اس لیے یہ تمام ساتھیوں کے مابین مشترکہ ہوگا' کچھ مدت گزرنے کے بعد اب اگر چند ساتھی اس گھر کو چھوڑنا چاہتے ہوں تو انہیں مستعمل ایئر کنڈیشنر کی قیمت کے لحاظ سے حصہ دیا جائے گا۔

لماقال العلامة فخرالدين حسن بن منصور الشهيربقاضيخانؒ: والعبد الواحد والدابة الواحدة يباع ويقسم ثمنها لانها لاتحتمل القسمة. (فتاویٰ خانية علىٰ هامش الهندية ج٣ص١٥٠ كتاب القسمة) (لما قال العلامة الحصكفیؒ: وفى الجواهر لا تقسم الكتب بين الورثة ولكن ينتفع كل بالمهأياة ولا تقسم بالاوراق ولو برضاهم وكذا لو كان كتاباً ذا مجلدات كثيرة ولو تراضيا ان تقوم الكتب ويأخذ كل بعضها

بالقيمة لوكان بالتراضي جاز وإلّا لا. (الدرالمختار على صدر ردالمحتار ج٦ ص ٢٦١ كتاب القسمة) وَمِثْلُهُ في شرح مجلّة الاحكام تحت المادة ١١٤٢ ص ٦٦٣ الكتاب الاشربة)

مشترکہ مال سے حج کرنے کا حکم

سوال: زید اور عمرو دو بھائی ہیں اور مشترکہ گھر میں رہائش پذیر ہیں' جب ان پر حج فرض ہوا تو زید چونکہ بڑا بھائی تھا اس لیے اس نے مشترکہ مال سے فریضۂ حج ادا کیا' بعد میں دونوں جدا ہو گئے تو اب عمرو زید سے حج پر صرف شدہ رقم سے اپنے حصے کا مطالبہ کرتا ہے تو کیا عمرو کا یہ مطالبہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟

جواب: مذکورہ صورت چونکہ شرکت ملک کی ایک صورت ہے لہٰذا اس کا حکم یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے کے حصہ میں تصرف کرنے میں اجنبی ہے اس لیے زید عمرو کا ضامن ہوگا اور اس کے ذمہ عمرو کا نصف دین شرعاً لازم ہے۔ لہٰذا عمرو زید سے اپنے حصے کا شرعاً مطالبہ کر سکتا ہے تاہم اگر اس کی اجازت سے حج کیا ہو تو تبرع ہونے کی صورت میں دوبارہ مطالبہ کرنے کا حق حاصل نہیں۔

لماقال العلامة ابن عابدين رحمة الله: ان كل واحدٍ من الشريكين شركة ملكٍ ممنوع من التصرّف في نصيب صاحبه كغير الشريک من الاجانب الا باذنه لعدم تضمنها الوكالة. (تنقيح الحامدية ج ١ ص ٨٨ كتاب الشركة) (لما قال العلامة سلم رستم بازٌ: لاحد اصحاب الحصص التصرّف مستقلاً في الملک المشترک باذن الأخر لكن لايجوز لهٗ ان يتصرّف تصرّفاً مضراً بالشريک. (شرح مجلة الاحكام' تحت المادة ١٠٧١ ص ٦٠٠ الكتاب العاشر) وَمِثْلُهُ في الهداية ج٢ ص ٥٩٩ كتاب الشركة)

مشترکہ زمین میں چشمہ کے پانی سے شریک کو منع کرنا جائز نہیں

سوال: زید اور عمرو کے مابین ایک زمین مشترکہ تھی جس میں سے کچھ زمین بنجر اور کچھ قابل کاشت تھی' کچھ وقت تک دونوں اس سے فائدہ حاصل کرتے رہے' نیز اس زمین میں پانی کا ایک چشمہ بھی تھا' حال ہی میں زید نے عمرو کو اس چشمہ کے پانی سے منع کر دیا ہے تو کیا زید کا عمرو کو چشمہ کے پانی سے منع کرنا ازروئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر مذکورہ زمین کا مشترکہ ہونا مبرہن اور مسلم ہو تو زید کا عمرو کو چشمہ وغیرہ سے منع کرنا ازروئے شریعت جائز نہیں ہے کیونکہ اس چشمہ میں جس طرح زید کا حق بنتا ہے اسی طرح عمرو

کا بھی حق بنتا ہے۔لہٰذا زید کا عمرو کے ساتھ یہ رویہ شرعاً درست نہیں۔

لما ورد في الحديث: المسلمون شركاء في ثلٰث في المآءِ والكلاء والنّار (سنن ابی داؤد ج۲ ص ۱۳۲ كتاب البيوع' باب في منع الماء) (قال العلامة سليم رستم بازؒ: الماء والكلاء والنار مباحة والناس في هذه الاشياء الثلاثة شركاء. (شرح مجلة الاحكام' المادة ۱۲۳۴ ص ۶۷۹ الكتاب العاشر) وَمِثْلُهٗ في الهداية ج۳ ص ۶۸۵ كتاب الشركة)

اموال مشترکہ میں سے زکوٰۃ دینے کا حکم

سوال: دو آدمیوں کے مابین مشترکہ کاروبار ہے'ان مشترکہ اموال میں سے زکوٰۃ دینے کا کیا طریقہ ہے؟ نیز اگر ایک شریک ان اموال میں سے جن میں زکوٰۃ واجب ہو زکوٰۃ ادا نہ کرتا ہو تو اس کا دوسرا ساتھی اس کے زکوٰۃ نہ دینے سے گنہگار ہوگا یا نہیں؟

جواب: جب دو آدمیوں کی آپس میں کاروباری شراکت ہو تو ہر ایک اپنے حصہ سے زکوٰۃ دینے کا ذمہ دار ہے کسی ایک کی ذمہ داری دوسرے پر عائد نہیں ہوتی اور نہ ہی ایک شریک دوسرے کی اجازت کے بغیر زکوٰۃ دینے کا مجاز ہے اور بلا اجازت شریک زکوٰۃ نکالنے کی صورت میں دوسرا شریک ضامن قرار دیا جائے گا۔لہٰذا اگر دوسرا شریک زکوٰۃ ادا نہ بھی کرتا ہو تو کاروبار میں شریک رکھنے سے کوئی حرج لازم نہیں آتا تاہم اگر زکوٰۃ نہ دینے والے کی محفل ومجلس اور باہمی اشتراک سے اس کے اعمال واخلاق متاثر ہوتے ہوں تو پھر ایسی حالت میں اس شخص کے ساتھ کاروبار میں شرکت کرنے سے اجتناب کرنا ہی بہتر ہے۔

لما قال العلامة ابن نجيمؒ: (ولم يزك مال الأخر باذنه) اى احدهما لانه ليس من جنس التجارة فلايكون وكيلاً عنه في ادائها الّا ان يأذن لهٗ. (البحر الرائق ج۵ ص ۱۸۷ كتاب الشركة) (قال العلامة فخر الدين الزيلعيؒ: (ولم يزك مال الأخر) لايزكى كل واحدمنهما نصيب صاحبه لانه لم يأذن لهٗ فيها لان الاذن بينهما وقع في التجارة والزكٰوة ليست منها. (تبيين الحقائق ج۳ ص ۳۲۳ كتاب الشركة' فصل في الشركة الفاسدة) وَمِثْلُهٗ في الهندية ج۲ ص ۳۳۶ كتاب الشركة الباب السادس في المتفرقات)

اموال مشترکہ میں سے مہمان نوازی کا حکم

سوال: ایک آدمی فوت ہوگیا۔اس کے دو بیٹے رہ گئے'ایک بالغ جبکہ دوسرا نابالغ ہے'تو کیا یہ بالغ اور بڑا بھائی اموال مشترکہ میں سے مہمان نوازی کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اموال مشترکہ میں سے مہمان نوازی کرنا شرعاً درست نہیں۔ البتہ اگر دیگر بھائی بالغ ہوں تو ان کی اجازت سے مشترکہ اموال سے مہمان نوازی اور دیگر تبرعات کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔

لما قال العلامة ابن عابدین رحمة اللّٰه: ان کل واحدٍ من الشریکین شرکة ملکٍ ممنوع من التصرّف فی نصیب صاحبه کغیر الشریک من الاجانب الّا باذنه لعدم تضمنها الوکالة. (تنقیح الحامدیة ج ا ص ۸۸ کتاب الشرکة) (قال العلامة سلیم رستم بازؒ: لاحد اصحاب الحصص التصرّف مستقلاً فِی المِلک المشترک باذن الأخر لکن لایجوز لهٗ ان یتصرّف تصرّفًا مضرًا بالشریک (شرح مجلة الاحکام تحت المادة ۱۰۷۱ ص ۶۰۰ الکتاب العاشر) وَمِثْلُهٗ فی الهدایة ج ۲ ص ۵۹۹ کتاب الشرکة)

شریک کو شرکت ختم کرنے کا اختیار ہے

سوال: چند آدمیوں نے مل کر مشترکہ کاروبار شروع کیا اور سامان تجارت کی خرید و فروخت کرتے رہے ان میں سے اچانک ایک شریک نے شرکت سے انکار کر دیا کہ میں آپ کے ساتھ شرکت کا معاملہ جاری نہیں رکھ سکتا۔ تو کیا دیگر شرکاء کے مشورہ کے بغیر کسی شریک کے لیے شرکت کو فسخ کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: شرکاء میں سے ہر کسی شریک کو ہر وقت یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ دوسرے شرکاء کی اجازت اور مشورہ کے بغیر جب چاہے اپنی شرکت کو ختم کر دے اس صورت میں اشیاء مشترکہ کی قیمت لگا کر اصل زر بقدر حصہ اور منافع بقدر شرح تقسیم کر لیں۔

لما قال العلامة ابن عابدینؒ: اشترکا واشتریا امتعة ثم قال احدهما لااعمل معک بالشرکة وغاب فباع الحاضر الامتعة فالحاصل للبائع قیمة المتاع لان قوله لااعمل معک فسخ للشرکة معه واحدهما یملک فسخها وان کان المال عروضًا بخلاف المضاربة وهوالمختار. (ردالمحتار ج ۳ ص ۳۲۷ کتاب الشرکة) (لما قال العلامة ابن نجیم المصری رحمة اللّٰه: وصورته اشترکا واشتریا امتعة ثم قال احدهما لااعمل معک بالشرکة ...... لان قولهٗ لا اعمل معک فسخ للشرکة معهٗ احدهما یملک فسخها. (البحرالرائق ج ۵ ص ۱۸۵ کتاب الشرکة) وَمِثْلُهٗ فی الهندیة ج ۲ ص ۳۳۵ کتاب الشرکة)

باپ اور بیٹے کی مشترکہ کمائی کا حکم

سوال: ایک شخص نے اپنے بیٹے کے ساتھ مل کر کاروبار شروع کیا اور اس میں کافی پیسے کمائے اب سوال یہ ہے کہ یہ پیسے باپ اور بیٹے کے مابین مساوی تقسیم ہونگے یا صرف باپ کی ملکیت شمار ہونگے؟

جواب: صورت مسئولہ میں باپ اور بیٹے نے مشترکہ کاروبار سے جو پیسے کمائے ہیں وہ باپ کی ملکیت شمار ہوں گے کیونکہ بیٹا باپ کا معین اور مددگار رہتا ہے لہٰذا باپ اپنی زندگی میں اس میں جو بھی تصرف چاہے کر سکتا ہے تاہم اگر راس المال دونوں کا مشترکہ ہو اور معاہدہ بھی یہی ہوا ہو تو منافع بھی دونوں میں مساوی تقسیم ہوگا۔

لماقال العلامة ابن عابدین رحمة اللّٰه: الابّ والابن یکتسبان فی صنعة واحدة ولم یکن لهما شئی فالکسب کله للاب ان کان الابن فی عیالهٗ لکونه معینا له الاتری انه لوغرس شجرة تکون للاب. (ردّ المحتار ج۴ص ۲۲۵ کتاب الشرکة.فصل فی الشرکة الفاسدة) (وقال فی الهندیة: اَبٌ وابن یکتسبان فی صنعة واحدة ولم یکن لهما مال فالکسب کله للابّ اذا کان الابن فِیْ عیال الابّ لکونه معینًا لهٗ. (الفتاویٰ الهندیة ج۲ص ۳۲۹ الباب التاسع فی شرکة الوجوه) وَمِثْلُهٗ فی فتاویٰ الکاملیة ج ا ص ۱ ۵ کتاب الشرکة)

مشترکہ زمین میں بلا اجازت شریک کے باغ لگانا

سوال: ایک زمین دو آدمیوں کے مابین مشترکہ ہے جس میں ایک شریک نے دوسرے کی اجازت کے بغیر مالٹا کے پودے لگا دیئے چند سال کے بعد جب پودے پھل دینے لگے تو شریک ثانی نے کہا کہ یہ پودے چونکہ مشترکہ زمین میں لگائے گئے ہیں اس لیے ان میں میرا بھی مکمل حصہ ہے لیکن شریک اول انکار کر رہا ہے تو آیا اس کا یہ انکار شرعاً درست ہے یا نہیں؟

جواب: یہ زمین دونوں شرکاء کے مابین تقسیم کی جائے گی پودے لگانے والے کے حصہ میں اس کے پودے برقرار رہیں گے اور دوسرے شریک کے حصہ میں پودے لگانے والا اپنے پودے اُکھاڑے اور اگر زمین کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو تو پودے نہیں اکھاڑے جائیں گے اور دوسرا شریک پہلے والے کو ان پودوں کی قیمت ادا کرے گا۔

قال العلامة الحصکفیؒ: بنی احدهما ای احدالشریکین بغیر اذن الآخر

فِیْ عقار مشترک بینهما فطلب شریکه رفع بنائه قسم العقار فان وقع البناء فی نصیب البانی فبها ونعمت والاهدم البناء وحکم الغرس. (الدرالمختار علٰی صدر ردالمحتار ج۲ ص۲۶۸ کتاب القسمة) (وقال الشیخ محمد الکامل الطرابلسیؒ: ان الارض تقسم بینهما فما وقع من البناء فی نصیب غیرالبانی یرفع.....وافتٰی شیخ آفندی فی غرس الاشجار من احدالشریکین فی الارض المشترکة بمثل ذٰلک. (فتاویٰ کاملیة ج۱ ص۵۳ کتاب الشرکة) وَمِثْلُهٗ فی سنن ابی داؤد ج۲ ص۷۲ ۱ باب فی زرع ارض قوم بغیر اذن صاحبها)

کسی کی گائے بطور شرکت پالنا

سوال: ایک شخص نے گائے خرید کر کسی دوسرے شخص کو اس شرط پر پالنے کے لیے دے دی کہ دودھ سب تمہارا ہوگا اور اس سے جو بچے پیدا ہوں وہ میرے ہوں گے تو کیا اس قسم کی شرط لگانا اور ایسا معاملہ کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

جواب: مذکورہ صورت میں گائے کا دودھ اور اس کے بچے سب مالک کے ہیں اور پالنے والے کو اجرت مثل دی جائے گی کیونکہ یہ اجارہ فاسدہ ہے اور اجارہ فاسدہ میں کام کرنے والے کو اجر مثل ملتا ہے۔

لما قال الشیخ محمد کامل الطرابلسی رحمة اللّٰه: لایصح ذٰلک وما حدث فهو لصاحب البقرة وللاٰخر مثل علفه واجر مثله کما فی الرّد. (فتاویٰ کاملیة ص۵۵ کتاب الشرکة) (وقال فی الهندیة: وعلٰی هذا اذا دفع البقرة الٰی انسان بالعلف لیکون الحادث بینهما نصفین فما حدث فهو لصاحب البقرة ولذٰلک الرجل مثل العلف الذی علفها واجر مثلهٗ فیما قام علیها (الفتاویٰ الهندیة ج۲ ص۳۳۵ الباب الخامس فی الشرکة الفاسدة) وَمِثْلُهٗ حاشیة منحة الخالق علٰی هامش البحرالرائق ج۵ ص۱۸۴ کتاب الشرکة)

مشترکہ زمین میں شرکاء کی اجازت کے بغیر مکان بنانا

سوال: ایک غیر آباد قطعہ اراضی چند افراد میں مشترکہ ہے اُن میں سے ایک شریک نے بلا اجازت شرکاء کے اور تقسیم سے پہلے ہی اس میں ایک مکان تعمیر کیا تو کیا اس شخص کا بغیر شرکاء کی اجازت کے مکان تعمیر کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

جواب: مشترکہ زمین میں کسی ایک شریک کا تصرف کرنا دیگر شرکاء کی اجازت پر موقوف ہے اور صورت مذکورہ میں اس شخص نے چونکہ شرکاء کی اجازت کے بغیر اور قبل از تقسیم مکان بنایا ہے اس لیے اس کا یہ اقدام شرعاً درست نہیں۔

لما قال العلامة سليم رستم بازؒ: اذا بني احدالشركاء لنفسه في الملك المشترک القابل للقسمة بدون اذن الأخرين ثمّ طلب الأخرون القسمة فان خرج ذلک البناء في نصيب بانيه فبها وان خرج في نصيب الأخر فله ان يكلف بانيه هدمهٗ ورفعهٗ (شرح مجلة الاحكام' المادة ۱۱۷۳ ص۶۴۷) (وقال الشيخ محمد كامل الطرابلسیؒ: واذا بُني في الارض المشتركه بغير اذن الشريک لهٗ ان ينقض بناؤهٗ (فتاویٰ كاملية ص ۵۱ كتاب الشركة) وَمِثْلُهٗ في تنقيح الحامدية ج ۱ ص ۸۸ كتاب الشركة)

خودروگھاس مشترک ہوتا ہے

سوال: ایک مشترکہ زمین جو کسی کی خاص ملکیت نہیں' گاؤں والوں میں سے ایک شخص یہ چاہتا ہے کہ اس مشترکہ زمین میں اُگے ہوئے خودروگھاس کو رہن پر دے دے یا فروخت کرے تو کیا اس شخص کا یہ اقدام شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: خودروگھاس خواہ مملوکہ زمین میں ہو یا غیر مملوکہ زمین میں' ہر حال میں وہ کسی کی ملک نہیں ہوتا۔ لہٰذا مذکورہ بالا شخص کا یہ اقدام شرعاً درست نہیں۔

لما ورد في الحديث: المسلمون شركاء في ثلثٍ في الماءِ لكلاءِ والنار. (سنن ابی داؤد ج۲ ص۱۳۶ كتاب البيوع' باب في منع الماء)(وقال العلامة سليم رستم باز اللبناني رحمة الله: الماءِ والكلاءِ والنار مباحة والناس في هذه الاشيآء الثلاثة شركاء. (شرح مجلة الاحكام' المادة ۱۲۳۴ ص ۶۷۹ الكتاب العاشر) وَمِثْلُهٗ في الهداية ج۴ ص ۴۸۵ كتاب احياء الموات)

آمدن واخراجات میں شریک بھائیوں کی کمائی کا حکم

سوال: دو بھائی آپس میں آمدنی اور گھر کے تمام اخراجات میں شریک تھے' ان میں سے ایک بھائی انگلینڈ چلا گیا' وہاں اس نے کافی مال جمع کیا اور واپس آ کر ایک مکان خریدا' اس بھائی کی عدم موجودگی میں دوسرا بھائی گاؤں میں ہی محنت مزدوری کر کے خود بھی کھاتا رہا اور اس کے اہل

وعیال کو بھی کھلاتا رہا لیکن جس بھائی نے مکان خریدا ہے اب وہ اس میں دوسرے بھائی کے حصہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر رہا ہے' تو کیا شرعاً یہ دونوں بھائی اس مکان میں برابر کے شریک ہوں گے یا جس بھائی نے خریدا ہے اس کا ہی ہوگا؟

جواب: مذکورہ صورت میں جو شرکت ہے وہ شرکت فاسدہ ہے' لہٰذا اگر دونوں بھائیوں کے اموال آپس میں غیر متمیز ہوں تو ان میں مساوی انداز میں تقسیم ہوں گے اور اگر دونوں کے اموال متمیز ہوں تو ہر ایک بھائی اپنے اپنے حصے کا حق دار ہوگا اور اس بھائی کے مکان میں دوسرے بھائی کو حصہ دینا کوئی شرعی امر نہیں بلکہ محض رواجی امر ہے۔

لما قال العلامة ابن عابدینؒ: یؤخذ من ھذا ما افتی بہ فی الخیریة فی زوج امرأہ وابنھا اجتمعافی دار واحدة واخذکل منھا یکتسب علیٰ حدة ویجمعان معًا کسبھما ولا یعلم التفاوت ولا التسادی والاالتمیز فاجاب بانہٗ بینھما سویة (ردالمحتار ج۴ص ۳۲۵ کتاب الشرکة' فصل فی الشرکة الفاسدة)(وقال الشیخ محمد کامل الطرابلسیؒ: فاذا کان سعیھم واحد اولم یتمیز ماحصلہ کل واحدٍ منھم بعملہ یکون ماجمعوہ مشترکاً بینھم بالسویة وان اختلفوا فی العمل والرأی کثرة و صواباً کما افتی بہ. فی الخیریة وما اشتراہ احدھم لنفسہٖ یکون لہٗ ویضمن حصة شرکائہ من ثمنہ از دفعہ من المال المشترک. (فتاویٰ کاملیة ج ا ص ۵۰ کتاب الشرکة) وَمِثْلُہٗ فی تنقیح الحامدیة ج ا ص ۹۲ کتاب الشرکة)

مشترکہ ندی سے انتفاع کا حکم

سوال: ایک ندی دو آدمیوں کے مابین مشترکہ ہے' ان میں سے ایک شریک دوسرے کو منع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ اس ندی سے نفع نہیں اٹھا سکتے اور میں آپ کا اس میں حق نہیں مانتا' اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ شریک اپنے ساتھی کی اجازت کے بغیر اس ندی سے نفع حاصل کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر مذکورہ ندی کا مشترک ہونا مبرہن اور مسلم ہو تو ان شرکاء میں سے ہر ایک اپنے اپنے حصہ میں مستقل تصرف کرنے کا مالک ہے اور ملک مشترک میں دوسرے ساتھی کی اجازت سے تصرف کرنے کا مجاز ہے۔

قال العلامة سلیم رستم بازؒ: لاحد اصحاب الحصص التصرّف مستقلاً فی الملک المشترک باذن الأخر لکن لایجوز لہٗ ان یتصرّف تصرفًا

مضرًا بالشریک. (شرح مجلۃ الاحکام المادۃ ۱۰۷۱ ص ۶۰۰ الکتاب العاشر)(وقال العلامۃ ابن عابدینؒ: ان کل واحدٍ من الشریکین شرکۃ ملکٍ ممنوع من التصرّف فی نصیب صاحبہ کغیر الشریک من الاجانب الّا باذنہ لعدم تضمنھا الوکالۃ (تنقیح الحامدیۃ ج ۱ ص ۸۸ کتاب الشرکۃ) وَمِثْلُہٗ فی الھدایۃ ج ۲ ص ۵۹۹ کتاب الشرکۃ)

مزدور جو کچھ کمائے وہ اسی کی ملکیت خاص ہوتا ہے

سوال: ایک آدمی کے پانچ بیٹے ہیں جن میں سے ایک بیرون ملک چلا گیا اور وہاں چند سال مزدوری کرنے کے بعد پھر اپنے وطن واپس آ گیا اور کچھ مدت گزرنے کے بعد اپنے بھائیوں اور والدین سے جدا ہو گیا' اس موقع پر اس نے یہ کہا کہ جو کچھ میں نے کمایا ہے وہ خاص میری ملکیت ہے جبکہ اس کے بھائیوں نے یہ کہا کہ نہیں تمہاری کمائی میں ہمارا بھی حصہ بنتا ہے تو کیا اس کے دوسرے بھائیوں کا یہ کہنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

جواب: شریعت کی رو سے کسی مزدور کی کمائی ہوئی رقم اسی کی ملک خاص ہوتی ہے اور اس کی اس کمائی میں کوئی بھی شریک نہیں کیونکہ کمائی اور مزدوری کمانے والے کی ملک خاص ہوتی ہے۔ البتہ اس پر مشترکہ مال سے جو کچھ خرچ کیا گیا ہو تو وہ واپس لیا جا سکتا ہے۔

لما قال الشیخ محمد کامل الطرابلسیؒ: وان اختلفوا فی العمل والرأی کثرۃ و صوابًا کما افتی بہ فی الخیریۃ وما اشتراہ احدھم لنفسہ یکون لہٗ ویضمن حصّۃ شرکائہ من ثمنہ اذا دفعہ من المال المشترک. (فتاویٰ کاملیۃ ج ۱ ص ۵۰ کتاب الشرکۃ). (لما قال العلامۃ سلیم رستم بازؒ: وما اشتراہ احدھم لنفسہٖ یکون لہٗ ویضمن شرکائہ من ثمنہٖ اذا دفعہ من المال المشترک وکل ماستدانہ احدھم یطالب بہٖ وحدہٗ. (شرح مجلۃ الاحکام' المادۃ ۱۳۶۱ ص ۷۲۵ الکتاب العاشر) وَمِثْلُہٗ فی تنقیح الحامدیۃ ج ۱ ص ۹۲ کتاب الشرکۃ)

اولاد اور باپ کی مشترکہ تجارت میں اولاد کا حصہ

سوال: جناب مفتی صاحب! میری کپڑے کی دکان ہے جس کا کل سرمایہ میرا اپنا ہے' دکان میں نے پچاس ہزار روپے کے سرمائے سے شروع کی اور اب دکان کا سرمایہ دس لاکھ روپے تک بڑھ گیا ہے اس کاروبار کو ترقی دینے میں میرے دو بیٹوں نے بھی میرا ساتھ دیا ہے' دونوں بیٹے اس وقت سے

لے کر آج تک اکٹھے رہے ہیں اب ان میں سے ایک بیٹا جدا ہونا چاہتا ہے اور مجھ سے اس دکان میں حصہ داری کا مطالبہ کرتا ہے۔ آنجناب سے شریعت مطہرہ کی روشنی میں اس مسئلہ کا حل مطلوب ہے؟

جواب: صورت مسئولہ کے مطابق آپ کے بیٹے کاروبار میں آپ کے معاون تھے نہ کہ شریک اس لیے ان میں سے کسی ایک بیٹے کو بھی دکان میں حصہ داری کے دعویٰ کا شرعاً کوئی حق نہیں اور اگر آپ اس بیٹے کو کچھ بھی نہ دیں تو شرعاً آپ پر کوئی گناہ نہیں تاہم بہتر یہ ہے کہ اس بیٹے کو بھی احساناً کچھ نہ کچھ دے دیا جائے۔

لما قال العلامة ابن عابدینؒ: ابٌ وابن یکتسبان فی صنعة واحدة ولم یکن لهما شئی ثم اجتمع لهما مال یکون کله للاب اذا کان الابن فی عیاله واجاب خیرالرملی عن سوال اخر بقوله حیث کان من جملة عیاله والمعینین لهٗ فی اموره واحواله فجمیع ما حصله بکره وتعبه فهو ملک خاص لابیه لاشئی لهٗ فیه حیث لم یکن لهٗ مالٌ. لواجتمع لهٗ بالکسب جملة اموال کانه فی ذٰلک لابیه معین. (فتاویٰ حامدیة ج۲ ص۱۸ کتاب الشرکة).

(قال العلامة ظفر احمد العثمانیؒ: (الجواب): زید نے جو اپنے لڑکوں کو کاروبار میں اپنے ساتھ شریک کیا ہے تو اس کی صورت کیا تھی؟ آیا زید نے ہر بیٹے کو کچھ رقم یا سرمایہ ہبۃً دیدیا تھا' پھر وہ رقم یا سرمایہ کاروبار میں لگا کر لڑکا شریک تجارت ہوا یا باپ نے کسی بیٹے کو کچھ رقم ہبۃً نہیں دی نہ سرمایہ دیا اور نہ بیٹوں کے پاس اپنی ذاتی رقم یا سرمایہ تھا جس کو ملا کر وہ کاروبار میں شریک ہوئے ہوں بلکہ بیٹے ویسے ہی بدون رقم دیئے کام کرنے لگے اور اس شرکت سے کام کو ترقی ہوئی۔ پس صورت اُولیٰ میں تو یہ البتہ شرکت ہے اور ہر شخص اپنی رقم و سرمایہ کی نسبت سے اس وقت اصل ونفع میں مستحق ہوگا اور صورت ثانی میں شرکت ہی نہیں بلکہ کل سرمایہ زید کی ملک ہے اور سب لڑکے اس کے معین شمار ہوں گے اور جس لڑکے پر زیادہ خرچ ہوا اس صورت میں وہ سب باپ ہی کا خرچ ہوا۔ اس سے زیادت کے رجوع کا حق کسی کو بھی نہیں۔ نیز اولاد کو اپنے سے علیحدہ کرنے کے لیے زید کو اس صورت میں یہ ضروری نہیں کہ اس سرمایہ کو ان میں تقسیم کرے بلکہ اولاد بالغین کو بدون کچھ سرمایہ دیئے بھی الگ کرسکتا ہے اور اگر ان کو کچھ سرمایہ دے کر الگ کرے تو یہ اچھا ہے اور اس صورت میں سب کو برابر سرمایہ دے اور نابالغوں کو اپنے ساتھ ملائے رکھے' بلوغ سے پہلے ان کو الگ نہیں کرسکتا۔ (امداد الاحکام ج۳ ص۳۱۶ کتاب الشرکة)

ناجائز یا مکروہ معاملات بیع

تجارت میں کھوٹا روپیہ آ گیا

سوال: تجارت میں اگر روپیہ پیسہ کھوٹا آ جائے تو اس کو کیا کرے؟

جواب: اگر معلوم ہے کہ کس کے پاس سے آیا ہے تب تو اسی کو دیدے جس طرح بھی ممکن ہو خواہ بتا کر خواہ دھوکہ سے' اگر معلوم نہ ہو تو دھوکہ دینا جائز نہیں' بتا کر دیدیا جائے' اگرچہ لینے والا کم قیمت پر لے' یا اگر کسی جگہ اس سے کچھ ظلماً لیا جائے تو وہاں بلا بتلائے بھی دینا درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۶ ص۲۷۹)

تجارتی اجازت نامے کی بیع کرنا

سوال: حکومت کی طرف سے بعض لوگ بیرونی ممالک سے تجارتی مال لانے کا اجازت نامہ حاصل کرتے ہیں' ایک فارم مل جاتا ہے جس پر کبھی لاکھوں روپے کا مال لانے کی اجازت ملتی ہے اور کبھی ہزاروں کا' اب جس کو مال لانے کی استطاعت نہیں ہے یا خود لانا نہیں چاہتا ہے تو وہ اجازت نامہ کا فارم فروخت کر دیتا ہے' صرف نفس فارم پر کئی ہزار روپے کماتا ہے' یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بیع کے لیے مبیع کا مال ہونا شرط ہے' اجازت نامہ مال نہیں اس لیے اس کی بیع جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج۶ ص۵۳۶)

جس زمین میں مندر بنا ہوا اس کو خریدنا

سوال: زید ایک زمین خریدنا چاہتا ہے جس میں ایک چھوٹا سا مندر ہے' زید اس زمین کو خرید کر اس میں مکان بنا کر فروخت کرے گا' جب زید اس زمین کو خرید لے گا تو اس کی ملک ہو جائے گی اور مندر کا انہدام زید پر ضروری ہو جائے گا لیکن قانوناً اس کا انہدام ممکن ہی نہیں تو اگر زید زمین خرید کر مکان بنا کر فروخت کرتا ہے تو مندر اس میں بدستور رہے گا' تو آیا یہ معاملہ جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: ایسی کون سی ضرورت درپیش ہے جو ایسی زمین کے خریدنے پر مجبور کر رہی ہے جبکہ اصول شرعی ہے کہ اگر کسی کام میں منفعت اور مضرت دونوں ہوں تو مضرت کو ترجیح دے کر اس کام کو ترک کر دیا جاتا ہے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

قرض کی وجہ سے گراں فروخت کرنا

سوال: اگر بازار میں گندم کا نرخ فی روپیہ بیس سیر ہے اور کوئی شخص قیمت کے قرض ہونے

کی وجہ سے روپیہ کے اٹھارہ سیر کے حساب سے فروخت کرتا ہے تو یہ بیع جائز ہوگی یا نہیں؟

جواب: بیع مذکور نافذ تو ہو جائے گی مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔ قنیہ میں ہے: شَرٰی الیَسِیْرَ بِثَمَنٍ غَالٍ اِذَا کَانَ لَهٗ حَاجَةٌ اِلَی الْقَرْضِ یَجُوْزُ وَیُکْرَهُ ...... الخ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۲۸۵)

بت کے نام ذبح کرنے والے کے ہاتھ فروخت کرنا

سوال: ایسے کافر کے ہاتھ بکری فروخت کرنا جس کے بارے میں معلوم ہے کہ بت کے نام پر ذبح کرے گا' جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بیع جائز ہے مگر اس میں کراہت ہے کیونکہ یہ بیع سبب معصیت بنے گی اور ظاہر ہے کہ ایسی بیع مکروہ ہوتی ہے۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۲۸۵)

نقد میں کم اُدھار میں زیادہ قیمت لینا

سوال: قرض لینے والے کو کم دینا یعنی نقد ایک روپیہ کو دیتا ہے اور ادھار میں سوا روپیہ کو دیتا ہے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اُدھار پر کم نقد سے دینا' مروت کے خلاف ہے۔ قال اللّٰہ تعالٰی وَلَا تَنسَوُا الْفَضْلَ بَیْنَکُمْ آپس میں ایک دوسرے کی فضیلت نہ بھولو مگر مال میں حرمت نہیں آتی۔

الجواب الثانی: اس طرح بیع کرنا بشرطیکہ اسی جلسہ میں مقرر ہو جائے کہ اُدھار لے لیوے گا' یا نقد درست ہے اور بیع صحیح ہے' مال حلال ہے مگر خلاف مروت اور احسان کے ہے کہ فقیر پر احسان چاہیے نہ تشدد' پس فعل مکروہ ہے اور بیع صحیح ہے اور معنی روایت منقولہ کے یہی ہیں کہ مجلس میں دونوں شق کی تعیین نہ ہو ورنہ در صورت تعیین درست ہے' پس جس نے بدیں روایت ناجائز کہا وہ مطلب سمجھے نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۹۳)

شراب بنانے والے کے ہاتھ قند سیاہ فروخت کرنا

سوال: شراب بنانے والے کے ہاتھ قند سیاہ فروخت کرنا جبکہ یہ یقین ہو کہ وہ اس سے شراب بنائے گا' جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بیع جائز ہے مگر صاحبین کے نزدیک مکروہ ہے۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۲۸۵)

منی آرڈر اور ہنڈی کا فرق

سوال: منی آرڈر اور ہنڈی میں کچھ فرق ہے یا دونوں کا ایک حکم ہے؟ اور منی آرڈر اور ہنڈی کرنا اگر

ناجائز ہے تو روپیہ کس طرح بھیجیں اور کتابوں کا محصول وی پی ایبل جو دیا جاتا ہے یہ بھی ایسا ہے یا فرق ہے؟
جواب: منی آرڈر اور ہنڈی میں کچھ فرق نہیں، دونوں کا ایک حکم ہے، منی آرڈر کرنا سود میں داخل ہے اور جو شخص کسی کے پاس روپیہ بھیجنا چاہے بطور بیمہ کے یا نوٹ خرید کر بھیج سکتا ہے اور کتابیں جو منگائی جاتی ہیں اس میں حیلہ ہوسکتا ہے کہ اس شے کی اُجرت محصول ویلیو پے ایبل کا خیال کیا جائے اور منی آرڈر میں خیال حیلہ کا نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ عین شئی نہیں پہنچتی۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۰۳)

بیعانہ کا مسئلہ

سوال: بیع نامہ اس لیے دینا کہ بائع یا مشتری معاملہ سے انکار نہ کریں یا ادائے ثمن یا تسلیم مبیع میں عذر نہ کریں ورنہ عہد شکنی کا ذمہ دار ہے اور بیع فسخ ہوجائے گی جائز ہے یا نہیں؟
جواب: بیع نامہ اس طرح دینا کہ اگر بیع ہوئی تو ثمن میں لگ جائے گی ورنہ ضبط ہوجائے گا، ناجائز ہے۔ **لقوله عليه السّلام نهى عن بيع العريان** (بیعانہ کی بیع سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا) مگر جو یہ ٹھہر جائے کہ بیع نہ ہونے کی صورت میں بیعانہ واپس ہوجائے گا، درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۹۵)

بونڈ کے طریقے پر گنے خریدنا

سوال: ہمارے یہاں کولہو والے ایسا کرتے ہیں کہ اگر گنے کا بھاؤ دس روپے کوئنٹل چل رہا ہے تو وہ گیارہ بارہ روپے کوئنٹل کے حساب سے پچاس سو کوئنٹل کے حساب سے ایک ہی بار طے کرلیتے ہیں، پھر چاہے گنے کبھی تک ڈالے جائیں اور بھاؤ کچھ بھی ہو اس میں کبھی تو بھاؤ چڑھ کر کولہو والوں کو فائدہ ہوتا ہے اور کبھی بھاؤ کم ہوکر کسانوں کو فائدہ ہوتا ہے لیکن اس کے بعد بھی گنے طے کر کے ہی خریدتے ہیں وہ لوگ ایسا کرنے کو بونڈ کہتے ہیں تو یہ صورت درست ہے یا نہیں؟
جواب: صورت مسئولہ میں بیع نہیں ہے، وعدہ بیع ہے، اگر طرفین اس وعدہ کو پورا کریں بہتر ہے، پورا کرنا چاہیے جس وقت گنا تول کر مقررہ بھاؤ پر دیدیا جائے گا بیع درست ہوجائے گی لیکن چونکہ بیع حقیقی نہیں ہوئی اس لیے طرفین میں سے کوئی اس وعدہ پر ضابطے میں مجبور نہیں ہے۔ (فتاوی مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

گندم کی بیع گندم سے کرنا

سوال: دس سیر گندم یا آٹے کی بیع کرنا اسی مقدار کے مطابق دو سیر گندم یا آٹے سے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ بیع امام محمدؒ اور امام اعظمؒ کے نزدیک جائز نہیں اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۷۴)

ایک فصل میں ادھار دے کر دوسری فصل میں قیمت لینا

سوال: زید نے اپنا غلہ فروخت کیا مگر فی الحال خریدنے والوں کو غلہ دے دیا اور ان سے کہا کہ فلاں ماہ میں جو نرخ ہوگا اس نرخ پر روپیہ ادا کرنا' یہ بیع جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ بیع جہالت ثمن کی وجہ سے جائز نہیں۔ (امداد المفتیین ص ۸۲۲)

روپیہ کی ریزگاری میں اُدھار کس صورت میں جائز ہے؟

سوال: زید عمر سے ایک روپیہ کی ریزگاری لینا چاہتا ہے مگر عمر کے پاس بارہ پیسے ہیں اور وہ کہتا ہے کہ چار آنہ پیسے بعد میں لے جانا' تو کیا یہ بیع نسیہ میں داخل ہے اور جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر بارہ آنے کی ریزگاری چاندی کی قسم سے دیتا ہے تب تو یہ صورت جائز نہیں کیونکہ بیع چاندی کی چاندی کے ساتھ ہے جس میں تفاضل کی طرح نسیہ بھی حرام ہیں اور اگر ۱۲ کے پیسے یا مروجہ اکنیاں وغیرہ گلٹ کے سکے دیتا ہے تو جائز ہے کیونکہ جنس مختلف ہے اور قدر کا اتحاد اگر مانا بھی جائے تو اس سے نسیہ (اُدھار) حرام نہیں ہوتا۔ (امداد المفتیین ص ۸۶۰)

پاسپورٹ پر فی سواری پیسے لینا

سوال: میرے ایک عزیز جو پابند شرع ہیں' پاسپورٹ کی ایجنسی کرتا ہے' فی سواری دس پندرہ ہزار روپیہ لیتا ہے حالانکہ اس کا صرف پانچ سو ہزار روپے ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں زائد نفع لینا کیسا ہے؟

جواب: جب فریب بازی سے روپیہ حاصل نہیں کیے تو یہ مال حرام نہیں ہے' البتہ زیادہ منافع لینا خلاف مروت ہے اور ایک قسم کی زیادتی اور ظلم ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۷۲)

جائز آمدنی بچانے کیلئے بیمہ کرانا

سوال: حکومت تاجروں کی آمدنی سے تین حصے بطور ٹیکس وصول کرتی ہے مگر زندگی کا بیمہ کرا لینے کی صورت میں دو حصے معاف کر دیتی ہے' تو کیا ایسی صورت میں زندگی کا بیمہ کرایا جا سکتا ہے؟ تاکہ حکومت ہماری جائز کمائی پر قبضہ نہ کرے؟

جواب: اپنی جائز کمائی کو بچانے کے لیے یہ ترکیب اختیار کی جا سکتی ہے' بشرطیکہ اس معاملہ میں جو رقم زائد ملے اسے غرباء اور مساکین پر صرف کیا جائے' اپنے ذاتی کاموں میں ہرگز صرف

نہ کیا جائے تاہم زندگی کا بیمہ تقویٰ اور احتیاط کے خلاف ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۳۶)

جائز ملازمت چھوڑ کر بیمہ کمپنی میں ملازمت کرنا

سوال: ایک شخص دوائی کی کمپنی میں ملازمت کرتا ہے' اسے سٹیٹ بینک اور بیمہ کمپنی میں ملازمت مل رہی ہے' یہاں تنخواہ بھی زیادہ ہے اور عہدہ ''بی آفیسری'' کا ہے تو یہ شخص اپنی موجودہ ملازمت چھوڑ کر سٹیٹ بینک' ریزرو بینک اور انشورنس کمپنی میں ملازمت کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: جب ان محکموں میں سودی لین کا معاملہ ہوتا ہے تو پھر موجودہ ملازمت چھوڑ کر اس ملازمت کو قبول کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے' انسان کی سعادت مندی یہی ہے کہ وہ رزق حلال کی طلب میں رہے' پاک روزی پیٹ میں جاتی ہے تو اس سے قلب منور ہوتا ہے' اعمال صالحہ کی توفیق ہوتی ہے' عبادات میں دل لگتا ہے اور جب حرام اور مشتبہ روزی پیٹ میں جاتی ہے تو قلب میں ظلمت پیدا ہوتی ہے' عبادات میں دل نہیں لگتا' نیک کاموں کی توفیق نہیں ہوتی' نیز حلال روزی میں برکت ہوتی ہے اس لیے موجودہ ملازمت چھوڑ کر ایسی ملازمت اختیار نہ کی جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۳۹)

حجاج کا اختیاری بیمہ پالیسی پر عمل کرنا

سوال: حج کمیٹی نے حجاج کے لیے جان کے بیمہ کا ''اختیاری بیمہ پالیسی'' کا اجراء کیا ہے' ہر حاجی سے ۸۸ روپے وصول کیے جاتے ہیں اور انکی شرائط کے مطابق اگر کوئی حاجی حادثہ کا شکار ہو جائے تو ان کی مقرر کردہ رقم جو ایک ہزار سے لے کر ایک لاکھ روپے ہوتی ہے یہ رقم اس شخص کے ورثاء کو دیں گے اور اگر گھر واپس آ گیا تو وہ ۸۸ روپے واپس نہیں ملیں گے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بیمہ کی حقیقت قمار اور سود ہے اور یہ دونوں حرام ہیں' لہٰذا حجاج کرام کے لیے اس کا ارتکاب قطعاً ناجائز اور حرام ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۴۰)

مبیع میں بعد میں عیب ظاہر ہو جائے؟

سوال: ہمارے یہاں بیوپاریوں کا دستور ہے کہ اگر بائع بوقت بیع اپنے جانور کا عیب ظاہر نہ کرے تو بعد میں عیب ظاہر ہو جانے پر مشتری اس مویشی کی رقم کم کر دیتا ہے' مثلاً بھینس کے ایک تھن میں اگر آدھا سیر دودھ کم ہو یعنی اس کے چاروں تھن برابر نہ ہوں تو سو روپے قیمت میں سے کم کر دیتا ہے' خواہ بائع اس پر راضی ہو یا نہ ہو اس طرح کر کے رقم دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: عیب پر مطلع ہونے کے بعد مشتری کو اختیار ہے چاہے تو کل ثمن کے بدلے اس کو

رکھے اور چاہے تو واپس کردے' عیب دار جانور کو رکھ کر رجوع بالنقصان کرنا جائز نہیں' البتہ اگر مشتری کے پاس آ کر اس جانور میں کوئی نیا عیب بھی پیدا ہو گیا ہو تو مشتری رجوع بالنقصان کر سکتا ہے بائع کی رضا سے واپس بھی کر سکتا ہے' واپسی پر بائع کی رضا کے بعد مشتری مبیع کو رکھنا چاہے تو رجوع بالنقصان نہیں کر سکتا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۹۲)

مبیع کا عیب چھپانا حرام ہے

سوال: زید ایک دکاندار ہے' اس کے یہاں ایک قسم گندم اکیس روپے ہے اور ایک انیس روپے من بکتی ہے' وہ دونوں قسم کی گندم ملا کر بیس روپے من فروخت کرتا ہے' اس کا یہ فعل درست ہے یا نہیں؟ جبکہ وہ دونوں قسم کی گندم الگ الگ بھی رکھتا ہے' گویا اس کی دکان میں تین قسم کی گندم ہے' انیس روپے من' بیس روپے من' اکیس روپے من' خریدار کو تینوں قسمیں بتا دیتا ہے تا کہ اسے جو پسند آئے لے لے اور دو قسم کی گندم ملا کر فروخت کرنے سے اس کا مقصد فریب دہی نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ انیس روپے والی گندم کا آٹا اتنا عمدہ نہیں ہوتا جتنا کہ دونوں قسموں کے مجموعہ کا ہوتا ہے' کیا اس کا یہ فعل درست ہے؟

جواب: جائز ہے' اس لیے کہ دکاندار نے مبیع کا کوئی عیب نہیں چھپایا عیب چھپانا حرام ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۹۳)

بھینس کے نومولود بچہ کی بیع

سوال مویشی پالنے والوں کے یہاں دستور ہے کہ گائے یا بھینس کا بچہ پیدا ہوتے ہی قصاب کے یہاں فروخت کر دیتے ہیں جس سے ان کا مقصد دودھ بچانا یا ان بچوں کی دیکھ بھال سے وقت بچانا ہوتا ہے۔ نتیجتاً گائے بھینس بچے کے فراق میں کئی کئی دن انجھتی رہتی ہے' کیا ان لوگوں کا یہ طریقہ جائز ہے؟

جواب: ایسا کرنا ظلم ہے' حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے بچہ اور اس کی ماں کے درمیان تفریق کی' اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے اور اس کے عزیزوں کے درمیان جدائی ڈال دینگے۔

اگرچہ یہ حکم بنی آدم کے ساتھ مخصوص ہے اور حیوان کے بچے کی بیع و شراء واجب الرد نہیں مگر قباحت و قساوت قلب سے خالی نہیں' عمر کی کوئی قید نہیں' جب تک سخت صدمہ کا احتمال ہو اس وقت تک نہیں بیچنا چاہیے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۹۵)

بائع کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر سستا سامان خریدنا

سوال: ایک شخص ضرورت کی بناء پر اپنی کوئی چیز فروخت کرتا ہے اور خریدار اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر بہت کم دام لگاتا ہے' مثلاً ایک گھڑی جس کی قیمت خرید دو سو روپے ہے اور

بحالت موجودہ سو روپے میں فروخت ہو سکتی ہے لیکن خریدار پچیس سے زیادہ خریدنے کے لیے تیار نہیں تو کیا خریدار کا یہ عمل جائز ہے؟

جواب: یہ عمل جائز تو ہے مگر خریدار اگر صاحب استطاعت ہے اور بیچنے والا واقعۃً اگر مجبور ہے تو خریدار کو مروت سے کام لینا چاہیے اور حتی المقدور بائع کو صحیح قیمت ادا کرنا چاہیے' غرض بیع تو بہر صورت صحیح ہے مگر کسی کی مجبوری سے فائدہ اٹھانا اخلاق و مروت کیخلاف ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج۶ ص ۵۰۲)

سیمنٹ کی تصویر دار جالی بنا کر بیچنا

سوال: ایک شخص سیمنٹ کی جالیاں بنے بنائے فرموں میں بنا کر بیچنے کا کاروبار کرتا ہے' خریدنے والوں میں مسلم و غیر مسلم گاہک ہوتے ہیں' ان فرموں میں کچھ پلیٹیں ہوتی ہیں' ذی روح' غیر ذی روح' اللہ' محمد' کلمہ' آیتیں اور ہندوؤں کی دیوی دیوتاؤں کی تصویر ہوتی ہیں' مسلم اپنے اعتبار سے جالیاں خریدتا ہے' غیر مسلم اپنے اعتبار سے' اگر جالیاں بھرنے میں ذی روح دیوی رانی کی تصویروں کا لحاظ نہ رکھا جائے تو نقصان شدید ہوتا ہے کیونکہ مسلم خریدار کم ہیں اور غیر زیادہ' اس صورت میں کیا حکم ہے؟

جواب: مزدوروں بالخصوص غیر مسلموں کو یہ کہہ دیا جائے کہ مختلف قسم کی جالیاں تیار کر دو' پھر خریداروں سے اس طرح کہا جائے کہ جو جالیاں تم کو پسند ہوں لے لو' اس حساب سے ملیں گی تو اس صورت میں گنجائش ہے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

کھیت میں بیج ڈالنے سے پہلے پیداوار کی بیع کرنا

سوال: کھیت میں بیج ڈالنے سے پہلے اس کی پیداوار کو فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۶ ص ۲۹۱)

اناج کی بیع فصل کی قیمت پر کرنا

سوال: اس وقت نرخ گندم پانچ سیر ہے اور ایک غریب آدمی جس کے پاس اناج نہیں ہے ہم سے اناج لینا چاہتا ہے تو اس کو بجائے ۵ سیر کے چار سیر دیتے ہیں اور اس سے وعدہ کرا لیتے ہیں کہ ساڑھی میں اناج اسی بھاؤ کا جو بھاؤ فصل پر ہو گا لیا جائے گا' آپ تحریر فرما دیں کہ یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں بھاؤ کی کیا شرط ہے' اناج بطور قرض دیجئے' جتنے سیر یا من اناج دیں' اتنے ہی ساڑھی میں واپس لے لیں' خواہ کچھ ہی بھاؤ ہو' قیمت سے کچھ تعلق نہیں' اگر فروخت کرتا ہے تو فروخت کر دیجئے اور ساڑھی میں قیمت لے لیں' جس وقت پر آپ نے فروخت کیا ہے اسی وقت کی

قیمت لی جائے گی' خواہ سارھی میں کچھ بھی بھاؤ ہو یہ بھی ممکن ہے کہ اگر سارھی میں اس کے پاس قیمت نہ ہو اور بجائے قیمت کے اناج دینا چاہیں تو اسی وقت نرخ طے کرلیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۱۶۸)

چھوٹے گز سے کپڑا ناپ کر دینا

سوال: چھوٹا گز رکھنا اور اس سے کپڑا ناپ کر دینا کیسا ہے؟ اس طرح کمائی ہوئی رقم کا کیا حکم ہے؟

جواب: عرفاً جس قدر طویل گز لوگوں میں مشہور ہے جس کو سب لوگ جانتے ہیں اس سے چھوٹا گز رکھنا اور اس سے ناپ کر کپڑا بیچنا خریدار کو دھوکہ دینا ہے جو کہ شرعاً ناجائز ہے' خریدار نے بڑے گز کی قیمت دی ہے حالانکہ کپڑا چھوٹے گز سے دیا گیا ہے تو جس قدر قیمت زائد وصول کی ہے وہ اس کے لیے ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۱۷۲)

بیع میں حاصل شدہ مال حرام غیر مسلم کو قرض میں دینا

سوال: ایک شخص کے پاس مال حرام ہے جو اس کو کسی حلال شئی کے فروخت کرنے پر مشتری سے ملا ہے' اب اگر یہ شخص گھوڑا خرید کرے اور ایک ہفتہ کا اُدھار کر کے گھوڑے کو اپنے گھر لے آئے اور مال حرام ایک ہفتہ بعد دے تو یہ گھوڑا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: حلال شئی کو مال حرام کے عوض میں فروخت کرنا جائز نہیں۔ **لقوله تعالىٰ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ** لیکن اگر کسی کے پاس اس طرح مال حرام آجائے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے یا اس کے مثل کسی اور طرح آجائے تو اس کو اُدھار یا قرض میں کسی غیر مسلم کو دینا درست ہے۔ لہٰذا اس گھوڑے کو حرام نہیں کہا جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۱۸۰)

ایک خاص قسم کے بینک کی ملازمت کا شرعی حکم

سوال: میں ایک سوسائٹی میں منیجر کی حیثیت سے کام کر رہا ہوں' یہ سوسائٹی حکومت کے زیرانتظام ہے اور اس کو چلانے والے یا ذمہ دار آٹھ افراد ہیں' ان ذمہ دار افراد کا کام بینک سے منافع پر روپے ایڈوانس کے طور پر دینا اور وصول کر کے فروخت کرنے کے بعد روپے مع منافع بینک میں داخل کرنا ہے' اس درمیانہ داری پر بینک سوسائٹی کو ۲ فیصد دیتا ہے جو اس کے دفتری اخراجات ہوتے ہیں' دیگر سوسائٹی کے طور پر آڑت کی طرح کمیشن حاصل کرتی ہے جو اس کا کاروباری ہوتا ہے' اب اس تمام کاروبار کو چلانے کے لیے سوسائٹی نے بعوض تنخواہ چار ملازم رکھے ہیں' آیا مجھے یہ نوکری کرنی چاہیے یا نہیں؟

جواب: ذمہ دار جو بینک میں سودی قرض لینے اور سود دینے کا کام کرتے ہیں ان کا تو یہ کام ناجائز

ہوگا' باقی چونکہ سود کا پیسہ اپنے پاس آتا نہیں بلکہ سود کا پیسہ دینا پڑتا ہے اس لیے اس طرح قرض لینے میں جو پیسہ آئے گا وہ خود خبیث نہ ہوگا' البتہ خبیث طریقے سے آنے کی وجہ سے اس قرض لینے میں قدرے خباثت آئے گی' باقی وہ لیا ہوا روپیہ اور اس سے کمائی ہوئی آمدنی حرام نہ ہوگی' سب جائز و حلال رہے گی۔

جب یہ حکم ان ذمہ داروں کی آمدنی کا نکلا جو بینک سے سودی قرض لیتے اور سود دیتے ہیں تو جو لوگ اس ذمہ داری کے علاوہ ہیں اور بینک سے سودی قرض نہیں لیتے تو ان کا حکم بدرجہ اولیٰ نکل آیا کہ ان کی آمدنی اور نفع وغیرہ اس وجہ سے حرام و ناجائز نہ ہوگا بلکہ حلال و جائز رہے گا۔ (نظام الفتاویٰ ج ا ص ۲۲۴)

بینک کے سود کو منافع قرار دینے کے دلائل کے جوابات

سوال: میں ایک بینک ملازم ہوں' تمام عالموں کی طرح آپ کا یہ خیال ہے کہ بینک میں جمع شدہ رقم پر منافع سود ہے اور اسلام میں سود حرام ہے' سود میرے نزدیک بھی حرام ہے لیکن سود کے بارے میں' میں اپنی رائے تحریر کر رہا ہوں' معاف کیجئے گا میری رائے غلط بھی ہو سکتی ہے' آپ کی رائے میرے لیے مقدم ہوگی' میرے نزدیک سود وہ ہے جو کسی ضرورت مند شخص کو دے کر اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی دی ہوئی رقم سے زائد رقم لوٹانے کا وعدہ لیا جائے اور وہ ضرورت کے تحت زائد رقم دینے پر مجبور ہو۔

کسی کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھا کر زیادہ رقم وصول کرنا میرے نزدیک سود ہے اور اس کو ہمارے مذہب میں سود قرار دیا گیا ہے۔ میرے پاس اپنے اخراجات کے علاوہ کچھ رقم پس انداز تھی جس کو میں اپنے جاننے والے ضرورت مند کو دے دیا کرتا تھا لیکن ایک دو صاحبان نے میری رقم واپس نہیں کی جبکہ میں ان سے اپنی رقم سے زیادہ وصول نہیں کرتا تھا اور نہ ہی واپسی کی کوئی مدت مقرر ہوئی تھی۔ جب ان کے پاس ہو جاتے تھے وہ مجھے اصل رقم لوٹا دیا کرتے تھے لیکن چند صاحبان کی غلط حرکت نے مجھے رقم کسی کو بھی نہ دینے پر مجبور کر دیا۔

میرے پاس جو رقم گھر میں موجود تھی اس کے چوری ہو جانے کا بھی خوف تھا اور دوسرے یہ کہ اگر اسی رقم سے میں کچھ آسائش کی اشیاء خریدتا ہوں تو میرے اخراجات میں اضافہ ہو جائے گا جبکہ تنخواہ اس کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتی۔ اس لیے میں نے بہتر یہی سمجھا کہ کیوں نہ اس کو بینک میں ڈیپازٹ کر دیا جائے لیکن سود کا لفظ میرے ذہن میں تھا' پھر میں نے کافی سوچا اور بالآخر یہ سوچتے ہوئے بینک میں جمع کروا دیا کہ اس رقم سے ملکی معیشت میں اضافہ ہوگا جس سے غریب عوام خوش ہوں گے اور دوسرے میری معاشی مشکلات میں کمی ہو جائے گی۔ میں بینک کے منافع کو سود اس لیے

بھی نہیں سمجھتا کہ اس طرح سے کسی کی مجبوریوں سے فائدہ نہیں اٹھارہا' کسی کو نقصان نہیں پہنچارہا اور پھر بینک میں جمع شدہ رقم سے ملکی معیشت میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح سے بیروزگار افراد کو روزگار ملتا ہے اور پھر یہ کہ بینک اپنے منافع میں سے کچھ منافع ہمیں بھی دیتا ہے۔ میرے نزدیک یہ منافع سود اس لیے نہیں ہے کہ اس طرح سے کسی کی ضروریات سے فائدہ نہیں اٹھایا گیا کیونکہ بعض دفعہ کسی کو اُدھار دی ہوئی رقم بڑھتے بڑھتے اتنی ہوجاتی ہے کہ اصل رقم لوٹانے کے باوجود بھی اصل رقم سے زائد قرض رہ جاتی ہے' میرے نزدیک صرف اور صرف یہ سود ہے' بینک کا منافع نہیں۔

دوسری بات میری بینک ملازمت ہے' بینک ملازمت کو آپ عالم حضرات ناجائز کہتے ہیں' اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں جو روزی کمارہا ہوں وہ بھی ناجائز ہے' تو کیا میں ملازمت چھوڑ دوں اور ماں باپ اور بچوں کو اور خود کو بھوکا رکھوں؟ کیونکہ ملازمت حاصل کرنا بہت مشکل ہے اور پھر میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہر گورنمنٹ ملازم کو جو تنخواہ ملتی ہے اس میں بینک کے منافع کا حصہ بھی شامل ہوتا ہے۔ اس طرح سے تو ہر گورنمنٹ ملازم ناجائز روزی کمارہا ہے اور آپ یہ کہیں کہ وہ شخص محنت کر کے مزدوری کمارہا ہے تو ہمیں بھی بینک بغیر محنت کے تنخواہ نہیں دیتا' ہم جو تنخواہ بینک سے لیتے ہیں وہ ہماری محنت کی ہوتی ہے نہ کہ بینک اپنے منافع سے دیتا ہے اور آپ روزی کے اس ذریعہ کو کیا کہیں گے جو کوئی شخص کسی بینک ملازم کے ہاں رشوت خور' منشیات فروش' مشرک' طوائف اور ڈاکو کے ہاں کام کر کے روزی کماتا ہے؟ ان مندرجہ بالا باتوں سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہر وہ شخص جو کہیں پر بھی ملازمت کرتا ہے اس کی تنخواہ میں ناجائز پیسہ ضرور شامل ہوجاتا ہے' لہٰذا میرے ان سوالوں کا تفصیلی جواب عنایت فرمائیں؟

جواب: روپیہ قرض دے کر اس پر زائد روپیہ وصول کرنا سود ہے' خواہ لینے والا مجبوری کی بناء پر قرض لے رہا ہو یا اپنا کاروبار چمکانے کے لیے اور وہ جو زائد روپیہ دیتا ہے خواہ مجبوری کے تحت دیتا ہو یا خوشی سے' اس لیے آپ کا یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ سود محض مجبوری کی صورت میں ہوتا ہے۔

۱۔ یہ بینک کا سود جو آپ کو بے ضرر نظر آرہا ہے اس کے نتائج آج عفریت کی شکل میں ہمارے سامنے ہیں۔ امیروں کا امیر تر ہونا اور غریبوں کا غریب تر ہونا' ملک میں طبقاتی کشمکش کا پیدا ہوجانا اور ملک کا کھربوں روپے کا بیرونی قرضوں کے سود میں جکڑا جانا' اسی سودی نظام کے شاخسانے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سودی نظام کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اعلان جنگ قرار دیا ہے' اسلامی معاشرہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کر کے جس طرح چور چور ہوچکا ہے وہ سب کی آنکھوں کے سامنے ہے' میرے علم میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ کچھ لوگوں

نے بینک سے سودی قرضہ لیا اور پھر اس لعنت میں ایسے جکڑے گئے کہ نہ جیتے ہیں نہ مرتے ہیں' ہمارے معاشی ماہرین کا فرض یہ تھا کہ وہ بینکاری نظام کی تشکیل غیر سودی خطوط پر استوار کرتے' لیکن افسوس کہ آج تک سود کی شکلیں بدل کر ان کو حلال اور جائز کہنے کے سوا کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا۔

۲۔ بینک کے ملازمین کو سودی کام (حساب و کتاب) بھی کرنا پڑتا ہے اور سود ہی سے ان کو تنخواہ بھی ملتی ہے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اکل الربا او موکلہ و کاتبہ" (مشکوٰۃ ص: ۲۴۶)

ترجمہ: "اللہ کی لعنت! سود لینے والے پر' دینے والے پر' اس کی گواہی دینے والے پر اور اس کے لکھنے والے پر۔"

جو کام بذات خود حرام ہو' ملعون ہو اور اس کی اجرت بھی حرام مال ہی سے ملتی ہو اس کو اگر ناجائز نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے؟ فرض کریں کہ ایک شخص نے زنا کا اڈہ قائم کر رکھا ہے اور زنا کی آمدنی سے وہ قحبہ خانے کے ملازمین کو تنخواہ دیتا ہے تو کیا اس تنخواہ کو حلال کہا جائے گا؟ اور کیا قحبہ خانے کی ملازمت حلال ہوگی؟

آپ کا یہ شبہ کہ "تمام سرکاری ملازمین کو جو تنخواہ ملتی ہے اس میں بینک کا منافع شامل ہوتا ہے اس لیے کوئی ملازمت بھی صحیح نہیں ہوئی" یہ شبہ اس لیے صحیح نہیں کہ دوسرے سرکاری ملازمین کو سود کی لکھت پڑھت کے لیے ملازم نہیں رکھا جاتا بلکہ حلال اور جائز کاموں کے لیے ملازم رکھا جاتا ہے' اس لیے ان کی ملازمت جائز ہے اور گورنمنٹ جو تنخواہ ان کو دیتی ہے وہ سود میں سے نہیں دیتی بلکہ سرکاری خزانے میں جو رقوم جمع ہوتی ہیں ان میں سے دیتی ہے اور بینک ملازمین کو ان پر قیاس کرنا غلط ہے۔

آپ کا یہ کہنا کہ "ملازمت چھوڑ کر والدین کو اور خود کو اور بچوں کو بھوکا رکھوں؟" اس کے بارے میں یہی عرض کر سکتا ہوں کہ جب قیامت کے دن آپ سے سوال کیا جائے گا کہ: "جب ہم نے حلال روزی کے ہزاروں وسائل پیدا کیے تھے تم نے کیوں حرام کمایا اور کھلایا" تو اس سوال کا کیا جواب دیجئے گا؟ اور میں کہتا ہوں کہ اگر آپ بھوک کے خوف سے بینک کی ملازمت پر مجبور ہیں اور ملازمت نہیں چھوڑ سکتے تو کم سے کم اپنے گناہ کا اقرار تو اللہ کی بارگاہ میں کر سکتے ہیں کہ "یا اللہ! میں اپنی ایمانی کمزوری کی وجہ سے حرام کما اور کھلا رہا ہوں' میں مجرم ہوں' مجھے معاف فرما دیجئے" اقرار جرم کرنے میں تو کسی بھوک' پیاس کا اندیشہ نہیں......! (بحوالہ آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۷۴)

کوئی محکمہ سود کی آمیزش سے پاک نہیں تو بینک کی ملازمت حرام کیوں؟

سوال: بینک کی نوکری کا ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں' امید ہے کہ آپ اس کا جواب دے کر میرے اور دوسرے لوگوں کے شکوک وشبہات کو دور کر دیں گے' میں ایک بینک میں ملازم ہوں اور اس ملازمت کو ایک سودی کاروبار تصور کرتا ہوں اور یہ بھی سمجھتا ہوں کہ جو زمین سود کی دولت سے خریدی گئی ہو اس پر نماز بھی نہیں ہو سکتی' یعنی بینک کی زمین پر' میرے کچھ دوست اس بات سے اختلاف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سود میں اور جو سود حرام ہو چکا ہے' بہت فرق ہے' بنیے لوگوں کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر سود اٹھا لیتے اور بڑھاتے جاتے ہیں' اگر مقررہ وقت تک قرض نہیں ملتا تو سود مرکب لگا دیا جاتا ہے جبکہ بینک ایک معاہدے کے تحت دیتے ہیں اور قرض دار کو قرض واپس کرنے میں چھوٹ بھی دے دی جاتی ہے' بعض حالات میں سود کو معاف بھی کر دیا جاتا ہے' بینک لوگوں کی جو رقم اپنے پاس رکھتے ہیں اسے کاروبار میں لگا کر کافی رقم کما لیتے ہیں اور پھر انہی لوگوں کو ایک منافع کے ساتھ وہ رقم واپس کر دیتے ہیں۔ اگر بینک کی جائیداد سودی جائیداد ہے تو حکومت کی ہر ایک جائیداد بھی سودی ہے کیونکہ حکومت بینکوں کو مجبور کرتی ہے کہ وہ سود لے اور دے' حکومت اسی رقم سے معیشت کو چلاتی ہے' مثلاً کوئی ہسپتال' سکول یا جو بھی جائیداد حکومت خریدتی اور بناتی ہے اس میں سود کی رقم بھی شامل ہوتی ہے؟

جواب: آپ کے دوستوں نے ''حرام سود'' کے درمیان اور بینک کے سود کے درمیان جو فرق بتایا ہے وہ میری سمجھ میں نہیں آیا' یہ تو ظاہر ہے کہ سود کا لین دین جب بھی ہوگا کسی معاہدے کے تحت ہی ہوگا' یہی بینک کرتے ہیں۔ بہرحال بینک کی آمدنی سود کی مد میں شامل ہے' اس لیے اس پر سودی رقم کے تمام احکام لگائے جائیں گے۔

غیر سودی بینک کی ملازمت جائز ہے

سوال: بینک میں ملازمت جائز ہے یا ناجائز ہے؟ اس سلسلے میں آپ سے صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میرے بہت سے دوست بینک میں کام کرتے ہیں اور مجھے بھی بینک میں کام کرنے کو کہتے ہیں لیکن میں نے ان سے یہ کہا ہے کہ بینک میں سود کا لین دین ہوتا ہے اس لیے بینک کی سروس ٹھیک نہیں ہے کیونکہ دنیا کی زندگی بہت تھوڑی سی ہے' آخرت کی زندگی بہت لمبی ہے جو کبھی بھی ختم نہیں ہوگی' اس لیے ہر انسان کو دنیا میں خدا کے احکامات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر زندگی گزارنی چاہیے۔ لہٰذا میں بینک کی ملازمت کے بارے میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ چونکہ اس وقت

بینک میں سود ہی پر سارا کاروبار ہوتا ہے' اس لیے اگر بینک کی ملازمت اس وقت کرنا ناجائز ہے تو جیسا کہ ہمارے ملک میں ابھی اسلامی نظام نافذ ہونے والا ہے اور اس میں سود کو بالکل ختم کر دیا جائے گا اس کی جگہ اسلامی نظام کے تحت کام ہوگا تو اس صورت میں اس وقت بینک میں سود کا نظام اگر ختم ہو جائے تو بینک کی ملازمت جائز ہے یا ناجائز؟ براہ مہربانی جواب عنایت فرمائیں؟

جواب: جب بینک میں سودی کاروبار نہیں ہوگا تو اس کی ملازمت بلاشک و شبہ جائز ہوگی۔ آپکے مسائل ج ۶ ص ۲۷۴

زرعی ترقیاتی بینک میں نوکری کرنا

سوال: کیا میں زرعی ترقیاتی بینک میں نوکری کر سکتا ہوں؟

جواب: زرعی ترقیاتی بینک اور دوسرے بینک کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ آپکے مسائل ج ۶ ص ۲۷۴

بینک کی تنخواہ کیسی ہے؟

سوال: میں ایک بینک میں ملازم ہوں جس کے بارے میں شاید آپ کو علم ہوگا کہ یہ ادارہ کیسے چلتا ہے' ہم بے شک محنت تھوڑی بہت کرتے ہیں لیکن میرا اپنا خیال ہے کہ ہماری تنخواہ حلال نہیں' بعض دوستوں کا خیال ہے کہ حلال ہے' اس لیے کہ ہم محنت کرتے ہیں۔ بہرحال گورنمنٹ نے سودی کاروبار ختم کرنے کا اعلان بھی کیا ہے اور کچھ کھاتے ختم بھی ہو رہے ہیں لیکن ابھی مکمل نجات نہیں ملی' آیا ہمارا رزق حلال ہے یا حرام؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

جواب: بینک اپنے ملازمین کو سود میں سے تنخواہ دیتا ہے' اس لیے یہ تنخواہ حلال نہیں۔ اس کی مثال ایسی سمجھ لیجئے کہ کسی زانیہ نے اپنے ملازم رکھے ہوئے ہوں اور وہ ان کو اپنے کسب میں سے تنخواہ دیتی ہو' تو ان ملازمین کے لیے وہ تنخواہ حلال نہیں ہوگی' بالکل یہی مثال بینک ملازمین کی ہے۔ علاوہ ازیں جس طرح سود لینے اور دینے والے پر لعنت آئی ہے اسی طرح اس کے کاتب و شاہد پر لعنت آئی ہے اس لیے سود کی دستاویزیں لکھنا بھی حرام ہے اور اس کی اجرت بھی حرام ہے' حرام کو اگر آدمی چھوڑ نہ سکے تو کم از کم درجے میں حرام کو حرام تو سمجھے.....! (بحوالہ آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۷۵)

بینک میں سودی کاروبار کی وجہ سے ملازمت حرام ہے

سوال: آیا پاکستان میں بینک کی نوکری حلال ہے یا حرام؟ (دوٹوک الفاظ میں) کیونکہ کچھ حضرات جو صوم وصلوٰۃ کے پابند بھی ہیں اور پندرہ بیس سال سے بینک کی نوکری کرتے چلے آرہے ہیں اور اپنی اولاد کو بھی اس میں لگا دیا ہے اور کہتے ہیں کہ ہم مانتے ہیں کہ سودی کاروبار مکمل طور پر حرام ہے مگر بینک کی

نوکری (گو بینک میں سودی نظام ہے) ایک مزدوری ہے جس کی ہم اُجرت لیتے ہیں اصل سود خور تو اعلیٰ حکام ہیں جن کے ہاتھ میں سارا نظام ہے ہم تو صرف نوکر ہیں اور ہم تو سود نہیں لیتے وغیرہ وغیرہ؟

جواب: بینک کا نظام جب تک سود پر چلتا ہے اس کی نوکری حرام ہے ان حضرات کا یہ استدلال کہ "ہم تو نوکر ہیں خود تو سود نہیں لیتے" جواز کی دلیل نہیں کیونکہ حدیث میں ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے پر کھلانے والے پر اور اس کے لکھنے والے پر اور اس کی گواہی دینے والے پر لعنت فرمائی اور فرمایا کہ یہ سب برابر ہیں۔"

پس جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو ملعون اور گناہ میں برابر قرار دیا ہے تو کسی شخص کا یہ کہنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے کہ "میں خود تو سود نہیں لیتا میں تو سودی ادارے میں نوکری کرتا ہوں۔"

علاوہ ازیں بینک ملازمین کو جو تنخواہیں دی جاتی ہیں وہ سود میں سے دی جاتی ہیں تو مال حرام سے تنخواہ لینا کیسے حلال ہوگا......؟ اگر کسی نے بدکاری کا اڈہ قائم کیا ہو اور اس نے چند ملازمین بھی اپنے اس ادارے میں کام کرنے کے لیے رکھے ہوئے ہوں جن کو اس گندی آمدنی میں سے تنخواہ دیتا ہو کیا ان ملازمین کی یہ نوکری حلال اور ان کی تنخواہ پاک ہوگی......؟

جو لوگ بینک میں ملازم ہیں ان کو چاہیے کہ جب تک بینک میں سودی نظام نافذ ہے اپنے پیشہ کو گناہ اور اپنی تنخواہ کو ناپاک سمجھ کر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہیں اور کسی جائز ذریعہ معاش کی تلاش میں رہیں جب جائز ذریعہ معاش مل جائے تو فوراً بینک کی نوکری چھوڑ کر اس کو اختیار کرلیں۔ (بحوالہ آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۷۵)

بینک کی ملازمت کرنے والا گناہ کی شدت کو کم کرنے کیلئے کیا کرے؟

سوال: میں عرصہ ۸ سال سے بینک میں ملازمت بطور اسٹینو کر رہا ہوں جو کہ اسلامی نقطہ نگاہ سے حرام ہے۔ میں اس دلدل سے نکلنا چاہتا ہوں لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح جان چھڑاؤں؟ گھر کی ذمہ داریاں بہت زیادہ ہیں اور کوئی دوسرا روزگار بظاہر نظر نہیں آتا۔ اُمید ہے کوئی بہتر تجویز یا مشورہ عنایت فرمائیں گے؟

جواب: آپ تین باتوں کا التزام کریں:

اول: اپنے آپ کو گنہگار سمجھتے ہوئے استغفار کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے رہیں کہ کوئی حلال ذریعہ معاش عطا فرمائیں۔

دوم: حلال ذریعہ معاش کی تلاش اور کوشش جاری رکھیں خواہ اس میں آمدنی کچھ کم ہو مگر

ضرورت گزارے کے مطابق ہو۔

سوم: آپ بینک کی تنخواہ گھر میں استعمال نہ کیا کریں بلکہ ہر مہینے کسی غیر مسلم سے قرض لے کر گھر کا خرچ چلایا کریں اور بینک کی تنخواہ قرض میں دے دیا کریں' بشرطیکہ ایسا کرنا ممکن ہو۔ (بحوالہ آپ کے مسائل اوران کا حل جلد ۶ ص ۲۷۶)

بینک کی تنخواہ کے ضرر کو کم کرنے کی تدبیر

سوال: میں ایک بینک میں ملازم ہوں اس سلسلے میں آپ سے التماس ہے کہ آپ مجھے مندرجہ ذیل سوالات کا حل بتائیں:

۱۔ یہ پیشہ حلال ہے یا نہیں؟ کیونکہ ہم لوگ محنت کرتے ہیں اس کا معاوضہ ملتا ہے۔

۲۔ آپ نے فرمایا تھا کہ تنخواہ کسی غیر مسلم سے قرض لے کر اس کو ادا کر دی جائے' اگر کوئی غیر مسلم جاننے والا نہ ہو تو اس کا دوسرا طریقہ کیا ہے؟

۳۔ حلال روزی کے لیے میں کوشش کر رہا ہوں مگر کامیابی نہیں ہوتی' کیا اس رقم کو کھانے والے کی دُعا قبول نہیں ہوتی؟ کیونکہ میں دُعا کرتا ہوں اگر دُعا قبول نہیں ہوتی تو پھر کس طرح میں دوسرا وسیلہ بنا سکوں گا؟

۴۔ میں نے اس پیسے سے دوسرا کاروبار کیا تھا' مگر مجھے سات ہزار روپے کا نقصان ہوا' اب میں کوئی دوسرا کام کرنے سے ڈرتا ہوں کیونکہ یہ رقم جہاں بھی لگاتا ہوں اس سے نقصان ہوتا ہے' برائے مہربانی اس کا حل بتائیں کہ کوئی کاروبار کرنا ہو تو پھر کیا کیا جائے؟

۵۔ کہتے ہیں کہ اس رقم کا صدقہ' خیرات قبول نہیں ہوتا' اس کا کیا طریقہ ہے؟

۶۔ برائے مہربانی کوئی ایسا طریقہ بتائیں کہ میری دُعا' نماز' صدقہ' خیرات قبول ہو؟

جواب: بینک کا سارا نظام سود پر چل رہا ہے اور سود ہی میں سے ملازمین کو تنخواہ دی جاتی ہے' اس لیے یہ تو جائز نہیں۔ میں نے یہ تدبیر بتائی تھی کہ ہر مہینے کسی غیر مسلم سے قرض لے کر گھر کا خرچ چلایا جائے اور بینک کی تنخواہ قرض میں دیدی جائے۔ اب اگر آپ اس تدبیر پر عمل نہیں کر سکتے تو سوائے توبہ واستغفار کے اور کیا ہو سکتا ہے؟ حرام مال کا صدقہ نہیں ہوتا' اس کی تدبیر بھی وہی ہے جس پر آپ عمل نہیں کر سکتے۔ (بحوالہ آپ کے مسائل اوران کا حل جلد ۶ ص ۲۷۷)

بینک کی ملازمت کی تنخواہ کا کیا کریں؟

سوال: میں جب سے بینک میں ملازم ہوا ہوں (مجھے تقریباً ۵ سال ہو گئے ہیں) زیادہ تر

بیمار رہتا ہوں' اب بھی مجھے حلق میں اور سینے میں صبح فجر سے لے کر رات سونے تک تکلیف رہتی ہے' میں بینک کی ملازمت چھوڑنا چاہتا ہوں لیکن جب تک یہ تکلیف رہے گی میرے لیے اور ملازمت تلاش کرنا بہت مشکل ہے۔ اخبار ''جنگ'' میں ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' میں بھی ایک دفعہ اس سلسلے میں ایک جواب آیا تھا کہ کسی غیر مسلم سے قرض لے کر تنخواہ اس قرض کی ادائیگی میں دے دی جائے' جب تک کہ دوسری ملازمت نہ ملے اور دُعا واستغفار کیا جائے لیکن میرے کسی غیر مسلم سے تعلقات نہیں ہیں' اس لیے میرے لیے اس سے قرض لینا اور پھر تنخواہ اس کی ادائیگی میں دینا بھی ممکن نہیں ہے۔ آپ ہی اس سلسلے میں رہنمائی فرمائیں؟

میں نے اپنی اس تکلیف کا علاج بھی مختلف حکیموں' ڈاکٹروں اور روحانی علاج بھی کروایا ہے لیکن ابھی تک افاقہ نہیں ہوا ہے؟

جواب: اپنے کو گنہگار سمجھ کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہیں اور یہ دُعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے رزق حلال کا راستہ کھول دیں اور حرام سے بچالیں۔ (بحوالہ آپ کے مسائل اور انکا حل جلد ۶ ص ۲۷۸)

جس کی ۹۰ فیصد رقم سود کی ہو وہ اب توبہ کس طرح کرے؟

سوال: ایک صاحب تمام عمر بینک کی ملازمت کرتے رہے اور جو آمدنی ان کو ہوتی تھی اس میں سود کی ملاوٹ ہوتی تھی اور وہ آمدنی خود اور اسے اہل وعیال پر خرچ کرتے رہے' اب ریٹائر ہوگئے ہیں اور انہوں نے سود خوری اپنا پیشہ بنالیا ہے' اب صرف سود پر ان کا گزارہ ہے' اگر خدا کرے اس سود خوری سے وہ توبہ کرلیں تو اس وقت جو ان کے پاس سرمایہ ہے اس کا کیا کریں؟ کیا توبہ کے بعد وہ سرمایہ حلال ہوسکتا ہے؟ ۹۰ فیصد ان کا سرمایہ بطور سود کے بینکوں سے کمایا ہوا ہے؟

جواب: توبہ سے حرام روپیہ تو حلال نہیں ہوتا' حرام روپے کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کا مالک موجود ہو تو اس کو واپس کردے اور اگر ناجائز طریقے سے کمایا ہو تو بغیر نیت صدقہ کے کسی محتاج کو دے دیں اور اگر اس کے پاس ناپاک روپے کے سوا کوئی چیز اس کے اور اس کے اہل وعیال کے خرچ کے لیے نہ ہو تو اس کی یہ تدبیر کرے کہ کسی غیر مسلم سے قرضہ لے کر اس کو استعمال کرے اور یہ ناجائز روپیہ قرض میں ادا کرے' قرضے میں لی ہوئی رقم اس کے لیے حلال ہوگی' اگرچہ ناجائز رقم سے قرض ادا کرنے کا گناہ ہوگا۔ (بحوالہ آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۷۹)

بینک میں ملازم ماموں کے گھر کھانا اور تحفہ لینا

سوال: میرے ماموں بینک میں ملازمت کرتے ہیں جو کہ ایک سودی ادارہ ہے تو کیا ہم ان کے گھر کھانا کھا سکتے ہیں؟ اور اگر وہ تحفے وغیرہ دیں تو وہ استعمال کر سکتے ہیں؟ جبکہ ان کی کمائی ناجائز اور حرام کی ہے' ان کے گھر کھانے سے ہماری نماز' روزہ قبول ہوگا یا نہیں؟

جواب: بینک کی تنخواہ حلال نہیں' ان کے گھر کھانے سے پرہیز کیا جائے اور جو کھالیا ہو اس پر استغفار کیا جائے' وہ کوئی تحفہ وغیرہ دیں تو کسی محتاج کو دے دیا جائے۔

بینک میں ملازم عزیز کے گھر کھانے سے بچنے کی کوشش کریں

سوال: میرے عزیز بینک میں ملازم ہیں' ان کے گھر جب جانا ہوتا ہے تو ان کے ہاں چائے وغیرہ پینا کیسا ہے؟ اگرچہ میں دل سے اچھا نہیں سمجھتا مگر قریبی سسرالی رشتہ دار ہونے کے ناتے جا کر نہ کھانا شدید عجیب لگے؟

جواب: کوشش بچنے کی کی جائے اور اگر آدمی مبتلا ہو جائے تو استغفار سے تدارک کیا جائے' اگر ممکن ہو تو اس عزیز کو بھی سمجھایا جائے کہ وہ بینک کی تنخواہ گھر میں نہ لایا کریں بلکہ ہر مہینے کسی غیر مسلم سے قرض لے کر گھر میں خرچ دے دیا کریں اور بینک کی تنخواہ سے قرض ادا کر دیا کریں۔ (بحوالہ آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۷۹)

مکیلات اور موزونات کی بیع بالجنس میں نساء کی تفصیل

سوال: مکیلات اور موزونات کی بیع بالجنس کی کن صورتوں میں نساء (ادھار) حرام ہے؟

جواب: مکیلات اور موزونات کی بیع میں اتحاد جنس یا اتحاد قدر کے وقت نساء حرام ہے' البتہ مجلس میں قبضہ کرنا شرط نہیں' صرف تعیین فی المجلس کافی ہے' مجلس میں حاضر کرنا بھی ضرورت نہیں' البتہ ملک میں ہونا ضروری ہے' قبض فی المجلس صرف بیع صرف میں لازم ہے' مکیل اور موزون میں دین کی بیع عین کے ساتھ جائز نہیں' اگرچہ دین پر اسی مجلس میں مجلس ختم ہونے سے پہلے قبضہ بھی کرلیا ہو اور بیع العین بالدین اس شرط سے جائز ہے کہ قبل الافتراق دین پر قبضہ ہو جائے' اس صورت میں تعیین کافی نہیں' قبض علی الدین ضروری ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۱۳)

گیٹے واڑ کھیل جوا ہے

سوال: مروجہ گیٹے واڑ کھیل کھیلنے سے جو رقم ملتی ہے وہ حلال ہے یا نہیں؟

جواب: کیپٹے واڑ کھیل جوئے کی قسم ہے لہٰذا اس سے آنیوالی رقم حرام ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۴)

ایل سی کا حکم

سوال: الف انگلستان سے ایک لاکھ روپے کا سامان درآمد کرنا چاہتا ہے' انگلستان کا برآمد کنندہ ب (الف) سے مطالبہ کرتا ہے کہ مجھے اس بات کی ضمانت دلوائے کہ مال کی قیمت ہر حال میں ادا ہو جائے گی' الف پاکستان بینک ج کے پاس آتا ہے اور ضمانت چاہتا ہے' بینک ج برآمد کنندہ ہے' ب کو الف کی طرف سے مطلوبہ ضمانت بایں شرط مہیا کرتا ہے کہ الف ج کو مقرر شرح پر رقم کی مقدار کی مناسبت سے کمیشن ادا کرے گا' کیا الف کے لیے ایسا کمیشن ادا کرنا اور ج کے لیے ایسا کمیشن وصول کرنا شرعاً جائز ہے؟

جواب: ضامن بننے کی اجرت جائز نہیں' صورت زیر نظر کے جواز کی آسان صورت تو یہ بھی کہ الف ج کو ادائے ثمن کا وکیل بالاجر بنادے' ج جتنی رقم ضامن بننے کے عوض وصول کرتا ہے وہ بحیثیت اجرت ادائے ثمن وصول کرے مگر تحقیق سے معلوم ہوا کہ ج ابلاغ ثمن کی اجرت ب سے الگ وصول کرتا ہے اس لیے مزید غور کیا گیا تو جواز کی دو صورتیں نظر آئیں:

ج کو ضمانت دینے میں کئی کام کرنے پڑتے ہیں۔ مثلاً الف کے حالات کی تحقیق اور حسابات رکھنا وغیرہ' عوض ضمانت کو اس کام کا عوض قرار دیا جا سکتا ہے۔

چونکہ ج کی ضمانت کے بغیر ب بیع پر راضی نہیں ہوتا اس لیے ج کی ضمانت سعی فی ارض البائع ہے (یعنی بائع کو بیع پر راضی کرنے کی کوشش کرتا ہے) لہٰذا اس کو بحکم سمسرہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۶)

ایک زمین کی خرید

سوال: ایک شخص نے ایک زمین خریدی' پڑوس میں ایک مکان ہے جس کی دیوار میں کھڑکیاں ہیں' کھڑکیاں کھلے رہتے ہوئے بیس سال کا عرصہ ہوا جس نے زمین خریدی ہے وہ مکان بنانا چاہتا ہے' پڑوسی کہتا ہے کہ تم ہماری کھڑکیاں بند نہیں کر سکتے کیونکہ سرکاری قاعدے کے موافق کوئی حق بند کرنے کا تمہیں نہیں ہے' اگر بند کرنا چاہتے ہو تو ہم کو اس قدر روپیہ دو' چنانچہ وہ شخص جس نے زمین خریدی ہے روپیہ دیتا ہے' سوال یہ ہے کہ یہ روپیہ کس چیز کی قیمت کا بدلہ؟ اور پڑوسی کو لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ معاملہ ناجائز ہے جس نے زمین خریدی ہے اسے اپنی زمین اور ملک پر مکان بنانے کا

حق حاصل ہے اور پڑوسی کا روکنا ظلم ہے اور اس کے عوض روپیہ لینا باطل ہے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۹)

کھڑے درختوں کی بیع کرنا

سوال: زید نے عمر سے لکڑی اس شرط پر فروخت کی کہ شیشم کی لکڑی کے علاوہ کڑوک ڈھاک وغیرہ دِرّو کرے صورت حال یہ ہے کہ بجز ڈھاک کے دوسری لکڑی کڑوک وغیرہ پختہ شمار کی جاتی ہیں اور ڈھاک کم درجہ کی شمار ہوتی ہے ڈھاک کی لکڑی شامل کر کے قیمت اور ہوتی ہے اور علاوہ ڈھاک کے دوسری قسم کی پختہ لکڑی کی قیمت اور ہوتی ہے اب عمر نے زید سے کہا کہ چونکہ میں خود کاروبار کروں گا ممکن ہے ڈھاک کی قیمت اچھی نہ اٹھے اس لیے مجھے ڈھاک کی لکڑی مستثنیٰ کیا جائے زید نے اس شرط پر اجازت دی کہ وہ خود کاروبار کریں اب عمر نے اپنی ضرورت سے کچھ منافع لے کر وہ (لکڑی کے) پچاس چٹے فروخت کر دیئے اور وہی رعایت جو زید نے عمر کے ساتھ کی تھی وہ ان کے ساتھ بھی کرنا چاہتے ہیں۔ زید کہتا ہے کہ یہ رعایت مخصوص آپ کے ساتھ بشرط کاروبار تھی جب آپ نے کاروبار نہیں کیا تو دوسرا شخص اس رعایت کا مستحق نہیں عمر کہتا ہے کہ جب آپ نے مجھ کو یہ اجازت دے دی تھی خواہ آپ کی نیت کچھ بھی ہو اب آپ کو اس خریدار سے یہ کہنے کا حق نہیں کہ تم ڈھاک کی لکڑی بھی ضرور دِرّو کرو یا قیمت میں اضافہ کرو اس صورت کا کیا حکم ہے؟

جواب: کھڑے درختوں کے لکڑی کی یہ بیع وشرا ہی شرعاً جائز نہیں کیونکہ اس میں مبیع موجود نہیں یعنی صورت مبیعہ کے ساتھ اس کا وجود نہیں پس زید کو حق ہے کہ وہ اس معاملہ کو فسخ کر دے۔

(کفایت المفتی ص ۱۵ ج ۸)

لفافے اور کارڈ پر نفع لینا

سوال: کورا اور کارڈ پر ڈاک خانہ سے لے کر اگر کوئی نفع سے فروخت کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: لفافے اور کارڈ پر نفع لینا جائز ہے مگر قانوناً ممنوع ہے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۹۹)

تراضی طرفین سے قیمت میں کمی کرنا

سوال: میں نے ایک گاڑی نمک کے لیے پانچ سو ترپن ۵۵۳ روپے خزانہ سرکار میں جمع کیا تھا اور رسید نمک محکمہ نمک میں بھیج دی تھی مال ابھی وہاں سے روانہ نہیں ہوا تھا کہ اتنے میں قیمت نمک سرکار نے کم کر دی اس لیے نمک کا نرخ تمام تجارتی کانوں میں ارزاں ہو گیا میں نے سرکار میں عرضی بھیجی کہ نرخ ارزاں ہونے سے ہمارا سو روپے کا نقصان ہوا اور سرکار نے پہلے اطلاع دیئے بغیر محصول کم کر دیا اور مال ہمارا روانہ نہیں ہوا ہے اس لیے ہم کو سو روپے واپس ملنے چاہئیں اس پر

جواب آیا کہ کچھ عرصہ بعد سو روپے واپس دیئے جائیں گے تو یہ واپس لینا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

جواب: اول تو صرف روپیہ کے ساتھ درخواست خریداری بھیجنے سے بیع نہیں ہوتی اس لیے بائع و مشتری ہر دو کو نفس عقد سے یا نرخ خاص سے انکار جائز ہے اور اگر اس سے قطع نظر کی جائے اور کسی طریق سے بیع متحقق ہو جائے تب بھی قیمت میں کمی کرنا جائز ہے اور صورت مسئولہ میں تراضی ثابت ہے۔ لہٰذا دونوں تقدیر پر روپیہ کی واپسی جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۲)

وعدہ بیع کے بعد بیع پر مجبور کرنا جائز نہیں

سوال: عمر نے زید سے کہا کہ تم مجھ کو یک صد روپے کا مال جفت پاپوش منگا دو میں تم سے ۵ کا منافع دے کر اُدھار ایک ماہ کے واسطے خرید لوں گا یا جس قدر مدت کے واسطے تم دو گے؟ اسی حساب سے منافع دوں گا، یعنی پانچ روپے ایک سو روپے کا منافع ایک ماہ کے واسطے ہے جب مال آ جائے گا اس وقت مدت اُدھار اور منافع کی معین ہو جائے گی زید نے کہا کہ منگا دوں گا مگر اطمینان کے واسطے بجائے ایک صد کے دو صد کا رقم لکھاؤں گا تا کہ تم خلاف عہدی نہ کرو عمر نے منظور کر لیا؟

جواب: اس میں دو مقام قابل جواب ہیں ایک یہ کہ عمر و زید میں جو گفتگو ہوئی یہ محض وعدہ ہے کسی کے ذمے بحکم عقد لازم نہیں اگر زید کے منگانے کے بعد بھی عمر انکار کر دے تو زید کو مجبور کرنے کا کوئی حق نہیں۔ پس اگر عرف و عادت میں عمر مجبور سمجھا جاتا ہو تو یہ معاملہ حرام ہے ورنہ حلال اس طرح عمر کو اور مثل عمر زید کو بھی یہ اختیار ہے کہ وہ وعدہ بیع پر قائم رہنے کی صورت میں منافع کی مقدار میں تغیر و تبدل کر دیں یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ایک ماہ کے اُدھار کی صورت میں پانچ روپے سینکڑہ نفع کا ٹھہرا تھا باقی زیادہ لکھا یہ بیع ہزل فی مقدار الثمن ہے اگر عمر کی بدعہدی کی صورت میں بھی زید مقدار واقعی سے زیادہ وصول کرے تو جائز ہے ورنہ حرام نیز زید پر واجب ہوگا کہ ورثہ کو اس کی اطلاع کر دے تا کہ زید کے بعد وہ عمر کو پریشان نہ کرے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۹)

اضرار کفار کیلئے ان کی مصنوعات کی بیع ترک کرنا

سوال: طرابلس پر اٹلی کا قبضہ ہونے کے بعد دہلی کے ایک جلسہ میں کہا گیا کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ اٹلی کے ساتھ تجارتی لڑائی کریں اٹلی کے ساخت کے کل سامان کا استعمال ترک کر دیں جو ایسا نہ کرے گا وہ کافر ہے سلطان کا خیر خواہ نہیں اٹلی کا حامی ہے لوگوں نے اسی جلسہ میں اٹلی ساخت کی ترکی ٹوپیاں اتار اتار کر جلا دیں میری دکان پر سامان اکثر فینسی ہوتا ہے جس میں بہت

سی چیزیں الٹی ساخت بٹوا' قینچی' چاقو' بٹن' استرہ وغیرہ وغیرہ بھی ہوتے ہیں' لوگوں نے بہت تنگ کرنا شروع کیا کہ ان چیزوں کا فروخت کرنا چھوڑ دو؟

جواب: کافر ہونے کی تو کوئی وجہ نہیں اور بلکہ بیع ناجائز بھی نہیں' لیکن افضل یہی ہے۔ بشرطیکہ اپنا ضرر اور اتلاف مال نہ ہو ورنہ افضل تو کیا جائز بھی نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۸۷)

ایک ناجائز دستور

سوال: زمینداروں میں دستور ہے کہ شادی کے وقت کاشتکاروں سے فی ہل ایک روپیہ دے کر گھی لیتے ہیں اور کاشتکار ایک روپیہ لے کر سوا روپے کا گھی دیتے ہیں؟

جواب: یہ ناجائز ہے کیونکہ اس کی مجموعی مقدار معین نہیں کہ کتنا گھی ایک سال مثلاً لیا جائے گا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۶۲)

روئی کا مبادلہ کتے ہوئے سُوت کے ساتھ کرنا

سوال: اکثر عورتیں چرخہ چلانے لگی ہیں اور سوت کو روئی سے بدلتی ہیں' اس طور سے کہ سیر بھر سوت دے کر ڈیڑھ سیر روئی اس کے بدلہ میں لیتی ہیں اور فاضل روئی کو مزدوری سمجھتی ہیں' اس ادلے بدلے میں سود تو نہیں ہوتا اگر سود ہوتا ہے تو پھر کون سی صورت اس سے بچنے کی اختیار کریں؟

جواب: یہ صورت جائز نہیں' صرف ایک حیلہ جواز کا ہو سکتا ہے کہ سوت اور روئی کا مبادلہ نہ کریں بلکہ سوت کو داموں کے عوض بیچیں' پھر ان داموں کے عوض روئی لے لیں یا روئی کو داموں کے عوض بیچیں' پھر ان داموں کے عوض سوت لے لیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۹۳)

نقد اور سُوت کے عوض میں کپڑے کی بیع کرنا

سوال: قصبہ مؤ میں کپڑے کے خریدار اس قسم کے زیادہ ہیں کہ مال کی قیمت میں نصف سوت اور نصف زر نقد دیا کرتے ہیں' اگر بائع چاہے کہ مال کی قیمت زر نقد ملے تو خریدار مال خریدنے سے باز رہے گا' اس میں بائع کا حرج ہوگا' اس صورت میں بائع اپنا مال نصف سوت اور نصف زر نقد پر فروخت کرے تو یہ بیع جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: باقتضاء المعروف کالمشروط یہ تو یقینی ہوگیا کہ ثمن دو چیزوں کا مجموعہ ہے' نقد اور سوت' پس یہ کہنا کہ سولہ روپے قیمت ہے' مثلاً اس کے معنی مصطلح بقاعدہ بالا یہ ہیں کہ اس کی قیمت آٹھ روپے نقد اور آٹھ روپے سوت ہے' سو اگر مجلس ہی میں تقابض ہو جائے یعنی خریدار نے

کپڑے پر قبضہ کرلیا اور بائع نے ثمن یعنی نقد اور سوت پر تب تو بلاتکلف جائز ہے اور اگر مجلس میں کل ثمن نہیں دیا گیا یا سوت نہیں دیا تو اس صورت میں بیع کے جائز ہونے کی یہ شرط ہے کہ عقد کے وقت سوت کا نرخ اور یہ کہ کتنا سوت دینا ہوگا' تصریحاً مقرر ہو جائے کہ یہاں سوت جزو ثمن ہے اور ثمن کا معلوم ہونا صحت بیع کی شرط ہے۔(امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۹۵-۹۳)

اسٹامپ کو اس کی مقررہ قیمت سے زیادہ میں بیچنا

سوال: لائسنس دار جو اسٹامپ خزانہ سے بیچنے کے لیے لاتے ہیں تو ان کو ایک روپے پر تین پیسے کمیشن کے طور پر دیئے جاتے ہیں' یعنی ایک روپے کا اسٹامپ سوا پندرہ آنے پر ملتا ہے اور لائسنس داروں کو یہ ہدایت قانوناً ہوتی ہے کہ وہ ایک روپے سے زائد میں اس اسٹامپ کو نہ بیچیں' اب اگر یہ شخص اس اسٹامپ کو ایک روپے یا سترہ آنے میں فروخت کرے تو شرعاً جائز ہوگا یا ناجائز؟

جواب: حقیقت میں یہ بیع نہیں بلکہ معاملات طے کرنے کے لیے جو عملہ درکار ہے اس عملہ کے مصارف اہل معاملات سے بدیں صورت لیے جاتے ہیں کہ انہی کے نفع کے لیے اس عملہ کی ضرورت پڑتی ہے اس لیے اس کے مصارف کا ذمہ دار انہیں کو بنانا چاہیے اور لائسنس دار بھی مصارف پیشگی داخل کر کے اہل معاملہ سے وصول کرنے کی اجازت حاصل کر لیتا ہے اور اس جلدی ادا کر دینے کے صلے میں اس کو کمیشن ملتا ہے' پس یہ شخص عدالت کا وکیل ہے' مبیع کا ثمن لینے والا نہیں' اس لیے مؤکل کے خلاف کر کے زائد وصول کرنا حرام ہوگا۔(امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۱۳)

آب زمزم کی تجارت کا حکم

سوال: مکہ معظمہ سے آب زمزم تجارت کے واسطے لا سکتے ہیں یا نہیں؟ وہاں سے بھر بھر لائیں یہاں اس کی تجارت کریں اور مقصود یہ ہے کہ نفع بھی ہو اور ثواب بھی ملے' تو یہ صورت اس تبرک پانی کی تجارت کی جائز ہے یا نہیں؟ جائز ہونے کی صورت میں ہندو کافر کے ہاتھ بھی بیچ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: بظاہر اس تجارت سے کوئی امر مانع جواز نہیں' متقوم بھی ہے' محفوظ کر لینے سے ملک میں بھی داخل ہو جاتا ہے اور بلانکیر زمزم یہاں بیچنے کا تعامل بھی ہے' جس میں دونوں جز مبیع ہوتے ہیں اور متبرک ہونا بھی مانع نہیں ہو سکتا' قرآن مجید سب سے زیادہ متبرک ہے اور اس کی بیع و شراء سب جائز ہے اور مشتری کا کافر ہونا بھی بظاہر مانع صحت نہیں' ہاں اس احتمال پر کہ یہ بیع احترام میں خلل پیدا کرے گی' خلاف اولیٰ یا مکروہ کہا جا سکتا ہے۔(امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۱۵)

حکم بیع ٹکلی جس کے جلانے سے سانپ کی تصویر بن جاتی ہے

سوال: انگریزی دوا ہے ایک ٹکلی تیار کی جاتی ہے اس کو جب ماچس سے جلایا جاتا ہے تو جل جل کر مثل زرد سانپ کے نکلنا شروع ہوتا ہے اور دیکھنے میں وہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بل سے سانپ نکلتا آ رہا ہے حالانکہ وہ جلی ہوئی راکھ ہوتی ہے ایسی ٹکلیاں فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: کیا یہ ٹکلی بجز سانپ کے اور کسی کام میں آ سکتی ہے اگر ایسا ہے تو اس کا فروخت کرنا جائز ہے آگے تصویر بنانے کے کام میں لانا فاعل مختار کا فعل ہے سبب کی طرف اس کی نسبت نہ ہوگی اگرچہ خلاف تقویٰ اس صورت میں بھی ہے اور اگر صرف اس کام میں آتی ہے تو اعانت علی المعصیت کی وجہ سے فروخت کرنا حرام ہے اور وہ معصیت سانپ کی تصویر بنانا ہے اور تصویر کا سامان (تیار) کرنا بحکم تصویر ہی ہے۔ جیسا کہ فوٹو سے تصویر بنانے کا حکم ہے کہ تصویر خود اتر آتی ہے مگر سامان مہیا کرتا ہے فوٹو گرافر۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۱۶)

بلا طلب کوئی چیز بھیجنے سے بیع کا حکم

سوال: عرصہ ایک سال کا ہوا ایک ہندو نے میرے پاس ایک رسالہ بھیجا جس میں وید کی قدامت لکھی تھی اور کچھ نسخہ جات بھی تھے میں نے اس کو رکھ لیا اور رسالہ ماہوار آتا رہا اور میں نے انکار نہیں کیا سال گزرنے پر ایک پرچہ ویلیو دو روپے کا آیا میں نے اس کو واپس کر دیا اور لکھ دیا کہ چونکہ آپ بلا طلب پرچے بھیجتے تھے اس لیے میں انکار کرتا ہوں انہوں نے بطور ہدایت یہ بھی لکھا تھا کہ جو پہلے پرچے کے بھیجنے پر انکار نہ کریں گے ان کے نام پرچہ جاری رہے گا تو اب یہ پوچھتا ہوں کہ قیمت میرے ذمہ شرعاً واجب ہے یا نہیں؟

جواب: آپ کو انکار کر دینا چاہیے تھا خواہ خط بھیج کر خواہ پرچہ واپس کر کے اب قیمت تو واجب نہیں ہوئی لیکن سب پرچوں کا واپس کر دینا واجب ہے وہ آپ کی ملک نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۳۱)

ضمانت کی ایک صورت کا حکم

سوال: سرکاری ملازمتوں خصوصاً محکمہ ڈاک میں جو شخص ملازمت کا امیدوار ہوتا ہے اس کو نقد یا جائیداد کی ضمانت داخل کرنا پڑتی ہے اور جو لوگ بوجہ ناداری کے اس پر قادر نہیں ہوتے ان کی ضمانت ایک کمپنی کرتی ہے جو ضمانت نامہ اس کی درخواست پر سرکاری محکمہ میں داخل کر دیتی ہے اور اپنے مقررہ نرخ پر اس رقم ضمانت کا سود اس ملازم سے لیتی رہتی ہے۔ پس اگر ملازم پر کچھ تاوان

پڑتا ہے تو باضابطہ وہ رقم اسے ضامن یعنی بینک کو دینی پڑتی ہے ورنہ جب تک سلسلہ ملازمت اور یہ ضمانت قائم رہے ماہوار رقم سود یا تنخواہ سے کٹ جاتی ہے یا اس کو بھیجنی پڑتی ہے۔ پس یہ ضمانت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور حاجت مند طالب ملازمت کو ناداری کے عذر بلا ملازمت گزارہ نہ ہو سکنے کی معذوری پر شرعاً کچھ گنجائش ادائے سود کی متعلق نکل سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: قاعدہ سے تو یہ معاملہ خلاف شرع ہے کیونکہ مقتضی ضمان کا صرف اس قدر ہے کہ جس قدر روپیہ کمپنی کو دینا پڑا ہے اتنا اس شخص سے وصول کرلے زائد لینا ظاہر ہے کہ ناجائز ہے لیکن مضطر کو یہ زائد دینا امید ہے کہ قابل عفو ہوگا لیکن ہمیشہ استغفار کرتا رہے اور جب دوسری سبیل پیدا ہو ترک کردے۔ (امداد الفتاویٰ ج۳ ص ۱۷۸)

ڈپو ہولڈر قیمت مقررہ کا پابند ہے

سوال: ڈپو ہولڈر کو مقررہ قیمت کی پابندی ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: ڈپو ہولڈر کا حکومت سے عہد ہوتا ہے کہ وہ مقررہ قیمت پر فروخت کرے گا' اس لیے حکومت اسے رعایت دیتی ہے' لہٰذا اس عہد کی خلاف ورزی جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج۶ ص ۵۴۹)

دودھ کی قیمت جانچ کر متعین کرنا

سوال: لوگ دودھ خریدتے ہیں اور دام اس طرح طے کرتے ہیں کہ دودھ کا جائزہ لینے کی شیشی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دودھ خراب ہے یا اچھا' اگر تغیر نہیں ہوا تو سترہ روپے بیس کلو کے ہوتے ہیں' اگر اڑھائی نمبر نکلا تو سولہ روپے اور دو نمبر نکلا تو پندرہ روپے اور اس کو روزانہ نہیں ناپتے بلکہ مہینہ میں دو تین مرتبہ ناپ لیتے ہیں' تو یہ صورت جائز ہے کہ نہیں؟

بعض دودھ ایسے ہوتے ہیں کہ ناپو یا نہ ناپو ایک ہی سیر کے نکلتے ہیں' تو اس صورت کا کیا حکم ہے؟

اور اس کے علاوہ اکثر دودھ ایسے ہیں کہ کبھی اچھے ہوتے ہیں کبھی پانی ملے ہوئے ہوتے ہیں' دو تین مرتبہ ناپ کر پورے مہینہ کا اس طرح شمار کر کے پیسے متعین کیے جاتے ہیں اس طرح خریداری جائز ہے نہیں؟

جواب: عقد بیع کرتے وقت قیمت کا معلوم ہونا ضروری ہے' قیمت مجہول ہونے سے بیع صحیح نہیں ہوتی' صورت مسئولہ میں وقت عقد قیمت معلوم و متعین نہیں بلکہ متردد ہے اس لیے یہ بیع صحیح نہیں' خریدتے وقت روزانہ ہی ناپ لیا جائے اور اسی وقت قیمت تجویز ہو جائے یا پھر ایک دفعہ ناپ کر کہہ دیا جائے کہ مہینہ بھر تک اسی قیمت سے لیں گے تب درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱۳ ص ۳۴۳)

فضولی کی بیع کا حکم

سوال: بکر کا کتب خانہ ہے اور خالد جو کہ بکر کے نزدیک معتبر‘ قریب البلوغ ہے‘ اس کو بٹھا کر کسی کام کو گیا‘ زید کتب خانے میں آیا‘ بکر کی عدم موجودگی میں خالد نے کچھ کتابیں انتہائی کم قیمت میں دے دیں اور یہ کہا کہ میری کتابیں ہیں‘ زید قیمت خالد کو دے کر چلا آیا‘ اب بکر تو موجود ہے مگر خالد نہیں‘ آیا وہ کتاب زید کو خریدنا درست نہیں جبکہ صاف صریح دلالت اس بات پر ہے کہ یہ کتابیں بکر کی ہیں اور وہ جھوٹ بول کر اپنا کام نکال رہا ہے‘ اب زید کیا کرے‘ آیا بکر کو وہ کتابیں دکھا کر قیمت طے کرائے؟ یا صدقہ کر دے؟ یا مالک کی حیثیت سے اپنے پاس رکھے؟

جواب: بکر نے خالد کو اگر اپنی کتابوں کے فروخت کرنے کا وکیل نہیں بنایا تو یہ بیع بیع فضولی ہوئی جو بکر کی اجازت پر موقوف ہے‘ براہ راست بکر سے معاملہ کرے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ص ۲۷۹)

نقد کے بدلہ غلہ اُدھار لینے کا حکم

سوال: ایک کاشتکار کے ذمہ کسی کا روپیہ چاہتا تھا‘ اس کاشت کار نے یہ کہا کہ میں روپے کے بدلے فصل میں اس نرخ سے غلہ دیدوں گا جس کی مقدار دس من پختہ ہوئی‘ جب فصل آئی تو اس سے نومن غلہ دیا‘ باقی کو کہہ دیا کہ فصل آئندہ میں دوں گا‘ تو یہ درست ہے یا نہیں؟ اور بعوض اس غلہ کے دوسرا غلہ دے دے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بیع الکالی حدیث وفقہ میں منہی عنہ ہے اس لیے وہ عقد اول ہی جائز نہیں ہوئی کہ میں بعوض روپے کے فصل میں اس نرخ سے غلہ دے دوں گا‘ بلکہ اس مبادلہ کے جواز کی صورت صرف ایک ہو سکتی ہے کہ جتنے روپے کے عوض میں جس قدر غلہ ٹھہرا ہے وہ اسی مجلس میں تسلیم کر دیا جائے ورنہ ناجائز ہے‘ جب عقد اول ہی صحیح نہیں تو عقد ثانی اسی پر مبنی ہے وہ کیسے جائز ہوگا؟ (امداد الفتاویٰ ج ۳ص ۳۰۶)

وقف کے مصارف اور اس کی بیع کرنا

سوال: ایصال ثواب کے لیے لیچی کا باغ وقف ہے اور وصیت ہے کہ ہر سال میلاد شریف‘ کھانا‘ مسکین و مسجد وغیرہ لیچی کی آمدنی سے کیا جائے مگر چند مجبوری مثلاً لیچی چوری ہونا‘ اس کی وجہ سے متولی نے باغ کو بیچ دیا‘ ایسی صورت میں اس پیسہ کو اس مذکورہ کار خیر میں خرچ کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: وقف کی بیع ناجائز ہے‘ اس بیع کو فسخ کر کے روپیہ دے کر باغ واپس لیا جائے‘ اگر باغ فروخت نہیں کیا بلکہ پھل فروخت کیا ہے تو حسب قواعد شرعیہ پھل کی بیع درست ہے‘ اس کی قیمت کو مسکینوں

کی امداد مسجد کی مرمت اور بقرعید پر قربانی پر خرچ کیا جائے میلاد مروجہ کی جگہ دینی مواعظ کا انتظام کیا جائے جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات وارشادات کو بیان کیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ص ۳۰۲)

بیع میں قیمت کم دینا

سوال: مؤ میں اکثر گھور کھپوری پیسہ چلتا ہے کبھی تو ایک روپے کا بیس گنڈہ ملتا ہے تو ایک آنے کے پانچ پیسے ہوئے اور کبھی اکیس گنڈے تو ایک آنے کے پونے چھ پیسے ہوئے اور مئو کے تاجروں کا قاعدہ ہے کہ ہر صورت میں ایک آنے کے پانچ پیسے دیں گے اور کوڑی ہرگز نہ دیں گے البتہ اگر تین دو کڑے سے زیادہ ہو جائے تو ایک پیسہ مسلم دیں گے اور اگر اس سے کم ہو تو کچھ نہ دیں گے اور یہ بات تاجروں کی پنچایت میں طے ہو چکی ہے ساتھ ہی اس کے اکثر بیچنے والوں کو کوری نکل جانے کی وجہ سے افسوس ہوتا ہے بعض تو کچھ کہہ بھی دیتے ہیں تو آیا اس کوڑی لینے سے معاوضہ قیامت کا باقی رہے گا یا نہیں؟ اور یہ غیر کے حق کو روکنا ہے یا نہیں اور المعروف کالمشروط کے قاعدہ سے یہ بیع کیسی ہے؟

جواب: اگر یہ عرف مشہور عام ہے تو المعروف کالمشروط کے قاعدہ سے یہ بیع اس طریق کے ساتھ جائز ہے اور کچھ مواخذہ نہیں اور اگر مشہور عام نہیں تو بیع سے پہلے اس کا ظاہر کرنا واجب ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ص ۱۳۷)

مکئی کی بیع گیہوں سے اُدھار کرنا

سوال: کسی نے مکئی یا شکر قندی اس نیت سے کسی کو دی کہ فصل پر گیہوں لے لوں گا یہ کیسا ہے؟

جواب: مکئی یا شکر قندی فروخت کرنا اس شرط پر کہ اس کے عوض فصل پر گیہوں لے گا یعنی گیہوں کو قیمت قرار دینا اور اسی کو فصل پر وصول کرنا درست نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ص ۳۱۲)

آلو اور شکرقند کا گیہوں سے اُدھار بدلہ کرنا

سوال: آلو یا شکر قند دے کر اس کے عوض میں ایک مدت معینہ کے بعد غلہ لینا کس طور پر جائز ہے؟ مثلاً ایک روپے من کے حساب سے آلو فروخت کرتے ہیں تو اب ایک من آلو دے کر ایک روپیہ کا غلہ مدت معینہ کے بعد اس نرخ پر کہ جس نرخ سے اس وقت بازار میں غلہ فروخت ہوتا ہو لینا چاہیے یا حال میں جو نرخ غلہ کا ہے اسی حساب سے لینا چاہیے؟

جواب: گیہوں اور جو طرفین کے نزدیک بوجہ نص کے ہمیشہ کے لیے کیلی ہیں اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بوجہ ہمارے عرف وزنی اور دوسرے غلے بالاتفاق تبعاً للعرف وزنی ہیں اور آلو

اور شکر قند موزون ہیں' پس آلو و شکر قند کے عوض اگر گیہوں یا جو نسیئۃً فروخت کیے جائیں تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر وزن غلہ کا معین ہو جائے کہ بیس سیر مثلاً لیں گے خواہ نرخ حال و آئندہ کا اس سے کم ہو یا زیادہ ہو تو جائز ہے اور اگر اسی عنوان سے فروخت کیا کہ جو نرخ ہوگا مثلاً یہ ناجائز ہے اور اگر گیہوں اور جو کے علاوہ اور غلات ٹھہرائے جائیں تو متحد القدر اشیاء ادھار لازم آنے کی وجہ سے ناجائز ہے جیسا اوپر مذکور ہوا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۶۲)

دلالی میں فریب بازی کرنا

سوال: خالد دلالی کرتا ہے' دلالی دو قسم کی ہوتی:

بکری والے سے یہ طے کرے کہ میں تیری بکری فروخت کرادوں گا' اور ہر بکری پر پچاس روپے مجھے چاہئیں' اس پر اتفاق ہو جائے اور جتنی بکری بکوائے ہر ایک کے بدلے پچاس روپے بکری والے سے وصول کرے؟

دوسری قسم جو آج کل عام ہے' بکری والا بازار میں کھڑا ہے' ایک طرف دو آدمی اس کو خریدنا چاہتے ہیں' وہ قریب میں کھڑا ہے' پہلے وہ بکری کی قیمت بھی معلوم کر چکے ہیں' بکری کی اصل قیمت چار سو روپے سے زائد نہیں' دو آدمی آتے ہیں' بکری والا ان سے پانچ سو ہی مانگتا ہے' وہ دو آدمی دو تین چکروں میں اس کی قیمت چار سو تک پہنچا دیتے ہیں اور حقیقت میں وہ خریدار نہیں ہیں' اب جو دو آدمی بکری خریدنا چاہتے ہیں یہ دیکھ کر اس بکری کو خرید لیتے ہیں اور انہوں نے بکری والے سے قیمت بڑھانے پر جو طے کیا تھا وہ لے لیتے ہیں' کیا یہ اجرت اور کمیشن جائز ہے؟

جواب: یہ روپیہ اس شخص کے لیے درست ہے اس کی محنت اور کوشش کا عوض ہے۔ پہلی قسم جائز ہے' دوسری قسم دھوکہ ہے اور فریب کا معاوضہ ناجائز ہے۔ حدیث پاک میں ایسے فریب کی ممانعت وارد ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۱۰۔۳۰۹)

کسی جائیداد پر ناجائز قبضہ باقی رکھنا

سوال: اگر کسی جائیداد پر یا مکان مقبوضہ خود کی بابت یہ علم ہو جائے کہ اس کی قیمت یا معاوضہ اصل مالک کو ادا نہیں ہوا اور صرف قانونی قبضہ ایک عرصہ دراز سے چل رہا ہے' لہٰذا ایسا قبضہ بدستور باقی رکھنا جائز ہے؟ مالکان کو قیمت ادا کرنے کے بعد قبضہ کرنا جائز ہوگا؟

جواب: ایسا قبضہ ناجائز ہے یا مالکان کو قیمت ادا کرے یا ہبہ کرالے' اگر وہ بیع یا ہبہ پر رضا

مند نہ ہوں بلکہ اپنا مکان وغیرہ خالی کرانا چاہیں تو اپنا قبضہ اٹھانا اور مکان کو خالی کرنا واجب ہے بلکہ پہلے اپنا قبضہ اٹھا کر مالک کے قبضہ میں دیدیا جائے اس کے بعد بیع یا ہبہ کی گفتگو کی جائے تا کہ ان پر کسی قسم کا دباؤ نہ رہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۲۸۲)

قبضہ کرنے سے پہلے بیع کرنا

سوال: زید نے عمر کو بارہ آنے کے حساب سے مختلف قسم کے صندوق بنانے کے لیے قیمت دی اور بتایا کہ بیس دن میں بنا دینا' اب عمر صندوق بنا رہا ہے' بیس روز پورے نہیں ہوئے' زید نے عمر سے کہا کہ تم صندوق چودہ آنے کے حساب سے بیچ کر مجھ کو قیمت دینا' عمر نے رکھ لیا کہ میں ایک روپیہ کے حساب سے بیچ کر دو آنہ نفع حاصل کروں گا' یہ معاملہ جائز ہے؟

جواب: ناجائز ہے' زید کو پہلے چاہیے کہ اپنے صندوق پر پہلے قبضہ کرے' اس کے بعد اگر چاہے تو عمر کے حوالے کر دے کہ میں نے یہ صندوق ۱۴ آنے میں تیرے ہاتھ فروخت کر دیا اور عمر اس کو خریدنے پر جس قیمت پر چاہے فروخت کرے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۲۹۰)

بیع میں یہ شرط لگائی کہ ثمن نہیں دے گا تو بیع نہیں ہوگی

سوال: بوقت بیع بائع نے یہ شرط لگائی کہ مدت متعین تک ثمن ادا نہ کیا تو بیع فسخ ہوگی' اس کا کیا حکم ہے؟ آیا اس شرط سے بیع فاسد ہوگی یا نہیں؟ اگر مشتری نے مدت متعین تک ثمن ادا نہ کیا تو بائع کو فسخ بیع کا حق ہے یا نہیں؟

جواب: تین دن یا اس سے کم کی شرط جائز ہے' تین دن سے زائد کی شرط لگانے میں اختلاف ہے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں فسد عقد ہے' امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک تین دن سے زائد کی شرط بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ مدت متعین ہو' اگر مدت متعین تک مشتری نے ثمن ادا نہ کیا تو بیع فسخ ہو جائے گی' امام ابو یوسفؒ کے قول میں اضطراب ہے۔ (یعنی ایک قول امام صاحبؒ کے موافق ہے اور ایک قول امام محمدؒ کے موافق ہے)

آج کل فقدان دیانت کی وجہ سے قول امام محمدؒ کے مطابق عمل کرنے کی گنجائش ہے' بالخصوص جبکہ امام ابو یوسف کا ایک قول بھی اس کا موید ہے لہٰذا مشتری نے مدت متعین تک ثمن ادا نہ کیا تو بیع فسخ ہو جائے گی بلکہ بدون شرط بھی جب مشتری سے ثمن وصول کرنا متعذر ہو جائے تو بائع کو فسخ بیع کا حق ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۵۳۲)

بیمہ کی رقم وارث کس طرح استعمال کریں

سوال: مرنے سے چند سال قبل ایک آدمی نے چند ہزار کا اپنی زندگی کا بیمہ کیا تھا' چار برس میں چار ہزار روپے قسط بہ قسط ادا کردیئے ہیں' اب کمیٹی مرحوم کے ورثاء کو بیس ہزار روپے دے رہی ہے رقم لے سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: زندگی کا بیمہ کرانا جائز نہیں ہے لیکن جب مرحوم نے بیمہ کرالیا ہے تو بیمہ کمپنی جو رقم دے رہی ہے لے لی جائے' اس رقم میں سے چار ہزار روپے جو مرحوم نے ادا کیے مرحوم کے ترکہ میں شامل ہو کر ورثاء کو ملیں گے اور جو رقم زائد ہے وہ واجب التصدق ہے' غریب محتاجوں کو یا کسی رفاہ عام کے کاموں میں دیدی جائے' زائد رقم ایک قسم کا سود ہے اس کو مرحوم کے ترکہ میں شامل نہیں کرسکتے' اس کو کار خیر میں بلانیت ثواب خرچ کردینا چاہیے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ص ۱۹۰)

بوقت ذبح نکلنے والے خون کی بیع حرام ہے

سوال: حلال جانوروں کا وہ خون جو بوقت ذبح نکلتا ہے اس کی خرید و فروخت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۵۲۲)

غیر طبیب کو دوائیں بیچنے کا حکم

سوال: باقاعدہ حکیم و طبیب بھی نہ ہو اور علاج بھی تشخیص مرض سے کرتا ہو' کتب طب سے ادویہ مرکبہ و کشتہ جات کے نسخے بھی دیکھ کر ان کا تیار کرنا اور ان کے اوصاف و اثرات کا اشتہار دے کر ان کی تجارت کرنا کیسا ہے؟

جواب: نفع مشروط کو غیر مشروط بنانا حرام ہے' اس لیے یہ تجارت ناجائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۱۶)

جہالت ثمن مفسد بیع ہے

سوال: اگر ناشر کتب فروش سے یہ کہے کہ مثلاً ایک سینکڑہ کتابیں خریدو گے تو تینتیس فیصد اور اگر کم از کم ایک درجن خریدو گے تو پچیس فیصد کمیشن ملے گا' پھر کتب فروش کہے کہ آپ ہمیں تھوڑی کتابیں دیتے رہیں اور دام یکمشت بالاقساط لیتے رہیں' جب ایک سینکڑہ کی تعداد خریدی جاچکی تو اس کا کمیشن دے کر لین دین مکمل کرلیں' خریداری کی مدت بھی مقرر کردی جائے' مثلاً تین ماہ یا سال بھر تک' پھر اگر کتب فروش نے مقررہ مدت میں پورا سینکڑہ نہ خریدا تو درجن کے نرخ سے کمیشن کاٹ کر حساب کرلیا جائے اور پورا سینکڑہ خرید لیا تو پورا کمیشن دے دیا جائے' یہ معاملہ شرعاً جائز ہوگا؟

جواب: جہالت ثمن کی وجہ سے ناجائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۵۲۷)

چوری کا مال خریدنا

سوال: چوری کا مال خریدنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: جب چوری کا مال یقیناً معلوم ہے تو اس کا خریدنا ناجائز ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۹۹)

مالک کی اجازت کے بغیر خودرو بانس کی بیع کرنا

سوال: ہمارے یہاں ایک زمیندار کی تقریباً ہزار بیگھہ زمین ہوگی اس میں چائے کی کاشت ہوتی ہے لیکن اس زمین میں بانس وغیرہ کے درخت اگ آتے ہیں جن کو کھیت کے سپاہی اور مزدور مالک کی چوری سے فروخت کر دیتے ہیں تو کیا ان کا خریدنا اور فروخت کرنا درست ہے یا نہیں؟ ابتلائے عام ہے ہماری طرف تو کچھ تخفیف ہوگی یا نہیں؟

جواب: بغیر مالک کی اجازت کے چوری سے خریدنا اور فروخت کرنا درست نہیں وہ گھاس کے حکم میں نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳ ص ۳۴۵)

اندرون زمین آلو وغیرہ کی بیع کرنا

سوال: زمین کے اندر جو چیزیں ہیں جیسے آلو پیاز تو وہ اندازہ سے خریدنا درست ہے یا نہیں؟ اگر دونوں رضامند ہوں تو حکم عدم جواز کا ہے یا نہیں؟

جواب: آلو وغیرہ بغیر اکھاڑے خریدنے میں بسا اوقات دھوکہ ہوتا ہے جس سے خریدار یا مالک کو نقصان ہوتا ہے اور نزاع بھی ہوتا ہے اس لیے اس طرح فروخت نہ کیا جائے نہ خریدا جائے ہاں اگر دھوکہ نہ ہو اور نزاع نہ ہو تو درست ہے مثلاً خرید کر جب ہی سامنے اکھاڑ لیا جائے۔

(فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳ ص ۳۳۶)

قیمت مبیع وصول کرنے کی ایک صورت کا حکم

سوال: زید کی اراضی بکر نے خریدی لیکن بکر نے وقت معینہ پوری رقم ادا نہیں کی لیکن کھیت بکر کے قبضہ میں دے دیا گیا اور بکر پر ابھی چوتھائی رقم باقی ہے تو اب یہ صورت کی گئی کہ اس فروخت شدہ اراضی سے اڑھائی ایکڑ زمین علیحدہ تصور کر کے آٹھ سو روپے لگان سے اسی کو دیدیتے ہیں اب بکر سیزن پر باقی ماندہ رقم کے علاوہ اور آٹھ سو روپے لگان کے دے گا تو یہ آٹھ سو روپے لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ صورت جائز نہیں کیونکہ بیع کل اراضی کی ایک معاملہ سے ہوئی ہے اور سب مبیع

قرار دی گئی ہے' پھر کچھ مخصوص قطعہ کو غیر مبیع اور ملک بائع قرار دے کر تجویز کر کے مشتری کو جو سب زمین کا بذریعہ بیع مالک ہو چکا ہے لگان پر دیا گیا ہے جس کا حاصل یہ نکلا کہ اب مشتری اپنی ہی ملک کا لگان بائع کو دے گا' اب بائع باقی ماندہ چوتھائی قیمت سے زیادہ لینے کا حق دار نہیں ہے' مشتری کو لازم ہے کہ وہ باقی ماندہ قیمت جلد از جلد ادا کر دے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳ ص ۲۳۴)

پنشن بیچنا جائز نہیں

سوال: میں ایک ریٹائرڈ آفیسر ہوں' حکومت مجھے ایک سو بیالیس روپے ماہوار پنشن دیتی ہے' حکومت نے ایک سہولت دے رکھی ہے کہ اگر ریٹائرڈ ملازم اپنی پنشن حکومت کے ہاتھ بیچنا چاہے تو اس کو نصف پنشن یکمشت دیدی جاتی ہے' عرض ہے کہ شریعت کی رو سے یہ بیع جائز ہے یا نہیں؟

جواب: پنشن ایک قسم کا انعام ہے' جب تک ملازم کا اس پر قبضہ نہ ہو وہ اس کا مالک نہیں بنتا' اس لیے اس کی بیع جائز نہیں' البتہ حکومت سے اس کی بیع کرنا حقیقت میں بیع نہیں' صرف نام اور صورت بیع کی ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ حکومت نے جو بڑا انعام قسط وار دینے کا وعدہ کیا تھا اب اس کو کم مقدار میں یکمشت دے رہی ہے' اس لیے حکومت سے یہ معاملہ جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۵۲۱)

بونس واؤچر کی بیع جائز نہیں

سوال: مال برآمد کنندہ حکومت کے پاس برآمد کا ثبوت پیش کرتا ہے جس پر حکومت اسے بونس کے نام سے (منافع) کچھ دیتی ہے مگر انعام کی رقم نقد نہیں دی جاتی بلکہ اس کی رسید دی جاتی ہے جسے بونس واؤچر کہا جاتا ہے' برآمد کنندہ اسے بازار میں زیادہ قیمت پر فروخت کرتا ہے' مثلاً ایک سو روپے کا بونس واؤچر پر تقریباً دو سو روپے میں چونکہ حکومت نے بعض اشیاء کی درآمد کی اجازت بونس واؤچر کی خرید پر موقوف کر دی ہے اس لیے بازار میں بونس واؤچر کی قیمت زیادہ ہے' کیا اس طرح بونس واؤچر کی خرید و فروخت جائز ہے؟

جواب: برآمد کنندہ قبل القبض اس رقم کا مالک نہیں اس لیے اسکی خرید و فروخت جائز نہیں' نیز بونس واؤچر کی اصل رقم سے زیادہ قیمت وصول کرنا سود ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۵۲۰)

گھی کا ایک معاملہ

سوال: ایک شخص نے تجارت کے لیے پاس روپے اس طرح لیے کہ لینے کے دن سے چار ماہ بعد متعین تاریخ کو ان پچاس روپوں کے عوض دو من گھی ادا کر دے گا' اگر گھی نہ ہو سکا تو جتنی رقم

بدن مروجہ کے مطابق ہوگی اس کو تاریخ متعین پر ادا کر دے گا۔

بدن مروجہ کی صورت بنیوں کے یہاں یہ ہوتی ہے کہ جب کوئی بدن پر روپیہ لینے والا شخص جنس مقرر کو وقت مقرر پر ادا نہیں کرتا تو جو ایام جنس معین ادا کرنے کے مقرر ہوتے ہیں ان سے جو دن ایسا ہو کہ وہ جنس سب سے گراں فروخت ہو تو اس نرخ کے حساب سے دام کاٹتے ہیں' مثلاً مقررہ مدت چار ماہ ہے اور جنس مقررہ ادا نہیں ہو سکی اور جنس کے دام ادا کرتے ہیں تو ان چار ماہ میں اگر گھی آدھ سیر کا کسی روز فروخت ہو گیا تو دو من کے دام ایک سو ساٹھ روپے لیں گے' اگر یہ رقم تاریخ مقررہ پر ادا نہ کی تو ایک سو ساٹھ روپوں پر سود چالو ہو جائے گا' مالک جب چاہے تین سال کے اندر اندر بذریعہ ڈگری اپنی رقم مع سود وصول کر سکتا ہے' اور اگر ایسا ہو جائے کہ گھی سیر کا فروخت ہوتا تھا اور اس وقت ڈیڑھ سیر کے نرخ پر بدنی ہوئی تھی اور بدنی ہوتے ہی مثلاً دو سیر کا ہو گیا تو بنیا دو من گھی کے دام سیر کے نرخ سے کاٹتے ہیں' دو سیر کے نرخ سے دو من گھی کے چالیس روپے نہ کاٹیں گے' اب سوال یہ ہے کہ اگر یہ روپیہ لینے والا شخص کسی سے بدنی مذکورہ پچاس روپے لیتا تو مشکل سے روپیہ ملتے اور ان پر روپیہ لیتے ہی سود چالو ہو جاتا' تو اس سے بہتر تو یہی ہے کہ بایں طور روپیہ لے لے اور اس بدنی کی صورت میں چونکہ مقروض کو یہ یقین ہے کہ بہرحال اس دو من گھی کو وقت پر ادا کر دوں گا تو اس صورت میں تاہم ایک بگڑی صورت بیع سلم کی جب بھی ہے اس یقین مذکور کی بناء پر ایک ایسا معاملہ کر لیا جائے تو شرعاً درست ہے یا نہیں؟

نیز دوسری صورت یہ ہے کہ پاس روپے لیتا تو ہے بدنی پر لیکن لینے والے کی نیت روپیہ لیتے ہی یہ ہوتی ہے کہ وقت پر وہ دام ادا کر دوں گا جو دو من گھی کے مالک دام کاٹے گا تو اس صورت کا حکم بھی بیان فرمائیں؟

جواب: یہ معاملہ شرعاً ناجائز ہے اس روپیہ کے عوض اس نرخ سے فلاں تاریخ کو گھی دیدوں گا' تو درست ہے لیکن گھی نہ دینے کی صورت میں بدنی مروجہ کے طور پر رقم ادا کرنے کی شرط قرار دینا مفسد ہے اور بیع ان عقود میں سے ہے جو شرط فاسد ہو جاتی ہے' گھی ادا نہ کر سکنے کی صورت اصلی رقم کی واپسی بلا کمی بیشی لازم ہے' کمی بیشی ناجائز ہے اور اس پر سود بالکل ہی حرام ہے۔

محض مالی حیثیت کے اعتبار پر کسی عقد میں شرط فاسد کا لگانا درست نہیں ہے۔ اس صورت میں اصل رأس المال دینا تو درست ہے اور زیادہ دینا ناجائز ہے' البتہ اس میں ایک دھوکہ ہے وہ یہ کہ دوسرا اس خیال میں ہے کہ مجھے وقت متعین پر گھی ملے گا اور یہ شروع ہی سے رأس المال ادا

کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اس لیے یہ نیت بھی ممنوع ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۲۷۴)

بیع میں یہ طے ہونا کہ کوئی جز و مسجد و مندر میں دیا جائے گا

سوال: ایک جگہ یہ رواج ہے کہ ہندو مسلمان گاڑی بان جب اپنا مال یعنی قند سیاہ باہر سے لاکر وہاں کے تجارت پیشہ ہندو مسلمان کے ہاتھ بیچتے ہیں تو کل قیمت اپنی لے کر اس میں سے ایک آنہ بغرض مصارف مدرس و امام مسجد و پجاری شوالہ بخوشی دیتے ہیں جس کو امام مسجد و پجاری لے کر اپنے تصرف میں لاتے ہیں' خواہ وہ خریدار ہندو ہو یا مسلمان ہو اس رقم کو اپنے پاس امانتاً رکھتا ہے اور کل رقم وصول شدہ بوقت طلب پجاری و امام کو دیتا ہے اور اس میں ہندو مسلمان کسی کو کوئی عذر نہیں' اب بعض مسلمانوں کو یہ تردد ہے کہ اس طرح کی رقم امانت کا اپنے پاس رکھنا اور ان کے پجاری یا مدرس و امام کو دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسی مشارکت دینی کاموں میں روا ہے یا نہیں؟

جواب: درست نہیں' سب مل کر انتظام کو اس طرح بدل دیں کہ ہندو صرف ہندوؤں سے لیا کریں اور مساجد میں خرچ نہ کریں اور جب تک ایسا انتظام مقرر نہ ہو تو مسلمان ایسا کریں کہ اگر ہندوؤں سے ان کو لینے کا موقع آئے تو نہ لیں کہ اختیاری بات ہے اور جب نہیں لیں گے تو ان سے کوئی پجاری بھی نہیں مانگ سکتا اور مانگے تو یہ جواب دے سکتا ہے کہ ہم نے خود ہی ہندوؤں سے نہیں لیا ہے تو ہم تم کو کیسے دیں اور اگر ہندوؤں کو وہ موقع دینے کا پڑے اور وہ مجبور کر کے لینا چاہیں تو یوں کرے کہ دام پورے وصول کر کے ایک آنہ واپس نہ دے بلکہ اس کو یوں کہے کہ مجھ کو ایک آنہ قیمت مجوزہ میں کم دے دو اور نیت یہ رکھے کہ میں ایک آنہ اس کو معاف کرتا ہوں اور مسلمان سے لینا بھی جب درست ہے کہ وہ خوشی سے دے اور جو شخص کہ محض اس رسم کی پابندی سے دیتا ہو اس سے لینا جائز نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۲۹)

نقلی زعفران بنا کر بیچنا

سوال: زید زعفران بناتا ہے' رنگ' مزہ اور طبی فوائد کے لحاظ سے اس میں بھی وہی خاصیت پیدا ہو جاتی ہے' زبان پر گھلنے اور رنگ دینے کی وہی کیفیت پیدا ہوتی ہے جو اصل زعفران کی کیفیت ہے مگر فروختگی کے وقت زید اس کی تصریح نہیں کرتا کہ یہ بنا ہوا ہے' بلکہ یہ کہتا ہے کہ یہ اعلیٰ قسم کا بہترین زعفران ہے' دکاندار اس کو اعلیٰ ہی قسم کے دام پر خریدتے ہیں' پوچھنا یہ ہے کہ جب زید اصل و نقل کی تصریح نہ کرے اور وہ شئی اصلی سے نہ صرف یہ کہ کم نہیں بلکہ اصلی سے بھی بعض لحاظ سے بہتر

ہے تو کیا اس کی خرید وفروخت جائز ہے؟ نیز اگر اس کو نقل کر کے ہی بیچا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ نیز اگر مخلوط ہو تو جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسی صورت میں اصلی کا زائد ہونا کیا ضروری ہے جیسا کہ فضہ کے ساتھ غیر فضہ مخلوط ہو اور فضہ غالب ہو تو فقہاء اس کو فضہ ہی کے حکم میں شمار کرتے ہیں؟

جواب: زعفران بنانا فی حدذاتہ جائز ہے اور اس کو فروخت کرنا بھی جائز ہے' لیکن یہ تصریح کر دینی لازم ہے کہ یہ زعفران مصنوعی ہے یا نقلی' بغیر تصریح کے فروخت کرنا گناہ اور دھوکہ ہے اور جب کہ زعفران بھی ملا ہوا ہو تو اس صورت میں بھی غیر خالص کی تصریح کرنی ضروری ہے مگر اس صورت میں کہ غیر زعفران کی آمیزش اس درجہ کم ہو کہ عرفاً اس کو غیر معتبر قرار دیا جاتا ہو اور اتنی آمیزش سے اصلی زعفران غالب حالت میں خالی نہ ہوتا ہو۔

غَالِبُ الْفِضَّةِ فِضَّۃٌ کا قاعدہ صحیح ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر مشتری خالص چاندی مانگے تو ایسی جس میں فی تولہ آٹھ ماشے چاندی اور چار ماشے کھوٹ ہو اسے دیدے اور یہ سمجھے کہ میں نے کوئی دھوکہ نہیں دیا اور غش نہیں کیا' بیع میں بائع کا فرض ہے کہ مبیع کی اصلی حالت اور معائب سے مشتری کو مطلع کر دے جبکہ عارضی اوصاف جو مبیع میں عیب پیدا کرتے ہیں' ظاہر کرنا ضروری ہے تو ایسی صورت کہ تولہ بھر زعفران میں جو مبیع ہے چار ماشے زعفران ہی محدود ہے اس کی جگہ کوئی دوسری چیز ملی ہوئی ہے' بغیر بیان کیسے جائز ہو سکتی ہے اور من غش فلیس منا کے دائرے سے کیسے یہ صورت مستثنیٰ ہو سکتی ہے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۲۱)

بوڑی کی بیع وشراء کا حکم

سوال: بوڑی کی بیع وشراء جائز ہے یا نہیں؟ بوڑی کی اصل یہ ہے کہ ایک درخت جس سے افیون نکلتی ہے اس میں پھول آتا ہے اس کو بوڑی بولتے ہیں اس کے پینے سے معمولی نشہ آتا ہے' چائے کی طرح اس کو پیا جاتا ہے؟

جواب: اگر بوڑی نشہ ہی کے لیے استعمال ہو دوسرا کوئی فائدہ اس سے نہ ہو تو اس کی بیع مکروہ ہے' اگرچہ نشہ اس سے تھوڑا ہی ہوتا ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳ ص ۳۵۸)

پیشگی قیمت دیکر مبیع تھوڑا تھوڑا وصول کرنا

سوال: ہماری طرف جن کی گائے بھینس دودھ دیتی ہے وہ دودھ باندھ دیتے ہیں اور ماہ بماہ قیمت کا حساب کر لیتے ہیں' بعض غریب وضرورت مند کچھ رقم پیشگی لے لیتے ہیں اور دودھ میں

حساب وضع ہوتا رہتا ہے' کیا یہ جائز ہے؟

جواب: دودھ دے کر ماہ بماہ قیمت لیتے رہنا تو درست ہے مگر پیشگی روپیہ دے کر دودھ لینے دینے میں کراہت ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ص ۲۹۷)

اُدھار بیچنے پر زیادہ رقم لینے اور سود لینے میں فرق

سوال: آپ نے ایک سائل کے جواب میں لکھا تھا کہ ایک چیز نقد ۱۰ روپے کی اور اُدھار ۱۵ روپے کی بیچنا جائز ہے' یہ کیسے جائز ہو گیا؟ یہ تو سراسر سود ہے' سود میں بھی تو اسی طرح ہوتا ہے کہ آپ کسی سے ۱۰ روپے لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک مہینے کے بعد ۱۵ روپے دوں گا' اس طرح تو یہ بھی سود ہوا کہ ایک چیز کو نقد ۱۰ روپے کا' اُدھار ۱۵ روپے کا دیتے ہیں' اگر وقت کی وجہ سے دُکاندار ۵ روپے زیادہ لیتا ہے تو سود خوروں کی بھی یہی دلیل ہے کہ ہم اپنا پیسہ پھنساتے ہیں؟

جواب: کسی کی ضرورت سے ناجائز فائدہ اٹھانا الگ چیز ہے اور سود الگ چیز ہے' روپے کے بدلے روپیہ جب زیادہ لیا جائے گا تو یہ "سود" ہوگا لیکن چیز کے بدلے میں روپیہ زیادہ بھی لیا جاتا ہے اور کم بھی' زیادہ لینے کو "گراں فروشی" کہتے ہیں مگر یہ سود نہیں' اسی طرح اگر نقد اور اُدھار کی قیمت کا فرق ہو تو یہ بھی سود نہیں۔ (بحوالہ آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۷)

اُدھار چیز کی قیمت وقفہ وقفہ پر بڑھانا جائز نہیں

سوال: ہمارے ہاں کپڑا مارکیٹ میں دھاگے کا کام ہوتا ہے' اب ہم اس طرح کرتے ہیں کہ دھاگہ جو کہ پونڈ کے حساب سے فروخت ہوتا ہے' اب فرض کریں کہ دھاگے کی قیمت ۳۵ روپے فی پونڈ ہے' ہمارے یہاں مارکیٹ کا طریقہ یہ ہے کہ اگر دھاگہ نقد لو گے تو ۳۵ روپے فی پونڈ ہوگا اور اگر یہی دھاگہ ایک مہینے کا اُدھار لیں گے تو یہ دھاگہ ۳۶ روپے کا ہوگا اور دو مہینے کا اُدھار لیں گے تو یہ دھاگہ ۳۷ روپے کا ہوگا۔ گویا ایک پونڈ پر ایک مہینے کا ایک روپیہ اُوپر لیتے ہیں' اب اگر کوئی شخص دھاگہ دو مہینے اُدھار پر لیتا ہے اور دو روپے پونڈ کے اُوپر زیادہ دیتا ہے تو اگر اس شخص کے پاس ڈیڑھ مہینے میں روپے آجاتے ہیں اور وہ اسے جس سے اس نے دھاگہ دو مہینے اُدھار پر لیا ہے' یہ کہے کہ "میرے پاس روپے آگئے ہیں' تم اس طرح کہ ڈیڑھ روپے کے حساب سے پونڈ پر روپے لے لو یعنی اگر ۳۵ روپے کا ہے تو ۳۶ روپے ۵۰ پیسے پونڈ کے حساب سے روپے لے لو' تو کیا یہ طریقہ صحیح ہے یا نہیں؟ جبکہ دو روپے پونڈ کا دو مہینے سے سودا طے ہوا تھا اب وہ ۱۵ دن پہلے

روپے دے رہا ہے' ۵۰ پیسے فی پونڈ پر کم کے حساب سے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایک مہینے کا اُدھار لے ایک روپیہ فی پونڈ کے حساب سے' اب ایک مہینہ ہوگیا ہے اور اب اس شخص کے پاس روپے نہیں آئے' اب وہ اگر یہ کہے کہ "تم اس طرح کرو کہ دو مہینے کا اُدھار کرلو اور ایک روپیہ پونڈ پر زیادہ لے لو تو یہ طریقہ سود کے زمرے میں تو نہیں آتا ہے؟ اور یہ طریقہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟ برائے مہربانی دونوں صورتوں کا جواب شریعت کی رو سے دیں؟

جواب: نقد اور اُدھار قیمت کا فرق تو جائز ہے مگر وقت متعین ہونا چاہیے' مثلاً دو مہینے کے بعد ادا کریں گے اور اس کی قیمت یہ ہوگی' فی مہینہ ایک روپیہ زائد کے ساتھ سودا کرنا جائز نہیں۔ (بحوالہ آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۷۲)

اُدھار فروخت کرنے پر زیادہ قیمت وصولنا

سوال: کسی اناج کے بھاؤ بازار کے مطابق آج ۲۰ روپے من ہیں اور دُکاندار دار نقد لینے والے گاہک کو ۲۰ روپے من فروخت کرتا ہے اور وہی دُکاندار اُدھار لینے والے کو ۲۵ روپے من فروخت کرتا ہے' اُدھار لینے والا مجبوری کیوجہ سے ایسا کرنے پر مجبور ہے اور لیتا ہے' اس مسئلے پر اسلامی قانون سے کیا حکم ہے؟ ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس طرح فروخت کرنا تو جائز ہے مگر کسی کی مجبوری سے فائدہ نہیں اُٹھانا چاہیے۔ (آپکے مسائل ج ۶ ص ۷۳)

مکہ مکرمہ کی زمین اور مکانوں کی بیع واجارہ کا حکم

سوال: امام اعظمؒ کے نزدیک مکہ کی یعنی حرم کی اراضی اور مکانات کی خرید وفروخت اور کرائے پر دینا جائز نہیں' چنانچہ تفسیر مظہری میں ہے: "**ومن ھھنا قال ابو حنیفة واحمد فی اصح الرّوایتین عنہ' لا یجوز بیع رباع مکة ولا اجارة دورھا فان ارض الحرم عتیق غیر ملوک لاحد**" (تفسیر مظہری ج ۲ سورہ حج) رباع کے معنی زمین ہیں یا مکانات؟ امام صاحبؒ کے نزدیک صرف زمین کی خرید وفروخت اور اجارہ ناجائز ہے یا مکانات کی خرید و فروخت اور اجارہ بھی؟ طحاوی ص ۱۸۳ ج ۲ میں ہے "**ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال لایحل بیع بیوت مکة ولا اجارتھا**" امام طحاویؒ نے (اور چند احادیث نقل کرنے کے) بعد میں لکھا ہے کہ ان احادیث پر عمل کرنے والے امام ابوحنیفہ ومحمد وثوری رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کی بیع وشراء اور اجارہ کے علاوہ مکانوں کی بیع وشراء اور اجارہ

بھی ان کے نزدیک ناجائز ہے' احادیث میں آتا ہے کہ فاروق اعظمؓ نے صفوان بن امیہؓ سے ایک مکان چار ہزار درہم کے عوض خریدا اور بیہقی ابن زبیرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت سودہؓ کا مکان خریدا اور حکیم ابن حزام کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے دارالندوہ فروخت کیا اور حضرت عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے مکانات خرید کر مسجد کی توسیع کی' اگر امام صاحبؒ کے نزدیک صرف زمین کی بیع وشراء اور اجارہ ناجائز ہے' مکانوں کی جائز ہے تو ان احادیث کا یہ جواب ہوسکتا ہے کہ یہ بیع وشراء مکانوں کی تھی' زمین کی نہ تھی لیکن اگر مکانوں کی بیع وشراء بھی ناجائز ہو تو ان احادیث کا کیا جواب ہے؟ اگر بیع وشراء مکانوں کی ان کے نزدیک جائز ہے تو ان احادیث کا کیا مطلب یہ ہے جن میں مکانات کا کرایہ اور بیع وشراء ناجائز بتائی گئی ہے' امام صاحبؒ کے مستدلات میں سے ایک یہ اثر بھی ہے:

عن مجاهد انه قال مكة مباح' لايحل بيع رباعها ولا اجارة بيوتها.

براہ کرم اس شبہ کا ازالہ فرمایئے؟

جواب: امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مکہ مکرمہ کی اراضی وبیوت کی بیع واجارہ کے جواز کو ترجیح دی ہے' دلائل کراہت کے دو جواب دیئے ہیں:

(۱) روایت جواز سنداً قوی ہیں۔ (۲) وجہ النظر جواز کو مقتضی ہے' امام حصکفی وعلامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہما تعالیٰ کی تحقیق بھی یہی ہے' البتہ انہوں نے صرف ایام موسم میں حج کے لیے اجارہ بیوت کو مکروہ فرمایا ہے اور کراہت اجارہ بیوت کی روایات کو اسی پر محمول فرمایا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۵۱۴)

آلات لہو کی بیع کرنا

سوال: زید ایک دکان کھولتا ہے جس میں اس قسم کا سامان فروخت کرے گا جس سے طبل ومزامیر تیار ہوتے ہیں' مثلاً پیتل کی چادر جس سے باجے بنتے ہیں' اسی قسم کا دیگر سامان جس سے باجے تیار ہوتے ہیں اور ایسے مقام پر کھولنا چاہتا ہے جہاں پر باجے بہت بنتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ایسی جگہ ایسی تجارت کراہت سے خالی نہیں' اگرچہ اس کو بالکل ناجائز بھی نہیں کہا جاسکتا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۱۸۶)

دیہات سے غلہ خرید کر شہر میں گراں فروخت کرنا

سوال: اگر کسی شخص نے شہر کے قریب دیہات سے ارزاں غلہ خرید کر چند دن شہر میں رکھا

اور پھر بازار کے نرخ پر فروخت کر دیا تو اس قسم کی خرید وفروخت اور اس کا نفع جائز ہے یا نہیں؟
جواب: بیع فی نفسہ جائز ہے کیونکہ رکن اور شرائط موجود ہیں لیکن اگر چند دن روکنے سے اہل شہر کو نقصان ہو تو پھر مکروہ ہے۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۲۸۶)

افیون کی بیع وکاشت بلا کراہت جائز ہے

سوال: افیون کی کاشت کرنا اور بیع کرنا جائز ہے یا نہیں؟
جواب: زمان سابق میں افیون دوا میں زیادہ استعمال نہیں ہوتی تھی بلکہ عموماً تلہی کے (شوقیانہ) طور پر استعمال کی جاتی تھی' اس لیے بعض فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کی بیع کو مکروہ تحریمی فرمایا ہے' مگر آج کل افیون دوا کے طور پر کثرت سے استعمال ہونے لگی ہے اور علاج میں بڑی اہمیت اور شہرت حاصل کر چکی ہے بلکہ ضرورت شدیدہ کی حد تک پہنچ گئی ہے' لہٰذا اس کی بیع بلا کراہت جائز ہے' البتہ جس شخص کے بارے میں ظن غالب ہو کہ وہ تلہی کے طور پر استعمال کرے گا' اس کے ہاتھ بیچنا مکروہ تحریمی ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص۴۹۴ ج ۶)

کلابتو کی خرید وفروخت کرنا

سوال: کلابتو سنہرا جو بنتا ہے سو تولہ میں قریب باسٹھ روپے کے تو چاندی اور قریب پینتیس روپے ریشم اور قریب ایک تولہ کے سونا ہے' اگر دس روپے کا ہم نے آٹھ روپیہ بھر کلابتو خریدا تو اس کی وزن سے یہ خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ اس زیادتی قیمت کے ہونے اور ریشم سے تاویل ہو جائے گی یا نہیں؟ اور بعض کلابتو میں بجائے ایک تولہ کے چھ ماشہ بھی ہوتا ہے یہ بھی درست ہوگا یا نہیں؟
جواب: سونا اس کے اندر مستہلک ہو جاتا ہے اور وہ ریشم اس قدر قیمت کا نہیں کہ روپیہ دیا جاتا ہے' لہٰذا یہ معاملہ حرام تو نہیں' مگر مکروہ تنزیہی ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۰۸)

رشوت اور قرضے

رشوت کسے کہتے ہیں؟

سوال: رشوت کسے کہتے ہیں؟ (سوال یکے از سرکاری ملازم)
جواب: جس کام کا سرکاری ملازم کے ذمہ کرنا سرکار کی جانب سے ضروری ہو اس پر جس کا کام کیا جائے اس سے معاوضہ لینا رشوت ہے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

افسر کو خوش ہو کر کچھ دینا

سوال: فرض کیجئے کہ ہم نے کوئی کام دفتر میں کیا اور کام کر دینے کے بعد کوئی شخص خوش ہو کر ہمیں کچھ دینا چاہے لیکن ہم نے انکار کر دیا اس کے باوجود وہ ہمیں کچھ لینے پر مجبور کرے تو کیا یہ رشوت میں شامل ہے؟

جواب: جائز ہے مگر عادت نہ ڈالی جائے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

رشوت کے ذریعے حاصل کیے ہوئے ٹھیکہ کی کمائی کا حکم

سوال: ایک شخص نے رشوت دے کر کسی کام کا ٹھیکہ حاصل کیا' پھر شرعی حدود کی خلاف کیے بغیر وہ کام پورا کر کے کچھ کمایا تو کیا یہ کمائی اس شخص کے لیے حلال اور جائز ہے یا نہیں؟

جواب: رشوت یا دیگر غیر شرعی طریقوں سے حاصل کیا ہوا ٹھیکہ یا کوئی بھی کام فی نفسہ جائز نہیں اور پھر شرعی حدود کی خلاف ورزی کیے بغیر وہ عمل کر کے کچھ کمانا اس عامل کے لیے قابل اعتراض نہیں' اگرچہ رشوت دینا اور لینا حرام ہے۔

وفی الهندية: سئل محمد بن مقاتل رحمة الله تعالیٰ عن رجلٍ سرق ماءً واساله الیٰ ارضه وکرمه فأجاب انه يطيب لهٗ ماخرج بمنزلة رجل غصب شعيراً اوتبناً وسمن به دابة فانه يجب عليه مثل ما غصب وما زادفی الدابة طيب لهٗ. (الفتاویٰ الهندية ج۵ ص ۳۷۴' ۳۷۵ کتاب الکراهية' الباب الثلاثون فی المتفرقات)(بحواله فتاویٰ حقانيه جلد ۶ ص ۲۷۲)

کمیشن لینے کی شرعی حیثیت

سوال: جناب مفتی صاحب! عصر حاضر میں کمیشن کا بہت رواج ہے' مثلاً ایک کاریگر کسی شخص کے لیے دُکان سے سامان لینے جاتا ہے' وہ شخص کاریگر پر اعتماد کرتا ہے کہ میرے لیے عمدہ سامان کم قیمت پر خریدے گا جبکہ بائع (دُکاندار) کاریگر کو کمیشن دے کر کم قیمت کا سامان اس پر مہنگے داموں فروخت کرتا ہے' شرعاً اس کمیشن کا کیا حکم ہے؟

جواب: دُکاندار (بائع) کی طرف سے اس خریدار (کاریگر) کو کوئی رقم وغیرہ دینا ناجائز نہیں ہے' تجار کی طرف سے یہ اکرام تجارت کو فروغ دینے کے لیے کیا جاتا ہے اور یہ اصول تجارت میں شمار ہے' البتہ اس کاریگر کے لیے یہ رقم لینا اس وقت جائز ہے جبکہ وہ باقاعدہ تگ ودو سے وہ چیز خریدے اور پہلے سے کمیشن لینے کی شرط نہ لگائے اور طمع سے دل کو خالی کرے یعنی دل میں یہ فیصلہ کرے کہ اگر یہ دُکاندار مجھے کمیشن نہ بھی دے تو میں سوائے طبعی بوجھ کے دیگر اثر سے متاثر نہ ہوں گا۔

قال العلامة ابن عابدینؒ: ولو قضٰی حاجته بلاشرط ولا طمع فاهدی الیه بعد ذٰلک فهو حلال لابأس به (ردّالمحتار ج۴ص ۳۶۲ فی اقسام الرشوة) ولماقال العلامة الکاسانیؒ: والقیاس فی استئجا والظئر بطعامها وکسوتها انه لایجوز وهو قول ابی یوسفؒ و محمدؒ لجهالة الاجرة وهی الطعام والکسوة الآانّ ابا حنیفة استحسن الجواز بالنص وهو قوله عزوجل وعلی المولود لهٗ رزقهن وکسوتهن بالمعروف من غیر فصل بین ما اذا کانت الوالدة منکوحة اومطلقة وقولهٗ عزوجل و علی الوارث مثل ذٰلک ای الرزق والکسوة وذٰلک یکون بعد موت المولود ...... وقولهما الاجرة مجهولة مسلم لکن الجهالة لاتمنع صحة العقد لعینها بل لا فضائها الی المنازعة وجهالة الاجرة فی هذا اللباب لاتفضی الی المنازعة لان العادة جوت بالمسامحة مع الاظاروالتوسیع علیهن شفقة علی الاولا دفا شبهت جهالة القضیز من البصرة (بدائع الصنائع ج۴ص۱۹۳ کتاب الاجارة مطلب فیما یرجع الی المعقود علیه)(بحواله فتاویٰ حقانیه جلد ۲ ص ۲۷۲)

کام میں رکاوٹ پیدا ہونے کے خوف سے ٹھیکیدار کا افسران بالا کو رشوت دینا

سوال: جناب مفتی صاحب! درج ذیل مسئلہ کے متعلق قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں:

(۱) ایک آدمی سرکاری ٹھیکہ لیتا ہے تو سرکاری آفیسر اس سے بارہ یا پندرہ فیصد ضرور کمیشن لیتے ہیں اور اگر کوئی ٹھیکیدار کمیشن نہ دے تو اس کے کام میں رکاوٹ پیدا کردیتے ہیں' نیز سرکاری آفیسر اس کمیشن کو اپنے لیے حلال سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اس کام کی نگرانی کرتے ہیں' اپنا وقت ضائع کرتے ہیں' ٹھیکیدار بامر مجبوری مذکورہ کمیشن دیتا ہے کیونکہ اس کا ذریعہ معاش یہی ہے تو کیا ٹھیکیدار کے لیے اس طرح ٹھیکہ لینا جائز ہے؟ اس کی وضاحت فرمائیں؟

(۲) روزہ کی خاطر اگر کوئی عورت ایسی گولی استعمال کرے کہ اس کا حیض رک جائے تو کیا روزہ کی خاطر حیض روکنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: (۱) ٹھیکہ دینے کے بدلے جو افسران ٹھیکیدار سے کمیشن کے نام پر پیسے لیتے ہیں وہ رشوت میں داخل ہے' کام کی نگرانی کرنا ان کا فریضہ منصبی ہے' اس کے بدلے وہ حکومت سے تنخواہ

لیتے ہیں' لہٰذا اگر ٹھیکیدار ٹھیکہ لینے کا حقدار ہو اور بغیر رشوت کے اسے ٹھیکہ نہ دیا جاتا ہو تو بحالت مجبوری اس کو تو رشوت دینا مرخص ہے مگر افسران بالا کیلئے لینا ہرگز حلال نہیں۔ ٹھیکیداری کرنا ایک مباح کام ہے اصول اور دیانتداری سے کرنا چاہیے۔

(۲) حیض بند کرنے کے لیے گولیاں استعمال کرنا کوئی ممنوع عمل نہیں اور نہ اس سے روزے پر کوئی فرق پڑتا ہے تاہم اگر طبی لحاظ سے ایسا کرنا مضر ہو تو اس سے اجتناب کرنا ہی مناسب ہے۔ (بحوالہ فتاویٰ حقانیہ جلد ۶ ص ۲۷۳)

مال رشوت سے بنے ہوئے مکان کی قیمت کا حکم

سوال: کسی شخص نے رشوت وغیرہ ناجائز امور سے کوئی مکان بنایا یا کوئی موضع خریدا اور ایک مدت تک اس مکان اور موضع پر قابض رہا' وہ شخص چاہتا ہے کہ اس مکان اور موضع کو فروخت کرے تو اس مکان اور موضع کی قیمت اس شخص کے واسطے حلال ہے یا نہیں؟

جواب: رشوت کا مال بلاشبہ حرام ہے لیکن جب اس شخص نے اس مال کو بدل ڈالا اور اس مال سے مکان بنایا تو اس مکان کا وہ مالک ہو گیا' اس کے لیے جائز ہے کہ اس مکان کو فروخت کرے لیکن اس مال میں خبث ہے' اس واسطے کہ وہ مال کسب حرام سے حاصل ہوا ہے۔

حاصل کلام جو چیز خرید کی جائے وہ اس شرط سے خریدار کی ملکیت میں آئے گی کہ وہ چیز بیچنے والے کی ملکیت میں رہی ہو اور یہ امر یہاں ثابت ہے اور مال کا حلال اور حرام ہونا کسب کے حلال اور حرام ہونے پر موقوف ہے جب کسب حرام ہوا تو مال بھی حرام ہوا' اگرچہ اس شخص کی ملکیت میں تغیر واقع ہوا' رشوت کا یہ مال بھی اس مال کے مانند ہے جو زنا کے عوض ملا ہو' یا کاہن یعنی نجومی اور برہمن کو بطور نذر کر دیا گیا ہو' اس غرض سے کہ وہ غیب کی باتیں بتلا دے' البتہ اگر وہ شخص وہ مال قرض خواہ کو دیدے تو قرض خواہ کے حق میں وہ مال حلال ہو جائے گا' ایسا ہی اگر کسی دوسرے معاملے میں کسی کو کچھ دینا ضرور ہو اور وہ مال دیا جائے تو وہ مال لینے والے کے حق میں حلال ہو جاتا ہے اور کسب حرام کرنے والے کے حق میں مال کا خبث باقی رہتا ہے۔ لیکن احیاء العلوم کی روایت کے موافق یہ حکم ہے کہ اگر وہ شخص اس فعل سے توبہ کرے تو وہ مال اس شخص کے حق میں حلال ہو جائے گا۔ بشرطیکہ اس شخص نے اس مال کو مالک کی رضامندی سے لیا ہو اور کسی کی حق تلفی نہ کی ہو ورنہ۔ جو چیز غصب سے ملی ہے اس کے حلال ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ اس کا مالک اس پر راضی ہو جائے کہ جس نے غصب کیا ہے وہ اس کو بطور ملکیت اپنے مصرف میں لے آئے۔ (فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۲۰)

پولیس کیساتھ مل کر لوگوں کا مال کھانا

سوال: یہاں پر دو شخص پولیس کے ساتھ ملے ہوئے ہیں وہ یہ کارروائی کرتے ہیں کہ ملزم جو تھانے میں آتا ہے ہندو ہو یا مسلمان اس سے ٹھہرا کر سو یا دو سو جو ٹھہر گئے ان کا اس میں حصہ ہوتا ہے اس طرح لوگوں کا دل دکھا کر روپیہ لینا کیسا ہے؟

جواب: یہ رشوت ہے حرام ہے اور غریبوں کو ستانا اور ان سے روپیہ وصول کرنا سخت ترین ظلم ہے ایسے ظالموں کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۳۹۲)

رشوت کی تعریف اور ظلم سے بچنے کیلئے حاکم کو نقدی دینا

سوال: رشوت کی کیا تعریف ہے؟ اگر کوئی شخص کسی ظالم حاکم کو اس کے شر سے بچنے کے لیے کچھ نقدی یا تحفہ وغیرہ دے تو وہ رشوت کے جرم میں ماخوذ ہوگا یا نہیں؟ اگر کسی دوسرے مسلمان بھائی کی وجہ سے پیروی کر کے اس ظالم حاکم کو کچھ نذرانہ وغیرہ دے دے تو اس قسم کا دینا بھی رشوت میں شمار ہوگا یا نہیں؟

جواب: حاکم کو کچھ نذرانہ دینا کہ وہ اس کے موافق فیصلہ کرے یا کسی اور شخص کو کوئی ناحق کام کرانے کیلئے کچھ دینا رشوت ہے۔

کسی ظالم حاکم کے شر سے بچنے کے لیے کچھ رشوت دینا جائز ہے لیکن اس حد تک جائز ہے کہ کسی دوسرے کی حق تلفی نہ ہو خواہ اس نے اپنے واسطے دیا ہو یا کسی مسلمان بھائی کی خاطر سے اس صورت میں رشوت کا وبال صرف لینے والے پر ہوگا دینے والے پر کچھ نہیں۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۳۹۲)

پٹواری کو نقدی دینے کی چند صورتوں کا حکم

سوال: ایک شخص پٹواری کو ریاست سے تنخواہ ملتی ہے کاشتکاروں نے اس کے کچھ حقوق اپنے ذمے کر رکھے ہیں جو سرکاری لگان دیتے وقت اس کو ادا کر دیتے ہیں نہیں کہا جا سکتا کہ نیت ان کی اس سے کیا ہوتی ہے؟

قرینے سے معلوم ہوتا ہے کہ کاشت کار کی نیت یہ ہوتی ہے کہ میرے ذمہ پٹواری کا یہ حق لگا ہوا ہے باپ دادا سب دیتے چلے آئے ہیں یا یہ نیت ہوتی ہے کہ اگر پٹواری کا حق نہ دیا تو ممکن ہے پٹواری ہمیں ذاتی یا مالی نقصان پہنچائے یا ہم سے بدمعاملہ ہو جائے ہمارے ذمے محصول زیادہ لگا دے ایسی صورت میں حق مقررہ دینا اور لینا جائز ہے یا نہیں؟

ایک پٹواری ایسا ہے کہ اپنے کاشتکاروں سے کہہ دیتا ہے کہ نہ تو مجھے روپے کی ضرورت ہے نہ کوئی چیز چاہیے، تم اطمینان رکھو میں ہرگز تم کو جانی و مالی نقصان نہ پہنچاؤں گا اور نہ بے انصافی کروں گا' باوجود اس کے وہ حق مقررہ دیتے ہیں اور وہ شخص لے لیتا ہے اور لیتے وقت یہ کہہ دیتا ہے کہ میں کسی قسم کی رعایت نہیں کروں گا اور نہ سرکاری محصول میں کمی ہوگی' ایسا حق لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: (۱۔۲) پٹواری ملازم ہے اس کو سرکار سے تنخواہ ملتی ہے' اس ملازمت کے جو فرائض اسکے ذمے ہیں ان کو ادا کرنا اس پر لازم ہے' ان فرائض کی ادائیگی کے سلسلے میں اس کو کاشتکاروں سے کوئی رقم لینے کا حق نہیں' اگر یہ ان سے مانگ کر یا جبر کر کے اپنا حق جتا کر ان سے کچھ لے گا تو یہ صریح رشوت اور حرام ہے اور نہ دینے کی وجہ سے کسی کو نقصان پہنچائے تو یہ ظلم اور حرام ہے لیکن اگر یہ خود نہ مانگے' نہ جبر کرے' نہ اپنا حق جتائے اور لوگ اس کو خود دے دیں تو ایسی صورت میں بھی اس کو لینا مکروہ ہے کیونکہ دینے والے اسی خوف سے دیتے ہیں کہ نہ دیں گے تو پٹواری نقصان پہنچائے گا یا کم ازکم ہمیں پریشان کرے گا' یعنی ان کا دینا خلوص اور محبت پر مبنی نہیں ہوتا بلکہ خوف ضرر سے ہوتا ہے۔

تتمۃ السوال: ایک وہ شخص ہے کہ کاشتکار اس کو کچھ دے دیتا ہے اور یہ کہہ دیتا ہے کہ فلاں رعایت کرنا یا لگانا جس قدر رہوا اتنا ہی تحریر کرنا اور وہ شخص روپیہ لے لیتا ہے اس کے حکم کیا ہیں؟

جواب: یہ بھی مکروہ ہے۔

تتمۃ السوال: یک صورت یہ ہے کہ کاشتکار سرکاری لگان کے متعلق پٹواری سے سمجھنے کی خواہش کرتا ہے اور پٹواری حساب فہمی پر اس سے معاوضہ وصول کرتا ہے یہ معاوضہ وصول کرنا کیسا ہے؟

جواب: اگر حساب سمجھانا پٹواری کے منصبی فرائض میں داخل ہے تو اس کی اجرت لینا یا رشوت ہے یا کم ازکم مکروہ ہے۔ البتہ اگر اس کے فرائض منصبی میں داخل نہ ہو تو اس کی اجرت لے سکتا ہے اس کی پہچان یہ ہے کہ اگر افسر اعلیٰ کو معلوم ہو جائے تو وہ قانونی گرفت نہ کر سکے۔

تتمۃ السوال: ایک زمین دار درخت لینا چاہتا ہے' ریاست کا قانون ہے کہ اگر سرکاری زمین میں ہے تو قیمتاً دیا جاتا ہے اور اگر کھاتے دار کی زمین میں ہے تو بلا قیمت دیا جاتا ہے' بہر حال اس صورت میں پٹواری کو معائنے کی ضرورت پڑتی ہے اس معائنے کے صلے میں زمین دار کی طرف سے پٹواری کو ایک روپیہ فیس دیا جاتا ہے اس فیس کا لینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اگر پٹواری کو اس معائنے کی فیس لینے کا قانونی حق ہے تو لے سکتا ہے اور اگر یہ معائنہ اس کے فرائض منصبی میں داخل ہے تو نہیں لے سکتا۔

تتمۃ السوال: پٹواری کے کام کو دیکھتے ہوئے وہ پندرہ روپے تنخواہ پانے کا مستحق ہے لیکن اس کو صرف دس روپے ملتے ہیں' حکومت نے کم تنخواہ اس لیے رکھی ہے کہ پٹواری اپنے حلقے میں ایک مختار کل کی حیثیت رکھے گا اور کاشتکاروں سے اس کو آمدنی ہوگی۔ چنانچہ ہوتی ہے اور حکام بالا کے بھی علم میں ہے مگر وہ چشم پوشی کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات کاشتکاروں کو ترغیب دیتے ہیں کہ اپنے پٹواری کو کچھ دو تو کیا ایسی صورت میں وہ آمدنی جائز ہوگی؟

جواب: یہ وجہ جواز نہیں ہوسکتی۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۹۰۔۳۸۸)

رشوت کی چند صورتیں اور ان کا حکم

سوال: زید ملازم کمیٹی نے عمر کا کام کمیٹی کے مقررہ وقت کے علاوہ چھٹی کے وقت میں انجام دیا اور عمر کا کام کرنے میں زید نے کمیٹی کی آمدنی اور وقت کا کوئی نقصان نہیں کیا بلکہ زید نے اس کام کو صرف جلدی کرنے کے بدلے میں عمر سے مقررہ اجرت کے علاوہ کچھ زائد روپیہ بطور انعام یا ہدیہ لے لیا جو عمر کو بموجب قواعد واجب نہ تھا تو زید کو یہ روپیہ لینا حلال ہوا یا حرام؟

جواب: اگر زید کمیٹی کے مقررہ وقت میں یہ کام کرسکتا تھا مگر اس نے عمر سے روپیہ لینے کی وجہ سے اس وقت نہیں کیا بلکہ خارج وقت میں کیا اور کمیٹی کا وقت فضول ضائع کیا تو یہ کمیٹی کے ساتھ خیانت ہے اور رشوت لینے کا حیلہ ہے۔ اگر کمیٹی کا وقت پورا اس کے کام میں صرف کیا اور جو کام باقی رہ گیا تھا جس کو قانوناً دوسرے روز کرنا چاہیے تھا اور اپنے ذاتی وقت میں عمر کی رعایت سے وہ کام کر دیا ہے اور قانوناً اس کی ممانعت بھی نہیں تو یہ روپیہ لینا درست ہے۔

تتمۃ السوال: زید ملازم نے عمر کا قانوناً کچھ جائز کام کمیٹی کے مقررہ وقت کے اندر انجام دیا' اگر کمیٹی کے قواعد کی رو سے زید کو یہ کام کمیٹی کے فرائض کے طور پر انجام دینا لازم تھا اور عمر کو اس کی کوئی اجرت دینا واجب نہ تھی لیکن زید نے عمر سے اس کام کے عوض بطور انعام یا ہدیہ کچھ روپیہ لے لیا تو یہ لینا بطور رشوت حرام ہوا یا بطور ہدیہ حلال؟

جواب: یہ روپیہ لینا جائز نہیں۔

تتمۃ السوال: زید نے دوسرے ملازم کے پاس عمر کے کسی کام کی بابت اس کے حق کے متعلق درخواست دلوائی اور پھر زید نے کوشش کرکے عمر کا جائز حق دلوایا اور اس کام کے بدلے میں زید نے عمر سے کچھ روپیہ بطور انعام یا ہدیہ لے لیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر یہ محض سفارش کا عوض لیا ہے تو ناجائز ہے اگر ملازم کرانے میں کوئی اور بھی ایسا

عمل کیا ہے جس پر اجرت دی جاتی ہو تو جائز ہے۔

تتمۃ السوال: اگر بطور رشوت روپیہ حاصل ہوا اور اب زید تائب ہو گیا تو کیا زید کو اب وہ روپیہ واپس کرنا واجب ہے؟ اگر واجب ہے تو زید روپیہ عمر کو واپس کرنے سے عمر کے حق سے بری اور رشوت کے گناہ سے پاک ہو جائے گا اور قیامت کے مواخذہ سے نجات پا جائے گا؟

جواب: جو روپیہ بطور رشوت وغیرہ ناجائز طریقے پر کسی سے لیا جائے اس کی واپسی واجب ہوتی ہے' واپسی کے بعد حق العبد سے آدمی بری ہو جاتا ہے' صاحب حق سے معذرت کرنا اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنا بھی لازم ہے' پھر دنیا وآخرت میں اس پر انشاء اللہ کوئی مواخذہ نہیں۔

تتمۃ السوال: اگر زید کو بالکل یاد نہ آئے کہ رشوت دہندہ کون کون تھے؟ اور تلاش کرنے کے باوجود بھی ان کا پتہ نہ چلے' یا ان میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو پھر زید کیا کرے؟

جواب: اولاً ناجائز مال اصل مالک کو دیا جائے' وہ مر چکا ہو تو اس کے ورثاء کو دیا جائے' اگر اصل مالک یا اس کے ورثاء کا علم نہ ہو تو اس کی طرف سے غرباء ومساکین پر صدقہ کر دیا جائے اور خداوند تعالیٰ سے توبہ کی جائے' انشاء اللہ تعالیٰ اس سے نجات ہو جائے گی۔

تتمۃ السوال: مذکورہ سوالات کے مطابق زید نے کمیٹی کی آمدنی یا روپے کا کچھ نقصان نہیں کیا اور کمیٹی کے مقررہ وقت اور کاموں کا بھی نقصان نہیں کیا اور زید نے عمر کے جائز کام کمیٹی کے قواعد کے مطابق انجام دیئے اور ملازم کمیٹی عمر کو بھی قانوناً جائز حق دلوایا تو ایسی صورت میں عمر سے مذکورہ بالا رشوت لینے کی وجہ سے کیا زید کے ذمے کمیٹی کی جانب سے کوئی مواخذہ ہوگا؟

جواب: جب کمیٹی کا کوئی حق تلف نہیں کیا تو تکمیل توبہ کے لیے کمیٹی سے معاف کرانے کی ضرورت نہیں۔

تتمۃ السوال: زید ملازم اپنے افسر کو خوش کرنے کے لیے مٹھائی یا ترکاری وغیرہ کوئی چیز بطور نذرانہ پیش کرے یا تواضع کی غرض سے کوئی پان کھلائے یا افسر کسی چیز کی فرمائش کرے اور زید اس کی فرمائش پوری کر دے تاکہ افسر مہربانی اور نرمی سے پیش آئے تو کیا ایسے سب کام رشوت شمار ہوں گے؟ اور زید بھی ایسی چیزیں دینے کی وجہ سے رشوت کا گنہگار ہوگا؟

جواب: اگر افسری ماتحتی کے علاوہ اور کوئی تعلق نہیں اور یہ ہدیہ وتواضع ودعوت محض اس لیے ہے کہ افسر نرمی سے پیش آئے اور قابل گرفت کاموں پر چشم پوشی کرے تو یہ رشوت ہے جو کہ ناجائز ہے۔

البتہ دفع ظلم کے لیے سخت مجبوری کے وقت رشوت دینا جائز مگر لینا جائز نہیں۔

تتمۃ السوال: مذکورہ سوال کے مطابق اگر زید بھی رشوت دینے کا گناہ گار ہے تو زید کو معافی کے

لیے کیا عمل کرنا چاہیے؟ تاکہ زید دنیا میں توبہ کی تکمیل کر سکے، اور آخرت میں عذاب سے نجات پا سکے؟

جواب: گزشتہ فعل پر ندامت کرے اور آئندہ کے لیے (نہ کرنے کا) پختہ عہد کرے اللہ پاک معاف فرمادیں گے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۸ ص ۵۱۔۲۴۷)

نیلام میں رشوت کی ایک صورت

سوال: ہمارے یہاں سرکاری جنگلوں میں گوند پیدا ہوتا ہے' سرکار اسے نکلوا کر نیلام کرتی ہے' نیلام میں بولی لگانے کے لیے پہلے کچھ رقم ادا کرنا پڑتی ہے' میں نے بھی وہ رقم بھر کر بولی لگانے کا حق حاصل کیا' نیلام کے موقع پر ایک شخص نے دوسروں کو کچھ رقم دے کر راضی کر لیا کہ وہ بولی نہ لگائیں تاکہ پورا مال میں خریدلوں' کچھ رقم مجھے بھی ملی ہے تو وہ رقم لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جس نے یہ رقم دی ہے اسی کو واپس کردی جائے' اس کا استعمال جائز نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۳۲۴)

رشوت کی رقم سے مقبرہ (قبرستان) کے لیے جگہ خریدنا

سوال: رشوت کے ذریعے حاصل شدہ مال سے مقبرہ کیلئے جگہ خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: حصول مال کے لیے جائز طریقہ اور مخاطب کی رضا کو شریعت مقدسہ نے ضروری قرار دیا ہے' رشوت چونکہ ناجائز ذرائع سے حاصل کی جاتی ہے لہٰذا اس کو اصل مالک یا ورثاء کو واپس کرنا ضروری ہے' رشوت کا مال چونکہ اصل مالک کی ملک سے نہیں نکلتا' اس بناء پر رشوت کی رقم سے مقبرہ (قبرستان) کے لیے جگہ خریدنا اور اس میں مسلمان میتوں کو دفنانا جائز نہیں' لہٰذا ایسے مال کے ورثاء یا اصل مالکوں کی موجودگی میں بغیر ان کے رضامندی کے اس رقم کو رفاہ عامہ کے کاموں میں خرچ کرنے سے ذمہ داری فارغ نہیں ہوگی۔

لما العلامة ابن نجيم المصريؒ: لومات رجل و كسبه من ثمن الباذق والظلم و اخذ الرشوة تعود الورثة ولاياخذون منه شيئاً و هوالاولیٰ لهم و يردونه على اربابه ان عرفوهم والايتصدق لان سبيل الكسب الخبيث التصدق اذا تعذرالرد (البحرالرائق ج ۸ ص ۲۰۱ فصل فی البیع)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: فى البزازية اخذ مورثه رشوة او ظلماً ان علم ذٰلک بعينه لايحل له اخذه حكماً اما فى الديانة فيتصدق به بنية ارضاء الخصماء (ردالمحتار ج ۵ ص ۹۹ مطلب

فی من ورث مالا حراماً. و مثله فی غمز عیون البصائر شرح الاشباه والنظائر ج ۴ ص ۵۰۴ کتاب الکراهیة.

تحصیل حق کیلئے رشوت دینا

سوال: یہاں ہندوستان میں کسی بھی آفس میں بغیر رشوت کے کوئی کام نہیں ہوتا تو ایسی صورت میں ملازمت وغیرہ حاصل کرنے کے لیے رشوت دینا کیسا ہے؟

جواب: اپنا حق ''تجارت یا ملازمت وغیرہ'' حاصل کرنے کے لیے اگر مجبوراً رشوت دی جائے تو امید ہے کہ رشوت دینے والا گناہ سے بچ جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۳۳۹)

رشوت کی رقم سے کسی کی خدمت کر کے ثواب کی امید رکھنا جائز نہیں

سوال۔ میرے ایک افسر ہیں' جو اپنے ماتحت کی خدمت میں حاتم طائی سے کم نہیں' کسی کو اس کی لڑکی کی شادی پر جہیز دلاتے ہیں' کسی کو پلاٹ اور کسی کو فلیٹ بک کرا دیتے ہیں۔ وہ یہ سب اپنے حصے کی رشوت سے کرتے ہیں اور خود ایمان دار ہیں۔ آپ سے مذہب کی رو سے دریافت کرنا ہے کہ کیا انکو ان تمام خدمات کے صلے میں ثواب ملے گا اور ان کا ایمان باقی رہے گا؟

جواب۔ رشوت لینا حرام ہے' اور اس حرام روپے سے کسی کی خدمت کرنا اور اس پر ثواب کی توقع رکھنا بہت ہی سنگین گناہ ہے۔ بعض اکابر نے لکھا ہے کہ حرام مال پر ثواب کی نیت کرنے سے ایمان سلب ہو جاتا ہے۔ آپ کے حاتم طائی کو چاہئے کہ رشوت کے روپیہ اس کے مالک کو واپس کر کے اپنی جان پر صدقہ کریں۔

کسٹم افسران کو رشوت دینا

سوال: ہم لوگ سمندر پار ممالک میں تجارت کرتے ہیں' کچھ لوگ مقامی طور پر اور کچھ لوگ ایک ملک سے دوسرے ملک میں' دوسری صورت میں کسٹم بھی دینا پڑتا ہے اور کسٹم افسران کو اگر رشوت نہ دی جائے تو اصل کی کئی گنا زیادہ لگا دیتے ہیں' نیز پریشان کر کے جرمانہ بھی لگا دیتے ہیں تو اس لیے پہلے ہی ساز باز کر لی جاتی ہے تو اس صورت میں ا ، سامان اور سامان کی آمدنی کا فتویٰ اور تقویٰ کی رو سے کیا حکم ہے؟

جواب: صورت مسئولہ میں آمدنی اور سامان مذکورہ کا استعمال درست ہے' فتویٰ یہ ہے اور باقی رہا تقویٰ تو ظاہر ہے کہ اس سے پرہیز کیا جائے۔ (فتاویٰ احیاء العلوم ج ۱ ص ۳۱۵)

کسٹم پر قلی کو رشوت دینا

سوال: اپنا سامان چھپانے کے لیے کسٹم پر قلی کو اس کی اجرت سے زیادہ اجرت دی جاتی ہے تو یہ رشوت میں شمار ہوگی یا نہیں؟ نیز کیا گورنمنٹ کی کسٹم ڈیوٹی کو جبریہ ٹیکس کہیں گے؟

جواب: اس کے رشوت ہونے میں کیا تامل ہے؟ رشوت کی وعید بھی اس پر برحق ہے اپنا حق وصول کرنے کے لیے یا ظلم سے بچنے کے لیے رشوت دینے والے پر **الرّاشی وَالْمُرتَشی کلاهما فی النّار** کی وعید نہیں' حکومت کا یہ ٹیکس سراسر ظلم ہے' پھر بلا ضرورت ایسا سامان لانا ہی کیا ضرور ہے جس سے بچنے کے لیے رشوت دینی پڑی' نہ دی تو سخت بے عزتی' سامان بچالیا تو چوری' یہ کوئی دانشمندی کی بات نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ص ۳۲۲)

ہدیہ کب رشوت ہے؟

سوال: میں کھیت اور مکان کی رجسٹری کرتا ہوں' اس سلسلہ میں جو لوگ رجسٹری کرانے کے بعد احقر کو اپنی مرضی سے کچھ رقم دیتے ہیں' میں لوگوں پر زبردستی نہیں کرتا' تو کیا اس رقم کو لینے میں گناہ ہے؟

جواب: اگر آپ کے ان سے تعلقات ہیں اور ہدیہ لینے دینے کے پہلے سے معمول ہے' نیز اس کے لینے سے ان کی کوئی غلط رعایت نہیں کرتے تو آپ کو لینا درست ہے ورنہ اس کے لینے سے پرہیز کریں' اگر ان کا کام آپ صحیح کریں' اس میں کوئی غلط رعایت نہ ہو لیکن رقم لینے سے آئندہ اثر پڑے گا کہ آپ سے غلط کام لیا جائے' خواہ غلطی کسی نوع کی ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۷ص ۳۸۵)

رشوت لینے والے سے تحائف قبول کرنا

سوال: ایک شخص جو کہ ساتھی ہے یا رشتہ دار ہے' نماز روزے کا پابند ہے' یعنی احکام خداوندی بجالاتا ہے' وہ ایسے محکمے میں کام کرتا ہے جہاں لوگ کام کے عوض روپیہ دیتے ہیں حالانکہ وہ خود مانگتا نہیں ہے لیکن چونکہ یہ سلسلہ شروع سے چل رہا ہے اس لیے لوگ اسکو بھی بلاتے ہیں یا خود لاکر دیتے ہیں۔ دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ وہ اس رقم سے خود' اس کے علاوہ دوستوں' رشتہ داروں کو تحفہ اور اس کے علاوہ نیک کاموں میں خرچ کرتا ہے' آیا اس کا یہ دیا ہوا تحفہ یا نیک کاموں میں لگانا کہاں تک جائز ہے؟ مثال کے طور پر اگر اس نے کسی دوست یا رشتہ دار کو تحفے میں کپڑا دیا جبکہ واپسی کرنا دل کو توڑنا ہے جو کہ اسلام نے منع کیا ہے اور اس کو یہ بات معلوم نہیں کہ یہ کپڑا جائز کمائی کا نہیں ہے تو آیا اس کپڑے کو پہن کر نماز ہو جائے گی اور نماز پڑھ سکتا ہے کہ نہیں؟

جواب: کام کے عوض جو روپیہ اس کو دیا جاتا ہے وہ رشوت ہے۔ اس کا لینا اس کے لیے جائز نہیں اگر بعینہ اسی رقم سے کوئی چیز خرید کر وہ کسی کو تحفہ دیتا ہے تو اس کا لینا بھی جائز نہیں اور اگر اپنی تنخواہ کی رقم سے یا کسی اور جائز آمدنی سے تحفہ دیتا ہے تو اس کا لینا درست ہے اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ یہ تحفہ جائز آمدنی کا ہے یا ناجائز کا؟ تو اگر اس کی غالب آمدنی صحیح ہے تو تحفہ لے لینا درست ہے ورنہ احتیاط لازم ہے اور اگر اس کی دل شکنی کا اندیشہ ہو تو اس سے تو لے لیا جائے مگر اس کو استعمال نہ کیا جائے بلکہ بغیر نیت صدقہ کے کسی محتاج کو دے دیا جائے۔ (بحوالہ آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۰۱)

رشوت دے کر سرکاری مال خریدنا

سوال: ایک شخص ملازم رشوت دے کر ظروف آہنی بنانے کا ٹھیکہ لیتا ہے اور چند روز استعمال سرکاری کرنے کے بعد بلا ناقص ہوئے ان ظروف کو ناقص کر کے ارزاں نیلام کرا دیتا ہے اور وہ شخص ٹھیکیدار خود ہی خرید کر اور کچھ روغن وغیرہ سے ان کو نیا ظاہر کر کے اسی ملازم سرکاری کی معرفت پورے داموں کو فروخت کرتا ہے اس شخص کا مال فعل حرام رشوت دھوکہ دہی سے حرام ہوگا یا مکروہ؟ اور شخص مذکور کے مال مذکور میں بیع واجرت جائز کا بھی مال ملا ہوا ہے تو اس کی دعوت کھانا بلا کراہت تحریم جائز ہے یا نہیں؟ اور مال مذکور میں جائز مال نہ ہو تو اس کو زکوٰۃ اس مال کی دینا واجب ہے یا نہیں؟

جواب: یہ فعل بھی حرام ہے اور وہ ثمن بھی حرام ہے اور یہ سمجھنا علی الاطلاق غلط ہے کہ وکیل بالبیع کو قیمت سے کم ثمن پر بیع کرنے کا اختیار ہے یہ اختیار تو مستفاد ہوا ہے موکل ہی سے جس امر کا موکل نے اختیار نہ دیا ہو ہرگز اختیار نہ ہوگا اور یہاں دلیل قائم ہے اس کی کہ اس بیع بالاقل اور اسی طرح اشتراء بعد التمویہ (یعنی روغن کر کے خریدنے) کی اجازت موکل نے نہیں دی کیونکہ اگر اس کو معلوم ہو کہ اس طور پر یہ بیع وشراء ہوتا ہے ہرگز اس کو جائز نہ رکھے گا پس اس امر کا یقینا معلوم ہونا دلیل ہے اجازت نہ ہونے کی پس یہ مال حرام ہوگا لیکن مملوک ہو جانے کی وجہ سے زکوٰۃ واجب ہوگی اور دعوت اس وقت جائز ہے جب اس مال سے زائد حلال ہو۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۳۶)

اچھا مال حاصل کرنے کیلئے رشوت دینا

سوال: جو نمک سرکاری طور سے آتا ہے اور باریک آتا ہے اور موٹے نمک کی قدر زیادہ ہے میں چاہتا ہوں کہ نمک موٹا ہی آیا کرے کچھ لوگوں نے یہ تدبیر بتلائی کہ جو نمک بھرانے والے ہیں وہاں ملازم سرکاری ہیں ان سے میل کر لیا جائے اور فی گاڑی ان کو کچھ دیدیا جائے اور کہہ دیا

جائے کہ ہمارے لیے گاڑی میں نمک موٹا بھرا کریں' تو وہ ایسا ہی کریں گے' اس بارے میں دریافت کرنا ہے کہ ایسا کرنا داخل رشوت ہے یا نہیں؟

جواب: (مقدمہ اولیٰ) عقد میں اطلاق ہونے سے کہ سرکار موٹا نمک دے یا باریک مشتری کا حق خاص نمک کیساتھ متعلق نہیں ہوتا اور تقیید سے کہ موٹا لیا جائے' خاص موٹے کیساتھ متعلق ہو جائیگا۔ (مقدمہ ثانیہ) کسی کا حق نہ دینا ظلم ہے (مقدمہ ثالثہ) دفع ظلم کے لیے رشوت دینا جائز ہے' تینوں مقدموں سے ثابت ہو گیا کہ اطلاق میں یہ رشوت دینا حرام ہے اور تقیید میں جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۲)

رشوت کی رقم پر زکوٰۃ کا حکم

فرمایا: کہ رشوت کی رقم پر بھی زکوٰۃ واجب ہے گو مقبول نہ ہو لیکن نہ دینے سے زیادہ مردودیت ہوگی۔ (کمالات اشرفیہ ص ۲۸۳)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ''رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں دوزخی ہیں' حق سبحانہ وتعالیٰ تمام مسلمان افسران سرکاری وغیر سرکاری کو توفیق عطا فرماویں کہ وہ رشوت کا حرام مال کھانے سے بچیں۔ (اشرف الاحکام ص ۱۳۶)

دَین اور قرض میں کیا فرق ہے؟

سوال: دَین اور قرض میں کیا فرق ہے؟

جواب: دَین وہ کہلاتا ہے کہ بغیر کسی سے روپیہ لیے مدیون کے ذمے واجب ہو جائے جیسے مہر اور مبیع کا ثمن اور قرض متعارف ومشہور ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۳۱)

مقروض کا نفلی چندہ دینا

سوال: ایک شخص چھ سو روپے کا مقروض ہے' کیا اس قرضہ کی صورت میں کسی مسجد وغیرہ میں خرچ کرنا چاہے تو خرچ کر سکتا ہے اور وہ مستحق ثواب ہوگا یا نہیں؟

جواب: یہ چندہ نفل کے درجہ میں ہے اور قرض ادا کرنا فرض ہے' اگر فرض ذمہ میں باقی رہتے ہوئے کوئی شخص نفل پڑھتا ہے تو اس کو ثواب بھی ملتا ہے اور فرض کی تاخیر پر باز پرس بھی ہے' لہٰذا یہ کہنا کہ ثواب نہیں ملے گا صحیح نہیں' البتہ قرض کی ادائیگی کا اہتمام چاہیے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۳۷۳)

قرض کی رقم پر نفع لینا کیسا ہے؟

سوال: ایک تاجر نے ایک ہندو کے پاس سے غلہ خریدنے کے لیے پانچ سو پاؤنڈ لیے اور لیتے

وقت کہا کہ میں تم کو پندرہ فیصد کے حساب سے سود نہ دوں گا لیکن جب اصل رقم واپس کردوں گا تو پندرہ فیصد نفع کے حساب سے پچھتر پاؤنڈ دوں گا' غلہ خریدنے والا نفع کی شرط لگاتا ہے کہ خود کو جو نفع ہو وہ اس میں سے نفع نہیں کیونکہ رقم دینے والے کو یہ بات منظور نہیں' وہ کہتا ہے کہ تجھے جتنا بھی نفع ہو مجھے تو پندرہ فیصد چاہیے' اس رقم سے اناج ہی لیا جاتا ہے' دوسرا کچھ نہیں' صرف الفاظ میں تغیر ہے تو جائز ہے؟

جواب: یہ طریقہ بھی ناجائز ہے' سود میں شامل ہے' قرض کی رقم پر نفع لینا سود ہے' تجارت کے لیے رقم دے کر نفع میں دونوں کی شرکت رکھنا یہ مضاربت کہلاتا ہے جو چند شرطوں کے ساتھ جائز ہے' ایک شرط یہ ہے کہ نفع کی مقدار (مثلاً پندرہ فیصد) معین نہ ہو بلکہ نفع کا کوئی حصہ (تہائی' چوتھائی یا نصف) مقرر کیا جائے' باقی یہ صورت کہ نفع ہو یا نہ ہو رقم دینے والے کو کچھ زائد رقم مل جائے تو یہ ناجائز ہے' یہ سودی معاملہ ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ ص ۱۹۳)

قرض مانگنے پر بجائے قرض کے مال دینا

سوال: زید نے گڑ چالیس روپے من خریدا' دو ماہ بعد گڑ کا بھاؤ ۳۶ روپے فی من ہو گیا' ایک شخص عمر نے زید سے سو روپے بطور قرض مانگے' زید نے اس کو روپے نقد تو نہ دیئے بلکہ وہی گڑ چالیس کے بھاؤ سے دیدیا جبکہ اس وقت چھتیس روپے بھاؤ ہے' کیا زید نے ٹھیک کیا؟

جواب: اگر عمر نے زید سے قرض مانگا اور زید نے روپیہ نہیں دیا بلکہ گڑ چالیس روپے من دیدیا اور عمر نے اس کو خرید کرلیا تو شرعاً یہ بیع درست ہوگئی' عمر کے ذمہ چالیس روپے من کے حساب سے خریدے ہوئے گڑ کی قیمت لازم ہوگی۔ اگرچہ اس وقت گڑ کی قیمت ۳۶ روپے من بازار میں ہے اور زید نے چالیس روپے من بازار میں خریدا تھا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳ ص ۳۳۱)

قرض میں بجائے پیسوں کے دھان وصول کرنا

سوال: زید نے بکر کو ایک من دھان دیا اور شرط کی کہ پوس ماہ میں تم سے ڈیڑھ روپیہ لوں گا مگر بکر غریب اس وقت روپیہ ادا نہ کرسکا' دھان دینا آسان ہے' اگر زید اسی نرخ معینہ کا اس وقت کے بازار کے حساب سے دھان لے تو یہ دھان لینا اس نرخ کا بیع سلم کے مطابق ہے یا نہیں؟ یا کسی اور طرح شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ بیع سلم نہیں کیونکہ بیع سلم کے لیے ضروری ہے کہ مشتری روپیہ پہلے دے اور مسلم فیہ کی صفات متعین کر کے وقت معینہ پر مسلم فیہ وصول کرلے اور یہاں ایسا نہیں ہوا بلکہ یہاں ایک من دھان کی ڈیڑھ روپے کے عوض بیع کی اور ڈیڑھ روپے کی ادائیگی کا وقت معین کردیا ہے' اب

اصل تو یہ ہے کہ زید بکر سے اپنا ڈیڑھ روپیہ وصول کرلے۔ اگر بکر کے پاس ڈیڑھ روپیہ موجود نہیں تو وہ دھان فروخت کرکے کسی جگہ سے ڈیڑھ روپیہ لاکر زید کو دیدے اور یہ بھی درست ہے کہ زید اس ڈیڑھ روپے کے عوض بکر سے اس وقت کے حساب سے دھان لے لے' اس میں سود نہ ہوگا' اگر زید اولاً دھان ڈیڑھ روپے کے عوض فروخت نہ کرتا بلکہ یہ کہتا کہ ایک من دھان اس وقت لے لو اور پھر فلاں ماہ میں اس ایک من کے عوض مثلاً ڈیڑھ من مجھے دینا یا اس طرح معاملہ کرتا کہ اس وقت ایک روپے کے دھان میں لے لوں گا' تو ناجائز ہوتا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ص ۲۸۰)

مستاجر سے قرض لینا

سوال: میرے مکان میں کرایہ دار ہیں' میں ان سے قرض لینا چاہتا ہوں' وہ یہ کہتے ہیں کہ میں آپ کو اس شرط پر قرض دوں گا کہ جب تک قرض واپس نہیں کریں گے میں مکان کا کرایہ نہیں دوں گا' یہ شرط درست ہے یا نہیں؟

جواب: اس طرح معاملہ نہیں کرنا چاہیے' آپ یا تو ان کے پاس قرض کی ضمانت کے طور پر کوئی چیز زیور وغیرہ رہن رکھ دیں کہ جب آپ ان کا قرض واپس کردیں گے' اپنا رہن ان سے واپس لے لیں گے' یا ان سے کرایہ پیشگی لے لیں اور اس سے اپنی ضرورت پوری کرلیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ص ۴۴۳)

قرض کو کم رقم کے عوض فروخت کرنا

سوال: ہم پاکستان کا مال باہر ملکوں میں فروخت کرتے ہیں' اس سلسلے میں باہر کا گاہک ہمارے نام بینک میں ''ایل سی'' کھولتا ہے' ایل سی بینک کی طرف سے ایک طرح کی ضمانت ہوتی ہے' اگر ہم نے مال روانہ کیا تو بینک گاہک کی طرف ہمیں رقم ضرور ادا کردے گا' اس بارے میں عرض یہ ہے کہ گاہک ایل سی ایسی کھولتے ہیں کہ بینک ہمیں رقم مال روانہ کرنے کے فوراً بعد ادا کردیتا ہے' مگر بعض گاہک اپنی مجبوری کی وجہ سے ایل سی ایسی کھولتے ہیں کہ رقم مال روانہ کرنے کے ۱۸۰ دن بعد ملے گی' اس صورت میں ہمارے پاس دو راستے ہیں' اول یہ کہ ہم ۱۸۰ دن تک انتظار کریں' دوم یہ کہ اگر ہم فوراً رقم کی ادائیگی چاہتے ہوں تو بینک کچھ کٹوتی کرکے ہمیں فوراً رقم ادا کردیتا ہے' اس کٹوتی کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بینک کے پاس جمع کردہ رقم میں سے ۱۸۰ دن کی کٹوتی اتنی ہے' دوسرے الفاظ میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ ادھار پر معاملہ ہوتا ہے یعنی اگر ۱۸۰ دن بعد لوگے تو ایک روپیہ ملے گا اور اگر نقد لوگے تو بارہ آنے ملیں گے' ایل سی کی وجہ سے ۱۸۰ دن بعد رقم کا ملنا یقینی ہوتا ہے' بینک کٹوتی کرکے اپنی طرف سے رقم ادا کردیتا ہے اور خود ۱۸۰ دن بعد

گاہک سے وصول کرتا ہے' یہ معاملہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس معاملہ کی حقیقت یہ ہے کہ خریدار پر جو آپ کا قرض ہے' آپ وہ کم رقم کے عوض بینک کو فروخت کر رہے ہیں' یہ معاملہ سود ہے اس لیے جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۲۷)

قرض اور سود میں لی ہوئی شئی کو خریدنا

سوال: زید مسلم نے کسی ہندو مہاجن سے برتن رکھ کر سودی قرض لیا' زید نے کچھ مدت کے بعد قرض ادا نہ کر سکنے کے سبب مہاجن سے کہہ دیا کہ اب تم میرے برتنوں کو اصل مع سود کے معاوضہ میں لے لو کیونکہ حساب لگانے سے اصل مع سود قیمت برتن سے کہیں زیادہ ہو گیا' چنانچہ مہاجن نے اپنی رقم وصول کرنے کے لیے برتنوں کو خالد مسلم کے ہاتھ فروخت کر ڈالا تو خالد کو ایسے برتنوں کا خریدنا جائز ہو گا یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: اگر راہن غیر مسلم ہو تو مسئلہ کی کیا صورت ہو گی؟

جواب: باقی واقعہ اگر یہی ہے تو یہی حکم ہے۔

سوال: اگر زید نے اپنے برتنوں کی نسبت مہاجن سے کچھ نہ کہا تو خالد کا مہاجن سے ان برتنوں کا خریدنا جائز ہو گا یا نہیں؟

جواب: نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۱۴)

رقم خاص کے نفع میں اخبار جاری کرنا

سوال: بعض اخبار والے ایسا کرتے ہیں کہ اس قدر روپیہ دفتر میں جمع کر دینے سے جب تک وہ روپیہ دفتر میں جمع رہے گا' مالک روپے کے نام اخبار جاری رہے گا اور جب وہ روپیہ واپس منگا لیں گے کہ جس کے منگانے کا ہر وقت اختیار ہے اخبار بند کر دیا جائے گا' یہ معاملہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ روپیہ دینا قرض کے طور پر ہے اور اخبار اس کے نفع میں' پس ظاہر ہے کہ حرام اور سود ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۷۳)

قرض دے کر کمیشن وصول کرنا

سوال: بکر نے کئی ہزار روپے ایک مشین میں جس میں کہ سرسوں کا تیل نکالا جاتا ہے' باستغراق مشین مذکور دے کر یہ شرط کر لی کہ اس روپے سے جس قدر سرسوں خریدی جائے گی اس پر

کمیشن فیصدی ایک روپیہ دیا جائے گا اور تیل کی بکری پر بھی ایک روپیہ فیصدی کمیشن دیا جائے گا' غرض جس طرح پر اس کا دور خرید فروخت جاری رہے گا اور کمیشن بھی ملتا رہے گا اور سال دو سال میں روپیہ جس قدر دیا ہے وہ سب واپس کر دیا جائے گا' کمیشن کا حساب ششماہی پر کر کے جو کچھ حساب سے برآمد ہوگا دیا جائے گا اور تا بیباقی اصل روپیہ بیچ میں مستغرق رہے گا' یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: معاملہ مذکورہ قرض ہے' چنانچہ اصل روپے کی بیباقی کی شرط اس کی دلیل ظاہر ہے اور جو کچھ کمیشن پڑا ہے وہ قرض پر زیادتی ہے' پس یہ صریح سود ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۷۲)

مدت گزرنے پر قرض زیادہ وصول کرنا

سوال: زید نے عمر سے مدت متعینہ کے لیے ایک روپیہ قرض لیا اور طے کیا کہ اگر مدت گزر گئی تو مدت کے عوض چار آنے زائد دیئے جائیں گے تو یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: حرام ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۳۰)

قرض خواہ کا انتقال ہو گیا تو قرض کیسے ادا ہو؟

سوال: زید نے عمر سے قرض لیا اور ادائیگی سے پہلے عمر مر گیا اور اس کا کوئی وارث بھی نہیں تو ادائے دین کی کیا صورت ہوگی؟

جواب: مدیون کو چاہیے کہ وہ تمام رقم فقراء اور مساکین کو دے کر عمر کی روح کو ایصال ثواب کر دے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۳۱)

نفع کی شرط پر قرض لینے کا ایک مسئلہ

سوال: کسی کا روپیہ اس شرط پر لینا کہ اس روپیہ کا خرید کردہ مال فروخت ہو گیا تو فی روپیہ ایک آنہ یا دو آنہ نفع دیں گے' درست ہے یا نہیں؟ اگر درست نہیں تو جواز کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟

جواب: اس طرح قرض لینا اور یہ نفع دینا حرام ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۲۳)

غیر جنس سے قرضہ وصول کرنا

سوال: پیاز اور آلو بطور قرض دینا کہ فصل آنے پر ایک من پیاز کے ایک من دھان دے دوں گا' درست ہے یا نہیں؟

جواب: یہ درست نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۲۴)

غیر جنس سے قرض وصول کرنے کی تدبیر

سوال: باپ نے بیٹی سے سو روپے قرض لیا تھا' اور اب ادا نہیں کرتے حالانکہ ادا کر سکتے ہیں' والد گھی کا کاروبار کرتا ہے اور گھی بیٹی کے گھر پر ہی رکھتا ہے' کیا یہ جائز ہوگا کہ بیٹی اس گھی میں سے ان کی اجازت کے بغیر گھی نکال کر اپنی قیمت وصول کرلے؟ اور وصول ہونے پر والد کو آگاہ کردے' اگرچہ آگاہ کرنے میں ناراضی کا اندیشہ بھی ہے؟

جواب: یہ طریقہ جائز ہے مگر اس کا پورا اہتمام رہے کہ اپنے حق سے زیادہ ہرگز نہ لے' وصول ہونے کے بعد والد کو اس کی اطلاع کرنے کی ضرورت نہیں' خصوصاً جب کہ ناراضی کا اندیشہ ہو۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۱۷۴)

کوشش کے باوجود قرض ادا نہ ہو سکے تو؟

سوال: اگر باوجود فکر اور کوشش کے بوجہ افلاس قرض ادا نہ ہو سکے اور انتقال کر جائے تو اس پر حق العباد رہے گا یا نہیں؟ یا بوجہ مجبوری ماخوذ نہ ہوگا؟

جواب: ایسی حالت میں اس کے ورثہ کو چاہیے کہ اس کا قرض ادا کریں کہ وہ وارث مالک ہو گئے اور جو دینے کی طاقت نہ ہوئی اور عزم دینے کا رکھتا ہے تو خدا تعالیٰ چاہے معاف کرادے یا اعمال سے دلادے گا' اس کی مشیت میں ہے' خالص نیت والے کو واسطے معافی کا حکم حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۲۴)

مکیلات وموزونات کا قرض دینے کا حکم

سوال: ناپ کر بیچے جانے والی اور وزن کر کے بیچے جانے والی چیزوں کا قرض لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مکیلات (ناپ کر بیچے جانے والی) موزونات (وزن کر کے بیچے جانے والی) اور عددی متقارب (یعنی وہ چیزیں جن کے عدد تقریباً برابر ہوتے ہیں) کا قرض لینا جائز ہے ان کے سوا اور کسی چیز کا جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۱۷۱)

سونے کے زیور قرض لیکر ان کی قیمت واپس لینا

سوال: کسی نے دوسرے شخص سے سونے کا زیور قرض لیا' اب مقروض اپنا قرض ادا کرنا چاہتا ہے' قرض خواہ اس سے کہتا ہے کہ آپ بجائے زیورات کے ان کی قیمت دے دیں تو مناسب ہو' کیا مقروض زیورات کی قیمت دے سکتا ہے؟ اگر دے سکتا ہے تو کس وقت کی قیمت

معتبر ہوگی؟ واضح رہے کہ بعض علماء نے اس کو سود قرار دیا ہے' نیز یہ فرمائیں کہ ربا نسیئۃ اور قرض کے درمیان کچھ فرق ہے یا نہیں؟

جواب: زیور کے بجائے اس کی قیمت لینے میں شبہ ربا کی کوئی وجہ نہیں' البتہ اگر زیور کے بجائے زیور ہی لیے جاتے تو جنس کا تبادلہ جنس سے ہونے کی وجہ سے ربا کا مغالطہ ہوسکتا تھا مگر درحقیقت اس صورت میں بھی ربا نہیں بلکہ یہ قرض ہے' ربا نسیئۃ جب ہوتا ہے کہ جنس کا مبادلہ غیر جنس سے ہو' یا جنس کا مبادلہ جنس سے ہو اور اس میں لفظ بیع یا مبادلہ یا معاوضہ استعمال کیا گیا ہو' اگر جنس دے کر وہی جنس واپس لینے کا معاملہ کیا ہو مگر بیع یا مبادلہ یا معاوضے کے الفاظ نہیں کہے تو یہ قرض ہے' خواہ قرض کا لفظ کہے یا نہ کہے اور بلاشبہ جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۱۷۴)

قرض دینے کے بعد سکہ بدل گیا

سوال: زید نے بکر کے پاس سو روپے کے عوض اپنی زمین رکھی اور یہ اس وقت کی بات ہے جب روپے چاندی کے تھے' اب اس کا رواج نہیں رہا' اب راہن مرتہن دونوں رہن کے چھوڑنے چھڑانے پر راضی ہوگئے لیکن مرتہن کا مطالبہ ہے کہ مجھے چاندی کا روپیہ ہی دیا جائے یا اس کی قیمت ادا کی جائے' راہن کہتا ہے کہ میں پاکستانی سو روپے دوں گا' ان میں شرعی فیصلہ کیا ہوگا؟

جواب: یہ معاملہ قرض کا ہے اور قرض میں شئی مقروض کی مثل ادا کرنا واجب ہوتا ہے' چاندی چونکہ باعتبار خلقت ثمن ہے لہٰذا ترک تعامل کے باوجود اس کی ثمنیت کاسد نہیں ہوسکتی' لہٰذا اس کی مثل یعنی سو تولے چاندی ہی دینا پڑے گی۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۱۷۵)

دین کم قیمت پر غیر مدیون کے ہاتھ بیچنا

سوال: ایک شخص ٹرک ڈرائیور یا اس کے مالک سے جو ملک کے مختلف حصوں سے کراچی مال لاتا ہے' بلٹی لیتا ہے' اس طریقے سے کہ جو بلٹی مثلاً دو ہزار روپے کی ہے' یہ شخص مالک یا ڈرائیور کو بیس روپے کم دو ہزار دیتا ہے' کیا یہ طریقہ جائز ہے؟ اگر ناجائز ہے تو جواز کی یہ صورت ممکن ہے یا نہیں؟

جواب: یہ معاملہ دو وجہ سے ناجائز ہے اور حرام' ایک یہ کہ قرض کی بیع ہے' ایسے شخص سے جس کے اوپر کوئی قرض نہیں ہے' دوسری یہ کہ رقم میں کمی بیشی سود ہے' جو حرام ہے۔

صحیح صورت یہ ہوسکتی ہے کہ ٹرک کا مالک کرائے کی رقم وصول کرنے کے لیے کسی کو وکیل بنادے اور اس کو وصول کرنے کی اجرت کے طور پر بیس روپے دے دے' پھر اس سے بلٹی کی رقم کے برابر قرض

لے کر اس سے کہہ دے کہ میرا قرض وصول کر کے اس قرض کے عوض جو میں نے لیا ہے خود رکھ لے۔
مگر اس صورت میں وکیل کو قرض وصول نہ ہوا تو وہ مؤکل سے قرض کا مطالبہ کر سکے گا' اس صورت کی صحت کے لیے یہ شرط ہے کہ توکیل کے لیے قرض دینے کے لیے شرط نہ ٹھہرایا جائے' اگر قرض لیے بغیر ٹرک کا ڈرائیور کسی کو وکیل نہیں بناتا تو یہ اس لیے ناجائز ہے کہ وکیل قرض سے استجارے کا نفع حاصل کر رہا ہے جو سود ہے۔
اس لیے صحیح صورت صرف یہ ہے کہ ٹرک کا مالک فی الحال رقم نہ لے بلکہ کسی کو وصول کرنے کے لیے اجرت پر وکیل بنا دے اور وہ رقم وصول کر کے مالک کو پہنچا دے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۱۷۵)

قرض وصول کرنے کیلئے مقروض پر جبر کرنا

سوال: متعین مدت گزرنے پر اگر مقروض تنگ دست ہے تو کیا قرض خواہ اپنا قرض وصول کرنے کے لیے اس پر جبر کر سکتا ہے؟
جواب: مقروض کے افلاس کی حالت میں اس کو قرض کی واپسی پر مجبور کرنا جائز نہیں۔
(احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۱۷۶)

استثناء کیساتھ قرض کا اقرار کرنا

سوال: زید نے اقرار کیا کہ عمر کے میرے اوپر دس روپے ہیں مگر نو' مگر آٹھ' مگر سات' مگر چھ' مگر پانچ' مگر چار' مگر تین' مگر دو' مگر ایک' زید کے اوپر عمر کا کتنا قرض رہا؟
جواب: اس صورت میں اقرار کرنے والے پر پانچ روپے لازم ہوں گے کیونکہ جب استثناء متعدد ہوں اور بغیر عطف کے ذکر کیے جائیں تو آخری استثناء کو اس کے ماقبل میں سے کم کر کے باقی کو اس کے ماقبل میں سے کم کرتے جاتے ہیں' یہاں تک کہ اصل عدد میں سے کم ہو کر جو باقی رہے وہ لازم ہو جاتا ہے اور اس صورت میں باقی پانچ رہتے ہیں' وہی لازم ہوں گے مگر یہ حکم جب ہے کہ یہ تمام کلام متصل بغیر فصل ہو۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۱۲۰)

مطالبات مالیہ میں مدعا علیہ سے خرچ لینا

سوال: ایک شخص کے ساتھ کسی معاملے میں مقدمہ ہو' تو اس کی ڈگری ہونے کی صورت میں سرکار خرچہ بھی دلاتی ہے' یہ خرچہ لینا جائز ہے یا نہیں؟
جواب: مطالبات مالیہ میں جبکہ مدیون باوجود قدرت کے ادائے حق میں اس قدر دیر اور تساہل کرے کہ دائن کے نالش کیے بغیر وصول حق کی امید نہ رہے اور بہ مجبوری وہ نالش کرے تو اس

صورت میں اسے جائز ہے کہ اپنا واقعی اور جائز خرچ بھی مدیون سے لے لے' فقہاء نے تمرد خصم کی صورت میں اجرت احضار وغیرہ اس کے ذمے ڈالی ہے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۱۲۳)

مہر میں دیئے گئے مکان پر قرض خواہوں کا قبضہ کرنا

سوال: زید نے اپنا مکان دین مہر میں اپنی اہلیہ کو دیدیا اور اس وقت تک وہ قطعی قرض دار نہ تھا' ادائیگی مہر کے چار سال بعد مقروض ہو گیا اور قرض خواہوں نے نو سال بعد عدالت میں چارہ جوئی کر کے ڈگری کرالی اور مکان قرق کرا کر نیلام کرانا چاہتے ہیں' یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جبکہ اس قرض کے وجود سے پہلے وہ مکان اپنی بیوی کو مہر میں دے چکا ہے تو بعد کے قرض خواہ اس مکان کو اپنے قرضے میں نہیں لے سکتے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۱۶۲)

زید کے کچھ روپے

سوال: زید کے کچھ روپے عمر کے ذمے واجب ہیں' زید نے تقاضا کیا تو عمر نے کچھ سامان زید کو دیا کہ تم اس کو فروخت کر کے اپنا روپیہ لے لو' زید نے وہ سامان لے لیا' پھر زید نے وہ سامان محمود کو دیا کہ تم اس کو فروخت کر دو' وہ فروخت نہ ہوا تو محمود نے زید کو واپس کیا' زید نے عمر کو واپس کیا' اب عمر کہتا ہے کہ میرا سامان کم ہے' تم اس کو پورا کرو' زید اپنے وکیل سے کہتا ہے کہ یہ حقیقتاً نقصان ہوا یا اتہام یا سہو' بہرحال اس تاوان کے تم متحمل ہو گے' آپ فرمائیں کہ اس تاوان کا متحمل کون ہوگا؟ زید یا محمود؟

جواب: زید اور عمر کے اختلاف میں عمر کا قول معتبر نہ ہوگا بلکہ زید کا قول حلف کے ساتھ معتبر ہوگا' اگر زید اس بات پر حلف کر لے کہ سامان اتنا ہی تھا تو زید کے ذمے مزید سامان لازم نہ ہوگا' ہاں اگر عمر شہادت سے ثابت کر دے تو پھر زید کا بیان اور حلف معتبر نہ ہوگا' اسی طرح زید اور محمود کے اختلاف میں اگر زید شہادت سے ثابت نہ کر سکے تو محمود کا قول مع قسم کے معتبر ہوگا۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۱۲۹)

مقروض کے ورثہ میں سے کس سے کتنا قرض طلب کرے؟

سوال: زید سے عمر نے بیس روپے قرض لیے تھے' زید کا انتقال ہو گیا ہے تو اب زید کے ورثہ میں سے کس کس کو حق پہنچتا ہے کہ وہ عمر سے قرض کا مطالبہ کریں اور اگر عمر مر جائے تو پھر زید کس سے تقاضا کرے؟

جواب: زید قرض خواہ کے انتقال کے بعد اس کے وارث اپنے اپنے حصے کے لائق دین کا مطالبہ مدیون سے کر سکتے ہیں اور اگر مدیون کا انتقال ہو جائے تو اس کے ترکہ میں سے قرض خواہ اپنے دین کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۱۳۰)

مقروض کے نماز' روزہ اور جنازے کا حکم

سوال: ایک شخص نے قرض حسنہ دے کر ایک شخص کو ملازم کرایا' اس نے بیس سال تک رسالے کی ملازمت کی اور وعدہ کیا کہ پنشن ملنے پر یہ روپیہ آسامی کا ادا کردوں گا' اور پھر بدنیتی سے روپیہ ادا نہ کیا' اس کی نماز' اس کا روزہ مقبول ہے یا نہیں؟ اور اس کی نماز جنازہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: ایسا شخص جس نے قدرت اور موقعہ میسر ہونے کے باوجود قرض ادا نہیں کیا سخت ظالم اور فاسق ہے مگر اس کا جنازہ پڑھنا چاہیے' بغیر جنازہ پڑھے اس کو دفن نہیں کرنا چاہیے' رہا یہ کہ اس کی نماز' روزہ' مقبول ہے یا نہیں؟ تو اس کا معاملہ حضرت حق تعالیٰ کے ساتھ ہے' بعض گناہ (جن میں سے لوگوں کا مال ناحق ہضم کر لینا بھی ہے) نماز اور دوسری عبادات کے فائدے باطل کر دیتے ہیں۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۱۳۲)

مقروض کے کپڑے استعمال کرنا

سوال: ایک شخص کسی کا مقروض ہے اور وہ کسی وجہ سے فرار ہو گیا اور اس کے کپڑے وغیرہ رہ گئے تو قرض خواہ اس کے کپڑے استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: مقروض کے کپڑوں کو استعمال کرنا تو جائز نہیں' ہاں اپنے روپے کے وصول کرنے کے لیے اس کے اسباب اور کپڑوں کو اپنے قبضے میں رکھنا جائز ہے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۱۳۲)

سود کی رقم اور اصل قرض

سوال: اگر کسی شخص نے سودی قرض لے کر سود کے حساب سے بقدر اصل رقم ادا کر دی تو یہ شخص پورے قرض سے بری الذمہ ہو گا یا نہیں؟

جواب: دارالاسلام میں سود دینا حرام ہے جو رقم اس نے دی وہ اصل قرض میں محسوب ہو گی۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۲۹)

مدت سے پہلے قرض کا مطالبہ کرنا

سوال: قرض دینے والا مدت مقررہ پر راضی ہو چکا تھا' اب اس کو مدت سے پہلے ادائے دین کے مطالبہ کرنے کا حق ہے یا نہیں؟

جواب: حق ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۳۰) "اِذَا وَعَدَ وَفٰی یاد رکھتے ہوئے" (م'ع)

گندم یا آٹے کا قرض لینا دینا

سوال: زید نے عمر سے دس سیر گندم یا آٹے کا قرض لے کر صرف کر لیا' اب اسی قدر واپس

کرتا ہے تو یہ معاملہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ معاملہ قرض کا ہے اور استحساناً جائز ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۳۳۰)

قرض دیکر نفع لینے کے جواز کی صورت

سوال: ہمارا ایک کلب ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ جب زیادہ روپے ہو جائیں تو اس وقت کہیں باہر تفریح کے لیے جائیں' ابھی ہمارے پاس تقریباً چار ہزار روپے ہوئے ہیں' وہ پیسے ہم نے ایک دوست کو بطور قرض دیئے ہیں' وہ ہمارے کلب کے ممبر نہیں ہیں' وہ اس رقم سے تجارت کرتے ہیں اور ماہانہ تیس روپے دیتے ہیں تو یہ روپے سود شمار ہوں گے یا نہیں؟

جواب: ماہانہ تیس روپے لینا سود ہے' رقم قرض دے کر نفع حاصل کرنا سود ہے جو بہ نص قطعی حرام ہے' جواز کی صورت یہ ہے کہ یہ رقم دے کر عقد مضاربت کا معاملہ کر لیا جائے کہ اس رقم پر جو منافع ہو اس میں مثلاً آدھا حصہ تمہارا' آدھا ہمارا تو جائز ہے ورنہ ناجائز۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۳۸)

قرض اس کی جنس ہی سے ادا کیا جائے

سوال: زید نے عمر سے تنگ دستی کی وجہ سے ایک من جَو قرض لیے تھے' اس وقت بھاؤ بھی ۲۰ روپے تھا' اب اس کو دو سال کا عرصہ ہو گیا ہے' عمر اپنے غلہ کا تقاضا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے تو چالیس روپیہ کے بھاؤ لگا لیا ہے تو عمر کو یہ لینا اس طرح سے درست ہے یا نہیں؟

جواب: ایک من جَو قرض لیے ہیں' ایک من جَو ہی کی واپسی لازم ہے' اس کی قیمت کا واپس کرنا لازم نہیں' خواہ کچھ ہی نرخ ہو' پس چالیس روپے قیمت لگا کر وصول کرنے کا حق نہیں۔

(فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۴۱۹)

غیر جنس سے اپنا قرض وصول کرنا

سوال: ایک صاحب کے ذمہ میرے ٹرک کا کرایہ ۹۵ روپے باقی تھے' میرے ٹرک ڈرائیور نے ان کی سائیکل چھین لی' اب وہ سائیکل دس ماہ سے میرے پاس رکھی ہے' باوجود تلاش کے نہ وہ ملے نہ از خود آئے' میں نے بھی وہ سائیکل استعمال نہیں کی کیونکہ وہ بہت خراب ہے اور بمشکل پچاس روپے قیمت ہوگی' کیا میں فروخت کر کے یا مرمت کے بعد اس کو استعمال کر سکتا ہوں؟

جواب: سائیکل جتنی قیمت کی بازار میں ہے' اتنی مقدار گویا آپ نے اپنا روپیہ وصول کر لیا' آپ کو اختیار ہے کہ اس کو ٹھیک کرا کے استعمال میں لائیں یا فروخت کر کے قیمت استعمال کریں۔

(فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۳۸۲)

ناجائز مال سے قرض وصول کرنا

سوال: کسی مسلمان قرض خواہ کو کسی قرض دار سے اپنا قرضہ وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ اس کو معلوم ہو کہ یہ مال ناجائز طریقہ سے کمایا ہے؟

جواب: نامعلوم ہونے کی صورت میں اپنا قرض وصول کرنا درست ہے اگر اس کا حرام ہونا معلوم ہو تو اس کا لینا غیر مسلم سے درست ہے اور مسلم سے مکروہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۱۹۴)

قرض کے بدلے کوئی سامان لینا

سوال: زید کا روپیہ بکر کے ذمہ ہے نہ ملنے کی صورت میں زید نے بکر کے گھر جا کر روپیہ کے بدلے کوئی سامان زبردستی چھین لیا' شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: جائز ہے' بشرطیکہ سامان زید کے روپیہ سے زائد نہ ہو' عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ اے اللہ کے رسول! کبھی کبھی ہمارا گزر ایسے لوگوں پر ہوتا ہے جو ہماری ضیافت نہیں کرتے اور ہمارا حق واجب ادا نہیں کرتے اور ہم زبردستی کچھ لیتے بھی نہیں' اس سے ہم کو پریشانی لاحق ہوتی ہے تو ہم کیا کریں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ تمہاری ضیافت کرنے اور تمہارا حق دینے سے انکار کریں تو اگر تم زبردستی لے سکتے ہو تو حق کی مقدار لے لو۔ (فتاویٰ احیاء العلوم ج ۱ ص ۲۷۷)

قرض ادا کرتے وقت کچھ زیادہ دینا

سوال: مالا بدمنہ میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سے قرض لیا کرتے تھے تو کچھ زیادہ دیا کرتے تھے تو یہ زیادہ دینا بخوشی کیسا ہے؟ لینے والے کے لیے تو سود نہیں ہوگا؟

جواب: جس سے قرض لیا جائے' دیتے وقت کچھ زیادہ دینا' یہ کہہ کر کہ اتنا آپ کا اصل مطالبہ ہے' اتنا میری طرف سے زائد ہے' یہ حدیث پاک سے ثابت ہے لیکن قرض دینے والے کو پہلے سے اس کا لالچ نہ ہونا چاہیے کہ زیادہ ملے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۴۲۱)

کیا رات کو قرض دینا منحوس ہے؟

سوال: منحوس سمجھ کر رات میں قرض نہ دینا شرعاً کیسا ہے؟

جواب: رات میں قرض کو منحوس سمجھنا جہال کا عقیدہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۸ ص ۲۷۹) "جو غلط ہے" (م'ع)

قرض خواہ اگر قرض نہ لے

سوال: ایک شخص اپنا قرض لینا نہیں چاہتا' قرض دار چاہتا ہے کہ دنیا ہی میں دیدے تاکہ

قیامت کے دن دینا نہ پڑے تو کیسے ادا کرے؟

جواب: جس سے جو قرض لیا تھا اگر وہ لینا نہیں چاہتا تو معاف کر دے اگر نہ واپس لیتا ہے نہ معاف کرتا ہے تو مقدار قرض اس کے سامنے رکھ دی جائے پھر اس کا جو دل چاہے کرے یہ بری ہو جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۷ اص ۳۴۱)

قرض لینے کے بعد چاندی کا بھاؤ بڑھ گیا

سوال: یوسف کا تقریباً پندرہ سال پہلا قرض بشیر پر ہے اب یوسف کہتا ہے کہ قرض دیتے وقت چاندی کا بھاؤ دو اڑھائی روپے تولہ تھا اب تو میں چاندی کے نوٹ لوں گا کیا حکم ہے؟

جواب: اب سے چودہ پندرہ سال پہلے قرض کے جتنے نوٹ لیے تھے اتنے ہی نوٹ واپس کرنیکا حکم ہے چاندی کا بھاؤ تیز ہو جانے سے قرض کے نوٹ زیادہ لینا درست نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۷ اص ۳۴۱)

اپنا قرض بڑوں سے کس طرح وصول کرے؟

سوال: زید کا بکر پر قرض ہے مگر مانگنے سے عظمت اور زیادتی تعلق مانع ہے کیونکہ بکر زید کا پیر یا استاد ہے اگر زید اپنے قرض کے بقدر بلا اجازت چپکے سے لے لے تو کیا یہ جائز ہے؟

جواب: پہلے مطالبہ کرے اگر مقروض دینے سے انکار کر دے تو پھر دوسرے طریقہ سے وصول کرے معاملات میں عظمت اور دوستی مانع نہیں ہونی چاہیے ورنہ تو پھر قرض معاف کر کے ان کو بری الذمہ کر دے اس میں عظمت کی بھی رعایت ہے اور دوستی کی بھی۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۷ اص ۴۰۷)

مال حرام سے قرض ادا کرنا

سوال: ایک شخص کے پاس کل پیسہ شراب کی تجارت کا ہے اب وہ شخص تائب ہو کر کسی سے بلا سودی قرض لے کر دوسرا کاروبار کرنا چاہتا ہے تو وہ شخص شراب کے پیسہ سے قرض ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: جب کوئی شخص مختلف آدمیوں کا مال غصب کر کے خلط کرے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس خلط کی وجہ سے وہ مالک ہو جاتا ہے اور ضمان لازم ہوگا لہٰذا اس مال سے قرض ادا کرنے کی گنجائش ہے البتہ اتنی مقدار ضمان ادا کرنا لازم ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۹ ص ۳۸۵)

سودی قرض لینا کب جائز ہے؟

سوال: کوئی آدمی جب کاروبار شروع کرتا ہے تو سرکاری آفس سے اسے مدد کے طور پر کچھ رقم جس کو سب سی ڈی کہتے ہیں ملتی ہے اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) آدمی اپنے ذاتی چند ہزار روپے لگا کر کاروبار شروع کرتا ہے اس کے بعد سرکاری آفس چند حصے مدد کے طور پر اسے دیتا ہے اور اس کا بینک سے کوئی تعلق نہیں ہوتا تو یہ مدد لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اپنے پاس بقدر ضرورت روپے فراہم نہ ہونے کی وجہ سے سرکاری آفس میں جاتا ہے اور آفس والے بینک کی معرفت کاروبار کے لیے روپے دلاتے ہیں اس صورت میں بینک کو سود دینا پڑتا ہے یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: (۱) اگر یہ صحیح ہے کہ بطور امداد رقم دی جاتی ہے اور اس پر کوئی سود نہیں لیا جاتا تو یہ سودی معاملہ نہیں اس لیے درست ہے۔

(۲) بینک سے سودی معاملہ کرنا درست نہیں' اگر ضرورت اور حد درجہ کی ہو تو جتنی رقم سے ضرورت پوری ہو جائے اتنی ہی مقدار میں سودی قرضہ لینے کی اجازت ہے اس سے زیادہ لینا درست نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ص ۱۳۵)

سودی قرض لینا

سوال: میں پرائمری سکول کا ماسٹر ہوں' پانچ بچے ہیں' والدہ ہیں' گھر کی ضروریات کے واسطے سودی قرض لیتا ہوں' ہر وقت دل پریشان رہتا ہے' حتیٰ کہ دین کے کاموں میں بھی جی نہیں لگتا' ایسی حالت میں اپنا ذریعہ معاش ٹھیک کرنے کے لیے سرکار سے صنعتی قرض لے سکتا ہوں؟

جواب: سود لینا دینا حرام ہے' اگر گزارہ کی کوئی صورت نہ ہو تو محتاج کے لیے بقدر ضرورت سودی قرض لینے کی گنجائش ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ص ۴۲۲)

شادی اور کاروبار کیلئے سود پر قرض لینا

سوال: ایک شخص سکول ماسٹر اور امام مسجد ہے' غیر شادی شدہ ہے' مالی حیثیت اتنی نہیں کہ شادی کر سکے' بلا سود قرضے ملنے کی بھی امید نہیں' ایسی مجبوری میں شادی اور ذاتی کاروبار کے لیے بینک سے سودی قرض لے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: جبکہ اضطرار اور انتہائی مجبور حالت ہے تو سودی قرض لینے کی گنجائش ہے' کم سے کم رقم سے کام نکالا جائے' شادی کرنے میں جتنی رقم کی ضرورت ہے اتنی ہی لی جائے' فضول اخراجات اور مہمان نوازی حتیٰ کہ ولیمہ کی دعوت کے لیے بھی ایسی رقم لینے کی اجازت نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ص ۱۴۱)

مرض الموت میں وارث کے قرض کا اقرار کرنا

سوال: زید کے چند وارث ہیں' زید نے مرض الموت میں چھوٹے بھائی بکر (دوسرے ورثاء

کی عدم موجودگی میں) کے قرض کا اقرار کیا اور اپنی کل اشیاء منقولہ کی فہرست مرتب کی (جس کی قیمت قرض کے برابر ہے) اور بھائی قرض خواہ کے نام رجسٹری کرادیا' زید کے انتقال کے چند ماہ بعد خالد (وارث) کو اس کا علم ہوا تو اس نے تصدیق نہیں کی بلکہ ان اشیاء میں اپنے حق کا دعویٰ عدالت میں دائر کردیا' اب پوچھنا یہ ہے:

(۱) زید کا بحالت مرض الموت اپنے وارث کے قرضے کا اقرار کرنا شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟

(۲) بکر کا تردید دعویٰ میں رجسٹری عدالت مجاز کا پیش کرنا شرعاً مستند ہے یا نہیں؟

(۳) جو اقرار نامہ قانون شرعی کے خلاف مرتب کیا ہوا سکے باطل کرنیکا شریعت کو حق ہے یا نہیں؟

جواب: وارث کے لیے مرض الموت میں قرض کا اقرار کرنا معتبر نہیں مگر یہ کہ دوسرے وارث اس کو تسلیم کرلیں۔

(۲) رجسٹری کا پیش کرنا مفید نہیں کیونکہ رجسٹری کا زیادہ سے زیادہ فائدہ یہ ہے کہ اقرار کا ثبوت ہوجائے تو اقرار ثابت ہونے پر وہ ناقابل اعتبار اور ناقابل عمل ہوگا۔

(۳) یقیناً یہ اقرار نامہ باطل ہوجانے اور باطل کیے جانے کا مستحق ہے جبکہ مرض الموت میں اس کا لکھا جانا ثابت ہوجائے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۱۳۱)

کافر مقروض کا مرجانا

سوال: اگر مسلمان کا قرضہ کافر پر ہے اور مدیون ادا کیے بغیر مرگیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: بوقت محاسبہ مدیون کے اعمال حسنہ دائن کو دلائے جائیں گے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۴۰)

مسلمان مقروض کا مرجانا

سوال: مسلمان مقروض بغیر قرض ادا کیے مرگیا' معذب ہوگا یا نہیں؟

جواب: مدیون اپنے قرض میں گرفتار رہتا ہے اور منزل مقصود تک نہیں جاسکتا اور پروردگار سے وحشت وتنہائی' قید وبند اور صلحاء وشفعاء سے دوری کی شکایت کرتا ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۴۰)

مقروض کے پاس سے غیر کا سامان اپنے قرض میں ضبط کرنا

سوال: راجہ نے ایک بھینس عبدالصمد کو بطور امانت دی' اس کا تحریری ثبوت نہیں' صرف زبانی شہادتیں ہیں' عبدالصمد پر ایک شخص کا قرض تھا' اس نے تقاضا کیا' عبدالصمد نے کہا کہ میرے پاس دام تو ہے نہیں' تم اپنے قرضے میں میری بھینس لے لو' قرض خواہ کو خیال تھا کہ یہ عبدالصمد ہی کی ہے'

لہٰذا قرض خواہ نے بھینس اپنے قرضے میں لے لی اور عبدالصمد سے کاغذ لکھوالیا' پھر عبدالصمد بھاگ گیا' راجہ نے اس شخص پر دعویٰ کیا کہ یہ بھینس میری ہے' عبدالصمد کا کچھ پتہ نہیں کہاں ہے' لہٰذا یہ بھینس ازروئے شرع کس کو ملے گی؟

جواب: قرض خواہ اس امر کا اقراری ہے کہ اس نے بھینس عبدالصمد سے لی ہے اگرچہ اپنے قرض میں لینے کا مدعی ہے' پس اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ بھینس راجہ کی تھی اور اس نے عبدالصمد کو بطور عاریت دی تھی تو بھینس راجہ کو دلوائی جائے گی اور اگر اس کا ثبوت نہ ہو تو بھینس صاحب امید کے پاس اس وقت تک چھوڑی جائے گی جسوقت تک اس کے خلاف ثبوت مہیا نہ ہو' یہ واضح رہے کہ غائب رہنے تک اس کے خلاف کوئی شہادت مسموع نہ ہوگی۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۱۲۶)

قرضہ دینے والی کمیٹی کے بعض ضابطوں کا حکم

سوال: اگر ایسی کمیٹی قائم ہو جس کا مقصد یہ ہو کہ مسلمانوں کی اقتصادی حالت کو درست رکھے اور مہاجنوں کے ظلم سے محفوظ رکھے اور اس مقصد سے مسلمانوں کو بلاسود قرض دے اور اس کے حسب ذیل اصول مقرر کرے:

(۱) یہ کمیٹی اپنا کاغذ تیار کرے گی جس کی قیمت مقدار قرض کے اعتبار سے مختلف ہوگی' مثلاً دس روپے کے لیے چار اور پچیس روپے کے لیے آٹھ' علیٰ ہذا القیاس جس طرح سرکاری اسٹامپ کاغذ پر وثیقہ لکھا جاتا ہے' اگرچہ بلاسود ہی کیوں نہ ہو۔

(۲) جو شخص اس کمیٹی سے یہ کاغذ خریدے گا اس کو یہ کمیٹی اس کے طلب پر قرض دے گی۔

(۳) یہ کمیٹی اپنا ایک رجسٹرار مقرر کرتی ہے جس کے یہاں اس وثیقہ کی رجسٹری ہوگی اور رجسٹری کرانے کی ایک قلیل رقم مقروض کو رجسٹرار کے یہاں داخل کرنا ہوگی تاکہ رجسٹرار کے دفتر کا خرچ اس سے چل سکے۔

(۴) یہ کمیٹی اپنا ضابطہ یہ بھی مقرر کرتی ہے کہ سال بھر سے زیادہ مدت قرض نہیں' اس کے بعد اگر کوئی مدیون قرض اور اپنے ذمہ رکھنا چاہتا ہو تو یہ جدید قرض سمجھا جائے گا اور اس کو نمبر ا و نمبر ۲ کے مطابق عمل کرنا ہوگا' تو یہ ضوابط اور معاملہ درست ہے یا نہیں؟

جواب: اس کمیٹی کا سرمایہ غالباً چندے سے حاصل کیا جائے گا' پس اس کے کاغذوں کی قیمت کا منافع اور رجسٹرار کی فیس کا بچا ہوا روپیہ اگر محض دفتری کاروبار کو چلانے کے لیے رکھا جائے اور مالکان سرمایہ کو حصہ رسدی تقسیم نہ کیا جائے نہ ازروئے قواعد ان کو طلب کرنے کا حق دیا جائے

اور فاضل منافع کو کسی وقت بھی مالکان سرمایہ کا قرار نہ دیا جائے بلکہ کمپنی کا کاروبار ختم کرنے کی صورت میں بقیہ منافع کو غرباء پر تقسیم کردینے کا قاعدہ مقرر کردیا جائے اور کوئی صورت اس میں شخصی انتفاع یا تعرض کی نہ ہوتی ہو تو اس میں مضائقہ معلوم نہیں ہوتا۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۱۲۱)

حوالے محیل اور محتال علیہ کی رضا کا حکم

سوال: ایک شخص نے کسی کی واجب الادا رقم روک لی' دوسرے نے اپنے نام سے وصول کر کے حیلے سے دے دی' یعنی قرض خواہ کو دیدی اور مقروض کو کہہ دیا کہ تمہارے روپے ہم نے اس کو دیدیئے' اس نے جواب نہ دیا تو یہ معتبر ہوا یا نہیں؟

جواب: جائز و معتبر نہیں۔ "**یدل علیه اشتراط رضاء المحیل والمحتال علیه والمحتال فی الحوالة**" (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۲۱)

دوسرے پر دین کا حوالہ کرنا

سوال: زید کا قرض دس روپے عمرو کے ذمے ہے' خالد نے زید سے کہا کہ دس روپے تم مجھ سے لے لو' میں اپنا روپیہ عمرو سے وصول کرلوں گا؟

جواب: اگر تینوں راضی ہوں تو جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۲۲)

قرض کا ذمہ دار بننا

سوال: روپے پیسے یا کسی چیز کا ذمہ دار بن جانا درست ہے یا نہیں؟ صورت اس کی یہ ہے کہ میں نے ایک رسالہ عبدالحفیظ کے ہاتھ فروخت کیا' اس نے ہم کو ایک چونی دی اور کہا کہ دس پیسے واپس کرو' میں نے محمد یحییٰ سے اس کے سامنے کہہ دیا کہ دس پیسے جو تمہارے ذمہ باقی ہیں' عبدالحفیظ کو دے دینا' محمد یحییٰ نے منظور کرلیا اور عبدالحفیظ نے بھی کہا کہ محمد یحییٰ سے لے لوں گا' اب تم سے کچھ واسطہ نہیں' پس یہ لینا دینا کیسا ہے؟

جواب: یہ حوالہ ہے اور درست ہے مگر اس صورت خاص میں اس قدر اور ضرورت ہے کہ آپ عبدالحفیظ سے دس پیسے کی بہ نسبت اتنا اور کہہ دیجئے کہ یہ ہم کو بالفعل قرض دیدو اور وہ منظور کرلے' پھر یہ معاملہ حوالے کا کیجئے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۲۱)

حوالے میں کمی کر کے وصول کرنا

سوال: زید نے ایک حساب میں ایک انگریز پر ڈگری حاصل کی' انگریز چند ماہ میں قسط وار یہ رقم

ادا کرے گا' زید دور دراز کا باشندہ ہے' یہاں مقیم نہیں رہ سکتا' لہٰذا وہ خالد کو یہ ڈگری حوالے کرتا ہے کہ دو سو روپے نقد تم ادا کر دو اور بعد میں تم قسط وار دو سو پچاس روپے وصول کر لو' یہ کارروائی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ تو جائز نہیں' مگر یوں کرے کہ خالد کو وکیل بنا دے کہ تم اس انگریز سے تقاضا کر کے وصول کر دو اور اڑھائی سو روپے اس کام پر تمہاری اجرت ہے' اور دو سو روپے تم ہم کو قرض دے دو' وہ بھی وصول کر کے اپنے قرضے میں رکھ لینا لیکن اگر خالد کو اس انگریز سے وصول نہ ہو تو وہ اپنا روپیہ زید سے واپس کر لے گا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۲۲)

سُود و قمار

ربا کی حقیقت

سوال: ربا کس کو کہتے ہیں؟

جواب: دو ہم جنس اشیاء کے تبادلے اور معاوضہ مالیہ میں بغیر کسی عوض کے کیل یا وزن میں کمی و زیادتی کرنے کا نام ربا ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۸۱)

ربا کے حرام ہونے کی علت کیا ہے؟

سوال: ربا کے حرام ہونے کی علت کیا ہے؟

جواب: کیل یا وزن اتحاد جنس کے ساتھ دونوں چیزوں کی موجودگی میں (مثلاً گندم کی بیع گندم سے ہو) فضل یعنی ربا حرام ہوگا اور نسیہ یعنی عوضین میں سے کسی ایک کا قرض کرنا بھی حرام ہے اور اگر دونوں چیزیں معدوم ہوں مثلاً کپڑے کے ایک تھان کی بیع دوسری قسم کے دو تھان کے بدلہ میں ہو تو ایسی صورت میں تفاضل (کمی زیادتی) بھی جائز ہے اور نسیۂ (اُدھار) بھی۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۸۱)

سودی رقم میں حیلہ کرنا

سوال: ایک آدمی کے پاس سودی رقم ہے' وہ زکوٰۃ کے حق دار کو یہ رقم بطور ہدیہ دیتا ہے اس شرط سے کہ تو اس میں سے تھوڑی رقم بطور بخشش مجھے دے دے' اس غریب نے وہ رقم بلا نیت ثواب قبول کر کے اصل مالک کو بخش دی' تو کیا اس طرح کا حیلہ صحیح ہے؟ اس مالک کا مقصد رقم کو اپنے استعمال میں لانا ہے؟

جواب: سودی رقم میں حیلہ صحیح نہیں ہے' لہٰذا اس طرح حیلہ کرنے سے سودی رقم غیر مستحق مال دار کے لیے حلال نہ ہوگی۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۷۱)

فلوس میں ربا کی ایک صورت کا حکم

سوال: زید کو ضرورت ہوئی کسی قدر روپے کی پس عمرو کے پاس گیا اور کچھ روپیہ طلب کیا' عمرو نے ۱۹ روپے اور بارہ ٹکے دیدیئے اور اس وقت ایک روپیہ کے چوبیس ٹکے ملتے ہیں اور زید سے عمرو نے مبلغ ۲۰ روپے لکھوائے' یعنی ۱۹ دیئے اور پورے ۲۰ لکھوائے اور اجل معین پر وصول کر لیئے یہ لین دین عندالشرع جائز ہے یا نہیں؟

جواب: انیس روپے تو یقینا قرض ہیں اور بارہ ٹکے میں دو احتمال ہیں' ایک یہ کہ یہ قرض ہے' دوسرے یہ کہ بیع ہے' شق اول پر حسب قاعدہ شرعیہ **الاقراض تقضی باشراطھا** یہ شرط ٹھہرانا حرام ہے کہ اس کے عوض میں پورے آٹھ آنے لیے جائیں گے اور تقدیر ثانی پر چونکہ یہ بیع کی جانب سے شرط قرض ہے یا یہ بیع مستقرض کی جانب سے قرض کے ساتھ مشروط ہے' اس وجہ سے حسب حدیث **لایحل سلف و بیع** حرام ہے۔ غرض دونوں صورتوں میں یہ معاملہ حرام ہے' سود خوروں نے ایسے حیلے ایجاد کیے ہیں' اس لیے اگر کسی تکلف سے کسی قاعدہ پر منطبق بھی کر لیا جائے تب بھی فساد غرض کی وجہ سے ممنوع ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۶۳)

ہندوستان میں ربا کا حکم

سوال: ہمارے علاقہ میں ایک عالم صاحب ہیں جو دیوبند کے پڑھے ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد ہیں' کہتے ہیں کہ ہندوستان دارالحرب ہے' لہٰذا یہاں مسلمان ہندوؤں سے سودی لین دین کر سکتے ہیں' کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: مجھے تو یہ معلوم ہے کہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری صاحبؒ ایک مجلس میں موجود تھے' یہ مسئلہ وہاں زیر گفتگو آیا' دیگر اہل علم حضرات اس پر گفتگو فرما رہے تھے' حضرت شاہ صاحبؒ سے عرض کیا گیا کہ آپ فرمائیں تو یہ جواب دیا تھا:

''جس کو جہنم میں جانا ہو راستہ سیدھا ہے مگر ہماری گردنوں کو پل بنا کر مت جائے''

قرآن کریم میں صاف صاف منقول ہے: اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا حرمت ربا سے پہلے جو لوگ اہل حرب سے معاملات کرتے تھے ان کو بھی بقیہ سود لینے سے منع فرما دیا گیا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ.

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۴۰ ج ۴)

زیادہ قیمت پر مبیع واپس کرنے کی شرط لگانا ربا میں داخل ہے

سوال: بکر کو کچھ روپے کی ضرورت پڑی تو عمرو سے کہا کہ یہ ایک تولہ سونا دوسو روپے میں مجھ سے خرید لو' تین ماہ کے بعد ہی سونا دوسو چالیس روپے میں میں تم سے خرید لوں گا' عمرو نے اپنی منفعت دیکھ کر منظور کر لیا اور تین ماہ کے بعد ہی ایک تولہ سونا دوسو چالیس روپے میں پھر بکر کے ہاتھ فروخت کر دیا' اس صورت میں چالیس روپے کی یہ زیادتی جائز ہوگی یا نہیں؟

جواب: یہ صریح ربا ہے' بیع بالوفاء میں اس لیے داخل نہیں کہ اس میں ثمن میں زیادتی نہیں ہوتی' نیز رد مبیع کی شرط بھی مجلس بیع میں نہیں ہوتی بلکہ بعد میں ہوتی ہے' لہٰذا اس بیع فاسد میں بغیر کسی کمی بیشی کے ثمن و مبیع کا رد واجب ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج۶ ص۵۲۴)

ربا کا معاملہ بیع فاسد ہے یا باطل؟

سوال: بیع فاسد و باطل میں جو حدود کے اندر فروق بیان کیے گئے ہیں اس سے بظاہر مال ربا فاسد معلوم ہوتا ہے کیونکہ جانبین سے مال متقوم ہے' ایک روپے کے عوض دو روپے وزن چاندی خریدی تو دونوں طرف مال ہے' جس پر بظاہر بیع فاسد کی تعریف صادق آئی ہے' نہ بیع باطل کی' اس صورت میں مشتری کی ملک ہو جانا چاہیے بلکہ بائع کی بھی ملک خبیث ہونا چاہیے اور بیوع فاسدہ میں تبدیل ملک سے دوسرے کے حق میں حکم حلت ہے' ربا میں یہ حکم جاری ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور قرض میں بھی یہی حکم ہوگا یا نہیں؟ یعنی قرض بشرط سود دیا گیا ہو اور بعد وصول اصل و سود کے ملک خبیث مثل بیع کے ہوگی یا نہیں؟ خلاصہ سوال یہ ہے کہ سود خوار جس کا اکثر مال سود کا ہے ہدیۃً' صدقۃً اجارۃً' بیعاً' ضیافۃً اس سے کچھ روپیہ وغیرہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں جائز ہے تو شبہ مذکورہ کا کیا جواب ہے؟ عالمگیریہ میں ایک جزئی نظر آئی کہ سود خوار جس کا اکثر مال حرام کا ہے اس کی دعوت قبول کرنا ہدیۃً جائز نہیں' اگر یہ صحیح ہے تو شبہ سے تشفی فرمائیں؟

جواب: شبہ کی بنا ہی ضعیف ہے کیونکہ بیع فاسد میں دو چیز کا باہم معاوضہ ہوتا ہے اور ربا نام ہے زیادت بلاعوض کا' پس وہاں معاوضہ ہی نہیں' لہٰذا وہ بیع باطل میں داخل ہے' امید ہے کہ تمام شبہات جو اس پر متفرع تھے دفع ہو گئے ہوں گے اور اگر اب بھی باقی ہوں تو مکرر لکھیے۔

مکرر سوال: حضرت نے تحریر فرمایا کہ مال ربوی چونکہ بلاعوض ہے' لہٰذا بیع فاسد نہیں بلکہ باطل ہے' درمختار میں مضمون ذیل نظر آیا جس سے شبہ پیدا ہوا قال فی الدر المختار فیجب ردعین

الرّبوی لوقائما لایردُّ ضمانه لانه لایملک بالقبض' قنیه. بحروشامی سے بزدوی کا یہ قول نقل کیا ہے: من جملة صور البیع الفاسدة جملة العقود الربویة یملک العوض فیها بالقبض اور ہدایہ کی بعض عبارات سے بھی یہ مضمون مفہوم ہوتا ہے' لہٰذا اس امر میں جو تحقیق ہو تحریر فرمائیں' ایک بار حضرت مولانا گنگوہیؒ نے بھی بیع فاسد فرمایا تھا' زبانی دریافت کیا تھا؟

جواب: کتاب دیکھنے کی تو فرصت نہیں' قواعد سے یوں سمجھ میں آتا ہے کہ اس کی دو صورتیں ہیں' ایک یہ کہ مبادلہ میں بدل اور زیادت ایک ساتھ (مجتمعاً) ہاتھ آئے اور دوسرے یہ کہ مثلاً قرض کسی سے لیا اور بقدر اصل پہنچنے کے بعد حساب سود میں کچھ دے رہا ہے۔ پس مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ اور فقہاء کا قول صورت اول کے متعلق ہے اور میرا قول صورت ثانیہ کے فلا تعارض۔

سود سے بچنے کی بعض تدبیریں

سوال: سرمایہ داروں کی ایک جماعت نے محض دنیوی مفاد کی خاطر سود کی حسب ذیل صورتوں کو بیع سلم قرار دے کر اس کا لینا اور دینا جائز قرار دیا ہے' آپ اس کو دلائل سے واضح فرمائیں؟

(۱) جبکہ غلہ کا مروجہ نرخ دو روپیہ فی من ہے تو ایک مسلمان اس کو تین روپیہ فی من کے حساب بصیغہ قرض میعاد فروخت کرے' یہ درست ہے یا نہیں؟

جواب: اس کی چند صورتیں ہیں: بعض جائز' بعض ناجائز' جائز صورت یہ ہے کہ عقد بیع کے وقت یہ نہ کہا جائے کہ ادھار کی وجہ سے اتنا روپیہ زائد لیتا دیتا ہوں بلکہ ویسے ہی قرض دینے کی وجہ سے کچھ بھاؤ بڑھا دیا جائے' یہ جائز ہے۔

اور ناجائز صورتیں یہ ہیں: کہ عقد کے وقت یوں کہا جائے کہ اگر تم نقد لو گے تو یہ قیمت ہوگی اور ادھار لو گے تو یہ' یا یوں کہا جائے کہ ایک مہینہ کے اُدھار پر لو گے تو دس روپیہ قیمت ہوگی اور دو مہینہ کے اُدھار پر بارہ روپیہ مثلاً یہ ناجائز ہیں۔

تنبیہ: اس میں یہ امر بھی قابل غور ہے اور اس کا لحاظ ضروری ہے کہ اگر یہ شرط صراحتہً نہ ہو مگر عرفاً اس شرط کو سمجھا جانے لگے اور معروف ہو جائے کہ یہ معاملہ ہی بدون اس صورت قرض کے نہیں ہوتا تو قاعدہ فقہیہ المعروف کالمشروط کے مطابق یہ بھی حکم شرط ہو کر بیع کو فاسد کر دے گا۔

(۲) ایک شخص ارزاں قسم کا غلہ میعادی قرضہ پر دے کر مبادلۃً گراں قیمت حاصل کرے؟

جواب: اس میں بھی اگر عقد کے وقت یہ شرط لگائی کہ ہم تم کو فلاں غلہ میعادی قرض پر اس شرط سے دیتے ہیں کہ تم فلاں قسم کا غلہ ہمیں فلاں نرخ سے دید و تو یہ بیع فاسد ہے اور اگر وقت عقد میں یہ شرط نہ لگائی تھی بلکہ بیع تو عام دستور کے موافق میعادی قرضہ کے طور پر کامل ہو چکی تھی' اس

کے بعد مشتری نے راضی ہو کر گراں قسم کا غلہ اس کو ارزاں دے دیا تو یہ جائز ہے۔

(۳) ایک شخص ایک من غلہ دے کر ایک میعاد مقررہ کے بعد وہی غلہ دو من لے اور اس کو جائز تصور کرے؟

جواب: اس کا بھی وہی حکم ہے جو نمبر دوم میں مذکور ہے کہ شرط بوقت عقد کرنے کی صورت میں ناجائز ورنہ جائز۔

(۴) ایک شخص ایک دفعہ مروجہ نرخ سے کم نرخ پر قبضہ دے کر میعاد مقررہ کے بعد اس سے اعلیٰ قیمت غلہ اسی نرخ پر لے؟

جواب: اس کا بھی وہی حکم ہے جو نمبر اول میں گزرا کہ عقد کے وقت اگر یوں کہے کہ اگر تم اُدھار لوگے تو اس نرخ سے ملے گا تو ناجائز ورنہ جائز ہے۔

(۵) کھڑی ہوئی فصل یا میوہ دار درختوں کا نرخ پکنے سے پہلے کرلے تو درست ہے یا نہیں؟

جواب: بیع فاسد ہے جس کا حکم یہ ہے کہ طرفین کے ذمے شرعاً اس کا فسخ کرنا ضروری ہے لیکن اگر فسخ نہ کریں تو ملک ہو جاتی ہے اور دوسرے خریدنے والوں کو ان سے خریدنا جائز ہو جاتا ہے۔

(۶) کوئی اراضی یا مکان رہن خرید کر اراضی سے پیداوار اور مکان سے کرایہ حاصل کرے اور پھر اپنا نقدی روپیہ بھی پورا لے مزید برآں ان سب صورتوں کو جائز تصور کرنیوالے کیلئے کیا حکم ہے؟

جواب: رہن کی آمدنی اگر چہ مالک کی اجازت سے ہو مرتہن کے لیے ناجائز ہے اور سود کے حکم میں ہے کلّ قرضٍ جرَّ نفعًا فھو ربوٰ' علامہ شامی نے بحث کے بعد اسی پر فتویٰ دیا ہے اور اسی کو اختیار فرمایا ہے۔ (امداد المفتیین ص ۸۵۳-۵۵)

مالک کو کاشتکار سے وصول کرنا سود ہے یا نہیں؟

سوال: جو شخص گورنمنٹ کو ۴ روپے فی بیگھہ مال گزاری دیتا ہے اور للعہ روپیہ مال گزاری کاشتکار سے وصول کرتا ہے تو جس قدر زائد وصول کرتا ہے وہ سود ہے یا نہیں؟

جواب: یہ سود نہیں ہے کیونکہ زمین کے مالک کو کاشتکار سے لگان معین کر کے وصول کرنا جائز ہے۔ ہاں کاشتکار کے ساتھ ہمدردی اور رحم کا برتاؤ کرنا چاہیے۔ (کفایت المفتی ج ۹ ص ۲۶۱)

سودی کاروبار کرنے والے کو قرض دینا

سوال: ایک شخص ہندو کو روپیہ قرض دیتا ہے' اس امید پر کہ جب گڑ پیدا ہوگا تو اس روپے کا گڑ اس وقت کے نرخ سے ہم لیں گے مگر وہ ہندو مدیون دوسرے ہندو کو سود پر اس روپیہ کو تسلیم کر سکتا ہے اور ان لوگوں سے گڑ خرید کر اصل دائن کو دیتا ہے اور دائن کو یہ بات معلوم ہے کہ مدیون

سودی روپیہ تسلیم کرے گا' آیا اصل دائن اعانت علی المعصیہ کا مجرم ہوگا یا نہیں؟

جواب: چونکہ قرض دینے سے وہ روپیہ اس مقروض کی ملک سے نکل گیا اور روپیہ اقامت معصیت کے لیے بالخصوص موضوع بھی نہیں بلکہ جائز طریقوں سے بھی اس سے منتفع ہوسکتا ہے' پھر اثمان مبادلات و معاملات میں متعین بھی نہیں ہوتے' اس لیے ظاہراً یہ اعانت علی المعصیت نہیں ہے' صحابہ کا لین دین ربا کھانے والے یہود کیساتھ بلانکیر متعارف وشائع ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴-۳۰۳)

موروثی کاشتکار سے بنام سود کچھ لینا

سوال: جہاں میں ملازم ہوں اس ریاست میں لین دین سود کا ہوتا ہے اور مجھ کو بھی حسابات سود کے مرتب کرنے ہوتے ہیں اور بسا اوقات وصول کرنا بھی ہوتا ہے' اس وجہ سے غالباً یہ ملازمت میرے واسطے جائز نہیں ہوسکتی' سوال یہ ہے کہ اگر کاشتکاران دخیل کاران ہی سے زائد رقم بقدر گنجائش وصول کی جائے تو جائز کی صورت نکل سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: ایک طرح درست ہے وہ یہ کہ ان دخیل کاروں سے تخم ریزی سے پہلے زبانی ہی کہہ دیا جائے کہ آج سے ہم اپنی زمین کا کرایہ اتنا لیں گے' اگر منظور نہ ہو چھوڑ دو' مثلاً وہ زمین اس وقت پچاس روپے لگان پر ہے' ہم اس سے یوں کہیں گے کہ آپ سے سو روپے لگان لیں گے' بس اس کے بعد اگر اس نے کاشت کی تو شرعاً اس پر سو روپے واجب ہوگئے' اب یہ سو روپے جس نام سے بھی ہم وصول کرسکیں حلال ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۰۵)

سود سے روپے میں خبث نہ آنا

سوال: کوئی مسلمان کسی ہندو کے پاس سے ضرورت کے موقع پر سودی قرض لیتا ہے اور اس سے اپنا بیوپار چلاتا ہے یا کوئی زمین خریدتا ہے' چند دن کے بعد وہ قرض مع سود ادا کرتا ہے' اپنی باقی ماندہ ملک کو پاک سمجھتا ہے اور یہ بھی اعتقاد رکھتا ہے کہ سود کے دینے سے تو گنہگار ہوا مگر اس کی حرمت باقی ماندہ ملک میں سرایت نہیں کرے گی کیونکہ یہ شخص سود دیا ہے لیا تو نہیں پس اس ملک کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس شخص نے جو سمجھا ہے وہ صحیح ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۶۹)

ضمانت میں جمع کردہ رقم پر ملنے والے سود کا حکم

سوال: زید سرکاری ملازم تھا' اس کے وقت ملازمت کچھ روپیہ بطور ضمانت ڈاک خانہ میں جمع کردیا گیا تھا' اب یہ ملازمت سے ترک تعلق کرتا ہے تو اس زر ضمانت کے ساتھ پچیس روپے سرکار سے سود ملتا ہے تو زید یہ روپیہ کس جگہ صرف کرے؟ چندہ درم میں دے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: بعض علماء کے نزدیک اس کا لینا جائز ہے اگر اس قول پر عمل کرلیا جائے گنجائش ہے اور بہتر ہے کہ امداد مجروحین ترک میں دیدیا جائے انشاء اللہ تعالیٰ گنہگار نہ ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۷۱)

سو روپے کے دعوے میں اسّی کی ڈگری ہو اور بیس سُود کے ملیں تو؟

سوال: ایک شخص نے اپنے مطالبہ میں سو روپے کا دعویٰ کیا' عدالت نے خلاف اصلیت بجائے سو روپے کے اسّی روپے کی ڈگری دکھائی اور خلاف خواہش مدعی کے سود بھی دلایا' تو اب مدعی اسّی روپے زرڈگری کے علاوہ بیس روپے سود لے کر اپنی رقم پوری لے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: لے سکتا ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۶۸)

کافر یا مسلم سے سود لینے میں تفاوت کا حکم

سوال: کیا کافروں اور مسلمانوں سے سود لینے میں مواخذہ برابر ہوگا یا کم؟

جواب: نصوص تحریم ربا تو فارق نہیں' پس ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں برابر مواخذہ ہوگا لیکن اگر مسلم کا مال زیادہ محترم ہونے کی وجہ سے کچھ فرق ہو تو مستبعد نہیں مگر وہی مثال مذکور (پیشاب پاخانے کی جو گزری) یہاں بھی خیال کرنا چاہیے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۶۹)

مدرس کو سود کے حساب کی تعلیم دینا

سوال: احقر کو سرکاری سکول میں ہر سال سود کے نکالنے کا قاعدہ بتلانا پڑتا ہے اور سوالات مشقیہ حل کرانے پڑتے ہیں' تو یہ تعلیم دینا میرے لیے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: آپ قبل تعلیم یہ کہہ دیا کریں کہ میں جو لفظ سود کہوں گا مراد میری وہ نفع جائز ہوگا جو کہ بلا شرط خود نیت کرلے کہ میں جب اس کا قرض ادا کروں گا تو میں اپنے دل سے اور خوشی سے بدون اس کے استحقاق و مطالبہ کے اتنے حساب سے تبرعاً زیادہ دے دوں گا' بس اتنا کہہ کر پھر وہ حساب سکھلا دیں' تعلیم کا گناہ تو اسی وقت جاتا رہا' اب اگر اس سے ناجائز طور پر کوئی کام لے گا تو اس پر وبال ہوگا۔

سوال پر جواب سابق: احقر نے جو مسئلہ سود کی تعلیم کے بارے میں دریافت کیا تھا اس کا جواب حضور والا نے یہ تحریر فرمایا تھا کہ قبل تعلیم یہ کہہ دیا کروائی قولہ تو اس پر وبال ہوگا۔ اب عرض یہ ہے کہ سوالات کی عبارت سے تو پہلے ہی سے شرط کر لینا اور شرح مقرر ہونا ظاہر ہے جیسا کہ ذیل کے سوالات سے جو کہ بطور نمونہ لکھتا ہوں' ظاہر ہوگا۔

(۱) ۴۰ روپے کا ۱۴ اپریل سے ۱۶ جون تک بشرح ۳ فیصدی سود بتاؤ؟

(۲) کتنے اصل کے ۹۰۰ روپے ۵ سال میں بشرح ۴ فیصدی ہوجائے گی؟
(۳) کتنے سال میں ایک رقم بشرح ۳-۸/۱ فیصدی اپنی سے سہ چند ہوجائے گی؟
اس طرز کے سوالات مجھ کو طلبہ کو سکھلانے پڑتے ہیں اس کے بارے میں جو کچھ شریعت مطہرہ کا حکم ہو ارشاد فرمایئے؟
جواب: چونکہ حربی کو حربی سے سود لینے میں کوئی خطاب شرعی نہیں ہے اس لیے اس کو حرام نہ کہا جائے گا' پس سود کی ایک صورت ایسی نکلی جو حرام نہیں اور یہ مسئلہ ہے کہ جس امر میں ایک صورت بھی حلال ہو اس کی تعلیم اعانت علی الحرام نہیں' پس آپ اس نیت سے سکھلاتے رہئے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۶۶)

گناہ میں سود لینے اور دینے والے کا حکم

سوال: سود لینے اور دینے والے دونوں پر عذاب برابر ہوگا یا کچھ فرق ہوگا؟
جواب: اطلاق حدیث سے تو معلوم دونوں برابر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل الربٰو وموکلہ وکاتبہ وشاھدہ وقال ھُمْ سواءٌ (رواہ مسلم)

اگر شراح حدیث کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ مقدار گناہ میں تفاوت ہے' اگرچہ نفس گناہ میں دونوں شریک ہیں: **کما فی المرقاۃ تحت الحدیث المذکور فی الاثم وان کانوا مختلفین فی قدرہ** ......الخ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ دینے والے کو تو صرف دینے کا گناہ ہوگا اور لینے والے کو لینے کا بھی اور اس کے صرف واستعمال کا بھی' یا یہ کہ دینے والے کو بہ نسبت لینے والے کے کچھ اضطرار ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال
لیکن جب دونوں میں گناہ ہے تو اب کم وزائد ہونے سے کچھ حرمت تو زائل ہوتی نہیں جیسا کہ پاخانہ بھی گندا ہے اور پیشاب بھی گندہ ہے' اگرچہ ایک دوسرے سے زیادہ گندہ ہے مگر گندگی دونوں میں ہے سب سے بچنا چاہیے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۶۴)

سود کی رقم سے انعام تقسیم کرنا

سوال: حاجی محسن شیرازی جو ہگلی میں تھے' انہوں نے ایک فنڈ یعنی چندہ سرکار انگلشیہ میں وقف کر دیا ہے' اس کے سود سے انگریزی کالج وسکول میں جو طلبہ مسلمانان انگریزی خواں کو سالانہ امتحان میں کامیاب ہونے پر بخش دیا جاتا ہے آیا روا ہے یا نہیں؟

جواب: اس آمدنی سے انعام وغیرہ جو دیا جاتا ہے لینا جائز ہے لیکن اس جواز سے یہ نہ سمجھا جائے کہ انگریزوں سے سود کا معاملہ کرنا درست ہے جیسا کہ بعضے لوگ سمجھ گئے ہیں بلکہ اس جائز ہونیکی بناء دوسرا امر ہے جو مختصر تحریر سے پورا منکشف نہیں ہوسکتا اور مطوّل تحریر کی فرصت نہیں۔ (امدادالفتاویٰ ج ۳ ص ۱۶۳)

مسلمانوں کے افلاس کی وجہ سے سود کا حکم

سوال: بنظر حالت موجودہ اور مسلمانوں کے افلاس کے سبب سود کا لین دین خواہ آپس میں ہو خواہ غیر اقوام سے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جب آیت تحریم ربا کی نازل ہوئی تھی (اس وقت) افلاس اس وقت سے زیادہ تھا اور نیز بہت سا سود ان معاملات کے متعلق باقی تھا جو کہ زمانہ جاہلیت اور حالت کفر میں ہو گئے تھے اس پر بھی حکم ہوا کہ سود چھوڑ دو ورنہ خدا اور رسول کی طرف سے اعلان جنگ ہے جب متعاقدین کی حالت کفر کا سود وصول کرنا جائز نہیں رکھا گیا تو ابتداء ایسا معاملہ کرنا کیونکر جائز سمجھا جائے گا' دوسرے زمانہ نزول وحی میں جو کفار بنی اسرائیل تھے ان کی شکایت قرآن میں موجود ہے: وَاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْنُهُوْا عَنْهُ جب کفار کے لیے اجازت نہیں جو بعض علماء کے نزدیک مخاطب بالفروع بھی نہیں اور اسی بناء پر یہ علماء ربا کو عقود ذمیین سے مستثنیٰ کہتے ہیں: کمافی کتاب الغصب من الهداية تو مسلمانوں کو جو کہ اجماعاً مخاطب بالفروع ہیں کیونکر اجازت ہوگی؟ اور رحمت مہداۃ باب الصلح میں بیہقی سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار نجران سے جن شروط پر صلح کی تھی ان میں یہ بھی قید تھی: مَالَمْ يُحْدِثُوا حَدَثًا اَوْيَاكُلُوْا الرِّبٰوا جب کفار کو اکل ربا سے روکا گیا تو مسلمانوں کو کیسے حلال ہوگا؟ اور جو کتب فقہ میں لکھا ہے کہ مسلم اور حربی کے درمیان ربا نہیں ہے تو مال کی اباحت سے عقد کی اباحت لازم نہیں آتی۔ (امدادالفتاویٰ ج ۳ ص ۱۶۰)

مجبوری میں سود دینے والا بھی گناہ گار ہے

سوال: ایک شخص سود لیتا ہے اور لوگ اس سے سود پر لیتے ہیں' وہ قرض پر لیتے ہیں' جب ان بے چاروں کا کوئی قرض نہیں دیتا تب وہ مجبوراً قرض سود پر لیتا ہے' ایسی حالت میں سود دینے والا کیونکر گنہگار ہوگا' وہ بیچارہ تو مجبوری کو لیتا ہے؟

جواب: جو لوگ سودی روپیہ لیتے ہیں جہاں تک دیکھا گیا فضول کے لیے لیتے ہیں اور جو ضرورت میں بھی لیتے ہیں تو اپنے گھر کے ذخیرہ کو زیور اسباب کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں' کہ یہ بھی

اپنے پاس رہے اور قرض سے کام چل جائے۔ پس یہ بھی ضرورت میں لینا نہ ہوا' وہ ضرورت یوں بھی پوری ہوسکتی ہے کہ اول سب چیزیں اپنی بیچ ڈالیں یا اپنی شان اور وضع محفوظ رکھنے کے لیے مزدوری محنت کرنے کو عار سمجھتے ہیں' سو عقلاً و شرعاً یہ ضرورتیں قابل اعتبار نہیں' پھر ان سب کے بعد ایسے اضطرار کے وقت مردار کھانا بھیک مانگ لینا درست ہے۔ پس سود پر قرض لینے کی کسی حالت میں ضرورت نہیں ہے' اس لیے یہ گنہگار ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۴۷)

مال کی خرید میں حکومت جو رقم سود کے نام پر دیتی ہے اس کا حکم

سوال: ہمارے یہاں کپاس کی کاشت ہوتی ہے اس کی فروخت آسان ہے' کسان کو بیک وقت تمام روپیہ مل جاتا ہے لیکن سال گزشتہ حکومت مہاراشٹر نے قانوناً ہر کسان پر لازم کردیا ہے کہ وہ سرکاری کارندوں کے ہاتھ سرکاری خریداری مرکز پر فروخت کریں جس کا بھاؤ بھی مقرر کرچکی ہے اب مجبوراً کسان ایسا کرتے ہیں جسکی وجہ سے پوری قیمت کا صرف ۳۰ فیصد دیا جاتا ہے اور وہ بھی بذریعہ بینک ہفتہ عشرہ کے بعد' باقی ۷۰ فیصد دو قسطوں میں غیر معینہ مدت پر ملتی ہے جس میں آٹھ ماہ تک لگ جاتے ہیں' پھر نرخ بھی اور صوبوں کے مقابلے میں کم رکھا ہے۔

پھر دو قسطوں والی رقم واجب الادا میں سے ایک قسط اور کرلی اور اعلان کیا کہ اس کا دس فیصد کے حساب سے سود ادا کیا جائے گا جس کی وجہ سے وہ رقم ایک سال کے بعد کسانوں کو ملتی ہے' اب حکومت اس رقم کا تمام عرصہ کا سود ادا کررہی ہے' جتنے دنوں انہوں نے مذکورہ بالا رقم روک لی ہے یہ قاعدہ کسانوں اور خریداروں کی مرضی کے خلاف بنالیا گیا ہے' لہٰذا سوال یہ ہے کہ اس دس فیصد پر جو سود دیتی ہے کیا وہ شرعاً سود کے حکم میں داخل ہوکر ہمارے لیے ناجائز ہے؟

جواب: اگر حکومت کسانوں کی مرضی کے خلاف ایسا کرتی ہے اور کسانوں کو مجبوراً ایسا کرنا پڑتا ہے تو دس فیصد رقم جو سود کے نام سے حکومت خود کسانوں کو دیتی ہے وہ شرعی سود کی تولیت میں نہیں آتی اور وہ رقم دس فیصد شرعاً سود نہ ہوگی بلکہ شرعاً جزء ثمن ہوگی اور اس کا لینا اور استعمال کرنا جائز اور درست رہے گا۔ (نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۱۴)

سود کی رقم سود ہی میں خرچ کرنا

سوال: حکومت ہند کے قانون کے مطابق ہر کاروباری کو اپنی آمدنی کی چوتھائی رقم لازماً حکومت کے بینک میں جمع کرنی پڑتی ہے جو پانچ سال سے پہلے نہیں ملتی' البتہ اس کا سود حسب

چاہے نکال سکتے ہیں اور دوسری طرف اس تاجر کو اپنے کاروبار کے لیے سودی قرض لینا پڑتا ہے کیونکہ رقم بینک میں اٹکی ہوئی ہے جس کے لیے وہ تیار نہیں ہے مگر مجبوراً قرض لے کر سود ادا کرنا پڑتا ہے' تو اگر مذکورہ تاجر اپنی جمع شدہ رقم کا سود نکال کر قرض والے کو سود ادا کردے تا کہ سود کا مال سود ہی میں جائے تو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: سود کا مال سود میں جائے یہ تو کوئی وجہ نہیں ہوئی' البتہ چونکہ خود حکومت لازماً ایک رقم کاٹ کر اپنے پاس جمع کر لیتی ہے اور اس کا بھی سود بھی خود دیتی ہے اور دس یا پانچ سال تک وہ شخص اپنا روپیہ بھی نہیں نکال سکتا ہے' اول تو اس نفع کو شرعی سود کہنا جبکہ روپیہ جمع کرنے پر مجبور ہے' مشکل ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ سود مرکزی حکومت سے ملتا ہے اور یہ بینک سے قرض لے کر جو سود دینا ہوتا ہے وہ بینک کو دینا ہوتا ہے اور بینک بھی مرکزی حکومت کا ہوتا ہے اور ہر حرام مال کا شرعی حکم یہ ہے کہ جہاں سے ملا ہو وہاں واپس کر سکے تو واپس کردے۔ پس اس قاعدہ کے تحت جو رقم سود کے نام پر مرکزی حکومت سے ملی تھی اس کو بینک کے سود کے نام سے اگرچہ دیا' مگر اصل میں جہاں کی وہ رقم تھی وہاں پہنچادی' اس لیے یہ صورت شرعاً گنجائش رکھے گی اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو سود کی رقم کا حکم شرعی یہ ہے کہ اس کے وبال سے بچنے کی نیت سے غرباء و مساکین کو بطور صدقہ دیدے۔ (نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۹۱-۱۹۰)

بہ مجبوری تجارت سود لینا اور سود سے خانگی اخراجات چلانا

سوال: میں سعودی عرب سے مستقل طور پر اپنے وطن واپس جانا چاہتا ہوں لیکن یہاں سے جانے کے بعد گزارے کے لیے ذریعہ آمدنی کیا ہوگا' ہمیشہ سوال رہا ہے' میرے پاس کچھ سرمایہ بھی جمع ہے لیکن کاروبار میں آج کل اس قدر بے ایمانی ہے کہ جو شخص اولاً تجارت میں داخل ہوتا ہے' ہمیشہ نقصان ہی اسے اٹھانا پڑتا ہے' یہ صرف مفروضہ نہیں بلکہ میں اپنے ایسے متعدد ساتھیوں کو شخصی طور پر جانتا ہوں' اولاً تاجر برادری کی بھی کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح اپنا روپیہ ڈوب جائے اور وہ اپنے ہتھکنڈوں میں کامیاب بھی ہو جاتے ہیں' ثانیاً جو لوگ نفع بخش تجارت کرتے ہیں وہ بھی اپنی تجارت کو نفع بخش بنانے کے لیے مختلف غیر اسلامی ذرائع مثلاً رشوت دینا' جھوٹ بولنا' ذخیرہ اندوزی کرنا' من مانی قیمتیں بڑھانا اپنائے ہوئے ہیں۔ اول صورت میں ضیاع سرمایہ کا خوف ہے تو دوسری صورت میں حلال تجارت کو برقرار رکھنے کے لیے غیر اسلامی ٹیکس ضروری ہیں اور دونوں ہی برے ہیں۔

واپس ہونے پر اپنی فیملی کے اخراجات چلانے کے لیے اپنا جمع شدہ سرمایہ فکس کھاتے میں رکھ کر جو بھی منافع بینک سے ملے' اس میں اخراجات پورے کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں تو مذکورہ

دونوں صورتوں میں منافع بینک کے ذریعے اخراجات پورے کرنا حلال ہے یا حرام؟

جواب: یہ صحیح ہے بداخلاقیوں کا دور ہے' چھوٹی تجارت کی پہلی شکل حدود شخصی کی زد میں آ کر اکثر فیل ہو جاتی ہے' باقی اس میں جو نفع و بچت ہوتی ہے وہ جائز طریقے سے حاصل ہو کر حلال و جائز رہتی ہے اور جو ذرا اونچے پیمانے پر اور نفع بخش تجارت کرتے ہیں اس میں بھی ایمانداری و دیانت سے کام کرنے کی تمنا و خواہش کے باوجود غیر اسلامی قانون ہونے کی وجہ سے وہ باتیں مجبوراً کرنا پڑتی ہیں جس کا ذکر آپ نے خود کیا ہے' مگر ان تمام غیر شرعی معاملات میں حرام روپیہ اپنی ملکیت سے نکل جاتا ہے بلکہ غیر شرعی طریقے سے اپنا حلال روپیہ بھی اپنی ملکیت سے نکل جاتا ہے اور چونکہ مجبوری کی وجہ سے نکلتا ہے اس لیے اس پر استغفار کرنے سے خدا کی طرف سے معافی کی امید ہے' چنانچہ فقہاء کرام تشریح کرتے ہیں کہ رشوت جس کا لینا اور دینا مثل سود کے دونوں حرام ہیں مگر مجبوری کی صورت میں اپنا جائز حق بغیر رشوت کے نہ ملتا ہو تو رشوت دینے میں صرف رشوت لینے والے کو گناہ ہوگا' دینے والا معذور قرار دے کر انشاء اللہ گناہ سے محفوظ رہے گا۔ اسی طرح جب بغیر قرض لیے کام نہ چلتا ہو یا ناقابل عمل تکلیف کا سامنا ہو اور قرض غیر سودی نہ ملتا ہو تو بینک سے بقدر حاجت وضرورت لینے کی گنجائش ہوتی ہے۔ کمافی الاشباہ ویجوز للمحتاج للاستقراض بالربح ص ۱۱۵

مثلاً اپنے جائز روپے سے بھی بڑا کاروبار کرنے میں قانون حکومت کی وجہ سے گرفت ہو کر اپنا جائز روپیہ کالا روپیہ شمار ہو کر قابل ضبطی وغیرہ ہو رہا ہو تو قانونی رو سے اپنے حلال روپے کو بچانے کے بقدر مجبوری میں بقدر ضرورت حکومت وقت سے قرض لینے کی گنجائش ہو جاتی ہے' البتہ استغفار برابر کرتے رہنا کہ اے اللہ! یہ ہمارے اعمال بد کے نتائج ہیں' اس لیے ہمارے اعمال ایسے بنا دیجئے کہ ہم اس قسم کے حالات سے محفوظ رہیں' غرض اس طرح تجارت کرنے میں اگرچہ مجبوراً کچھ غیر شرعی کام کرنے پڑیں جس کے لیے توبہ و استغفار کرنا بھی بسا اوقات کافی ہو سکتا ہے لیکن جو پیسہ اور مال اپنے پاس آتا ہے اور جو نفع ہوتا ہے وہ حلال مال ہوتا ہے' اس کے کھانے اور استعمال کرنے میں حرام اور خبیث مال کھانے کا گناہ نہ ہوگا اور بینک میں سرمایہ اسی نیت سے جمع کرنا کہ اس کے ذریعے سے جو سود ملے گا اس سے اپنی اور اپنے بچوں کی کفالت کروں گا' اس صورت میں سود کھانا لازم آئے گا جس کی حرمت پر نصوص قطعیہ شاہد ہیں اور ایسا گناہ و وبال کہ اس کے تصور سے دل کانپ جاتا ہے' کیسے گنجائش ہو سکتی ہے' اس لیے اس کی اجازت شرعاً نہیں دی جا سکتی۔ (نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۸۸)

بیوہ' بچوں کی پرورش کیلئے بینک سے سود کیسے لے؟

سوال: میں چار بچیوں کی ماں ہوں اور ابھی پانچ ماہ قبل میرے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے اور میری عمر ابھی ۲۶ سال ہے' میرے شوہر کے مرنے کے بعد ان کے آفس کی طرف سے تقریباً ایک لاکھ سے زیادہ کی رقم فنڈ ز وغیرہ کی شکل میں مجھے ملی ہے' اب میرے گھر والوں اور تمام لوگوں کا یہی مشورہ ہے کہ میں یہ رقم بینک میں ڈال دوں اور ہر مہینے اس پر ملنے والی رقم لے لیا کروں اور اس سے اپنا اور بچوں کا خرچ پورا کروں' بات کسی حد تک معقول ہے مگر میرے نزدیک اول تو یہ رقم ہی حرام ہے' پھر اس پر مزید حرام وصول کیا جائے اور اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالا جائے کیونکہ حرام' حرام ہے جبکہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ حرام نہیں ہے' مجبوری میں سب جائز ہے جبکہ میرے علم میں ایسی کوئی بات نہیں' میں اس سلسلے میں بہت پریشان ہوں کہ کیا کروں؟

جواب: اللہ تعالیٰ آپ کی اور آپ کی بچیوں کی کفالت فرمائے۔ آپ کے شوہر کو ان کے آفس سے جو واجبات ملے ہیں اگر ان کی ملازمت جائز تھی تو یہ واجبات بھی حلال ہیں' البتہ ان کو بینک میں رکھ کر ان کا منافع لینا حلال نہیں بلکہ سود ہے' اگر آپ کو کوئی نیک رشتہ مل جائے جو آپ کی بچیوں کی بھی کفالت کرے' تو آپ کے لیے عقد کر لینا مناسب ہے ورنہ اللہ تعالیٰ پرورش کرنے والے ہیں' اپنی محنت مزدوری کر کے بچیوں کی پرورش کریں اور ان کے نیک نصیبے کے لیے دعا کرتی رہیں' اللہ تعالیٰ آپ کیلئے اور آپ کی بچیوں کیلئے آسانی فرمائیں۔ آمین! (بحوالہ آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۴۹)

سود پر قرض لینے والے کاشتکار کے یہاں کھانا

سوال: گورنمنٹ کی طرف سے کاشتکاروں کو بونے کے لیے سود پر غلہ اونکھ فصل پر دی جاتی ہے' فصل کٹنے پر جتنا دیا جاتا ہے اس سے زیادہ مقررہ تعداد میں لے لیا جاتا ہے' ظاہر ہے کہ یہ سود ہے' آج شاید ہی میری طرف کوئی ایسا کاشتکار ہو جو اس سے بچا ہو' ایسی صورت میں کیا اپنے کسی عزیز کے یہاں کھانا نہ کھانا چاہیے؟

جواب: کاشتکار کو جو ملا ہے وہ قرض ہے سود نہیں' اس سے جو مقدار زائد واپس لی گئی ہے وہ سود ہے' کاشتکار کے گھر کا کھانا سود نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۲۴۲)

غیر مسلم کاشتکار سے سود لینا

سوال: زمین دار کاشتکار پر لگان داخل نہ کرنے کا دعویٰ کرتا ہے اور حکومت فیصلہ کے بعد زمین دار کو کاشتکار سے جمع مع سود کے دلواتی ہے اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ اس کو حکومت کی مال

گزاری میں دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں دے سکتے تو کس مصرف میں صرف کیا جائے؟

جواب: اگر کاشتکار مسلمان ہے تو اس سے سود لینا درست نہیں' اگر حکومت نے دلوادیا تو اسے واپس کردے' اگر کاشتکار غیر مسلم ہے تو ہندوستان کے دارالحرب ہونے کی تقدیر پر طرفین کے قول کی بناء پر سود لینا درست ہے' پھر اس کو اپنے کام میں لانا اور مال گزاری میں دینا بھی درست ہے' مگر امام ابو یوسفؒ کا قول احوط ہے کہ ان کے نزدیک سود کی بالکل اجازت نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۱۹۸)

سودی کمپنی کے حصص خریدنا

سوال: موجودہ دور میں محفوظ سرمایہ مثلاً زرعی جائیداد و مکانات وغیرہ سب خطرے میں ہیں کیونکہ جو قابض ہو جاتا ہے چھوڑتا نہیں' اس لیے محفوظ سرمائے کے لیے کمپنی کے حصص خریدنا کیسا ہے؟ جبکہ آج کل علماء نے بیمہ کی حالت موجودہ میں اجازت دی ہے؟

جواب: یہ سب دشواریاں بڑے سرمائے کے لیے ہیں جس کے ذریعے منڈی میں اپنی خاص اونچی حیثیت قائم کرنا اور نام پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے' اپنی گزر اوقات اور نفقات واجبہ ادا کرنے کے لیے نہ اتنے سرمائے کی ضرورت ہے نہ اس میں دشواریاں ہیں' لہٰذا غیر ضروری سرمایہ فراہم کرنے کے لیے ممنوعات شرعیہ کا ارتکاب وبال ہی وبال ہے' خواہ سودی کمپنی کے حصص ہوں یا کوئی اور صورت۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۳۰۰) ''سود سے بہر حال بچنا ضروری ہے'' (م'ع)

سود سے بچنے کیلئے دلال کی اجرت میں اضافہ کرنا

سوال: ایک تاجر کچھ کپڑے کا کاروبار کرتا ہے اور وہ دہلی جاکر دلال کی معرفت کپڑا خریدتا ہے اور دلال کو مبلغ ایک سو روپیہ آڑت یا مزدوری دیتے ہیں اور اگر کچھ روپیہ ادھار رہتا ہے تو وہ اس پر سود لگاتے ہیں کیونکہ دلال لوگ بازار سے مال خریدتے ہیں' اگر بازار والے کے روپے رہتے ہیں تو وہ ان سے سود لیتے ہیں اور دلال لوگ ہم سے لیتے ہیں' اب اگر ہم بجائے سود کے ان کی آڑت یا مزدوری بجائے ایک روپے کے سوا یا ڈیڑھ روپیہ دیں اور یہ کہہ دیں کہ ہم سود نہیں دیں گے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ یا اور کوئی طریقہ جواز کا بتلایا جائے؟ دلال ہم سے یہ کہتے ہیں کہ بجائے ایک سو روپیہ کے دو روپیہ آڑت یا مزدوری۔ [illegible] ہم سے [illegible] گے؟

جواب: طریقہ مروجہ پر دلال کی اجرت ناجائز ہے' جواز کی صورت یہ ہے کہ دلال کی مثلاً ایک دن یا آدھے دن کے لیے اجرت طے کر کے بطور مزدور رکھ لیا جائے اور اس دن میں اس سے کپڑا خریدوا لیا جائے اور اجرت مقررہ دیدیا جائے' اب خریدار اور دلال آپس میں جو چاہیں طے کریں اس

میں کوئی مضائقہ نہیں۔(کذافی سکب الانہر ص ۲ ۳۳ ج ۲)(فتاویٰ محمودیہ ج ۶ص ۲۹۲)

سودخوار غیر مسلم کا ہدیہ قبول کرنا

سوال: غیر مسلم سودخوار کا ہدیہ لینا مسلمان کے لیے درست ہے یا نہیں؟

جواب: جو سود مسلم کے لیے حرام ہے وہ غیر مسلم کے لیے بھی حرام ہے لہٰذا اگر وہ سود سے ہدیہ دیتا ہے تو اس کا لینا ناجائز ہے اگر حلال سے دیتا ہے تو کسی ضرورت اور مصلحت کے لیے لینا درست ہے لیکن محبت یا اس کی اور اس کے دین کی عظمت کے لیے لینا ناجائز ہے۔(فتاویٰ محمودیہ ج ۶ص ۳۰۷)

ٹریکٹر خریدنے پر سود کیساتھ ادائیگی ہو تو کیسا ہے؟

سوال: میں کاشتکار ہوں' ٹریکٹر خریدنا ہے' وقتاً فوقتاً اس کی ضرورت رہتی ہے' یہ بازار میں فروخت نہیں ہوتے' عالمی بینک سے خریدے جاتے ہیں' بینک آسانی کے لیے قسط وار ادائیگی کراتا ہے تو اس لون کی رقم قسط وار دینا پڑتی ہے' ہر قسط کے ساتھ کچھ سود بھی ادا کرنا ضروری ہوتا ہے تو اس صورت میں ٹریکٹر خریدنا کیسا ہے؟

جواب: لون سود ہے' اصل قیمت سے زائد رقم بعوض مہلت لی جاتی ہے' لہٰذا ٹریکٹر کے بغیر نبھائیں اور تھوڑی پیداوار پر قناعت کریں' اگر اس کو خریدنا ہی ہے تو یکمشت قیمت ادا کریں تاکہ لون دینا نہ پڑے' بلا اضطرار اور شدید مجبوری کے لون دینا جائز نہیں' دارالحرب کے مسئلہ میں بھی کافر حربی سے سود لینے کی اجازت ہے' دینے کی اجازت نہیں۔(فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ص ۱۷۳)

حق کیساتھ سودی رقم بھی ملتی ہو تو کیا کرے؟

سوال: ایک شخص کے یہاں میرے پانچ سو روپے تھے' مجبوراً مجھے دعویٰ کرنا پڑا' کورٹ نے میرے حق کے ساتھ ساتھ سود کے پچاس روپے دینے پر ڈگری کردی' وہ روپے لے سکتا ہوں یا نہیں؟

جواب: آپ صرف اپنا حق لیجئے' سود کی رقم نہیں لے سکتے' مدعا علیہ کو دیدیجئے' یا دلا دیجئے' خود لینا جائز نہیں۔(فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ص ۱۹۲)

سود سے بچنے کیلئے ایک تدبیر کا حکم

سوال: ایک تاجر نے دوسرے تاجر کے پاس سے قرض پانچ سو پاؤنڈ مانگے تو جواب ملا کہ دس فیصد کے حساب سے سود لوں گا' لینے والے نے انکار کردیا کہ میں نہ سود دیتا ہوں نہ لیتا ہوں' لیکن ایک صورت بتاتا ہوں کہ تم مجھے پانچ سو پاؤنڈ کا مال (کپڑے) دس فیصد کے نفع سے دے دو

اور وہ مال میں لے جاؤں گا اور وہی مال بدون نفع یعنی اصل قیمت پر میرے پاس سے نقداً نقداً لے لو اور تم اپنے پانچ سو پچاس کا بل مجھے دے دو اور میرا نام لکھ لو ایک سال بعد پیسے ادا کر دوں گا' کیا سود سے بچنے کی یہ تدبیر اور صورت جائز ہے؟

جواب: اس اینچ پینچ سے حرام چیز (سود) حلال نہ ہوگی' صورت مذکورہ میں پانچ سو سے زائد رقم سود شمار ہوگی اور دینے والا اور لینے والا دونوں گنہگار ہوں گے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ ص ۱۹۳)

مخنث سود لینے والے کے نل کا پانی اور ہدیہ

سوال: زید کے پڑوس میں ایک مخنث ہے جس کے گھر میں پانی کا نل لگا ہوا ہے' زید اس کے نل کا پانی استعمال کرتا ہے' آیا زید کے لیے پانی لینا جائز ہے یا نہیں؟ مخنث سود بھی لیتا ہے' گانے بجانے کا کام بھی کرتا ہے مگر نل سود لینے سے پہلے لگایا تھا' البتہ گانے بجانے کا کام ابتداء سے کرتا ہے' مخنث زید کو بھی کبھی کوئی کھانے پینے کی چیزیں بھی دے دیتا ہے جو زید کو پڑوسی ہونے کی بناء پر لینی پڑتی ہے؟

جواب: اس کے سود لینے اور مخنث ہونے کی وجہ سے نل کا پانی تو ناپاک و ناجائز نہیں ہوا' البتہ جو چیز وہ ناجائز طور پر لا کر دے اس کو نہ لیا جائے بلکہ اس سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۲۸۷)

سود کی رقم کا مصرف

سود کی رقم سے ہدیہ دینا لینا جائز ہے یا ناجائز؟

سوال: (الف) اور (ب) دو بھائی ہیں' (الف کا سودی کاروبار ہے اور (الف) ج کو ہدیہ دیتا ہے تو (ب) کے ملازم کو دے کر حکم دیتا ہے کہ (ج) کو دے آنا' آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ دوسری صورت میں اس کے ملازم کو حکم نہیں دیتا بلکہ وہ خود سمجھ لیتا ہے کہ (ج) کو ہدیہ دینا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ (ج) کو ہدیہ سودی رقم سے لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: صورت مسئولہ میں سودی کاروبار کا مفہوم عام ہے اور اس کی کئی صورتیں ہیں:

۱۔ جو شخص سود پر قرضہ لے کر کاروبار کرتا ہے اور کل سرمایہ قرض کا ہوتا ہے۔

۲۔ دوسرا جس کے پاس کچھ رقم ذاتی ہے اور کچھ رقم سود پر بینک سے یا کسی سے قرض لیتے ہیں اور کاروبار کرتے ہیں۔

۳۔ تیسرا یہ کہ لوگوں کو سود پر قرض دیتا ہے اور اس طرح رقم بڑھاتا ہے۔

۴۔یہ کہ سودی طریقے سے اشیاء خریدتے ہیں اور فروخت کرتے ہیں۔اس کے علاوہ بے شمار صورتیں ہیں۔

ان سب صورتوں کو سودی کاروبار کہتے ہیں اور سب کا حکم برابر نہیں' اس لیے سودی کاروبار کرنے کی وضاحت کرنا تھی۔ بہر حال مجموعی طور پر اگر جائز پیسے زیادہ اور ناجائز کم ہے تو یہ ہدیہ قبول کرنا درست ہے' اسی طرح اگر جائز اور ناجائز پیسے ملے ہوئے ہیں اور ہر ایک کی مقدار برابر ہے پھر بھی اس کا ہدیہ قبول کرنا اور لے جانا درست ہے اور اگر حرام پیسے زیادہ ہیں تو ہدیہ قبول نہیں کرنا چاہیے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل جلد ۶ ص ۲۶۳)

سود کی رقم سے بیٹی کا جہیز خریدنا جائز نہیں

سوال: اگر ایک غریب آدمی اپنے پیسے بینک میں رکھتا ہے تو اس سے سود کی رقم چھ یا سات سو بنتی ہے' تو کیا وہ آدمی اسے اپنے اوپر استعمال کر سکتا ہے؟ اگر نہیں کر سکتا تو کیا پھر اسے اپنی بیٹی کے جہیز کے لیے کوئی چیز خرید سکتا ہے؟

جواب: سود کا استعمال حرام ہے اور گناہ ہے' اس سے بیٹی کو جہیز دینا بھی جائز نہیں۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل جلد ۶ ص ۲۶۴)

شوہر اگر بیوی کو سود کی رقم خرچ کیلئے دے تو وبال کس پر ہوگا؟

سوال: کسی عورت کا شوہر زبردستی اس کو گھر کے اخراجات کے لیے سود کی رقم دے جبکہ عورت کا اور کوئی ذریعہ آمدنی نہ ہو تو اس کا وبال کس کی گردن پر ہوگا؟

جواب: وبال تو شوہر کی گردن پر ہوگا' مگر عورت انکار کر دے کہ میں محنت کر کے کھالوں گی مگر حرام نہیں کھاؤں گی۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل جلد ۶ ص ۲۶۴)

سود کی رقم کسی اجنبی غریب کو دے دیں

سوال: کسی مجبوری کی بناء پر میں نے سود کی کچھ رقم وصولی کر لی ہے' اس کا مصرف بتا دیں' آیا میں وہ رقم اپنے غریب رشتہ داروں (مثلاً نانی) کو بھی دے سکتا ہوں؟

جواب: اپنے عزیز و اقارب کے بجائے کسی اجنبی کو جو غریب ہو' بغیر نیت صدقہ کے دے دی جائے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل جلد ۶ ص ۲۶۴)

سود کی رقم استعمال کرنا حرام ہے' تو غریب کو کیوں دی جائے؟

سوال: آج کل مختلف افراد کی طرف سے یہ سننے میں آتا رہتا ہے کہ جو لوگ بینک سے سود نہیں

لینا چاہتے وہ کرنٹ اکاؤنٹ کھول لیں یا پھر اپنے سیونگ اکاؤنٹ کے لیے بینک کو ہدایت کر دیں کہ اس اکاؤنٹ میں جمع شدہ رقم پر سود نہ لگایا جائے چلئے یہاں تک تو ٹھیک ہے لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر بینک والوں نے تمہاری رقم پر سود لگا ہی دیا ہے تو اس رقم (سود کی رقم) کو بینک میں بیکار مت پڑا رہنے دو بلکہ نکال کر کسی غریب ضرورت مند کو صدقہ کر دو مجھے اس سلسلے میں یہ دریافت کرنا ہے کہ کیا سود جیسی حرام کی رقم صدقہ کی جاسکتی ہے؟ اگر ایسا ممکن ہے تو پھر چوری ڈاکے رشوت وغیرہ سے حاصل کی گئی آمدنی بھی بطور صدقہ دیا جانا جائز سمجھا جائے حکم تو یہ ہے کہ "دوسرے مسلمان بھائی کیلئے بھی تم ویسی ہی چیز پسند کرو جیسی اپنے لیے پسند کرتے ہو" لیکن ہم سے کہا یہ جارہا ہے کہ جو حرام مال (سود) تم خود استعمال نہیں کر سکے وہ دوسرے مسلمان کو دے دو یہ بات کہاں تک درست ہے؟

جواب: اگر خبیث مال آدمی کی ملک میں آجائے تو اس کو اپنی ملک سے نکالنا ضروری ہے اب دو صورتیں ممکن ہیں ایک یہ کہ مثلاً سمندر میں پھینک کر ضائع کر دے دوسرے یہ کہ اپنی ملک سے خارج کرنے کے لیے کسی محتاج کو صدقہ کی نیت کے بغیر دے دے ان دونوں صورتوں میں سے پہلی صورت کی شریعت نے اجازت نہیں دی لہٰذا دوسری کی اجازت ہے۔ (بحوالہ ایضاً)

سود کی رقم کارِ خیر میں نہ لگائیں بلکہ بغیر نیت صدقہ کسی غریب کو دے دیں

سوال: میں ملازمت کرتا ہوں خرچ سے جو پیسے بچت ہوتے ہیں وہ بینک میں جمع کراتا ہوں اور چند دوست لوگ بھی بطور امانت میرے پاس رکھتے ہیں جو کہ وہ بھی بینک میں رکھتا ہوں کیونکہ محفوظ رہنے کا دوسرا راستہ ہے نہیں مگر بینک میں رکھنے سے مجھے ایک پریشانی بنی ہوئی ہے وہ یہ کہ بینک میں سود دیتے ہیں جو کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ حرام نہیں ہے اور بعض کہتے ہیں کہ حرام ہے اگر حرام ہے تو وہ منافع (سود) بینک کو ہی چھوڑ دوں یا بینک سے لے کر مسکینوں غریبوں یا کارِ خیر مثلاً مسجد راستے بنانے میں لگا دوں؟

جواب: بینک کے سود کو جو لوگ حلال کہتے ہیں غلط کہتے ہیں مگر بینک میں سود کی رقم نہ چھوڑیے بلکہ نکلوا کر بغیر نیت صدقہ کے کسی ضرورت مند محتاج کو دے دیجئے کسی کارِ خیر میں اس رقم کا لگانا جائز نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۶۵)

سود کی رقم ملازمہ کو بطور تنخواہ دینا

سوال: میں نے اپنے ۱۰ ہزار روپے کسی دکاندار کے پاس رکھوا دیے تھے وہ ہر ماہ مجھے اس کے اوپر تین سو روپیہ دیتا ہے اب ہمیں آپ یہ بتائیں کہ یہ رقم جائز ہے یا نہیں؟ ہمارے مسجد کے پیش امام سے پوچھا گیا تو انہوں نے اس کو سود قرار دے دیا ہے جب سے یہ پیسے میں اپنی کام والی کو دے دیتی

ہوں اس کو یہ بتا کر دیتی ہوں کہ یہ پیسے سود کے ہیں یا ان پیسوں کے بدلے کوئی چیز کپڑا وغیرہ دے دیتی ہوں وہ اپنی مرضی سے یہ تمام چیزیں اور پیسے لیتی ہے جبکہ اسے پتہ ہے کہ یہ سود ہے اب آپ مجھے قرآن وسنت کی روشنی میں یہ بتائیں کہ یہ پیسے کام والی کو دینے سے میں گنہگار تو نہیں ہوتی ہوں؟

جواب: اگر دُکاندار آپ کی رقم سے تجارت کرے اور اس پر جو منافع حاصل ہو اس منافع کا ایک حصہ مثلاً پچاس فیصد آپ کو دیا کرے یہ تو جائز ہے اور اگر اس نے تین سو روپیہ آپ کے مقرر کر دیئے تو یہ سود ہے سود کی رقم کا لینا بھی حرام ہے اور اس کا خرچ کرنا بھی حرام ہے آپ جو اپنی ملازمہ کو سود کے پیسے دیتی ہیں آپ کے لیے ان کو دینا بھی جائز نہیں اور اس کے لیے لینا جائز نہیں سود کی رقم کسی محتاج کو بغیر صدقہ کی نیت کے دے دینی چاہیے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۶۶)

سود کی رقم رشوت میں خرچ کرنا دُہرا گناہ ہے

سوال: سود حرام ہے اور رشوت بھی حرام ہے حرام چیز کو حرام میں خرچ کرنا کیسا ہے؟ مطلب یہ کہ سود کی رقم رشوت میں دی جاسکتی ہے کہ نہیں؟

جواب: دُہرا گناہ ہوگا سود لینے کا اور رشوت دینے کا۔ (بحوالہ ایضاً)

سود کی رقم سے سید کا قرض ادا کرنا

سوال: ایک سید ہے جو مقروض ہے اور پریشان حال ہے آمدنی ملازمت کی قلیل تنخواہ کے سوا کچھ نہیں ہے ایسے سید کا قرض بینک کے سود سے کوئی آدمی ادا کرنا چاہے تو ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اضطرار اور انتہائی مجبوری کی حالت ہو تو اس رقم سے اس کا قرض ادا کرنا درست ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۳۹)

دارالحرب میں سود لینا

سوال: دارالحرب کس کو کہتے ہیں اور دارالحرب میں کافروں سے سود لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: امام صاحبؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک دارالحرب میں کافروں سے سود لینا جائز ہے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز نہیں اور دارالحرب کافروں کے ایسے ملک کو کہا جاتا ہے جہاں تمام احکام کفریہ ہوں کوئی حکم اسلامی نہ ہو بلکہ اسلام کے اجراء سے کفار مانع ہوں اور ان کی بلا اجازت وبغیر زمان کے کوئی مسلمان نہ ٹھہر سکے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۵۰۸)

دارالحرب میں سود کی وصولیابی کیلئے وکیل مقرر کرنا

سوال: اگر کوئی شخص حربیوں کو کچھ روپیہ سودی قرضہ پر دیتا ہے اور وصولیابی کیلئے اپنا وکیل دارالحرب میں مقرر کرتا ہے تو دارالحرب سے وکیل کی معرفت سود حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: دارالحرب میں حربیوں سے سود لینا جائز ہے خواہ وکیل ہو یا مؤکل کیونکہ اصل مالک کے حکم میں نائب ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۲۸۳)

نصاریٰ سے سود لینا

سوال: نصاریٰ کی عملداری میں جو مسلمان اپنی آمدنی ان کے پاس رکھ کر ان سے سود وصول کرتے ہیں ان کو دستاویز لکھ کر دے دیتے ہیں یہ صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: دارالحرب میں مسلمان اور کافر حربی کے درمیان سود کے لین دین کا معاملہ تو بلاشک وشبہ جائز ہے چنانچہ نقایہ میں ہے: **ولا ربو بین مسلم و حربی فی دارہ .اھ** اور نصاریٰ کی عملداری میں بھی اس میں شعائر کفر علی الاعلان رواج پانے کی وجہ سے صاحبینؒ کے نزدیک دارالحرب ہی ہے اس لیے دستاویز لکھنا درست ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک دارالاسلام کے دارالحرب بننے کی تین شرطوں کا ثبوت ضروری ہے' اگر نصاریٰ کی عملداری میں بھی وہ تین شرطیں پائی جائیں تو یقیناً اس کو بھی دارالحرب کہا جائے گا اور وثیقہ جائز ہوگا۔

(۱) وہ عملداری دارالحرب سے متصل ہو۔ (۲) مذہب کفر کے احکام جاری ہو جائیں۔

(۳) کوئی مسلمان وذمی مامون نہ رہے۔

شرح نقایہ اور عالمگیریہ میں یہی تفصیل الفاظ کے قدرے تغیر کیساتھ مذکور ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۲۸۲)

کفار سے سود لینا

سوال: ہندوؤں سے سود لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز نہیں کیونکہ دارالاسلام میں سود لینا اور دینا دونوں حرام ہیں' باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا اور تمام ذمی معاملات میں مسلمانوں کے مانند ہیں۔

(فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۲۸۲)

دارالاسلام میں حربی سے سود کا معاملہ کرنا

سوال: حربی مستامن بن کر دارالاسلام میں آتا ہے' کیا مسلمان کیلئے اس سے سود کا معاملہ کرنا جائز ہے؟

جواب: جائز نہیں۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۲۸۳) (کذا فی الهدایہ)

مسلم مستامن کیلئے دارالحرب میں سود کا معاملہ کرنا

سوال: مسلم مستامن کیلئے دارالحرب میں جانے کے بعد حربی سے سود لینا اور دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جائز ہے مگر امام ابویوسفؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ عبدالحی ص ۲۸۲)

عموم کی وجہ سے سود کا جائز ہونا

سوال: جس جگہ ہزاروں مسلمان سود لیتے ہوں تو ایسی جگہ عموم بلوئی کی وجہ سے سود کی حلّت کا حکم کیا جائے گا یا نہیں؟

جواب: احادیث میں سود کی حرمت مطلقاً وارد ہے سوائے چند مستثنیات کے اور عموم بلوئی طہارت و نجاسات میں تو موثر ہوتا ہے حلّت و حرمت میں اس کی کوئی تاثیر نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ عبدالحی ص ۲۸۵)

سود و ترک نماز کونسا گناہ بڑھا ہوا ہے

سوال: زید کا کہنا ہے کہ بے نمازی کا گناہ زیادہ بڑا ہے عمر کا قول ہے کہ سود کھانے والے کا گناہ زیادہ بڑا ہے کس کا قول صحیح ہے؟

جواب: ترک نماز ور سود کھانا دونوں کبیرہ گناہ ہیں بعض حیثیات سے ترک نماز بڑھا ہوا ہے اور بعض حیثیات سے سود کھانا اس اعتبار سے کہ نماز حق اللہ اور سود حق العباد میں داخل ہے سود بڑھا ہوا ہے اور حدیث میں ہے جو گوشت انسان کے بدن میں مال حرام سے پیدا ہوا ہو وہ جنت میں نہیں جا سکتا اور اس اعتبار سے کہ نماز تمام اعمال و عبادات کی اصل ہے اور حدیث میں ہے کہ جس نے نماز کو ڈھا دیا اس نے اپنے دین کو ڈھا دیا اس اعتبار سے ترک نماز بڑھا ہوا ہے اور بہرحال دوزخ میں پہنچانے کے لیے دونوں کافی ہیں اور مثل مشہور ہے "آب چوں از سر گزشت چہ یک نیزہ و چہ یک بالشت" (یعنی پانی جب سر سے گزر گیا خواہ ایک نیزہ ہو خواہ ایک بالشت برابر ہے)۔ (امداد المفتیین ص ۸۴۸)

اصل رقم اور سود میں وکیل و مؤکل کا اختلاف

سوال: اگر زید بکر کو وکیل بنا کر ہندہ کے نام دعویٰ کرتا ہے کہ اس پر میری کچھ رقم ہے جس میں سے اکثر رقم ہے اور کچھ سود ہے اب یہ وکیل قاضی کے سامنے جا کر یہ کہتا ہے کہ یہ مقدمہ اور تنازع سود کی رقم کے سلسلہ میں ہے آیا وکیل کے اس بیان سے اصل رقم کی وصولیابی اور سود کا باقی رہنا مفہوم ہوتا ہے یا نہیں؟ اور اگر قاضی وکیل کے بیان سے اصل رقم کی وصولیابی اور سود کی رقم کا

نزاع سمجھ کر اور دعویٰ کو خلاف شرع تصور کر کے خارج کر دیتا ہے تو صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور وکیل کا اس رقم کو سود کی رقم کہنا مدعی کے قول (کہ بعض اصل رقم اور بعض سود ہے) کے مخالف ہو سکتا ہے یا نہیں؟ یا قول وکیل کو بمنزلہ قول مؤکل قرار دے کر یہ پوری رقم سود کی سمجھی جائے گی کیونکہ قاعدہ کلیہ ہے کہ بیان میں قول اخیر معتبر ہوتا ہے۔ چنانچہ شامیہ میں ہے: "فَاِنَّ التَّعْیِیْنَ اِذَا تَعَارَضَا حُمِلَ بِالتَّاخِیْرِ منها اور وَضَعَ اِقْرَارُ الْوَکِیْلِ" کے مضمون کے پیش نظر قول وکیل قول مؤکل کے حکم میں ہو سکتا ہے۔ شامی میں ہے:

اَذَا ثَبَتَ وَکَالَةُ الْوَکِیْلِ بِالْخُصُوْمَةِ وَاَقَرَّ عَلٰی مُوَکِّلِهٖ سَوَاءٌ کَانَ مُوَکِّلُهُ الْمُدَّعِیْ فَاَقَرَّ بِانْتِفَاعِ الْحَقِّ اَوِ الْمُدَّعَا عَلَیْهِ فَاَقَرَّ بِثُبُوْتِهٖ عَلَیْهِ.

جواب: مذکورہ صورت میں وکیل نے کوئی ایسا کلمہ نہیں کہا جس سے اصل رقم سے برأت یا اقرار وصول وغیرہ سمجھا جائے اور اس کے قول کو بعینہ قول مؤکل سمجھ کر تناقض وغیرہ ثابت کیا جائے بلکہ قول وکیل کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ اصل نزاع سود میں ہے اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ اصل رقم کو عورت تسلیم کرتی ہے مگر رقم سود میں نزاع ہو رہا ہے تو اس صورت میں نہ تناقض ہے اور نہ اصل رقم کے وصول کر لینے کا اقرار وغیرہ۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۲۸۴)

سود کے پیسے انجمن میں خرچ کرنا

سوال: انجمن کے پیسے متولی نے بینک میں رکھ دیئے ہیں اور اس کا سود بھی ملتا ہے تو اس سود کو انجمن کے کام میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: انجمن کے متعلق بیت الخلاء، غسل خانے، پیشاب خانے بنانے اور اس کی مرمت کرنے میں راستہ درست کرنے میں خرچ کیا جائے، اگر ضرورت نہ ہو تو غرباء کو دے دی جائے یا رفاہ عام کے کاموں میں صرف کی جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۳۸)

توبہ کے بعد سودی مال کا حکم

سوال: کسی کے یہاں سودی کاروبار ہوتا رہا ہے اب اس کا کہنا ہے کہ میں نے سود لینا ترک کر دیا ہے تو اب اس کا جمع شدہ مال پاک ہے یا نہیں؟ اور اس کے یہاں دعوت کھانا کیسا ہے؟

جواب: جتنی مقدار سود کی لی ہے اس کو واپس کر دے، بقیہ سے کھانا اور کھلانا سب درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۴۱۴)

سودی رقم سے انکم ٹیکس کی ادائیگی

سوال: انکم ٹیکس کی ادائیگی بینک کی سودی رقم سے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: صورت مسئولہ میں بینک کی سودی رقم سے اس ٹیکس کے ادا کرنے کی گنجائش ہے۔ (فتاویٰ احیاء العلوم ج ۱ ص ۲۷۰) ''اسی طرح ہاؤس ٹیکس بھی'' (م ع)

سودخور کے وکیل کا حج کرنا

سوال: زید نے حج کے واسطے جو روپیہ جمع کیا وہ کسی مہاجن سودخور کا وکیل بن کر حاصل کیا تھا تو اس مال سے حج کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز نہیں۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۵۴۶)

سود کے پیسے سے تجارت کرنا

سوال: ایک شخص کے پاس سود کا پیسہ رکھا ہوا ہے وہ کسی رشوت وغیرہ میں دینے کے لیے رکھا ہوا ہے اس کے دینے کی مدت ایک یا دو سال کی ہے۔ اس سے پہلے کسی غریب آدمی کو تجارت کے لیے دے کر اس کا منافع ہم یا وہ کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: نہیں۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

سود پر بیج لینے اور اس کی پیداوار کا حکم

سوال: کاشتکار لوگ اکثر ایسا کرتے ہیں کہ سوسائٹی سے کھاد بیج لے کر جو ان کو سود پر ملتا ہے اس سے کاشت کرتے ہیں، پھر اس سے جو پیداوار ہوتی ہے اس سے صدقات واجبہ و نافلہ ادا کرتے ہیں، آیا ان کا ایسی کاشت سے صدقات، زکوٰۃ وغیرہ ادا کرنا صحیح ہوگا؟

جواب: یہاں دو مسئلے الگ الگ ہیں، ایک سوسائٹی سے کھاد بیج وغیرہ لینا، دوسرے کھیت میں ڈال دینے کے بعد پیداوار کا حلال اور جائز ہونا، اول کا حکم یہ ہے کہ اس سے بچنے اور دور رہنے کی ہر ممکن کوشش کرنا ضروری ہے، کوئی بھی صورت بچنے کی نہ نکل سکے تو پھر مجبوری ہے، مگر توبہ ضروری ہے، رہی پیداوار سو وہ حلال ہے اس سے زکوٰۃ وغیرہ ادا کرنا صحیح اور جائز ہے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

سود کی رقم بعد وفات واپس کی جائے

سوال: ایک صاحب نہ بیوی ہیں، نہ بچے، انتقال سے پہلے اس نے وصیت کی کہ میری رقم

گاؤں کی تینوں مسجدوں اور مدرسوں میں دے دینا اور اس نے کچھ چیزیں فروخت کر کے یہ رقم کی تھی جس رقم پر وہ سود لیتا تھا' لہٰذا وہ رقم کس کام میں صرف کریں؟ مرنے والے کے خاندانی دو بھتیجے ہیں؟

جواب: اعلان کر کے معلوم کر لیں جن جن لوگوں سے جو کچھ سود لیا تھا وہ رقم ان کو واپس کر کے اگر کچھ کسی کا مرنے والے پر قرض ہے اس کو ادا کیا جائے' پھر جو کچھ نقد بچ جائے اس کے تین حصے کر کے ایک تہائی مسجدوں اور مدرسہ میں برابر دیا جائے اور باقی دو حصے اس کے بھتیجوں کو اور کوئی بھتیجی ہو اس کو بھی شامل کر لیں' لڑکی کو لڑکے سے آدھا حصہ ملے گا' لڑکی نہ ہو تو یہ دونوں بھتیجے نصف نصف لے لیں گے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

سود لینے کی غرض سے غیر مسلم کمپنی میں رقم جمع کرنا

سوال: ایک شخص اپنی رقم آسٹریلیا کی ایک غیر مسلم کمپنی میں جمع کر کے سود حاصل کرنا چاہتا ہے اور پھر اس سودی رقم کو اپنے اور اپنی اولاد کے لیے استعمال کرنے کا ارادہ ہے' تو یہ اس کے لیے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جب اللہ تعالیٰ نے مال حلال نصیب فرمایا ہے تو اسے جائز ذریعے سے بڑھانا چاہیے' اس مال سے تجارت کی جائے' تجارت کی ہمت نہ ہو تو مضاربت کا معاملہ کر لیا جائے' مکان خرید کر کرایہ حاصل کیا جائے' اس کے حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں' غیر مسلم کمپنی مسلمان کے مال سے ناجائز معاملہ کرے گی' سودی لین دین میں لگائے گی' جس کی ذمہ داری سے یہ شخص سبکدوش نہیں ہو سکتا' سود لینے کی نیت سے رقم جمع کرنا بھی جائز نہیں اور اس کی آمدنی سے منتفع ہونا' خود کھانا' بچوں کو کھلانا شرعاً اس کی اجازت نہیں' یہ خالص سود ہے اور سود کی حرمت پر سب کا اتفاق ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۳۷)

رسالہ رافع الضنک عن منافع البنک

سوال: سونگ بینک' بنگال بینک' لندن بینک کہ جس کی شاخیں اکثر مقامات پر ہندوستان میں ہیں کہ جو خالص حکومت انگلشیہ کے سرمائے سے ہیں' اس میں روپیہ داخل کر کے اس کا سود لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور حکومت کو کسی قسم کا قرض دینا اور اس کا سود لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ آمدنی وقف کا ایسے بینکوں میں یا ایسے قرضوں میں صرف کر کے اس کا سود مصارف وقف میں صرف کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اولاً چند اصول بطور مقدمات کے ممہد کرتا ہوں' پھر جواب عرض کروں گا۔

مقدمہ اولیٰ: جو مسئلہ ہمارے اصحاب میں مختلف فیہ ہو اس کی قواعد ترجیح میں بعد تطبیق بین

الاقوال المختلفہ یہ فیصلہ ہے کہ جو شخص قوت دلیل کو سمجھ سکتا ہے وہ اس قول کو لے جو دلیلاً اقویٰ ہو۔

مقدمہ ثانیہ: ربا بین المسلم والحربی مختلف فیہ ہے' طرفین چند قیود کے ساتھ جواز کی طرف گئے ہیں اور ابو یوسف اور آئمہ ثلاثہ عدم جواز کی طرف گئے ہیں۔

مقدمہ ثالثہ: اعانت علی المعصیہ معصیت ہے۔

مقدمہ رابعہ: اگر کسی کا قول یا فعل دوسرے کے لیے معصیت میں واقع ہونے کا سبب بن جائے اور وہ حد ضرورت تک نہ پہنچا ہو تو اس کا ترک اس پر واجب ہے' فروع کثیرہ فقیہہ اس پر مبنی ہیں۔

مقدمہ خامسہ: کالتتمۃ للرابعہ: مواقع تہمت و بدنامی سے بچنا ضروری ہے۔

مقدمہ سادسہ: کسی کے فتویٰ جواز کے بعد اس فعل کو ترک کرنا صاحب فتویٰ کی مخالفت نہیں' البتہ فتویٰ وجوب کے بعد اس فعل کو ترک کرنا یا فتویٰ حرمت کے بعد اس فعل کا ارتکاب کرنا یہ بیشک مخالفت ہے۔

اب جواب عرض کرتا ہوں' مقدمہ ثانیہ سے معلوم ہو چکا کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور قائلین بالجواز کے نزدیک بھی اس میں اتنی قیود ہیں۔ (۱) وہ محل دارالحرب ہو (۲) معاملہ ربا کا حربی سے ہو۔ (۳) مسلم اصلی سے نہ ہو اور نہ ذمی سے ہو اور مسلم اصلی وہ ہے جو دارالحرب میں رہنے سے پہلے اسلام لایا ہو خود یا اپنے بڑوں کی اتباع میں۔ (۴) معاملہ کرنے والا وہ مسلم ہو جو دارالاسلام سے دارالحرب میں امن لے کر آیا ہو' وہ مسلم ہو جو دارالحرب ہی میں اسلام لایا ہو' وہ مسلم اصلی نہ ہو جو خود دارالحرب میں رہتا ہو' اس قید رابع کی قید کہیں نظر سے نہیں گزری مگر اس قاعدہ کی تصریح ہے کہ روایات کے مفاہیم حجت ہیں۔ اس بناء پر اوپر کی روایات سے یہ قید لازم ہے اس کے بعد جو دونوں قولوں کے دلائل میں نظر کی گئی تو ابو یوسفؒ کے دلائل قوی ہیں۔ آیات تحریم ربا میں ارشاد ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَابَقِيَ مِنَ الرِّبٰو اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

اور ظاہر ہے کہ اس بقیہ ربا کا معاملہ جس وقت ہوا ہے' لینے والے دینے والے سب حربی تھے تو تحریم کے بعد اگر حربی سے ایسا معاملہ جائز ہوتا تو تحریم کے قبل تو بدرجہ اولیٰ جائز ہوتا اور وہ رقم حلال ہوتی تو اس کا ترک کرنا کیوں فرض ہوتا اور یہ نص قطعی ہے ثبوتاً بھی' دلالۃً بھی اور طرفین کی دلیل یا خبر واحد ہے یا قیاس جو کہ ظنی ہیں اور قطعی کی تقدیم کا وجوب ظنی پر اجماعی ہے۔ گو امام صاحب پر سے اعتراض اس طرح دفع ہو سکتا ہے کہ اس قطعی میں سے بعض افراد مخصوص ہو جانے سے دلالۃً ظنی ہو گیا۔

یہ عذر گو دافع ہو سکتا ہے مگر نافع قوت دلیل نہیں ہو سکتا۔ یہ تو اس دلیل میں ثبوتاً کلام ہے اور دلالۃً یہ احتمال ہے کہ اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں: لا ربوا بين المسلم والحربی اس میں احتمال ہے کہ یہ

نفی نہی کے لیے ہو جیسا کہ قرآن مجید میں فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ میں بعینہ یہی معنی ہیں چونکہ حربی کے مال کے غیر معصوم ہونے سے شبہ اس کے جواز کا ہو سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواز کی نفی فرمادی۔ چنانچہ خود کتب فقہیہ میں اس قسم کی عبارت اس معنی میں وارد ہے۔

ففي الدر المختار عقيب الروايات المذكورة فلو هاجرا لينا ثم عاد اليهم فلا ربا اتفاقاً جوهرة في ردالمحتار اى لايجوز الربا معه فهو نفي بمعنى النهي كما في قوله فلارفث ولا فسوق ولا جدال فافهم

جب امام ابو یوسفؒ کے اس قول کا قوی ہونا ثابت ہو گیا تو اس پر عمل ہوگا جیسا مقدمہ اولی میں ذکر کیا گیا تو اس قول پر اب اس کے متعلق سب سوالوں کا جواب یہ ہے کہ جائز نہیں ہے۔

اور اگر علی سبیل التنزیل امام صاحب رحمتہ اللہ علیہ ہی کے قول کو لیا جائے تب بھی وہ مقید ہے قیود مذکورہ کے ساتھ اور ان میں حسب ذیل کلام ہے:

(۱) ہندوستان کو بہت سے علماء نے دارالاسلام کہا ہے دلیل اس قول کی رسالہ ''تحذیر الاخوان'' میں موجود ہے۔

(۲و۳) دارالحرب ہونے کی تقدیر پر بھی بہت سے لوگ غیر حربی سے معاملہ کرتے ہیں یعنی مسلم اصلی سے یا ان غیر مسلموں سے جو دارالاسلام ہونے کے وقت سے ذمی چلے آ رہے ہیں۔

(۴) اس سے بھی قطع نظر کر کے جو مسلمان یہ معاملہ کرتے ہیں کسی دارالاسلام سے یہاں نہیں آئے اس میں بینک سے معاملہ کرنے والے بھی داخل ہیں کہ یہ قید چہارم ان میں نہیں پائی جاتی تو اس بناء پر خود امام صاحبؒ کے قول پر بھی یہ معاملہ جائز نہ ہوا اور اگر ان قیود سے کلاً یا بعضاً قطع نظر بھی کر لی جائے تب بھی بینک کے معاملہ میں یہ تفصیل ہوگی کہ جس بینک میں روپیہ داخل کیا ہے آیا وہ علی الاطلاق سرمایہ اور سود کا ذمہ دار ہے خواہ اس کو نفع ہو یا نقصان یا ایسا نہیں بلکہ نقصان ہونے سے حصہ داروں پر بھی وہ نقصان ڈالا جاتا ہے۔ اگر صورت ثانیہ ہے تو اس کی حقیقت شرکت ہے قرض نہیں اور ایک شریک یا اس کے ملازمین دوسرے شریک کا وکیل ہوتا ہے اور وکیل کا فعل شرعاً مؤکل کی طرف منسوب ہوتا ہے اور بینک والے جیسا حصہ داروں کو سود دیتے ہیں اسی طرح دوسرے قرض خواہوں سے سود لیتے ہیں اور ان قرض خواہوں میں کوئی قید اسلام اصلی یا غیر اصلی یا کفر کی نہیں۔ پس وکالت کے واسطے سے گویا اس حصہ دار نے مطلقاً مسلمانوں سے بھی سود لیا جو کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں اور پہلی صورت میں یہ محذور تو لازم نہیں آیا کیونکہ یہ بینک والوں کے ذمہ قرض ادا ان کی ملک ہو گیا لیکن دو...

یہ نتیجہ ضرور لازم آیا کہ اس شخص نے ایسے لوگوں کو قرض دیا جو اس سے ربا کا نفع حاصل کریں گے تو یہ ان کی معصیت پر اعانت ہوئی جو کہ مقدمہ ثالثہ کی رو سے معصیت ہے۔ پھر اس قول کے لینے سے اس وقت جو مفاسد اعتقادیہ وعملیہ شائع ہوتے ہیں' مشاہد ہیں کہ عوام سب قیود سے قطع نظر کر کے ان صورتوں کے مرتکب ہونے لگے ہیں جو بالاجماع ناجائز ہیں اس لیے اس قول پر عمل کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ جیسا کہ مقدمہ رابعہ میں مذکور ہوا' پھر یہ بھی مشاہدہ ہے کہ کفار کی زبانوں پر عموماً مسلمان اور جہلاء کی زبانوں پر خصوصاً علماء سخت بدنام ہوئے ہیں کہ ان لوگوں نے سود کو حلال کر دیا اور تفصیل وتقیید کو کون ذکر کرتا ہے۔ اس تہمت سے بچنا بھی واجب ہے اور وہ موقوف ہے اس قول کے ترک پر جیسا کہ مقدمہ خامسہ میں مذکور ہوا۔ اب یہاں سے یہ دو شبہے بھی زائل ہو گئے کہ اگر ہم سب قیود کی رعایت کریں تو اجازت ہونا چاہیے یا یہ کہ اس قول سے امام صاحب کی مخالفت لازم آتی ہے۔ جواب اول کا یہ ہے کہ قیود کی رعایت سے غایت مافی الباب یہ لازم آیا کہ ایک سبب نہی کا مرتفع ہو گیا مگر اس سے دوسرے اسباب نہی کا ارتفاع لازم نہیں آیا جن کا ذکر مقدمہ ثالثہ' رابعہ' خامسہ میں ہے اور نہی کے لیے ایک سبب کافی ہے۔ پس نہی باقی رہی جیسا کہ مقدمہ سادسہ میں مذکور ہوا اور دوسرے کا جواب یہ ہے کہ امام صاحب نے اس کو واجب نہیں فرمایا کہ اس کا ترک مخالفت سمجھا جائے' جیسا کہ مقدمہ سابعہ میں مذکور ہوا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۷۰-۱۵۵)

تنبیہ از حضرت حکیم الامت قدس سرہ: یہ رسالہ بینک وغیرہ سے سود لینے کے مسئلہ میں میری آخری تحقیق ہے' اگر کوئی تحریر میری اسکے خلاف دیکھی جائے وہ سب اس سے منسوخ (یعنی مرجوع عنہ) ہے۔

بینک کے سود کی ایک خاص صورت کا حکم

سوال: بینک میں جمع کرنے کی دو صورتیں ہیں: (۱) میعادی (۲) غیر میعادی

میعادی وہ رقم ہے جو اجل معلوم کے لیے بینک میں رکھی جاتی ہے اور بینک اس پر سود دیتا ہے لیکن مدت پوری ہونے سے پہلے نہیں مل سکتا۔

غیر میعادی وہ رقم ہے جو اجل مجہول کے لیے بینک میں رکھی جاتی ہے اور بینک اس پر سود نہیں دیتا' بینک جس طرح لوگوں کا روپیہ اپنے یہاں جمع کرتا ہے ایسے ہی اپنے یہاں سے قرض بھی دیتا ہے تو اکثر بلکہ تمام تاجر اپنی وقتی ضرورت کے لیے بینک سے روپیہ قرض لے لیتے ہیں لیکن بینک خود تو ایک ہی صورت میں سود دیتی ہے اور لیتی بہر صورت ہے اور دینے سے کوئی مستثنیٰ نہیں' تو اگر کوئی شخص اپنا روپیہ میعادی جمع کرائے اور سود بینک سے وصول نہ کرے اس کا حساب علیحدہ کھلوا دے اور جب

اپنی ضرورت کے وقت بینک سے روپیہ قرض لے اور بوقت ادا بینک اس .. ے سود کا مطالبہ کرے تو یہ اسی حساب سے وصول کرنے کی اجازت دے دے تو اس طرح کا سودی لین دین جائز ہوگا یا نہیں؟

جواب: اس تدبیر میں اور متعارف طور پر لین دین میں کوئی فرق نہیں' کیا یہ ممکن نہیں کہ غیر میعادی جمع کیا جائے جس پر سود نہیں ملتا اور جب اپنے کو ضرورت ہو تو اپنی اصل رقم ہی سے لے تو سود دینا نہ پڑے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۷۵)

بینک کے سود سے انکم ٹیکس ادا کرنا

سوال: سود کی وہ رقم جو بینک میں حفاظت کے لیے جمع کروانے سے حاصل ہوتی ہے کیا اس کو حکومت کی طرف سے عائد کردہ انکم ٹیکس میں ادا کر دینا اور اس غیر شرعی رقم کے ذریعے غیر شرعی ٹیکس سے برأت حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بینک سے جو سود ملتا ہے وہ حکومت کے خزانے سے نہیں ہوتا لہٰذا اس سے انکم ٹیکس ادا کرنا صحیح نہیں بلکہ مالک معلوم نہ ہونے کی وجہ سے مساکین پر واجب التصدق ہے' البتہ دوسرے سرکاری محکموں سے جیسے بھی ممکن ہو ادا کردہ ٹیکس کی مقدار اس کے لیے حلال وطیب ہے اس لیے کہ انکم ٹیکس کا مروج دستور ظلم محض ہے اور مظلوم اپنا حق بذریعہ چوری اور غصب بھی لے سکتا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۱)

یتیم کا مال بینک میں رکھ کر سود لینا

سوال: ایک شخص کا انتقال ہو گیا جس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں' اس نے کچھ رقم وراثت میں چھوڑی ہے جو رشتہ داروں نے بینک میں جمع کرادی ہے جس پر نفع ملتا ہے' کسی شخص نے ان سے کہا کہ یہ نفع نہیں بلکہ سود ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ بینک والوں سے یہ طے پایا ہے کہ اگر بینک میں کوئی نقصان ہو جائے' مثلاً آگ لگ جائے تو ان یتیم بچوں کی رقم تلف سمجھی جائے گی اور اگر نقصان نہ ہو تو باقاعدہ نفع ملتا رہے گا' لہٰذا یہ نفع ہے اور حلال ہے کیونکہ اگر نقصان ہو جائے تو بھی ہم برداشت کرتے ہیں' اس معاملہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: یہ سود ہے جو بہر حال حرام ہے اور اس پر لعنت وارد ہوئی ہے' دنیا و آخرت میں اس کا وبال و عذاب ان لوگوں پر ہے جنہوں نے یہ رقم بینک میں رکھوائی ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۱۹)

بینک کے تین کھاتوں میں سے کسی ایک میں رقم جمع کرنا

سوال: حفاظت کی غرض سے بینک میں رقم جمع کرانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بینک میں رقم جمع کرانے کی تین صورتیں ہیں: (۱) سودی کھاتا (سیونگ اکاؤنٹ) (۲) غیر سودی کھاتا (کرنٹ اکاؤنٹ) (۳) لاکر، سودی کھاتے میں رقم جمع کرانا حرام ہے اس میں سود لینے کا گناہ ہوگا جس پر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شدید ترین وعیدیں ہیں:

قرآن کریم میں سودخوروں کے لیے اعلان جنگ ہے علاوہ ازیں اس میں تعاون علی الاثم ہے، یہ رقم سودی کاروبار میں استعمال ہوگی، کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم جمع کرانا بھی جائز نہیں کیونکہ اس میں اگرچہ سود لینے کا گناہ نہیں مگر تعاون علی الاثم کا گناہ اس میں بھی ہے لاکر میں جمع کرانا بھی جائز نہیں کیونکہ اس میں اگرچہ سود لینے اور تعاون علی الاثم کا گناہ نہیں ہے مگر بینک کے حرام پیسے سے بنے ہوئے خانے کے استعمال کا گناہ ہے شدید مجبوری کے وقت اس میں رقم جمع کرائی جاسکتی ہے کہ اس میں پہلی دوصورتوں کی نسبت گناہ کم ہے لیکن پھر بھی استغفار لازم ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۱۴)

نیشنل بینک سیونگ سکیم کا شرعی حکم

سوال: گورنمنٹ کی ایک نیشنل ڈیفنس سیونگ سکیم چل رہی ہے، مجھے کسی نے بتایا ہے کہ اس میں رقم جمع کروانا اور پھر منافع لینا جائز ہے کیونکہ اس رقم سے ملک کے دفاع کے لیے اسلحہ خریدا جاتا ہے اور ملک کے کام آتا ہے، آج جو اسلحہ خریدیں گے اگر وہی اسلحہ چار پانچ سال بعد خریدیں گے تو دگنی تگنی قیمت حکومت کو ادا کرنا پڑتی ہے۔ لہٰذا گورنمنٹ اس سکیم کے تحت اسلحہ خریدتی ہے اور ملک کا دفاع ہوتا ہے، آپ قرآن اور حدیث کی روشنی میں مطلع فرمائیں کہ کیا اس سکیم میں رقم لگانا اور منافع کے ساتھ لینا جائز ہے کہ نہیں؟

جواب: اگر حکومت اس رقم پر منافع دیتی ہے تو وہ "سود" ہے۔ (آپکے مسائل اور انکا حل جلد ۶ ص ۲۴۲)

ساٹھ ہزار روپے دے کر تین مہینے بعد اسّی ہزار روپے لینا

سوال: ایک شخص نے بازار میں کمیٹی ڈالی تھی، جب اس کی کمیٹی نکلی (جو ساٹھ ہزار روپے کی تھی) تو وہ اس نے ایک دوسرے دکاندار کو دے دی کہ مجھے تین مہینے بعد اسّی ہزار روپے دو گے تو کیا یہ بھی سود ہے یا نہیں؟

جواب: یہ بھی خالص سود ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۴۲)

بینک سے سود نکالنے پر اشکال اور اس کا جواب

سوال: ضروری امر یہ ہے کہ سارے علماء ومفتیان کرام بینک سے سود لینے کو جائز کہتے ہیں،

چاہے مجبوری کی وجہ کچھ بھی ہو؟ اس پر ایک زبردست اشکال یہ ہے کہ یہ تو قرآن پاک کی نص صریح پر قیاس سے زیادتی لازم آتی ہے کہ صرف اس وجہ سے کہ پیسے عیسائیت کی تبلیغ پر خرچ ہوں گے اس کو بنیاد بنا کر قرآن پاک کی نص صریح پر زیادتی کیسے جائز ہے؟ جبکہ قرآن پاک کی نص صریح ربا کی حرمت پر دال ہے تو محض اس بنیاد پر کہ اسلام کو ان پیسوں سے نقصان پہنچے گا' اسلام کے صریح حکم میں تبدیلی کیسے جائز ہے؟ اس لیے کہ سود لے کر اگر چہ اس کو صدقہ کر دیا جائے مگر لینا گویا قرآن کے حکم کی صریح مخالفت ہے' اس کے جواز کی دلیل ہے؟ اسی طرح دارالحرب میں حربی سے سود لینے کا جواز بھی اس نص صریح پر زیادتی ہے جبکہ قاعدہ ہے کہ نص کے مقابلے میں اگرچہ حدیث صحیح ہو وہ رد ہوگی' لہٰذا ہمارے علماء زمانہ نے موجودہ حالات سے متاثر ہو کر قرآنی نص کے مقابلے میں بینک سے سود لینے کو فرمایا' اس کے اصولی دلائل کیا ہیں؟

جواب: سود لینا قطعاً حرام ہے' بینک سے بھی لینا حرام ہے۔ یہ جو کہا گیا کہ سود کے نام پر جو رقم بینک سے ملے اس کو بینک میں نہ چھوڑے وہاں سے نکال کر مسلم غرباء کو اس کے وبال سے بچنے کی نیت سے دیدے تو یہ سود لینا نہیں ہے بلکہ وہاں چھوڑ دینے پر چونکہ وہ لوگ سود کی رقم رکھنے والے ہی کے نام سے الگ کر کے ایسے کاموں میں خرچ کر سکتے ہیں جس سے اسلام اور مسلمانوں کو ضرر پہنچتا اور ظلم ہوتا ہے اور ضرر ظلم سے بچنے اور بچانا بھی منصوص حکم ہے۔ جیسا کہ **لاضَرَرَ ولا ضرارَ فی الاسلام** اور آیت کریمہ **وَمَا رَبُّکَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ** سے بھی اشارہ ملتا ہے اور بھی متعدد آیات واحادیث ہیں جن سے اشارہ ملتا ہے اس لیے اس ظلم وضرر سے بچانے کے لیے ان ہی آیات ونصوص کی مدد سے اس حیلہ کی جرأت ہے' یہ سود کے جواز کا فتویٰ یا قول ہرگز نہیں کہ اشکال وارد ہو۔ (نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۱۱)

بینک کا سود غیر مسلم کو دینا

سوال: بینک سے جو سود ملتا ہے وہ کس کو دیا جائے؟ ایک غیر مسلم ضرورت مند ہے اس کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: یہ رقم غریب' مسکین محتاج کو دی جاسکتی ہے اور وہ اپنے کام میں لے سکتا ہے' غریب مسلمان کو فائدہ پہنچنا چاہیے وہ بہ نسبت غیر مسلم کے زیادہ حق دار ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۴۱)

بینک کے سود سے غریب کے گھر کا بیت الخلاء بنوانا

سوال: سود کے روپے سے اگر عزیز واقارب کے گھر کا بیت الخلاء بنا دیں تو کیسا ہے؟ سودی

رقم لینے کی وجہ سے جو ذمہ داری ہے اس سے وہ سبکدوش ہو جائے گا یا نہیں؟

جواب: ہاں بنوا سکتے ہیں اور اس صورت میں آدمی سودی رقم کی ذمہ داری سے بری ہو جائے گا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ٦ ص ١٣٧)

سود کو بینک میں رہنے دیں یا نکال کر غریبوں کو دے دیں؟

سوال: ہم تاجر والدین کے بیٹے ہیں' ہمارے والدین زیادہ تر پیسے بینک میں جمع کرتے ہیں اور انہیں جمع کردہ رقم میں سے سال کے بعد ''سود'' بھی ملتا تھا' ہم نے والدین سے کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ سود لینا حرام ہے' پھر کیوں لیتے ہیں؟ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ''سود'' کی رقم کو غریبوں میں بغیر ثواب کی نیت کے تقسیم کر دیتے ہیں اور یہ رقم وہ حضرات اس لیے بینک سے اٹھاتے ہیں کہ اگر وہ رقم نہ اٹھائی جائے تو اس سے بینک والوں کا فائدہ ہوگا اور یوں کم از کم غریبوں کا فائدہ تو ہوگا؟ آپ سے سوال یہ ہے کہ آیا اس طرح کرنا صحیح ہے یا افضل پر عمل کرتے ہوئے بالکل سود کی رقم کو ہاتھ ہی نہیں لگانا چاہیے اور پیسے کو بینک ہی میں رہنے دیا جائے؟

جواب: بینک سے سود کی رقم لے کر کسی ضرورت مند کو دے دی جائے مگر صدقہ' خیرات کی نیت نہ کی جائے بلکہ ایک نجس چیز کو اپنی ملک سے نکالنے کی نیت کی جائے۔ (آپکے مسائل اور انکا حل جلد٦ ص ٢٤٠)

سرکاری بینک سے سود لینا

سوال: سرکاری بینک سے سود لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: دارالحرب میں کفار سے سود لینا بھی جمہور علماء و آئمہ کے نزدیک حرام ہے۔ امام مالکؒ امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ اور احناف میں سے امام ابو یوسفؒ اسی حرمت کے قائل ہیں۔ البتہ حضرات طرفین سے دارالحرب میں اس کا جواز منقول ہے اور طحاویؒ نے مشکل الآثار میں سفیان ثوری اور ابراہیم رحمۃ اللہ علیہم کا بھی یہی مذہب نقل کیا ہے پھر اس میں بعض مشائخ نے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ سود لینا جائز ہے' دینا جائز نہیں' پھر امام صاحبؒ کے قول کا بھی بعض حضرات نے مطلب بیان کیا ہے جو جمہور کے خلاف نہیں رہتا۔ نیز ہندوستان کے دارالحرب ہونے میں بھی اختلاف علماء کا ہے۔ نیز سود کے متعلق جس قدر وعیدیں آئی ہیں جو ہر اعتبار سے قطعی ہیں ان کو دیکھ کر بھی کوئی مسلمان اس کی جرأت نہیں کر سکتا کہ جس معاملہ میں سود کا احتمال بھی ہو اس کے پاس جائے کیونکہ حدیث میں ہے کہ سود کے معاملہ میں بہت قسم کے گناہ آدمی کو ہوتے ہیں جس میں ادنیٰ گناہ ایسا ہے

جیسے کوئی اپنی ماں سے زنا کرے نیز حدیث میں ہے کہ سود سے آدمی جو ایک درہم حاصل کرے وہ چھتیس زنا سے بھی زیادہ بدتر ہے۔ (اخرجهما في باب الرّبا من المشكوة)

اس لیے حضرات صحابہؓ وتابعین اور آئمہ اسلام نے اس بارے میں ہمیشہ احتیاط کی جانب کو اختیار کیا ہے خود حضرت فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں کہ سود کو بھی چھوڑ دو اور اس کے شبہ کو بھی' نیز شعبی حضرت فاروق اعظمؓ سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک چیز کے نو حصے حلال ہوں مگر دسویں حصہ میں سود کا شبہ ہو تو ہم ان نو حلال حصوں کو بھی سود کے خوف سے چھوڑ دیتے ہیں۔

لہٰذا کفار کے بینکوں سے سود لینے کے متعلق بھی علماء محققین کا فتویٰ بنظر احتیاط اسی پر ہے کہ جائز نہیں ہے اب رہا یہ امر کہ کوئی شخص روپیہ محض بغرض حفاظت بینک میں جمع کرے' سود لینے کا ارادہ نہیں تو یہ بھی گناہ ہے اس واسطے کہ اس میں سود خوروں کی اعانت ہے اور ان کی اعانت بالقصد حرام ہے۔ حدیث شریف میں اس شخص پر بھی لعنت آئی ہے جو سود خوروں کی اعانت معاملہ سود میں کرے اور اگر سود لے کر صدقہ کرنے کی نیت ہو تو بھی درست نہیں کیونکہ صدقہ کرنے کی نیت سے جس طرح چوری کرنا' ڈاکہ ڈالنا جائز نہیں' اسی طرح سود لینا بھی جائز نہیں' البتہ اگر کسی نے غلطی سے سود لے لیا یا روپیہ بینک میں جمع کر دیا اور اس کا سود بینک میں جمع ہو گیا تو اب اس کو بینک میں نہ چھوڑنا چاہیے کیونکہ اس سے عیسائیت کی تبلیغ کی جاتی ہے وہ جداگانہ گناہ ہے بلکہ لے کر اس کا صدقہ کرنا واجب ہے لیکن یہ یاد رہے کہ اس میں نیت صدقہ کے ثواب کی نہ ہو ورنہ الٹا گناہ ہوگا بلکہ محض یہ سمجھ کر صدقہ کرے کہ میں اس خبیث آمدنی سے بری ہو جاؤں۔ اس نیت سے اس کو صدقہ کا نہ سہی مگر ایک گناہ سے باز آنے کا ثواب بھی مل جائے گا۔ (امداد المفتیین ص ۸۴۹)

ڈاک خانہ میں روپیہ جمع کرنا

سوال: زید کہتا ہے کہ محض بغرض حفاظت ڈاک خانہ میں روپیہ جمع کرنا جائز ہے' عمرو کہتا ہے کہ روپیہ سودی تجارتوں میں لگایا جاتا ہے اور اس جمع کرنے میں سودی تجارت کی اعانت ہے' لہٰذا ناجائز ہے' زید کہتا ہے کہ سب کا روپیہ تجارت میں نہیں لگایا جاتا کیونکہ جب کوئی شخص اپنا روپیہ لینا چاہے تو مل جائے گا' البتہ بعض کا روپیہ تجارت میں لگایا جاتا ہوگا یا تھوڑا تھوڑا سب کا لگایا جاتا ہو۔ بہرحال یہ معلوم ہونا مشکل بلکہ ناممکن ہے کہ کس کا روپیہ تجارت میں لگایا گیا کس کا نہیں اور اگر سب کا روپیہ تجارت میں لگایا جاتا ہے جب بھی اعانت علی المعصیت کا الزام نہیں کیونکہ اس قسم کی اعانت کو اعانت علی المعصیت نہیں خیال کیا گیا۔ مثلاً ولایت کی ہزاروں چیزیں ہندوستان میں

فروخت ہوتی ہیں اور ان کے بنانے والے انگریز ہیں جو سودی لین دین اور سودی تجارت کے عادی ہیں' پھر ہم مسلمان ان چیزوں کو خریدتے ہیں' مسلمانوں کا خریدنا سودی تجارت کو فروغ دینا ہے یا نہیں؟ اگر پوری ترویج نہیں تو کم ترویج تو ضرور دیتے ہیں مگر سودی تجارت کی تھوڑی ترویج بھی تو حرام اور اعانت علی المعصیت ہوگی۔ پھر کیا وجہ ہے کہ عمرو اس کو جائز کہے اور اس کو ناجائز؟ نیز فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر چادر کا ایک کونہ ناپاک ہوگیا ہو اور یاد نہ آتا ہو تو جس کونے کو دھو ڈالے گا چادر پاک ہو جائے گی یہ چادر کیوں پاک ہو جائے گی۔ بظاہر چادر کو پاک نہ ہونا چاہیے کیونکہ ممکن ہے کہ اس نے وہ کونہ نہ دھویا ہو جو ناپاک تھا' اس پاک کہنے کی وجہ دو ہو سکتی ہیں ایک تو دفع حرج' دوسرے یہ کہ جب شبہ ہوگیا کہ معلوم نہیں وہ کونہ ناپاک ہے یا یہ' تو صرف شبہ سے ہر کونے کو ناپاک نہیں کہہ سکتے' اس کی ایک نظیر اور ہے وہ یہ کہ جب غلہ کی بالوں کو بیلوں سے پامال کراتے ہیں تو بیل ان پر بول و براز کرتے ہیں' اس غلہ کو فقہاء نے پاک لکھا ہے کہ کچھ غلہ محتاجوں یا حصہ داروں کو دیدیا جائے کل غلہ پاک ہو جائے گا کیونکہ شبہ ہوگیا کہ شاید ناپاک غلہ دوسرے کے حصہ میں چلا گیا ہو' ہمارے حصہ میں نہ رہا ہو' اس میں شک نہیں کہ یہ وجوہات سب کمزور ہیں اور سب کا حال عموم بلویٰ' دفع حرج' تعامل علماء وصلحاء یا تعامل خلائق کی وجہ سے یہ چیزیں حلال ہیں' انہیں دونوں صورتوں پر ڈاک خانہ میں روپیہ جمع کرنے کو خیال کرو جس طرح کے شبہوں سے ناپاک چادر اور ناپاک غلہ پاک ہو جاتا ہے' اسی طرح کے شبہوں سے یہاں ڈاک خانہ کا حرام روپیہ بھی حلال ہو جائے گا (حرام علی سبیل الفرض کہہ دیا ورنہ وہ ایسا نہیں) اور اگر اس قسم کے شبہوں سے قطع نظر کر کے وہاں عموم بلویٰ' دفع حرج و تعامل علماء وصلحاء سے حرام و ناپاک کو حلال و پاک بنایا جاتا ہے تو یہاں بھی ایسا ہی ہونا چاہیے' دونوں میں فرق کی کوئی وجہ نہیں' اگر یہ کہا جائے کہ جب ڈاک خانے نہ تھے تو صرف حفاظت کی غرض سے لوگ روپیہ کہاں رکھتے تھے جہاں پہلے رکھتے تھے وہیں اب بھی رکھا کریں' کہا جائے گا کہ جب ڈاک خانے نہ تھے اور منی آرڈر کے ذریعے روپیہ نہیں بھیجا جاتا تھا تو لوگ کس طرح روپیہ بھیجتے تھے اسی طرح اب بھی بھیجیں' اگر وہ جائز تو یہ کیوں ناجائز؟ اگر وہاں کوئی وجہ جواز کی ہے تو یہاں بھی کوئی وجہ جواز کی ہے؟

جواب: قاعدہ کلیہ ہے کہ امانت اگر مالک کی اجازت سے دوسرے اموال میں مخلوط کر دی جائے تو مجموعہ مشترک ہو جاتا ہے' پس جب حسب بیان سائل وہ روپیہ ملا کر رکھا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ خلط بالاذن ہے تو جس قدر روپیہ ناجائز تجارت میں لگے گا اس میں سب کا تھوڑا تھوڑا روپیہ ضرور

ہوگا۔ پس ہر شخص بقدر اس حصہ مشترک کے معین اس تجارت کا ہوگا اور معصیت کی اعانت ضرور معصیت ہے اور خرید اشیاء کو سودی تجارت کی اعانت نہیں کہہ سکتے کیونکہ جب ہم نے کوئی شئی خرید کر اس کی قیمت ادا کردی تو وہ قیمت اس تاجر کی ملک ہوگئی ہمارا روپیہ معصیت میں صرف نہیں ہوا اور یہاں تو خود ہمارا ہی روپیہ تجارت حرام میں لگایا گیا ہے اور جو نظائر مشتبہ سوال میں مذکور ہیں ان سب کا جواب یہ ہے کہ ان نظائر میں بعض اجزاء واقع میں اجزاء نجسہ میں متمیز و منفرد ہیں تو دفع حرج کے لیے ان کا اعتبار کرلیا گیا اور یہاں بالیقین ہر جزء میں بوجہ اشتراک اعانت علی المعصیت ہو رہی ہے اور عموم بلویٰ کا جواب مسئلہ منی آرڈر میں مذکور ہو چکا ہے اور منی آرڈر اور اس میں جو فرق دریافت کیا ہے اول تو فرق نہ ہونا مضر نہیں کیونکہ اس کو بھی منع کیا جاتا ہے پھر تاویل اخیر کے اعتبار سے فرق بھی ہوسکتا ہے کہ اس میں ایسی تاویل اب تک نہیں نکلی (فافترقا) البتہ اگر یقینا تحقیق ہو جائے کہ اس روپے سے ناجائز کام نہیں ہوتا تو بدون سود لینے کے جمع کرنا جائز ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۰۔۳۰۷)

گاڑی بینک خرید کر منافع پر بیچ دے تو جائز ہے؟

سوال: (الف) ۳۰ ہزار روپے قیمت کی گاڑی خریدنا چاہتا ہے، مبلغ ۳۰ ہزار اس کے پاس نہیں ہیں، گاڑی کی اصل قیمت کا بل بنوا کر (الف) بینک میں جاتا ہے، بینک ۳۰ ہزار کی گاڑی خرید کر پانچ ہزار روپے منافع پر یعنی ۳۵ ہزار روپے میں یہ گاڑی (الف) کو بیچ دیتا ہے۔ (الف) گاڑی کی قیمت ۳۵ ہزار روپے اقساط میں ادا کرتا ہے یعنی ۵ ہزار روپے (الف) نے ایڈوانس دے کر گاڑی اپنے قبضہ میں لے لی ہے، بقیہ ۳۰ ہزار روپے دس قسطوں میں ۳ ہزار روپے ماہانہ ادا کرے گا، کیا اس صورت میں ۵ ہزار روپے بینک کے لیے سود ہوگا یا نہیں؟ ایسا کاروبار کرنا شرعی طور پر جائز ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی تفصیل سے بتائیے؟

جواب: اس معاملے کی دو صورتیں ہیں:

اول: یہ ہے کہ بینک ۳۰ ہزار روپے میں گاڑی خرید کر اس کو ۳۵ ہزار روپے میں فروخت کردے، یعنی کمپنی سے سودا بینک کرے اور گاڑی خریدنے کے بعد اس شخص کے پاس فروخت کرے، یہ صورت تو جائز ہے۔

دوم یہ ہے کہ گاڑی تو (الف) نے خریدی اور اس گاڑی کا بل ادا کرنے کیلئے بینک سے قرض لیا، بینک نے ۳۰ ہزار روپے پر ۵ ہزار روپے سود لگا کر اسکو قرض دیدیا، یہ صورت ناجائز ہے۔ آپ نے جو صورت لکھی ہے وہ دوسری صورت سے ملتی جلتی ہے اس لیے یہ جائز نہیں۔ (آپکے مسائل اور انکا حل جلد ۶ ص ۲۳۹)

لاٹری کا شرعی حکم کیا ہے؟

سوال: لاٹری میں اگر کسی مسلمان کا نام نکل جائے تو اس کو تعمیر پر یا مسجد و مدرسہ میں یا اپنی ذات پر صرف کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: انعامی لاٹری کا یہ سلسلہ خلاف شرع ہے ہرگز اس میں حصہ نہ لیا جائے اگر غلطی سے حصہ لے لیا ہے اور روپے مل گئے ہیں تو ان کو بلانیت ثواب غریبوں اور محتاجوں کو صدقہ کر دے جس میں نادار طلبہ بھی داخل ہیں مسجد یا مدرسہ یا اپنے ذاتی کام میں صرف نہ کرے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۳۵۸)

پیسوں کی کمیٹی ڈالنے کی ایک صورت

سوال: ہمارے محلہ میں چند ممبران پیسہ جمع کرتے ہیں مثلاً سو روپے ۲۰ ممبران کے دو ہزار روپے ہو گئے اب اس رقم پر بولی بولی جاتی ہے جو زیادہ دیتا ہے" مثلاً اکیس سو روپے" اسی کو دیدیتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ صورت ناجائز ہے "سود کے حکم میں ہے" (م ع) (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۳۹۱)

بازی میں حاصل شدہ جانور کا حکم

سوال: بازی میں حاصل شدہ جانور کا گوشت قصاب کے یہاں سے لے کر کھانا جب کہ جیتنے والے نے قصاب کو بیچ دیا ہو کیسا ہے؟

جواب: بازی لگانا جوا ہے اور جو جانور قمار میں حاصل ہوا ہو وہ حرام ہے نہ اس کا ذبح کرنا جائز نہ اس کا بیچنا جائز نہ خریدنا نہ کھانا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۶ ص ۲۶۲)

ربا اور قمار کی ایک صورت

سوال: ایک آدمی نے دس نمبر رکھے ہیں ایک روپیہ لگاتے ہیں جس کا نام نکلتا ہے اس کو ۵۰ روپے ملتے ہیں جس کا نہیں اس کو ساقط کر دیتے ہیں اس مسئلہ میں یوں حیلہ کرتے ہیں کہ میں نے ہبہ کر دیا تو کیا اس طرح ہبہ کر کے دینا جائز ہے؟

جواب: یہ معاملہ ربا بھی ہے اور قمار بھی اس لیے کہ اگر نہ نکلا تو وہ روپیہ ضبط ہو جائے گا جو دیا تھا اور ربا اس لیے کہ ایک روپیہ کے عوض نمبر نکلنے پر ۵۰ ملتے ہیں اور قمار بھی حرام ہے اور ربا بھی اور نام بدلنے سے حقیقت نہیں بدلتی اس کا نام ہبہ رکھ دینے سے یہ حلال نہ ہوگا بلکہ حرام ہی رہے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۳۹۲)

جوئے کی ایک صورت

سوال: زید کہتا ہے کہ میری بات درست ہے بکر کہتا ہے کہ میری بات صحیح ہے دونوں میں سو

سو روپے کی شرط ہوگئی اور ثالث کے پاس دو سو رکھ دیئے کہ جس کی بات صحیح ہوگی وہ دو سو روپے لے لے گا' یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ جوا ہے جو کہ ناجائز ہے روپے مالک کو واپس پہنچانا ضروری ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۳۵۷)

بیمہ کرانا سود اور قمار سے مرکب ہے

سوال: زندگی وغیرہ کے بیمہ کے سلسلے میں حضرات مفتیان کرام عدم جواز کا فتویٰ دیتے ہیں' مگر آج کل فتنہ وفساد کا زمانہ ہے' آئے دن فساد ہوتے رہتے ہیں' مکانات ودکانات' کارخانوں اور فیکٹریوں کو نقصان پہنچایا جاتا ہے اور یہ تجربہ ہے کہ جن مکانات وغیرہ کا بیمہ ہوتا ہے ان کو نقصان نہیں پہنچایا جاتا' ان حالات میں اگر مذکورہ بالا اشیاء کا بیمہ کرالیا جائے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بیمہ کمپنی بذات خود مکان' دکان' کارخانہ وغیرہ کی حفاظت نہیں کرتی' اس لیے اس معاملہ کو ''عقد اجارہ'' میں داخل کر کے اشتراط ضمان علی الاجیر کا حکم نہیں لگایا جاسکتا' یہ معاملہ سود اور قمار سے مرکب ہے' بایں وجہ اس میں سود اور قمار دونوں قسم کے گناہ ہوتے ہیں اور گناہ بھی بڑے سنگین ہوتے ہیں' جن کو حلال سمجھنا کفر ہے مگر سوال میں جن خطرات کی نشاندہی کی گئی ہے وہ بھی واقع ہیں اور بیمہ کرالینے کی صورت میں فسادیوں کی نظر بد سے دکان وغیرہ کی بہ ظن غالب حفاظت ہو جاتی ہے اس لیے قانون فقہ ''الضَرَرُ یُزالُ'' کے پیش نظر خطرے کی چیزوں کا بیمہ کرالینے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے اس شرط کے ساتھ کہ بیمہ کمپنی میں جو رقم جمع کرائی ہے اس سے زیادہ جو رقم ملے وہ غرباء میں بلانیت ثواب تقسیم کردی جائے' اپنے کام میں ہرگز نہ لائی جائے۔ ہاں اگر خدانخواستہ خود ہی محتاج ہو جائے تو علمائے کرام سے فتویٰ حاصل کر کے بقدر ضرورت اپنے استعمال میں لانے کی گنجائش ہے۔ فقہی قاعدہ ہے: **الضرورات تبیح المحظورات** (ضرورت ناجائز اشیاء کو جائز کردیتی ہے) اور یہ نیت رکھی جائے کہ اقتصادی حالت درست ہو جانے پر یہ رقم غرباء کو دیدی جائے' سودی رقم کو انتہائی درجہ کی مجبوری اور اضطراری حالت کے بغیر اپنے استعمال میں لانا ناجائز اور حرام ہے' دارالحرب میں بھی اپنے ہم وطنوں سے سودی معاملہ کرنا درست نہیں' دارالحرب میں اباحت مال کی وجہ اختلاف دار ہے' اور وہ صورت ہندوستان میں نہیں پائی جاتی۔

خلاصہ یہ کہ بیمہ قطعاً ناجائز ہے مگر عارضی طور پر کچھ وقت کے لیے جب تک خطرے کے حالات ہوں دکان وغیرہ کو فسادیوں کی ضرارت اور ظلم سے بچانے کے لیے مذکورہ بالا شرائط (زائد رقم غرباء کو دیدی جائے اور اگر بحالت اضطرار کچھ اپنے کام میں لینے پر مجبور ہو جائے تو خوشحال ہونے پر اسے

خیرات کر دینے) کے ساتھ بیمہ کرا لینے کی گنجائش ہے عام اجازت نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۳۲)

بیمہ اور انشورنس کا شرعی حکم

سوال: بیمہ اور انشورنس اسلامی اصولوں کے لحاظ سے کیسا ہے؟ بعض دفعہ درآمدات کے لیے بیمہ ضروری ہوتا ہے کیونکہ جہاز کے ڈوبنے اور آگ لگنے کا خطرہ ہوتا ہے اور ایسی صورت میں وہ شخص بیمہ انشورنس کمپنی پر کلیم (دعویٰ) کر کے کل مالیت وصول کر سکتا ہے ایسی صورت میں شریعت کیا کہتی ہے؟

جواب: بیمہ کی جو موجودہ صورتیں رائج ہیں وہ شرعی نقطہ نظر سے صحیح نہیں بلکہ قمار اور جوا کی ترقی یافتہ شکلیں ہیں اس لیے اپنے اختیار سے بیمہ کرانا تو جائز نہیں اور اگر قانونی مجبوری کی وجہ سے بیمہ کرانا پڑے تو اپنی ادا کردہ رقم سے زیادہ وصول کرنا درست نہیں چونکہ بیمہ کا کاروبار درست نہیں اس لیے بیمہ کمپنی میں ملازمت بھی صحیح نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۸۱)

انشورنس کمپنی کی ملازمت کرنا

سوال: میں ایک انشورنس کمپنی میں کام کرتا ہوں اور یہاں آنے سے پہلے مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ انشورنس میں کام کرنا درست نہیں ہے اور میں اس وقت صرف لائف انشورنس ہی کو غلط سمجھتا رہا میں اس نوکری میں ۱۹۸۵ء سے لگا ہوں ہماری انشورنس کمپنی براہ راست لائف پالیسی جاری نہیں کرتی بلکہ اس کا تعلق سٹیٹ لائف سے ہے یہ کمپنی لائف کے علاوہ اور تمام رسک لیتی ہے اصل بات یہ ہے کہ میں اس کو چاہتا ہوں کہ آج ہی چھوڑ دوں لیکن پیچھے گھر کو بھی دیکھتا ہوں کہ میرے والد صاحب خود سرکاری آفیسر تھے ریٹائر ہو چکے ہیں اور والد صاحب کی پنشن آتی ہے؟

جواب: آپ فوری طور پر تو ملازمت نہ چھوڑیں البتہ کسی جائز ذریعہ معاش کی تلاش میں رہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتے رہیں کہ اس سود کی لعنت سے نجات عطا فرمائیں۔ جب کوئی جائز ذریعہ معاش میسر آجائے تو چھوڑ دیں اس وقت تک اپنے آپ کو گنہگار سمجھتے ہوئے استغفار کرتے رہیں اور اگر کوئی صورت ہو سکے کہ آپ کسی غیر مسلم سے قرض لے کر گھر کے خرچ کے لیے دے دیا کریں اور تنخواہ کی رقم سے اس کا قرض ادا کر دیا کریں تو یہ صورت اختیار کرنی چاہیے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۸۱)

سوال: ضروری بات یہ ہے کہ کمپنی سے دو وقت چائے ملتی ہے وہ پینا کیسا ہے؟

جواب: نہ پیا کریں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۸۲)

کیا انشورنس کا کاروبار جائز ہے؟

سوال: ہمارے ہاں انشورنس کا کاروبار ہوتا ہے کیا شرعی لحاظ سے یہ جائز ہے؟ میری نظر میں اس لیے درست ہے کہ اگر آپ ایک مکان کی انشورنس کرائیں اگر مکان کو آگ لگ جائے تو رقم مل جاتی ہے اگر آگ نہ لگے تو ادا شدہ رقم ضائع ہو جاتی ہے اس لیے اس میں چونکہ نفع و نقصان دونوں شامل ہیں اس لیے جائز معلوم ہوتی ہے۔ البتہ زندگی کی پالیسی سے اگر انسان کی موت یا حادثہ واقع نہ ہو جائے تو کسی وقت وہ رقم ڈبل ہو جاتی ہے کیا آپ کے خیال میں یہ اسکیم عمدہ نہیں کہ انسان کو تحفظ مل سکتا ہے؟ اگر کوئی مرد یا عورت بے سہارا ہے اور آخری عمر کی وجہ سے انشورنس کرواتا ہے تو کیا یہ اچھا نہ ہوگا؟ بس ایک تحفظ سال جاتا ہے بہر حال آپ کے فتوی کا انتظار رہوگا اہمیت جناب کے فتوی کی ہوگی؟

جواب: انشورنس کی جو صورتیں آپ نے لکھی ہیں وہ صحیح نہیں یہ معاملہ قمار اور سود دونوں سے مرکب ہے رہا آپ کا یہ ارشاد کہ "اس سے انسانوں کو تحفظ مل جاتا ہے" اس کا جواب قرآن کریم میں دیا جا چکا ہے:

قُلْ فِيهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا

ترجمہ: "آپ فرما دیجئے کہ ان دونوں (کے استعمال) میں گناہوں کی بڑی بڑی باتیں بھی ہیں اور لوگوں کو (بعضے) فائدے بھی ہیں اور (وہ) گناہ کی باتیں ان فائدوں سے بڑھی ہوئی ہیں۔" (ترجمہ حضرت تھانوی) (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۸۲)

میڈیکل انشورنس کی ایک جائز صورت

سوال: میڈیکل انشورنس یہاں پر کچھ اس طرح سے شروع ہوئی کہ کسی آفس کے چند لوگ باری باری بیمار ہوئے جس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کی مالی حالت ابتر ہو گئی اس کے بعد ایک شخص اتنا بیمار ہوا کہ اس کے پاس علاج کے پیسے بھی نہ تھے اس پر اس کے قریبی دوست واحباب نے کچھ رقم جمع کی جس کی وجہ سے اس کا علاج ہو سکا۔ اس طرح سے اس کے دوست واحباب نے جو کہ ساتھ ملازم تھے باقاعدہ ایک فنڈ قائم کیا کہ ہر شخص ہر تنخواہ پر چند روپے فنڈ میں جمع کروائے اور پھر بوقت ضرورت ہر ممبر کے علاج کے موقع پر اسے مالی امداد مہیا کرے اس سے ممبر لوگوں کو بیماری کے وقت علاج کے لیے فنڈ سے پیسے مل جاتے تھے اسی طرح رفتہ رفتہ باہر کے لوگ بھی اس فنڈ میں پیسے جمع کروانے لگے اور بہت سے لوگ اس سے فائدہ اٹھانے لگے اور آج پورے امریکہ میں یہ رواج یا انشورنس عام ہے اور بڑے بڑے لوگ بغیر تنخواہ کے اس کاروبار کو چلا رہے ہیں یہ

ہے میڈیکل انشورنس' تجارتی طور پر کوئی اس سے فائدہ حاصل نہیں کرتا' اگر فنڈ میں سے زیادہ بیمار ممبروں پر صرف ہوتا ہے تو تمام ممبروں کے لیے فیس بڑھا دیتے ہیں اور اگر کم ہوتا ہے تو فیس کم کر دیتے ہیں' اگر یہ صورت ناجائز ہے تو اس کا بدل کیا ہو سکتا ہے؟

جواب: میڈیکل انشورنس کی جو تفصیل سوال میں بیان کی گئی ہے چونکہ اس کے کسی مرحلے میں سود یا قمار نہیں اور بھی کوئی چیز خلاف شریعت نہیں اس لیے امداد باہمی کی یہ صورت بلا کراہت جائز بلکہ مستحب ہے۔ علمائے کرام کی طرف سے انشورنس اور امداد باہمی کی جو جائز صورتیں مختلف مواقع پر تجویز کی گئی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے مگر افسوس کہ مسلمان ملکوں میں اس طرف توجہ نہ دی گئی۔ کاش! ان کو بھی توفیق ہو کہ وہ انشورنس کی رائج الوقت حرام صورتوں کو چھوڑ کر جائز صورتیں اختیار کر لیں' واللہ اعلم! (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۸۳)

بیمہ کمپنی میں بطور ایجنٹ کمیشن لینا

سوال: ایک بیمہ کمپنی نے اعلان کیا ہے کہ کوئی بھی شخص اگر اس کے ایجنٹ کے طور پر کام کرے گا تو اسے مناسب کمیشن دیا جائے گا' آپ سے یہ معلوم کرنا ہے کہ کیا یہ کمیشن لینا جائز ہوگا؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ آج کل تین قسطوں پر مشتمل ایک بیمہ پالیسی چل رہی ہے جس میں پالیسی ہولڈر بیمہ کی مدت کے اختتام پر اپنی ادا شدہ رقم کی دگنی رقم وصول کر سکتا ہے' آپ وضاحت فرمائیں کہ کیا یہ رقم جائز ہوگی؟

جواب: بیمہ کمپنیوں کا موجودہ نظام سود پر چلتا ہے اور سود میں سے کمیشن لینا کیسا ہوگا؟ اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں' اسی طرح دگنی رقم میں بھی برابر کا سود شامل ہے۔

دس ہزار روپے والی بیمہ سکیم کا شرعی حکم

سوال: حکومت نے حال ہی میں ۱۰ ہزار روپے کی جس بیمہ سکیم کا اعلان کیا ہے اس کے جائز یا ناجائز ہونے کے متعلق ارشاد فرمائیں۔ یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ اس سکیم کے تحت مرحوم نے سٹیٹ لائف سے کسی قسم کا معاہدہ نہیں کیا ہوتا ہے اور اسی لیے وہ قسطیں بھی نہیں ادا کرتا' یعنی اس نے اپنی زندگی کا سودا پہلے سے نہیں کیا ہوتا' مرحوم کے لواحقین اگر یہ رقم لینا چاہیں تو لے سکتے ہیں' اگر نہ لینا چاہیں تو ان کی مرضی؟

جواب: یہ تو حکومت کی طرف سے امدادی سکیم ہے اس کے جائز ہونے میں کیا شبہ ہے؟

اگر بیمہ گورنمنٹ کی مجبوری سے کروائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: اگر بیمہ حکومت کی طرف سے لازمی قرار دیا جائے تو کیا ردعمل اختیار کیا جائے؟

جواب: بیمہ سود و قمار کی ایک شکل ہے اختیاری حالت میں کرانا ناجائز ہے لازمی ہونے کی صورت میں قانونی طور سے جس قدر کم سے کم مقدار بیمہ کرانے کی گنجائش ہو اسی پر اکتفا کیا جائے۔

بیمہ کیوں حرام ہے؟ جبکہ متوفی کی اولاد کی پرورش کا ذریعہ ہے

سوال: بیمہ کروانا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ ایک غریب آدمی یا کوئی اور اپنا بیمہ کرواتا ہے تو اگر اس کی موت واقع ہو جائے اور اس کی اولاد کی پرورش کے لیے کوئی نہ ہو تو اسے بیمہ کی رقم مل جائے جس سے وہ اپنے گھرانے کی پرورش کر سکے؟

جواب: بیمہ کا موجودہ نظام سود پر مبنی ہے اس لیے یہ جائز نہیں اور اس کے پسماندگان کو جو رقم ملے گی وہ بھی حلال نہیں۔

زندگی کا بیمہ کرانا

سوال: ایک شخص نے اپنی خوش دامن کا بیمہ موت فنڈ میں کرا رکھا تھا' بعد میں معلوم ہوا کہ درست نہیں' اس کی بابت کیا حکم ہے؟

جواب: واقعی سود و قمار کو جامع ہونے کے سبب حرام ہے مگر جتنا روپیہ داخل ہو چکا اس کو وصول کرنا جس حیلہ اور عنوان سے ہو جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۲۷)

سود کی رقم بیمہ میں ادا کرنا

سوال: چند چیزوں کا بیمہ موجودہ نظام کے تحت بہت ضروری ہے' مثلاً صحت کا بیمہ' کار کا بیمہ' قیمتی اشیاء کو بذریعہ ڈاک بھیجنے کا بیمہ' سوال یہ ہے کہ بینک سے ملنے والا سود بیمہ میں خرچ کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۶)

جہاز کے بیمہ کرنے کی صورتیں اور ان کا جواز و عدم جواز

سوال: جو مال بیمہ کرا کر جہاز میں روانہ کیا جاتا ہے یعنی جب جہاز روانگی کے واسطے تیار ہوتا ہے تو ایک شخص اس مال کی ذمہ داری لیتا ہے کہ اگر یہ مال فلاں مقام پر خیریت سے نہیں پہنچا اور راہ میں کچھ یا کل کا نقصان ہو گیا تو میں اس نقصان کو پورا کروں گا اور مالک مال سے بیمہ کرنے والا ۸

ہزار کے حساب سے پیشگی روپیہ لے کر جہاز راں کو لنگر اٹھانے کا حکم دیتا ہے' یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اگر یہ بیمہ مالک جہاز کرے' اس صورت سے کہ معمولی کرایہ سے دو چند یا سہ چند کرایہ لے کر مال بھرے اور نقصان کا ذمہ دار رہے تو جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو بیمہ جو پارسل ڈاک خانے میں کرایا جاتا ہے اس میں اور اس میں کیا فرق ہے؟ نقصان اور ضائع ہونے کے احتمالات ہر جگہ موجود ہیں؟

(۳) جو مال بیمہ کرا کے جہاز میں روانہ کیا جاتا ہے اس مال میں تو کوئی نقص و خرابی نہیں آتی؟

جواب: (۱'۲) اول چند مسئلے معلوم کر لیے جائیں پھر جواب سوال کا سمجھنا سہل ہوگا۔

(۱) کفالت خاص ہے حق کے مضمون کے ساتھ۔

(۲) جس امانت پر حفاظت پر اجرت لی جائے تلف سے اس کا ضمان لازم ہوتا ہے۔

(۳) اجیر مشترک کے ہاتھ میں ہلاک ہونے کی چند صورتیں ہیں جن میں اصل مذہب کے اعتبار سے تفصیل ہے' لیکن اشباہ میں ضمان لگا دینے سے ضمان کا فتویٰ دیا ہے' اب سوال کا جواب لکھا جاتا ہے:

وہ یہ کہ جہاز والا اجیر مشترک ہے' اصل مذہب کے اعتبار سے دو صورتوں میں وہ ضامن ہے' ایک وہ جہاں ہلاک بفعل اجیر ہو' خواہ بہ تعدی یا بلا تعدی' اور ایک صورت میں ضمان نہیں یعنی جہاں ہلاک بدون فعل اجیر ہو اور اس سے احتراز بھی نہ ہو سکے جیسے غرق وغیرہ اور ایک صورت میں اختلاف ہے جہاں ہلاک بدون فعل اجیر ہو اور احتراز ہو سکے۔ پس اگر جہاز والے نے یہ شرط نہیں ٹھہرائی کہ ہم تمہارے اسباب تلف شدہ کے ذمہ دار و ضامن ہیں' تب تو بعض صورتوں میں وہ ضامن ہے' بعض میں نہیں اور بعض میں اختلاف ہے جس میں گنجائش ضمان کے قول پر عمل کرنے کی ہے اور اگر جہاز والے نے ذمہ داری کر لی ہے تو بقول اشباہ وہ بہر صورت ضامن ہے۔ اس تفصیل سے تو تعیین ہوگئی اور صورتوں کی جن میں اس کے ذمہ ضمان نہیں ہے اور اس کا ماخذ مسئلہ نمبر۳ ہے۔ پس اگر بیمہ والے نے ان مذکورہ صورتوں میں سے کسی ایسی صورت میں بیمہ (جس کی حقیقت ضمانت ہے) کیا ہے جس میں جہاز والے کے ذمہ ضمان ہے تب تو یہ بیمہ جائز ہے اور اگر ایسی صورت میں بیمہ کیا ہے جس میں جہاز والے کے ذمہ ضمان نہیں ہے تو بیمہ جائز نہیں ہے۔ جیسا مسئلہ نمبر۲ میں مذکور ہوا ہے کہ صحت کفالت کے لیے اس کا مضمون ہونا شرط ہے' یہ جو کچھ لکھا گیا جب کہ دوسری کمپنی بیمہ کرے اور اگر جہاز والے خود بیمہ کریں تو اس کی حقیقت یہ ہوگی کہ اجیر مشترک پر ضمان کی شرط ہوئی' یہ بقول اشباہ ہر حال میں جائز ہوگا اور ڈاک خانے کا بیمہ اسی میں داخل ہے کہ خود عامل شرط ضمان قبول کرتا ہے اور اگر ایسی صورت کی جائے کہ مال پہنچانے کا

معاوضہ تو جہاز والوں کو دیا جائے اور انتظام حفاظت مال کا معاوضہ بیمہ کمپنی کو دیا جائے کہ وہ اپنا آدمی خاص حفاظت ونگرانی کے لیے جہاز میں رکھیں تو اس صورت میں کمپنی کا بیمہ کرنا ہر حال میں جائز ہے خواہ جہاز والوں پر شرعاً ضمان ہو یا نہ ہو جیسا کہ مسئلہ نمبرا میں مذکور ہے۔

خلاصہ یہ کہ خود جہاز والے کا بیمہ اور کمپنی جب اپنا آدمی حفاظت کے لیے جہاز میں رکھے اس وقت کمپنی کا بیمہ یہ دو صورتیں تو جائز ہیں اور اگر جہاز والے بیمہ نہ کریں اور نہ کمپنی اپنا آدمی جہاز میں رکھے تو جن صورتوں میں جہاز والوں پر شرعاً ضمان ہے ان میں بیمہ کمپنی کا جائز ہے اور جن صورتوں میں کمپنی والوں پر ضمان نہیں ہے ان میں بیمہ کمپنی کا جائز ہیں اور ان صورتوں کی تفصیل اوپر لکھی جا چکی۔ (امداد الفتاویٰ ج۳ ص۳۱۰)

چاندی کی قیمت بڑھ جانے سے روپے کی مالیت میں کوئی فرق نہیں آتا

سوال: ایک استفتاء اور اس کا جواب پیش خدمت ہے:

اصل مسئلہ تو بیع وقرض کے بارے میں ہے شفعہ کی صورت کو اس پر قیاس کیا گیا ہے کیونکہ شفعہ بھی ایک گونہ بیع ہی ہے اور اسی ثمن کے ساتھ ہے جتنی رقم میں مشتری کو پڑی تھی صرف تحویل صفقہ ہوا ہے یہ تحقیق مطلوب ہے کہ بیع قرض اور شفعہ میں مالیت قدیم ثمن اور قرض کی واجب ہوگی یا رد مثل جبکہ معاملہ پہلے کا ہو اور روپے کی قیمت میں کمی قبل از وقت بعد میں واقع ہوئی ہو۔

(بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ خیر المدارس ملتان)

سوال: ستمبر ۱۹۷۴ء میں مشتری نے ۱۴ مرلے ۶۳ کنال بعوض ۱۵۰۰۰۰ روپے میں زمین خریدی۔ ستمبر ۱۹۷۵ء میں شفیع نے دعویٰ دائر کر دیا اب تک فیصلہ نہیں ہوا لیکن اب اس جائیداد کی قیمت تقریباً ۱۳ لاکھ روپے ہے کیا شفیع کو ڈیڑھ لاکھ روپے میں ہی دیدی جائے گی اور مشتری کو ڈیڑھ لاکھ روپے ہی ملیں گے؟ واضح رہے کہ مشتری اگر اس جگہ اراضی خریدنا چاہے تو اب اسے تقریباً سات کنال اراضی ملے گا؟

جواب: (از خیر المدارس ملتان) زمین کی قیمت بڑھ جانے سے شفیع پر یہ زیادتی لازم نہ ہوگی کیونکہ شفعہ کی حقیقت یہ ہے: "قال فی التنویر هی تملیک البقعة جبراً علی المشتری بما قام علیه"

البتہ روپے کی قیمت ومالیت میں سرکاری طور پر جو کمی کر دی گئی تھی وہ مشتری کے حق میں اثر انداز نہیں ہوگی یعنی بیع کے وقت میں روپے کی جو مالیت تھی اسی کے مطابق اب شفیع سے اسے رقم

وصول کرنے کا حق ہوگا' روپے کی قیمت کا گر جانا مشتری کے حق کو کم نہیں کرے گا جبکہ حصول شفعہ کو بیع یا قرض کے مشابہ قرار دیا جائے۔

اور قرض میں بھی یہی حکم ہے: "قال الشامی رحمة الله' وَحَاصِلُ مَامَرَّ اَنَّهُ عَلٰی قولِ اَبِی یُوْسُفَ الْمُفْتٰی بِهٖ لَافَرْقَ بَیْنَ الْکَسَادِ وَالْاِنْقِطَاعِ وَالرُّخصِ وَالْغَلَاءِ فِی اَنَّهُ تَجِبُ قِیْمَتُهَا یَوْمَ وَقَعَ الْبَیْعُ اوالقرضُ مثلُهَا" لیکن جوہرہ میں رخص وغلاء کی صورت میں نہایہ سے اتفاق نقل کیا ہے کہ رد مثل ہوگا' مالیت کا وجوب نہ ہوگا۔

جواب: آپ کا جواب صحیح ہے' روپیہ اگرچہ بین الاقوامی منڈی میں ڈالر کے تابع ہے مگر ملک کے اندرونی معاہدہ میں یہ ایک مستقل سکہ ہے کسی دوسرے کے تابع نہیں اس لیے اختلاف مالیت کے مؤثر نہ ہونے کے لحاظ سے روپیہ بحکم فلوس نہیں بحکم درہم ہے۔ (احسن الفتاوی ج ۶ ص ۵۱۲)

پیشگی وصولی کی شرط پر کرائے میں رعایت کرنا

سوال: ہمارے ملک میں سود سے بچنے کے لیے یہ حیلہ نکالا ہے' مثلاً کسی کو کچھ روپے کی ضرورت محسوس ہوئی' اس نے دوسرے سے کہا کہ بھائی اگر تم مجھ کو پانچ برس کا کرایہ پیشگی دے دو تو چار روپے کرایہ والی زمین دو روپے کو دیدیں گے' اس پر وہ راضی ہوگیا' دس روپیہ دے دیا اور پانچ برس کے لیے زمین پر اپنا قبضہ کرلیا' درست ہے یا نہیں؟

جواب: صورت مسئولہ میں درست ہے مع الکراهة کبیع العینة کما فی الهدایة (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۶۳)

بیع میں کٹوتی کی شرط لگانا

سوال: حضور یہاں ایک اصول ہے وہ یہ کہ مثلاً سو روپے کا مال فروخت کیا' پندرہ یوم کی میعاد پر' اب اگر لینے والا پندرہ ہی یوم میں دے گا تو اس کو دو روپے کٹوتی کے دیں گے اور اگر اس نے ایک ماہ میں دیئے تو اس کو بجائے دو روپے کے ایک روپیہ دیں گے اور اگر ایک ماہ میں بھی نہ دیئے تو اس کو نہیں دیتے؟

جواب: عرف کے سبب یہ شرط ہے اور فاسد ہے اور شرط فاسد سے بیع فاسد ہو جاتی ہے اور بیع فاسد میں بتصریح فقہاء ربا یعنی معاملہ میں داخل ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۹۲)

ہلال احمر کے ٹکٹ خریدنا

سوال: ہلال احمر ایک پاکستانی ادارہ ہے جو پانچ روپے اور تین روپے کی ٹکٹیں فروخت کرتا ہے

اور حاصل شدہ رقم میں سے ہر ماہ تین لاکھ اور ڈیڑھ لاکھ روپے انعام کی صورت میں تقسیم کرتا ہے اور بقیہ رقم عطیہ خون ایمبولینس شفاخانوں ایکسرے لیبارٹری اور بیماروں کی تیمارداری میں خرچ کرتا ہے نیز ناگہانی آفات سے متاثر ہونے والوں کی امداد کرتا ہے یہ ٹکٹیں خرید کر انعام لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ سود اور جوئے کا معاملہ ہے اس لیے حرام ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۶)

معمہ حل کرنے کی اجرت کا تفصیلی حکم

سوال: اکثر رسالہ میں آپ نے علمی معمہ دیکھا ہوگا' اس کی صحیح خانہ پری کرنے پر انعام دیا جاتا ہے' میرے دوست کہتے ہیں کہ یہ ایک قسم کا قمار ہے کیونکہ ایک روپے کے بدلہ میں زیادہ روپے ملتے ہیں' میں نے کہا کہ یہ قمار نہیں بلکہ ایک روپیہ داخلہ فیس ہے اور انعام اس ایک روپے پر نہیں ملتا ورنہ ہر داخلہ لینے والا انعام کا مستحق ہوتا بلکہ عمل (صحیح خانہ پری) ہی باعث انعام ہے یہی وجہ ہے کہ جس کا جتنے درجہ عمل ہوگا وہ ایسے ہی انعام کا مستحق گردانا جائے گا۔

جواب: آپ کے دوست نے اس کے ناجائز ہونے کی وجہ (قمار) تجویز کی ہے۔ آپ نے اس کے جائز ہونے کی ایک وجہ نکالی جو کہ درحقیقت اس کے ناجائز ہونے کے لیے مؤکد و مؤید ہے' یعنی ربا' پس اس کے ناجائز ہونے کی وجہ سے آپ دونوں کے مجموعہ کلام سے حاصل ہوگئیں' ایک قمار کیونکہ انعام نہ ملنے کی صورت میں یہ روپیہ ضائع ہوگیا۔

دوسری وجہ ربا کیونکہ ایک روپیہ دے کر زیادہ روپے حاصل ہوئے' ربا اور قمار دونوں نصاً ممنوع ہیں۔

یہ توجیہ کہ ایک روپیہ تو فیس داخلہ ہے اور انعام معاوضہ و اجرت ہے خانہ پری کی فقہی نظر میں وجیہ نہیں بلکہ توجیہ محض ہے اس کی اتنی حیثیت نہیں جتنی فیس داخلہ ایک روپے کی' اس پر انعام نہیں ملے گا' یہ عمل صحیح نہیں۔

سب جانتے ہیں کہ محض داخلہ مقصود نہیں کہ اس کے لیے فیس برداشت کی جائے بلکہ تحصیل رقم مقصود ہے جس کا انعام رکھا ہے اور وہ درحقیقت اجرت ہے خانہ پری کی مگر خانہ پری بھی مطلقاً نہیں بلکہ حسب منشاء مستاجر جس کا کسی کو علم نہیں' ایسا اجارہ ہی جائز نہیں جو اجیر کے علم میں نہ ہو اور اس کے قابو سے باہر ہو۔

اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ انعام دینے والے کا مقصود بھی محض خانہ پری نہیں' نہ اس سے کوئی خاص غرض وابستہ ہے بلکہ انعام کثیر کا لالچ دے کر روپیہ جمع کرنا مقصود ہے کہ ایک ایک روپیہ کر کے بے شمار روپیہ جمع ہو جائے' پھر اس میں سے تجویز کردہ ضابطہ کے تحت کچھ روپے فیس والوں کو بھی دیا جائے' دوسرے لوگ دیکھیں گے کہ فلاں شخص کو ایک روپیہ داخل کرکے اتنا انعام

ملا ہے ان کی طبیعت میں بھی اس سے لالچ پیدا ہوگا۔ وھلمّ جرًا یہ تو درحقیقت غلط طریقہ پر روپیہ کمانے کی تنظیم ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۱-۲۰۰)

منفعت تجارت کی ایک صورت

سوال: زید نے عمر سے ایک ہزار روپیہ اس شرط پر لیا کہ وہ اس روپے کو تجارت میں لگا کر عمر کو دس روپے ماہوار بطور منافع دیتا رہے گا' چنانچہ زید نے چالیس ماہ تک دس روپے ماہوار ادا کیے' زید بقضائے الٰہی فوت ہوگیا' کوئی باقاعدہ حساب تجارت کا جس سے نفع ونقصان ظاہر ہو یا جن لوگوں کا لینا دینا بذمہ زید پایا جاتا ہو نہیں چھوڑا بلکہ کافی رقم قرضہ کی زید کے ذمہ ثابت ہوئی' ورثاء زید نے اپنے متوفی کا قرض ادا کر دیا ہے اور عمر کا روپیہ بھی ادا کرنا چاہتے ہیں' چنانچہ قریب چار سو روپے بالاقساط عمر کو دے بھی چکے ہیں لیکن ورثاء زید کہتے ہیں کہ زید نے چالیس ماہ تک جو رقم ادا کی ہے وہ منافع نہیں بلکہ شرعاً سود ہے کیونکہ کوئی معاہدہ وشرائط تجارت شریک رہنے کی نہیں پائی جاتی' لہٰذا اگر وہ رقم سے پوری کر دی جائے تو باقی رقم ورثاء زید ادا کرنے کو تیار ہیں' عمر کہتا ہے کہ دس روپے ماہوار زید نے بطور منافع کے دیئے ہیں لہٰذا پوری رقم ورثاء کو ادا کرنا چاہیے' شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: بظاہر زید نے جو عمر سے ایک ہزار روپے شرط مذکور پر حاصل کیے ہیں یہ قرض ہے' اس صورت میں دس روپے کا منافع بالیقین سود ہے جس کا وصول کرنا عمر کو حرام ہے' لہٰذا اس رقم کو بھی اصل رقم میں شمار کرنا واجب ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۱۹۹)

اُدھار دیکر قصاب سے گوشت لینا

سوال: ایک قصاب نے زید سے چند روپے گوشت کی تجارت کے لیے لیے اور یہ شرط کی کہ جب میں دوسرے یا تیسرے روز اپنی گائے ذبح کروں گا تو تمہیں ایک سیر گوشت دوں گا' پھر ڈیڑھ ماہ بعد سب روپے ادا کر دوں گا تو کیا اس گوشت کا کھانا جائز ہے اور کیا یہ صورت مضاربت میں داخل ہوسکتی ہے؟ اور اگر زید نے اس کو کھالیا ہے اور وہ ناجائز ہے تو کیا اس سے سبکدوش ہونے کی صورت ہے؟

جواب: یہ سود ہے لہٰذا ناجائز ہے۔ کل قرضٍ جر نفعًا فھو حرامٌ اس سے سبکدوش ہونے کی صورت یہ ہے کہ اس گوشت کی قیمت ادا کر دے یا اس روپے میں سے وضع کرا دے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۱۸۴)

ہنڈوی کے عدم جواز کی وجہ

سوال: ہنڈوی کے اجرت جائز ہے اور ضمان خواہ بوجہ خلط ہے یا شرط لغو؟

جواب: ہنڈوی جو کرتے ہیں تو سب جانتے ہیں کہ ہنڈوی والا وہ روپیہ جو دیتا ہے روانہ نہیں کرتا بلکہ روپیہ بطور قرض اس کو دیا جاتا ہے اور بقال اس کا حوالہ دار دوسرے اپنے حوالہ دار پر کرتا ہے' پس اس صورت میں اجرت ہنڈوی کی کچھ معنی نہیں' بجز ربا کے کیونکہ سو روپے کی ہنڈوی کی کرنے والے نے ہنڈوی کرا کر تو سو روپیہ لیا' ایک سو روپیہ ہنڈوان جو لیا اور دیا وہ زائد تھا' تو ایک سو ایک کی جگہ سو آیا' یہ ربا ہوا اور بقال کا خلط کرنا کیا مضر ہے' جب وہ مستقرض ہو کر بعض قبض مالک ہو گیا اب جو چاہے کرے' ضمان بقال سے قرض لینے سے ہوا نہ خلط سے' اب شرط ضمان لغو ہوئی' خواہ خلط کرے یا نہ کرے' شرط ہو یا نہ ہو' بہر حال ضمان ہو گیا اور عقد ربا ہو گیا' ہاں کوئی حیلہ کرے اور ربا سے بری ہو جائے تو دوسری بات ہے' اس واسطے فقہاء ہنڈی کو حوالہ میں لکھتے ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۰۳)

گندم کیلی ہے یا وزنی؟

سوال: ربا میں گندم کیلی کہا جائے گا یا وزنی؟

جواب: گندم کیلی ہے: "وما نصّ الشارعُ علٰی کونہ کیلیًا کبُرّ وشعیرٍ وتمرٍ وملحٍ اوْوَزنیاًا کذھبٍ وفضۃٍ فھو کذالک لاتتغیر ابدًا" (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۸۲)

ایک روپیہ میں ڈیڑھ روپیہ کا سامان لینا دینا

سوال: اگر کوئی بائع کسی کو رعایۃً ایک روپیہ میں ڈیڑھ روپے کا مال دے تو مشتری آٹھ آنہ اس بہانہ سے کہ مجھ پر قرض ہے' بائع کو دے دے جب کہ بائع کسی دوسری تدبیر سے لینے کو تیار نہ ہو تو یہ فریب جائز ہے کہ نہیں؟

جواب: جب بائع قصداً رعایت کر کے ایک روپے میں ڈیڑھ روپے کا مال دے رہا ہے تو یہ آٹھ آنہ اس کے قرض نہیں' ان کو قرض کہنا غلط ہے اور خلاف واقعہ ہے' اگر رعایۃً کا بدل کرنا ہی ہے تو ہدیۃً اس کو کچھ دے دے جس سے اس کا ذہن بھی منتقل نہ ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۲۹۴)

اخبار کے لائف ممبر بننا

سوال: آج کل اخباروں میں زندگی کے اراکین بنانے کا دستور ہے' آج ہی ایک سو روپیہ دینے والا مر جائے اور وہ اخبار ۲۵ سال تک جاری رہے یا پیسے دینے والا حیات رہے اور اخبار ختم ہو جائے ایسی صورت میں لائف ممبر بنانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ قمار کی شکل ہے جو کہ ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۱۷۱)

گھوڑ دوڑ کے شرعی احکام اور اس میں قمار کی حرمت

سوال: دمشق کے ایک فتویٰ کی نقل ارسال خدمت کر رہا ہوں' اس فتویٰ کے مطابق اسلام میں بعض حالات میں گھوڑ دوڑ میں بازی لگانا جائز' میں مشکور ہوں گا کہ اگر (گورنر جنرل پاکستان جناب ناظم الدین صاحب کی) معلومات کے لیے اپنی رائے سے بھی مطلع فرمادیں؟

جواب: گھوڑ دوڑ کے متعلق دمشق کا فتویٰ دیکھا' فتویٰ صحیح ہے جو مذہب مالکیہ کے اصول پر لکھا گیا ہے' حنفیہ کا مذہب بھی اس میں تقریباً یہی ہے' کچھ جزوی فرق ہے' لیکن اس مسئلہ میں بہت اہم اور قابل نظر چیز یہ ہے کہ گھوڑ دوڑ کا جو مفہوم اور اس کی جو صورت حدیث اور فقہاء کے کلام میں وارد ہے اور جس کی مختلف صورتوں کے احکام کتب حدیث وفقہ میں منقول ہیں اور جن کے ماتحت فتویٰ لکھا گیا ہے وہ آج کی گھوڑ دوڑ کی صورت سے بالکل مختلف ہے۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ موجودہ ریس کی صورتیں اور اس کے قواعد وضوابط پیش کر کے اس پر علماء سے فتویٰ لیا جاتا تاکہ موجودہ قسم کی گھوڑ دوڑ کے صحیح احکام معلوم ہو سکتے' مطلقاً گھوڑ دوڑ کے جواز وعدم جواز کا حکم معلوم کر کے موجودہ قسم کی گھوڑ دوڑ پر اس کو منطبق نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے احقر نے قدیم قسم کی گھوڑ دوڑ اور اس کی جائز وناجائز قسموں کو لکھنے کے ساتھ موجودہ قسم کی گھوڑ دوڑ کے متعلق جہاں تک مجھے اس کے متعلق علم ہے اس کے اور بعض دوسری قسم کی بازیوں کے احکام لکھ دیے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر قسم کی شرائط اور اس کے احکام کو جدا جدا سمجھا جائے' فرق کو نظر انداز کر کے ایک قسم کو دوسری قسم سے نہ ملایا جائے۔

گھوڑ دوڑ کے شرعی احکام

بہت سے کام ایسے ہیں کہ ان کی صورت کھیل تماشے کی ہے مگر ان کے ذریعے قوت جہاد اور صحت جسمانی وغیرہ کے اہم فوائد حاصل کیے جا سکتے ہیں' ایسے کھیلوں کو شریعت نے خاص شرائط کے ساتھ نہ صرف جائز بلکہ ایک درجے میں مستحسن سمجھا ہے اور ان میں بازی لگانے اور مسابقت کرنے کی بھی اجازت دے رکھی ہے (بشرطیکہ اس میں قمار کی صورت نہ ہو) جس طرح ایسے کھیلوں سے سختی سے منع کیا ہے جن میں قمار بازی ہو یا جن میں کوئی دینی یا دنیوی فائدہ نہ ہو یا جن میں انفرادی یا اجتماعی مضرتیں ہیں' ان کھیلوں کے جائز وناجائز اقسام کی تفصیل اس تحریر کے آخر میں آئے گی۔

حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑ دوڑ کرائی (احکام القرآن للجصاص ص ۳۸۸ ص ا) اور ارشاد فرمایا "لاسبق الا فی خف او حافر او نعل"

(جامع صغیر بروایت مسند احمد عن ابی ہریرہؓ) حدیث میں سبق وارد ہوا ہے جس کے معنی اس معاوضہ کے ہیں جو کسی بازی میں آگے بڑھنے والے کو دیا جاتا ہے۔ تو حدیث کے معنی یہ ہوئے کہ کسی مسابقت یعنی بازی پر معاوضہ یا انعام مقرر کرنا جائز نہیں' بجز اونٹوں کی دوڑ یا گھوڑ دوڑ یا تیر اندازی یعنی نشانہ بازی کے' معلوم ہوا کہ خاص صورتوں میں بازی مسابقت اور اس پر معاوضہ یا انعام مقرر کرنا صرف مذکورہ تین چیزوں میں جائز ہے' بعض حضرات فقہاء نے پیادہ دوڑ میں بازی لگانے کو بھی مذکورہ تین قسموں کے ساتھ شامل کر کے چار قسمیں کردی ہیں کیونکہ پیادہ دوڑ بھی قوت جہاد کے سبب میں سے ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ کی ایک حدیث اس کی مؤید ہے۔ (شامی ص ۳۵۵ ج ۵ کتاب الکراہتہ)

گھوڑ دوڑ وغیرہ بازی اور اس پر معاوضہ یا انعام کی چند صورتیں ہیں' حسب تشریح قرآن و حدیث بعض جائز ہیں' بعض ناجائز' گھوڑ دوڑ کی جائز صورتیں:

درج ذیل تمام صورتوں میں جواز کے لیے دو شرطیں ہیں: اول یہ کہ اس کام کا مقصد محض کھیل تماشا نہ ہو بلکہ قوت جہاد یا ورزش جسمانی ہو' دوسرے یہ کہ جو انعام مقرر کیا جائے وہ معلوم و متعین ہو' مجہول یا غیر معین نہ ہو۔

۱۔ فریقین جو اپنے گھوڑے دوڑا کر بازی لگا رہے ہیں' آپس میں کسی کو کسی سے لینا دینا نہ ہو بلکہ حکومت وقت یا کسی جماعت کی طرف سے بطور انعام کوئی رقم آگے بڑھنے والے کے لیے مقرر ہو۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ آگے بڑھنے والے کے لیے معاوضہ یا انعام فریقین ہی میں سے ہو مگر صرف ایک طرف سے ہو' دو طرفہ شرط نہ ہو' مثلاً زید و عمر گھوڑوں کی دوڑ لگا رہے ہیں' زید یہ کہے کہ اگر عمر آگے بڑھ گیا تو میں اس کو ایک ہزار انعام دوں گا' دوسری طرف کی شرط نہ ہو کہ میں آگے بڑھ گیا تو عمر یہ روپیہ مجھے دے گا۔

۳۔ فریقین میں دو طرفہ شرط بھی حنفیہ کے نزدیک ایک خاص صورت میں جائز ہے وہ یہ کہ فریقین ایک تیسرے گھوڑے سوار کو مثلاً خالد کو اپنے ساتھ شریک کر لیں' پھر اس کی دو صورتیں ہیں:

الف: شرط کی صورت یہ ٹھہرے کہ زید آگے بڑھے تو عمر ایک ہزار روپیہ اس کو دے اور عمر بڑھے تو زید اتنی رقم اس کو ادا کرے اور اگر خالد بڑھ جائے تو اس کو کچھ دینا کسی کے ذمہ نہیں۔

ب: شرط اس طرح ہو کہ خالد آگے بڑھ جائے تو زید و عمر دونوں اس کو ایک ایک ہزار روپیہ دیں اور دونوں (زید و عمر) یا ان میں سے ایک آگے بڑھے تو خالد کے ذمہ کچھ نہیں لیکن زید و عمر میں جو باہم آگے بڑھے تو دوسرے پر اس کو ایک ہزار ادا کرنا لازم ہے' ان دونوں آدمیوں میں جو

تیسرا آدمی شریک کیا گیا ہے اس کو حدیث کی اصطلاح میں محلل کہا گیا ہے اور ان دونوں صورتوں میں یہ امر مشترک ہے کہ تیسرا آدمی کا معاملہ نفع وضرر میں دائر نہیں بلکہ ایک صورت میں اس کا نفع متعین ہے دوسرے میں اس کا کچھ نقصان نہیں۔

اس تیسری صورت کے لیے یہ ضروری شرط ہے کہ یہ تیسرا گھوڑا زید وعمر کے گھوڑوں کے ساتھ مساوی حیثیت رکھتا ہو جس کی وجہ سے آگے بڑھ جانے اور پیچھے رہ جانے کے دونوں احتمال مساوی ہوں' ایسا نہ ہو کہ اس کو کمزور یا عیب کی وجہ سے اس کا پیچھے رہنا عادۃً یقینی ہو' یا زیادہ قوی و چالاک ہونے کی وجہ سے اس کا آگے بڑھنا یقینی ہو۔

گھوڑ دوڑ کی ناجائز صورتیں

۱۔ گھوڑ دوڑ وغیرہ کی بازی محض کھیل تماشا یا روپیہ کے طمع کے لیے ہو' استعداد وقوت جہاد کی نیت نہ ہو۔

۲۔ معاوضہ یہ انعام کی شرط فریقین میں دو طرفہ ہو اور کسی تیسرے کو اپنے ساتھ فیصل مذکور بالا نہ ملایا جائے تو یہ قمار اور حرام ہے۔

۳۔ اس کی مروجہ شکل کہ گھوڑوں کی دوڑ کسی کمپنی کی طرف سے ہوتی ہے' گھوڑے کمپنی کی ملک اور سوار اس کمپنی کے ملازم ہوتے ہیں اور دوسرے لوگ گھوڑوں کے نمبر پر اپنا اپنا داؤ لگاتے ہیں جس کی فیس ان کو داخل کرنا ہوتی ہے جس نمبر کا گھوڑا آگے نکل جائے اس نمبر پر داؤ لگانے والے کو انعامی رقم مل جاتی ہے' باقی سب لوگوں کی فیس ضبط ہو جاتی ہے' یہ صورت مطلقاً قمار اور حرام ہے اول تو اس ریس کو قوت جہاد پیدا کرنے سے کوئی واسطہ نہیں کیونکہ بازی لگانے والے نہ گھوڑے رکھتے ہیں نہ سواری کی مشق سے ان کو کچھ کام ہے' ثانیاً جو صورت معاوضہ رکھی گئی ہے کہ ایک مشق میں داؤ لگانے والے کو انعامی رقم ملتی ہے اور دوسری مشق میں اس کو اپنی دی ہوئی فیس سے بھی دست بردار ہونا پڑتا ہے' یہ عین قمار ہے جو بنص قرآن حرام ہے۔ یہ مروجہ ریس کی صورت معلوم تھی اس کا حکم لکھا گیا ہے۔ (امداد المفتیین ص ۸۵۵-۸۵۹)

متفرقات

مجنون کی بیع کا حکم

سوال: زید کو دورہ جنون تھا' بعض اوقات تین چار روز تک صحیح العقل رہتے تھے' قدرے فتور اس حالت میں بھی رہتا تھا اور دورہ کے وقت قطعی مخبوط الحواس ہوتے تھے' چند آدمیوں کے سامنے انہوں نے صحیح حالت میں تاکید کی کہ لڑکیوں کا حق نہ مارنا' ان کی دو لڑکیاں ایک لڑکا موجود ہے' لڑکے نے ان سے کل جائیداد کا بیع نامہ کر لیا' صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: یہ بیع نامہ اگر بحالت جنون کیا ہے تو بیع صحیح و نافذ نہیں ہوئی' لہٰذا لڑکیاں بھی اس جائیداد میں حسب حصہ شریعت شریک ہیں اور اگر بحالت صحت کیا ہے اور اس حالت میں بھی اس کی عقل میں کچھ فتور رہتا تھا جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو یہ بیع نامہ ولی کی اجازت پر موقوف ہے' اگر ولی نے بوقت معاملہ اس بیع نامے کو نافذ رکھا تو نافذ ہو جائے گا' بشرطیکہ اس میں غبن فاحش نہ ہو ورنہ نہیں' مجنون کا ولی اس کا باپ ہے یا جس کو اس کے باپ نے وصیت کی ہو' پھر دادا' پھر اس کا وصی اور یہ کچھ نہ ہو تو پھر حاکم اسلامی ولی ہے' بیٹے کو اس بارے میں ولی نہیں قرار دیا گیا ہے۔

الغرض اگر حالت مذکورہ میں بیع نامہ کیا ہے اور اس کے ولی نے بھی اجازت دے دی تو بیع نامہ صحیح ہو گیا' جائیداد میں لڑکیوں کا حق نہ رہا' البتہ جس قیمت پر بیع نامہ کیا گیا ہے اگر وہ قیمت اس نے مجنون یا اس کے ولی کے سپرد نہیں کی تو اس قیمت کا مطالبہ لڑکیاں اپنے اپنے حصہ کے مطابق کر سکتی ہیں اور عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بیٹے نے فقط بیع نامہ لکھوا لیا تھا' قیمت وغیرہ نہ دی تھی کیونکہ وہ لڑکیوں کے حق کو ثابت تسلیم کرتا ہے۔ (امداد المفتین ص ۸۲۹)

ثمن اور قیمت کا فرق

سوال: ثمن اور قیمت میں باہم کیا فرق ہے؟

جواب: ثمن وہ قیمت مقدار ہے کہ جو بیع کی وجہ سے لازم ہو اور قیمت وہ مقدار ہے جو لگانے والے تجویز کریں اور ثمن کبھی قیمت (کے) مساوی ہوتا ہے اور کبھی کم و زائد بھی ہوتا ہے۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۲۷۵)

نابالغ ورثہ کے نام بیع فرضی کا حکم

سوال: زید نے اپنی کل جائیداد کو منجملہ چار لڑکوں اور تین لڑکیوں کے صرف لڑکوں کے نام

ہبہ کرادیا' لڑکیوں کے رنجیدہ ہونے پر زبانی یہ ظاہر کیا کہ لڑکیوں کو وراثت سے محروم کرنا مقصود نہیں ہے' بمصلحت ایسا کیا گیا ہے' زید جب تک زندہ رہا تو جائیداد پر خود ہی قابض رہا اور چاروں لڑکوں میں جائیداد مشترک رہی' نہ لڑکے قابض ہوئے نہ باہمی حصے منقسم ہوئے' اب زید کا انتقال ہو گیا اور لڑکیاں میراث کی خواہش مند ہیں' شرعاً حصہ مل سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: صورت مذکورہ میں بجائے ہبہ نامے کے اگر لڑکوں کے نام باپ نے فرضی بیع نامہ لکھ کر رجسٹری کرادیا اور باقی صورت بجنسہٖ ہے' پس یہ ہبہ یا بیع فرضی شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟

جواب: صورت مسئولہ میں سب موہوب لھم (لڑکے) ہبہ کے وقت اگر نابالغ تھے تب تو یہ ہبہ صحیح ہو گیا اور صرف واہب کا یہ کہنا کہ بمصلحت ایسا کیا گیا ہے معتبر نہیں اور اس صورت میں ہبہ کی گئی جائیداد میں میراث جاری نہ ہوگی اور اگر سب بالغ تھے یا بعضے چھوٹے تھے' بعضے بڑے' تو یہ ہبہ شرائط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے صحیح نہیں اور اس صورت میں زید کی لڑکیاں مستحق میراث ہیں۔

جواب: اگر یہ شخص جس کے نام بیع یا ہبہ ہے اقرار کرتا ہو کہ یہ فرضی تھی تو بیع و ہبہ کالعدم ہے ورنہ نافذ ہے۔ (امدادالفتاویٰ ج ۳ ص ۳۰)

تعامل جس کا فقہاء نے اعتبار کیا ہے

سوال: فقہاء اکثر مسائل میں مثل استصناع وغیرہ لکھا کرتے ہیں کہ تعامل کا اعتبار ہے' تعامل سے کیا مراد ہے؟ اور کس زمانے کا تعامل معتبر ہے؟ بعض بعض جزئیات ایسی ہیں جو صحابہؓ و تابعینؒ کے زمانے میں موجود نہ تھیں' ان میں تعامل کا اعتبار ہو سکتا ہے یا نہیں؟ جیسے مطبع کہ کتاب چھپوانے میں استصناع کا اعتبار کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: **قال فی نور الانوار وتعامل الناس ملحق بالاجماع و فیه ثم اجماع من بعدهم ای بعدالصحابة من اهل کل عصرٍ** 'اس سے معلوم ہوا کہ تعامل بھی مثل اجماع کسی عصر کے ساتھ خاص نہیں' البتہ جو اجماع کا رکن ہے وہی اس میں بھی ہونا ضروری ہے' اس وقت کے علماء اس پر نکیر نہ رکھتے ہوں' اس طرح فقہاء نے بہت سے نئے جزئیات کے جواز پر تعامل سے احتجاج کیا ہے' پس اس بناء پر کتاب چھپوانا استصناع میں داخل ہوگا۔ (امدادالفتاویٰ ج ۳ ص ۳۲)

ٹالی اور گھونگھرو وغیرہ کی بیع اور ان کے استعمال کا حکم

سوال: اشیاء بجنے والی مثل گھونگھرو ٹالی وغیرہ واشیاء مستعملہ موسیقی مثل تار لوہا و پیتل وغیرہ واشیاء

مستعملہ ہنود مثل بندے وستارے وغیرہ کسی مسلمان یا کافر کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: گھونگھرو ٹالی وغیرہ اگر شان وشوکت کے اظہار کی غرض سے ہوں تو ناجائز ہے اور اس کے باندھنے سے جانور کو چلنے میں نشاط اور آسانی ہوتی ہو یا راہ چلنے والوں کی اطلاع کی غرض سے کہ وہ سامنے سے ہٹ جائیں باندھا جائے تو جائز ہے اور وہ چیزیں جو موسیقی کے کام میں آتی ہیں' مطلقاً ناجائز ہیں' ان کا استعمال اور بندے وستارے وغیرہ کا استعمال عورتوں اور لڑکیوں کے لیے جائز ہے' گو پیتل وغیرہ کی ہوں' ان چیزوں کی صرف انگوٹھی ناجائز ہے۔

جب وجوہ استعمال میں جائز وناجائز کی تعیین ہوگئی تو اب حکم بیع کا جاننا چاہیے' سو اس باب میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس چیز کی عین سے معصیت قائم ہو اس کا بیع کرنا ممنوع ہے اور جس چیز میں تغیر وتبدل کے بعد معصیت کا آلہ بنایا جائے اس کی بیع جائز ہے گو خلاف اولیٰ ہے۔

پس صورت مسئولہ میں گھونگھرو ٹالی جب کہ تفاخر کے لیے مستعمل نہ ہوں اور بندے ستارے مطلقاً اور تار وغیرہ جو آلات موسیقی میں کام آئیں' خلاف اولیٰ فروخت کرنا جائز ہیں اور جواز وعدم جواز بیع میں مسلمان کافر کا ایک حکم ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۱۰)

اگر پارسل ٹوٹ جائے تو نقصان کس پر ہوگا؟

سوال: میں نے ایک دوافروش سے کچھ ادویات مرکب منگائی تھیں' وہ ادویات مجھے ٹوٹ پھوٹ کر وصول ہوئیں چونکہ بذریعہ ویلیو پارسل بھیجی گئی تھیں' یہ نقصان کس کا ہوگا؟

جواب: آپ کا ہوا' اگر مرسل نے پارسل بنانے میں متعارف احتیاط کی تھی۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۳۴)

پارسل میں نقصان ہونے پر ضمان کی تحقیق

سوال: میں نے ایک فرمائش بذریعہ ویلیو ڈگوارہ خوب لعل دوافروش کے پاس روانہ کیا' ریل میں تین تھان نکل گئے' اس کا نقصان مجھ کو دینا ہوگا یا خوب لعل خریدار کو' دوسرے یہ کہ میں نے ہر خریدار سے کہہ دیا ہے کہ ریل میں جس کسی کا مال چوری ہو جائے گا میں نہیں دوں گا' مگر مذکورہ بالا خریدار سے یہ اقرار نہیں ہے' شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

جواب: عرف تجار سے خصوص اس امر سے کہ ویلیو کے ضائع ہونے کے وقت اہل ڈاک سے مطالبہ مال بھیجنے والا ہی کرتا ہے' منگانے والا نہیں کرتا' یہی معلوم ہوتا ہے کہ اہل ڈاک بائع کے وکیل ہیں' مشتری کے نہیں' جب یہ لوگ مشتری کو دیتے ہیں اس وقت بیع ہوتی ہے تو اس کے قبل چونکہ وہ

مال بائع کا ہے اس لیے جو نقصان ہوگا اسی بھیجنے والے کا ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۳۷)

کسی کی اشیاء قرقی سے بچالینے سے اس کی ملک نہ ہوگی

سوال: زید وعمر باہم معاشرت کرتے رہے' زید نے چند درخت نصب کیے' عمر کا ایک مکان تھا' اتفاقاً عمر نے کسی کوری کے پانی کو روک دیا' کوری نے مقدمہ دائر کیا' اس میں درخت ومکان مذکور سب قرق ہو گئے' اس کے بعد زید نے ایک جگہ سے روپیہ قرض لا کر دیا اور سب چیزوں کو قرقی سے بچالیا اور قرض مذکور کو زید نے ادا کیا' عمر کاروبار سے معذور ہے اب وہ سب چیزیں زید کی ہوں گی یا عمر کی؟

جواب: چونکہ کوئی سبب اسباب تملک سے نہیں پایا گیا' لہٰذا یہ چیزیں زید کی ملک نہیں ہوئیں' البتہ اگر زید نے عمر کے کہنے سے یہ قرض ادا کیا ہے تو اپنی رقم کا مطالبہ عمر سے کر سکتا ہے اور اگر بدون اس کے کہے ادا کر دیا تو رقم کا مطالبہ بھی نہیں ہو سکتا ہے اور چیزیں ہر حال میں عمر کی ہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۲۸)

دندان ساز کو پیشگی قیمت واجرت دینا

سوال: دندان ساز' دانت بنوانے والے اصحاب سے نصف یا کم قیمت پہلے روز پیشگی لے لیتے ہیں جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر وہ شخص دانت بنوا کر لگوانے نہ آئے تو بالکل ہمارا ہی نقصان نہ ہو بلکہ کچھ یا نصف اس کا بھی ہو کیونکہ ایک شخص کے منہ کے ناپ کے مطابق بنائے ہوئے دانت دوسرے شخص کے منہ میں کبھی نہیں آ سکتے' گویا یہ امر ناممکن ہے چنانچہ ایک شخص کے دانت بنانے شروع کیے تھے جن کی قیمت اٹھارہ روپے تھی اور پانچ روپے بیعانہ لے کر کام شروع کیا' اب وہ شخص مر گیا ہے' مگر دانت اس کے تیار پڑے ہیں' تو اب اس کے پانچ روپے ہم رکھ سکتے ہیں یا وارثوں کو واپس کر دینا چاہیے؟

جواب: اول یہ معاملہ وعدہ نہیں بیع ہے تو بنوانے والا لینے سے انکار نہیں کر سکتا اور انکار کی صورت میں صانع زر ثمن رکھ سکتا ہے' دوم یہ کہ ایک کے مرجانے پر وہ معاملہ فسخ ہو جائے گا اس صورت میں وصول شدہ روپے کا صانع کے ذمہ واپس کرنا ضروری ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۴۱)

چکی والوں کا ایک کا آٹا دوسرے میں ملانا

سوال: انجن پر اناج بھیجا گیا اور بیٹھ کر دیکھا گیا تو اکثر آدمیوں کے آٹے میں سے انہوں نے نکالا اور بعض بعض کے آٹے میں دوسروں کا نکلا ہوا جو جمع ہے وہ ڈال دیا تو اس کا کیا بندوبست کرنا چاہیے بلکہ یہ ناممکن بات ہے کہ جتنا آدمی کا اناج پڑے اتنا ہی آٹا ملے بلکہ دوسروں کو ملا کر پورا کرتے ہیں؟

جواب: جب ان لوگوں نے سب میں سے نکال کر مخلوط کرایا' یہ لوگ اس کے مالک بملک خبیث ہوگئے' پھر جب دوسروں کے آٹے میں اس میں سے ملالیا گیا چونکہ یہ مقدار میں اصل آٹے سے کم ہے اس لیے غالب کا اعتبار کر کے کل آٹے کو حلال کیا جائے گا' خصوص جب اس کا انتظام اختیاری نہیں' معاف کہا جائے گا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۷۵)

مال مغصوب کی بیع کرنا

سوال: اصل مالک ایسے مال کی بیع کرتا ہے جو کسی شخص نے غصب کر رکھا ہے اور غاصب ہی کے قبضہ میں ہے تو یہ بیع صحیح ہوگی یا نہیں؟

جواب: یہ بیع موقوف ہوگی' اگر غاصب اقرار کر لے یا غاصب تو انکار کرتا ہے مگر مالک کے پاس گواہ ہیں کہ فلاں نے غصب کر رکھا ہے تو یہ بیع تام اور لازم ہو جائے گی اور اگر غاصب کے انکار کی صورت میں مالک کے پاس گواہ نہیں ہیں اور نہ غاصب نے مال دیا تو ایسی صورت میں جب تک مال مغصوب ہلاک نہ ہو جائے بیع ختم نہ ہوگی' موقوف رہے گی اور مال کے ہلاک ہونے کے بعد ختم ہو جائے گی۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ۲۷۹)

مشتری چیز پر نہ قبضہ کرے' نہ قیمت دے نہ بیع فسخ کرے

سوال: مشتری نے بیع پر نہ قبضہ کیا اور غائب ہوا یا زبردستی ثمن دیتا ہے' نہ فسخ کرتا ہے' بائع نے بہ مجبوری بطور فضولی بیع کر دیا' مشتری مدعی ہوا' اب کیا حکم ہے؟

جواب: اگر مشتری ثمن ادا کیے بغیر غائب ہوا یا جراً نہ ادائے ثمن کرے نہ فسخ تو بائع خود فسخ کر سکتا ہے: "**ولانه بما تعذر استيفاء الثمن من المشترى فات رضاء البائع فيستبد بفسخه ......الخ**" (اور چونکہ خریدار ادائے قیمت سے معذور رہا بیچنے والے کی رضامندی فوت ہوگئی تو اس کے فسخ کی ابتداء کرے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۹۴)

کل کی بنی ہوئی چیزیں کس عدد میں ہیں

سوال: کل کی بنی ہوئی چیزیں جن میں باعتبار نمبر و کارخانہ وغیرہ کی صورت وصفت و قیمت میں کچھ فرق نہیں ہوتا' عددی متقارب ہیں یا نہیں؟

جواب: کل کی بنی ہوئی شے عددی ہے کیونکہ حد متقارب یہ ہے کہ اس کے اعداد میں تفاوت یسیر ہو۔ (فتاویٰ رشیدیہ ۵۰۵)

قیمت وصول کرنے کی ایک صورت کا حکم

سوال: عمر نے کہا میں آپ کو ایک گھڑی چھ سو روپے میں بیچتا ہوں' زید نے کہا کہ میں نے قبول کیا اور تین سو ہندوستانی روپے دیئے اور یہ سوال کیا کہ لندن میں افریقہ کے ایک رائڈ کی کیا قیمت ہے؟ عمر نے کہا کہ لندن میں افریقی دس رائڈ کے عوض میں لندن میں دس پونڈ ملتے ہیں' زید نے افریقہ کے بیس رائڈ (جو کہ عمر کے خیال سے بیس پونڈ کے برابر ہیں) عمر کو دیئے' عمر نے لندن جا کر یہ بیس رانڈ بینک میں کھلوائے تو صرف دس پونڈ ہی ملے کیونکہ فی الحقیقت دو رانڈ اگر ہو تو وہ ایک پونڈ کے برابر ہوتا ہے' اب عمر بقیہ دس پونڈ کا مطالبہ زید سے کر رہا ہے تو کیا مطالبہ صحیح ہے؟

جواب: صورت مسئولہ میں یہ تو ظاہر ہے کہ گھڑی کی ثمن چھ سو روپیہ (سکہ ہندوستانی) طے ہوئی ہے اور لندن کا جو بھاؤ پہلے سے تھا لیکن اس کے بتانے میں دھوکہ لگ گیا' سو اس کا شرعاً اعتبار نہیں' اس لیے بائع کا مطالبہ صحیح ہے' پس مشتری کے ذمہ ہے کہ ثمن متعین ادا کرے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

مشاع یعنی مشترک چیز کی بیع کرنا

سوال: بشیر علی نے اپنے حصہ مکان کا مسجد کے حق میں بیع نامہ کیا اور زر ثمن کو مسجد کے حق میں ہبہ کر دیا' مسجد کے متولی کی جانب سے عدالت میں تقسیم کا دعویٰ دائر کیا گیا' مدعا علیہ بسم اللہ کی طرف جواب دہی ہوئی کہ یہ دستاویز بیع نامہ نہیں بلکہ ہبہ نامہ ہے اور مشاع کا ہبہ نامہ جائز نہیں' اس لیے دعویٰ تقسیم صحیح نہیں ہے' نقل بیع نامہ و نقل عرض دعویٰ و نقل جواب دعویٰ و نقل سفینہ جات ہمرشتہ سوال ہے' دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرعاً یہ بیع نامہ ہے یا ہبہ نامہ؟ اور زر ثمن کا ہبہ اسقاط ہوا یا نہیں؟ یا زر ثمن باقی ہے؟

جواب: صورت مسئولہ میں بیع نامہ منسلکہ بیع ہے' ہبہ نہیں' کیونکہ صراحتہً بیع اور فروخت کا لفظ موجود ہے' نیز بیع کی تعریف (مال کا مال کے ساتھ رضا مندی سے تبادلہ کرنا) اس پر صادق آتی ہے' ہبہ اگرچہ مشاع کا جائز نہیں لیکن بیع و شراء مشاع کی بالاتفاق جائز ہے' لہٰذا یہ بیع تام اور شرعاً صحیح ہے' زر ثمن میں قبضہ سے پہلے ہبہ وغیرہ کا تصرف کرنا بھی شرعاً جائز ہے (لہٰذا) مکانات کا حصہ بیع کی وجہ سے اور زر ثمن ہبہ کی وجہ سے مسجد کی ملک ہو گیا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۸ ص ۲۷۰)

مال گزاری ادا کرنے کی شرط پر کھیت رہن رکھنا

سوال: زید نے اپنا کھیت رہن رکھا' اس شرط سے کہ جتنی مال گزاری میں زمیندار کو ادا کرتا ہوں اسی قدر مرتہن ادا کر دیا کرے یا سال میں اس قدر کٹ جایا کرے گا یعنی راہن کو مرتہن ادا

کردیا کرے جب پٹانے کے لیے روپیہ ہوجائیں تو پٹانے کی صورت میں بقیہ روپیہ ادا کرلے اور مال گزاری لے لینے کی صورت میں سب روپیہ ادا کرکے اپنا کھیت واپس لے لے صورت مذکورہ جائز ہے کہ نہیں؟ اگر کوئی صورت جواز کی ہو تو اس کو بھی تحریر فرمادیں؟

جواب: یہ معلوم نہیں کہ اس کھیت کی پیداوار کس کے پاس رہے گی' راہن کے پاس یا مرتہن کے اگر مرتہن کے پاس رہے گی تو ناجائز ہے: **لان کلّ قرضٍ جرّ نفعًا فھو ربوٰ'** جواز کی صورت یہ کہ مال گزاری حسب دستور راہن کے ذمہ رہے اور پیداوار جو کچھ ہو وہ مرتہن اپنے پاس محفوظ رکھے' پھر راہن قرض ادا کرے اور کھیت مع پیداوار مرتہن وصول کرے' یا مرتہن اس کھیت کو بطور اجارہ راہن سے لے لے اور اجرت پیشگی ادا کردے اور میعاد اجارہ پوری ہونے پر کھیت واپس کردے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۳۱۴)

نوٹ۔ (از حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب رحمہ اللہ مدرسہ مظاہر العلوم) یہ ظاہر کرنا ضروری ہے کہ رہن داخلی بھی ناجائز ہے اگر مرتہن شے کو اجارہ پر لے گا تو اجارہ صحیح ہوجائے گا لیکن رہن باطل ہوجائے گی۔

بیع میں اصل رقم سے زائد کا دعویٰ کرنا

سوال: میں نے مقروض ہوکر ایک انجن خریدا تھا جو حالات ناسازگار ہونے کی بناء پر مجھے انتیس سو روپے میں بیچنا پڑا' اکیس سو وصول کرچکا ہوں' آٹھ سو روپے چالو ہونے پر وعدہ کیا گیا ہے' مگر اب وہ روپیہ نہیں دیتا' عدالت سے فیصلہ ہوگا' وکیل کہتے ہیں کہ انتیس سو ہی کا دعویٰ کرو جب کامیابی کی کچھ امید ہے' ایسی صورت میں انتیس سو کا دعویٰ کرسکتا ہوں یا نہیں؟

جواب: اگر اکیس سو روپے وصول پانے کی آپ نے ان کو رسید دے دی ہے تو آپ یہ دعویٰ کرسکتے ہیں کہ اکیس سو روپے وصول کرچکا ہوں' آٹھ سو باقی ہیں' بیعنامہ مکمل ہوجانے اور انجن فٹ ہوکر چالو ہوجانے کے بعد محض بقیہ آٹھ سو واجب الاداء کے مطالبہ پر تو شاید بیع کو عدالت فسخ نہ کرے بلکہ آپ کا روپیہ دلوادے' اگر آپ نے اکیس سو کی رسید نہیں دی اور آپ آٹھ کا مطالبہ کریں اور عدالت اس کی کل قیمت آٹھ سو ہی تجویز کردے' بیعنامہ تحریری موجود نہ ہو تب بھی آپ کو آٹھ سو روپے مل جائیں تو مطالبہ پورا ہوجائے گا' اگر بیع فسخ کردے اور انجن آپ کو واپس ملے تو آپ کو ضابطہ میں آٹھ سو دینا پڑے گا' اس صورت میں قانوناً آپ نفع میں رہیں گے' تیرہ سو آپ کو بچے گا (مگر شرعاً اس کو رکھنا درست نہ ہوگا تاہم اگر قانونی پیچیدگیوں کی وجہ سے (جن کو میں نہیں جانتا)

انتیس سو ہی کا دعویٰ ضروری ہے تو فیصلہ ہونے پر آپ کو صرف اپنا مطالبہ آٹھ سو روپیہ ہی رکھنے کا حق ہوگا جو رقم زائد ملے اس کو واپس کرنا ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ص ۲۸۶)

مالک کیلئے حق تصرف

سوال: شامی ص ۱۷ ج ۴ کی عبارت ذیل ملک مشترک کے بارے میں ہے یا شخص واحد کی ملک خاص کے بارے میں؟ اور اگر ملک مشترک کے بارے میں ہے تو اس سے ملک خاص میں بھی منع تصرف کا ثبوت ہوتا ہے یا نہیں؟ اور یہ قول ظاہر الروایہ ہے یا نادر الروایہ اور مفتی بہ ہے یا غیر مفتی بہٗ عبارت یہ ہے:

وفی الشرنبلا لیة عن الخانیة لایصحّ' ومن قسمة الوهبانیة ولیس لهم ما قال الامام تقاسم بداب ولم ینفذ کذاالبیع بذکرٍ قال ابنُ الشحنة والمسئلة من التتمّة عن نوادر ابن رستم قال ابوحنیفة فی سکّةٍ غیرنافذةٍ لیس لا صحابها اَن یبیعوها ولو اجتمعوا علیٰ ذالک' ولا اَن یقسموها فیما بینهم لانّ الطریق الأعظمَ اذا کَثُرَ الناسُ فیه کان لهم ان یدخلوا هٰذهِ السّکة حتّٰی یخف الزّحامُ' قالَ النّاطِفِیُّ وقال شداد فی دُورٍ بین خمسةٍ باع احدهما نصیبَهٗ من الطریق فالبیع جائزٌ ولیس للمشتری المرورفیه الاّ ان یشتری دارالبائع واذا ارادوا ان ینصبوا علیٰ رأس سکتهم دَابًا ویسدّوا رأس السکةِ لیس لهم ذالک لانها وان کانت ملکاً لهم لکن للعامّة فیها نوع حقٍ ملخصًا' ثم افادا اَن ماتوهّمهٗ الناظم' فی شرحه من اختلاف الروایتین مدفوع فان مَاذکرهٗ ابن رستم فی بیع الکل وما ذکرهٗ شداد فی بیع البعض' والفرقُ انّ الثانی لایفضی الی اِبطال حق العامّةِ بخلاف الأول هٰذا وقد عَلِمْتَ ممّا قررنا سابقاً انّ ما فی الوهبانیة غیرماذکرهٗ المصنف لان مراد المصنف الطریق الخاصّ المملوک الواحد وهٰذا طریق مشترک فی سکةٍ مشترکةٍ.....الخ

جواب: یہ روایت نوادر کی اور ملک مشترک کے بارے میں ہے اور ملک خاص میں مفتی بہ یہی ہے کہ مالک اپنی ملک میں ہر طرح کا تصرف کرسکتا ہے بشرطیکہ ان میں دوسروں کا ضرر بین نہ ہو اور اگر دوسروں کا ضرر بین ہو تو پھر ایسے تصرف سے مالک کو روکا جائے گا اور سکہ غیر نافذہ میں چونکہ ملک مشترک اور راستہ چلنے والے سب کا حق مساوی ہوتا ہے کسی شخص کو بھی دوسروں کی

اجازت کے بغیر تصرف کرنا جائز نہیں خواہ کسی کا اس میں ضرر نہ ہو۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۲۷۹)

زمیندار کی زمین میں مکان تعمیر کرانا

سوال: زید کے پاس ایسی زمین ہے کہ جس کو وہ خود بیچ نہیں سکتا کیونکہ زمیندار کو کچھ روپیہ نذرانہ دے کر مکان بنانے کی اجازت سے لیا تھا' عمر نے ذاتی مراسم کی بنا پر زید سے کہا کہ مجھے مکان کی تکلیف ہے' کہیں زمین ہوتی تو مکان بنوالیتا' اس پر زید نے وہ زمین عمر کو دے دی کہ مکان بنالو' چنانچہ عمر نے اس زمین میں اپنا مکان بنوالیا اور سالانہ پر جوٹ ۱۰/۹ سال تک برابر زمیندار کو دیتا رہا۔ اب زید نے عمر پر دعویٰ کیا کہ مجھ کو مکان ملنا چاہیے اور کہتا ہے کہ میں نے مکان بنانے کی اجازت اس شرط پر دی تھی کہ جب میں اتنی رقم ادا کر دوں گا جتنا مکان بنانے میں صرف ہوا ہے تو مکان واپس لے لوں گا' عمر کہتا ہے کہ اس قسم کی کوئی بات نہیں ہوئی تھی' زید و عمر میں سے کوئی اپنی بات پر شہادت پیش نہیں کر سکتا' البتہ زید سے عمر کہتا ہے کہ آپ زمانہ حال کے مطابق قیمت دے کر مکان و زمین لے سکتے ہیں مگر زید مصر ہے کہ اتنا ہی روپیہ دوں گا جتنا ہمارے بنوانے میں لگا ہے' پس اس صورت میں مکان و زمین کا کیا حکم ہے؟

جواب: سوال سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اصل زمین زمیندار کی ملک ہے' زید نے اس میں مکان بنانے کی اجازت لی تھی اور اس اجازت کے لیے وہ کچھ نذرانہ پیش کیا تھا' زید زمین کا مالک نہیں تھا' غالباً اسی لیے وہ بیچ نہیں سکتا تھا' پھر ذاتی تعلقات کی بناء پر اس زمین کو عمر کے حوالہ کر دیا اور سالانہ پر جوٹ بجائے زید کے عمر نے دینا شروع کر دیا' زمین دار اس معاملہ میں راضی رہا تو زید کا تعلق درمیان سے ختم ہو گیا' اب زمین دار اور عمر کا تعلق باقی رہ گیا' اگر عمر پر جوٹ زید کو دیتا اور زید زمیندار کو ادا کرتا تو زید کا تعلق باقی رہتا' اب کوئی تعلق نہیں رہا۔ لہٰذا زید کا دعویٰ بے اصل ہے جب تک کوئی شرعی شہادت پیش نہ کرے' اب زمین زمیندار کی ہے اور مکان عمر کا' اگر عمر اپنا مکان فروخت کرنا چاہے تو مستقل معاملہ کیا جائے جس پر طرفین رضامند ہو جائیں' زید کو عمر سے جبراً مکان لینے کا حق نہیں ہے۔ اگر کوئی مدت مقرر نہیں کی گئی تو زمین دار کو حق حاصل ہے کہ جب چاہے اپنی زمین لے لے اور عمر سے کہہ دے کہ میری زمین خالی کر دو اور اپنی عمارت اٹھالو' پھر عمر اپنی عمارت اٹھائے یا اگر طرفین راضی ہو جائیں تو بنی ہوئی عمارت کی قیمت زمین دار کو ادا کر دے اور اس عمارت کا مالک بھی زمین دار ہو جائے۔

اس اجمال کا جواب درست ہے لیکن ترجیح کے لیے اول یہ امر صاف ہونا ضروری ہے کہ زید اور

زمیندار کا معاملہ عاریۃً تھا یا اجارہ اور پھر زید نے جو عمر سے معاملہ کیا وہ بہ طور رعایت فی العاریت تھا یا اجارہ راجارہ تو براہ راست زمیندار سے یا زید سے اس کے بعد حکم لگایا جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۱۷۱۔ ۲۶۹)

تکمیل معاہدہ پر مجبور کیا جائے' بیعانہ ضبط نہ کیا جائے

سوال: ہمارے یہاں نیلام ہوتی ہے' ایک شخص نے اپنے نام پر بولی ختم کرائی اور ۲۵ روپیہ زر بیعانہ ادا کر دیا مگر بعد میں اس کا ارادہ بدلا اور اب سامان لینے کے لیے تیار نہیں اور زر بیعانہ کا عرف یہ ہے کہ بصورت انکار ضبط کر لیا جاتا ہے تا کہ آئندہ کسی کو خلاف معاہدہ کرنے کی جرأت نہ ہو' شرعاً بیعانہ مشتری کی ملک ہے اس کو واپس کر لینا چاہیے لیکن واپسی کی صورت میں بائع کو ہمیشہ کے لیے نقصانات کا قوی اندیشہ ہے' ایسی صورت میں کیا زر بیعانہ کو ادا کرنا ہی واجب ہے یا کوئی دوسری صورت بھی ہو سکتی ہے؟

جواب: اصل یہ ہے کہ صورت مندرجہ سوال میں بیع کا معاملہ شرعاً بھی مکمل ہو چکا ہے' اب مشتری کو بائع کی رضاء کے بغیر واپسی کا کوئی اختیار نہیں بلکہ اس کو زر ثمن ادا کرنے اور مبیع پر قبضہ کرنے کے لیے مجبور کیا جا سکتا ہے' شرعی ضابطہ تو یہی ہے اور جہاں تک معلوم ہے موجودہ حکومت کا قانون بھی یہی ہے کہ تکمیل معاہدہ کا دعویٰ اس پر ہو سکتا ہے اس لیے بائع کو حق حاصل ہے کہ دعویٰ کر کے اس کو تکمیل معاہدہ پر مجبور کرے' اس صورت میں زر بیعانہ کی واپسی اور اس سے بائع کے ضرر کا سوال ہی نہیں رہتا اور اگر کسی وجہ سے بائع دعویٰ نہیں کرتا تو زر بیعانہ کی واپسی لازم ہے اور اس سے بائع کو جو ضرر لازم آتا ہے اس کا وہ خود ذمہ دار ہے کہ دعویٰ کیوں نہیں کرتا۔ یہ تو اصل ضابطہ کا جواب ہے باقی ایک تدبیر اور بھی ہے جس میں زر بیعانہ بھی واپس ہو جائے اور ضرر بھی لازم نہ آئے' وہ یہ کہ کچھ عرصہ تک زر بیعانہ اپنے پاس محفوظ رکھے تا آنکہ مشتری سمجھ لے کہ وہ روپیہ ضبط ہو گیا' پھر کسی طریق سے اس کو پہنچا دے جس سے وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ زر بیعانہ واپس کر رہے ہیں' کوئی چیز خرید کر دے دے یا نقد روپیہ ہدیہ وغیرہ کے نام سے خواہ بلا واسطہ یا کسی دوسرے شخص کے واسطہ سے اس کو پہنچا دے' زر بیعانہ کا لازم واپسی و ضروری ہونے کی دلیل یہ ہے کہ شریعت میں تعزیر مالی جائز نہیں' رد المحتار باب التعزیر میں جمہور کا اس پر اتفاق منقول ہے۔ (امداد المفتین ص ۸۴۳)

بیعانہ کی رقم واپس کرنا ضروری ہے

سوال: میں نے اپنے پیارے دوست حاجی عبدالصمد صاحب کی دکان پر ایک مشین فروخت کرنے کے لیے رکھی' چار سو روپے قیمت مقرر کر دی' حاجی صاحب کو فروخت کرنے کا مناسب

معاوضہ دینے کا وعدہ بھی کیا' ان کے پاس دس دن کے بعد ایک گاہک نے مقررہ قیمت پر خریدی مگر اس طرح کہ ۲۰ روپے بطور بیعانہ دے کر چار دن کے اندر قیمت ادا کر کے مال لے جانے کا وعدہ کر کے چلا گیا' دس دن گزرنے کے بعد آیا' اس عرصے میں وعدہ کے چار دن پورے ہونے پر مشین دوسرے گاہک کو فروخت کر دی گئی' آپ ہمیں برائے مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں یہ بتا دیجئے کہ بیعانے کے ۲۰ روپے واپس کرنے ہیں یا نہیں؟ اور حاجی صاحب کو فروخت کرنے کا معاوضہ (جس کو عرف عام میں دلالی یا کمیشن کہتے ہیں) شریعت کی رو سے کیا فیصد دینا چاہیے؟

جواب: بیعانے کی رقم واپس کرنا ضروری ہے' حاجی صاحب کا معاوضہ ان سے پہلے طے کرنا چاہیے تھا' بہرحال اب بھی رضامندی سے طے کر لیجئے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۸۱)

دُکان کا بیعانہ اپنے پاس رکھنا جائز نہیں

سوال: میں نے ایک دُکان کرایہ پر دینے کے لیے ایک شخص عبدالجبار سے معاہدہ کیا اور بطور بیعانہ ایک ہزار روپے لیا' اب عبدالجبار سے معاہدہ ختم کر لیا ہے اور میں نے دُکان دوسرے کو دیدی ہے' کیا میں نے جو عبدالجبار سے بیعانہ کے ایک ہزار لیے تھے وہ واپس کر دیئے جائیں یا میں اپنے پاس رکھ لوں؟

جواب: وہ ایک ہزار روپیہ آپ کس مد میں اپنے پاس رکھیں گے؟ اور آپ کے لیے وہ کیسے حلال ہوگا؟ یعنی اس رقم کا واپس کرنا ضروری ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۸۱)

مکان کا ایڈوانس واپس کر لینا

سوال: عبدالستار نے ایک مکان کا سودا عبدالمجیب سے کیا' سودا طے ہو گیا' عبدالستار نے ایڈوانس پچیس ہزار روپے مکان والے کو دے دیے اور مہینے کے اندر قبضہ لینا طے ہو گیا' اس کے بعد عبدالستار کی مالی حالت خراب ہونے کی وجہ سے طے شدہ میعاد کے اندر مکان کا قبضہ نہ لے سکا اور نہ لے سکتا ہے' اب عبدالستار یہ چاہتا ہے کہ اس کی ایڈوانس رقم پچیس ہزار روپے واپس کی جائے' عبدالمجیب ایڈوانس رقم دینے سے ٹال مٹول کر رہا ہے' شریعت کی رو سے بتایا جائے کہ کیا عبدالمجیب ایڈوانس رقم کھا سکتا ہے یا کہ نہیں؟ آج کل ایسے معاملات بہت لوگوں کو پیش آتے ہیں؟

جواب: یہ رقم جو پیشگی لی گئی تھی عبدالمجیب کے لیے حلال نہیں' اسے واپس کرنی چاہیے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۸۲)

بیعانہ کی رقم کا کیا کریں جبکہ مالک واپس نہ آئے؟

سوال: زید کے پاس ایک لوہے کا کارخانہ ہے جس میں لوگوں کے آرڈر پر مختلف قسم کی

چیزیں تیار کی جاتی ہیں اور آرڈر دینے والے لوگ کچھ پیسے بھی پیشگی دیتے ہیں اور مال تیار ہونے پر مکمل قیمت ادا کر کے لے جاتے ہیں لیکن ان میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو کہ مال کے لیے آرڈر دینے اور پیشگی دیئے جانے کے بعد پھر واپس نہیں آتے نہ مال لینے آتے ہیں اور نہ پیسہ لینے اور نہ ہی مالک کارخانہ کو ان لوگوں کے پتے وغیرہ معلوم ہیں اس لیے ان کے گھر جا کر واپس کرنے کی صورت بھی نہیں تو کارخانہ کا مالک چاہتا ہے کہ جو پیسے اس کے پاس اس طریقے سے جمع ہو گئے ہیں ازروئے شرع کسی صحیح مصرف میں خرچ کر دیئے جائیں اس لیے جواب طلب امر یہ ہے کہ ان رقومات کے صحیح مصرف بتادیجئے تاکہ موصوف اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوسکے؟

جواب: اگر مالک کے آنے کی توقع نہ ہو نہ اس کا پتہ معلوم ہو تو اس کی طرف سے یہ رقم کسی مستحق پر صدقہ کر دی جائے بعد میں اگر مالک آجائے اور وہ اپنی رقم کا مطالبہ کرے تو اس کو دینا واجب ہوگا اور یہ صدقہ کارخانہ دار کی طرف سے شمار کیا جائے گا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۸۱)

مسجد میں بیع ہو جانے پر حق شفعہ طلب کرنا

سوال: ایک شخص نے زمین مسجد سے متصل مسجد کو بیع کر دی تھی اب بعض شفعہ دار نے شفعہ کا تقاضا کیا ہے چونکہ تحریر اسٹامپ میں وہ بیع قطعی لکھ دی گئی ہے اور وہ سفید زمین مسجد کی بیع کے تحت وقف میں داخل کر دی گئی ہے کیا بصورت مذکورہ شفعہ دار طلب شفعہ کر سکتا ہے؟

جواب: اس صورت میں شفیع اس زمین کو بحق شفعہ لے سکتا ہے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۱۱)

حق شفعہ کی طلب مدت کیا ہے اور شفیع کون کون ہوسکتے ہیں؟

سوال: حق شفعہ شرعی کے طلب کرنے اور اس کے ثبوت کے لیے کیا کیا شرائط ہیں؟ نیز وہ چیزیں کیا ہیں جن کی بناء پر یہ حق زائل ہو جاتا ہے؟ اس کی طلب مدت کیا ہے؟ اور کن لوگوں کو اس کا حق پہنچتا ہے؟

جواب: جب کوئی شخص کسی مملوک غیر منقول شئی مکان وغیرہ کو فروخت کرے تو ان پر تین قسم کے آدمیوں کو ترتیب وار حق شفعہ حاصل ہوتا ہے اول اس کو جو کہ نفس مبیع میں شریک ہو پھر اس کو جو حق مبیع راستہ میں شریک ہو پھر اس کو جو کہ پڑوسی ہو اول کی موجودگی اور طلب پر ثانی و ثالث کو حق نہیں اسی طرح ثانی کی موجودگی میں ثالث کو حق نہیں شفعہ طلب کرنے کے لیے تین مرتبہ طلب ضروری ہے۔ اول جس مجلس میں بیع کو سنا ہے فوراً کہے کہ میں اس کا شفیع ہوں میں طلب کروں گا اگر خاموش رہا یا یہ کہا کہ فلاں مکان کی بیع ہوئی ہے کچھ مضائقہ نہیں تو حق شفعہ بیع کے ساتھ ساقط

ہو گیا۔ دوسری مرتبہ طلب یہ ہے کہ مشتری کے پاس جا کر یا بائع کے پاس جا کر یا مبیع پر یہ کہے کہ اس مکان کی بیع ہوئی ہے میں اس کا شفیع ہوں میں اس کو خریدوں گا اور اس طلب پر گواہ بھی بنا دے کم از کم دو گواہوں کے سامنے یہ کہہ دے تا کہ وہ وقت پر گواہی دے سکیں' تیسری مرتبہ طلب یہ ہے کہ حاکم کے یہاں دعویٰ دائر کرے' نفس مبیع اور اپنے استحقاق شفعہ اور طلب شفعہ کا ثبوت پیش کرے' حاکم واقعہ کی باقاعدہ تحقیق کر کے فیصلہ کر دے۔

طلب اول کے بعد اگر طلب ثانی میں بلا عذر تاخیر کی تو حق شفعہ ساقط ہو جائے گا' البتہ طلب ثالث حاکم کے یہاں دعویٰ دائر کرنے میں اگر تاخیر کی تو حق شفعہ ساقط نہیں ہوتا لیکن امام محمدؒ کے نزدیک اس کی مدت ایک ماہ ہے' اگر ایک ماہ تک بلا کسی عذر مرض و سفر وغیرہ کے حاکم کے یہاں دعویٰ نہ کیا تو حق ساقط ہو جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۲۹۹)

مسجد کیلئے حق شفعہ نہیں ہوتا

سوال: ایک مکان جس پر مسجد کا شفعہ تھا اور متولیان مسجد اس مکان کو مسجد کے لیے لینا چاہتے تھے مگر ایک شخص نے وہ مکان خرید کیا اور خرید کرنے کے بعد مسجد کا شفعہ کیا گیا جس پر اس شخص نے کہا کہ میں کچھ حصہ اس مکان کا مسجد کو دے دوں گا' اس وعدے پر متولیان مسجد خاموش ہو گئے مگر وعدہ کے باوجود مسجد کو کوئی حصہ نہ دیا' اس حالت میں اس مکان پر مسجد کے متولیان دعوائے شفعہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: مسجد کے لیے حق شفعہ نہیں ہوتا۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۱۲)

قبل بیع شفیع کا خاموش رہنا معتبر نہیں

سوال: زید نے اپنے مکان کو آٹھ سو روپے میں بکر کے ہاتھ طے کر کے خالد شفیع کو ایک تحریر ۲۶ ستمبر ۲۵ء کو دی کہ "میں بکر مشتری کو بقیمت مذکورہ اپنا مکان فروخت کر رہا ہوں' آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ بحق شفعہ اگر آپ مکان مذکورہ قیمت کے ساتھ لینا چاہیں تو مجھے جلد اطلاع دیں ورنہ ۲۹ ستمبر کو میں بیعنامے کی تکمیل عدالت سے کرا دوں گا" شفیع نے کوئی اطلاع نہ دی' ۲۹ ستمبر کو ایجاب و قبول ہوا مگر رجسٹری نہ ہوئی' پھر شفیع نے بائع سے ۱۵ اکتوبر کو کہا کہ میرے ساتھ بوجہ حق ہمسائیگی کچھ قیمت میں کمی کر دیجئے' بائع نے پچاس روپے کی کمی کرتے ہوئے کہا تھا کہ آج چار بجے تک آپ اس کا جواب دیں ورنہ کل رجسٹری بکر کے نام کرا دوں گا' ۱۶ اکتوبر کو تعطیل تھی' ۱۷ اکتوبر کو عدالت سے رجسٹری کرا دی گئی اور شفیع نے کوئی جواب نہ دیا' اب سوال یہ ہے کہ شفیع کا حق شفعہ باطل ہوا یا نہیں؟

جواب: حق شفعہ کا ثبوت ولزوم دار مشفوعہ کی بیع سے ہے قبل بیع اگر شفیع خاموش رہے یا انکار بھی کر دے تاہم وقوع بیع کے وقت اس کو مطالبہ حق شفعہ کا اختیار ہوتا ہے اس لیے ۲۹ ستمبر سے پہلے کی تمام کارروائی کالعدم ہے۔ ۲۹ ستمبر کو معاملہ بیع مکمل ہو چکا مگر خالد کو اس کی خبر ہونا سوال میں مذکور نہیں ۵ اکتوبر کو جو گفتگو زید اور شفیع کی مذکور ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خالد کو ابھی تک بیع ہو چکنے کا علم نہ تھا اس لیے وہ زید سے بواسطہ حق ہمسائیگی تخفیف ثمن کی درخواست کرتا ہے اور زید کے کلام میں بھی کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے اس کو بیع ہو چکنے کی خبر کا علم ہوتا ہو بلکہ اس نے یہ کہا کہ میں پچاس روپے کم کر کے بکر کو راضی کر کے (چونکہ میں اسے وعدہ کر چکا ہوں اس لیے اس کو راضی کرنے کی ضرورت ہے) تمہارے نام سات سو پچاس میں رجسٹری کرادوں گا اس سے خالد یہ سمجھا ہوگا کہ بیع ابھی تک واقع نہیں ہوئی' پھر ۱۸ اکتوبر تک جو اس نے جواب نہیں دیا اس سے حق شفعہ ثابت ہونے میں نقصان نہیں آتا' ممکن ہے کہ اس کو ۱۸ اکتوبر کو ہی اطلاع ہوئی ہو کہ معاملہ بیع مکمل ہو گیا اور اس نے فوراً جانتے ہی طلب مواثبت کی ہو۔ بہر حال اگر ہو چکنے کی اطلاع ہوئی ہو اور اس نے طلب مواثبت وطلب اشہاد نہ کی ہو تو حق شفعہ باطل ہو گیا۔ واقعات مذکورہ سوال سے یہ امر ثابت نہیں ہوتا اور ارادہ بیع کی اطلاع ہونے اور طلب شفعہ طلب نہ کرنے سے حق شفعہ ساقط نہیں ہوتا۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۱۲)

نوٹ اور روپیہ ایک جنس کیوں ہیں؟

سوال: نوٹ اور روپیہ ایک جنس ہیں تو کیوں؟ نوٹ اور روپیہ جس وجہ سے ایک جنس ہیں اسی وجہ سے نوٹ اور پیسے اور روپیہ اور پیسے بھی تو ایک جنس ہو سکتے ہیں' اس میں اس میں کیا فرق ہے؟

جواب: نوٹ خود مال نہیں ہے بلکہ مال کی سند ہے' مثلاً دس روپے کا نوٹ ان دس روپیوں کی سند ہے جس کے داخل کرنے پر خزانہ سے یہ سند ملی ہے۔ لہٰذا نوٹ خود مبیع نہیں کہا جائے گا بلکہ ان روپیوں کی جن کی وہ سند ہے مبیع کہا جائے گا اور سند پر کمی بیشی کرنا صحیح نہیں ہے' روپیہ اور پیسے چونکہ غیر جنس ہیں' روپیہ چاندی کا اور پیسے تانبے کے اس لیے ان میں کمی بیشی جائز ہے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۹۸)

روپے کے عوض پونے سولہ آنے لینا

سوال: روپے کے عوض میں پونے سولہ آنے لینا اور دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: روپے کے عوض پونے سولہ آنے اور سوا سولہ آنے لینا جائز ہے' اگر صرف چاندی کا تبادلہ چاندی سے ہو جو کمی زیادتی مکروہ تحریمی یا حرام ہوتی ہے اور جب غیر جنس (تانبہ المونیم) سے تبادلہ ہو تو زیادتی کمی جائز ہو جاتی ہے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۹۶)

حکومت کے ''یونٹ ٹرسٹ آف انڈیا'' میں شرکت کا حکم

سوال: حکومت ہند کی طرف سے ایک ادارہ بنام ''یونٹ ٹرسٹ آف انڈیا'' ۳'۴ سال سے قائم ہے جو عوام سے سرمایہ حاصل کر کے اس کو کاروبار میں لگاتا ہے' اس کے ایک حصہ کی قیمت دس روپے ہے اور بازار میں دس روپے ۲۰ یا ۲۵ پیسے ہے۔ اس طرح کی بیشی کے ساتھ ملتے ہیں۔ اس میں لگائے ہوئے سرمایہ کے تحفظ کی ضامن حکومت ہے اور ہم جب چاہیں اس کو بازار میں فروخت کر سکتے ہیں یا حکومت کو واپس کر سکتے ہیں' اس کے منافع کا اعلان منجانب حکومت بذریعہ اخبارات کیا جاتا ہے جو کم و بیش ہوتا ہے' اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اس ادارہ میں مسلمانوں کے لیے سرمایہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟

اس کی ایجنسی باقاعدہ قانونی طور پر لے کر کمیشن کی بنیاد پر مسلمانوں سے یا دیگر اقوام سے سرمایہ حاصل کر کے کیا اس ادارہ کو دینا جائز ہے؟

جواب: اس ادارہ میں مسلمانوں کے لیے سرمایہ لگانا بھی جائز ہے اور اس کی ایجنسی باقاعدہ اور قانونی طور پر لینا بھی جائز ہے' اسی طرح اگر کمیشن سے وہی صورت مراد ہے جو اوپر سوال میں مذکور ہے کہ مثلاً ۱۰ روپے کا حصہ ۱۰ روپے ۲۰/۲۵ پیسے میں فروخت کرنا ہوتا ہے تو اس کی بھی شرعاً اجازت ہے اور اگر کمیشن کی کوئی اور صورت ہے تو اس کو لکھ کر حکم شرعی معلوم فرمائیں۔ (نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۱۳)

جبراً لیا گیا روپیہ واپس لینے کی صورت

سوال: حکومت بذریعہ ٹیکس کسی سے روپیہ وصول کرے تو اس شخص کے لیے جائز ہے کہ جس طرح سے ممکن ہو اپنا روپیہ واپس لے لے۔ (امداد المفتیین ص ۲۷۶)

ہمارے یہاں حکومت بذریعہ بونڈ عوام سے قرض لیتی ہے اور پھر اس پر سود دیتی ہے' نیز ماہانہ قرعہ ڈال کر نمبر نکلنے پر کچھ انعام دیتی ہے' ان کو جنہوں نے قرض دیا تو ایسی صورت میں انکم ٹیکس دینے والا اگر اپنے بونڈ خرید لے' محض اس نیت سے کہ انعام و سود کی صورت میں جو روپیہ دیا جاتا ہے اس کو اپنی دی ہوئی رقم وصول کرنے کی غرض سے لے تو بر بناء فتویٰ امداد المفتیین ایسے بونڈ کا خریدنا اور اس پر سود اور انعام کا لینا اپنے حق کے عوض جائز معلوم ہوتا ہے؟

جواب: آپ صحیح سمجھے' صورت مسئولہ جواز کی ہے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

مختلف فنڈ اور اس میں تقسیم وراثت کے احکام

سوال: فاضل خاں کا گزشتہ سال انتقال ہوا' مرحوم ایک فیکٹری میں کام کرتے تھے' انتقال کے بعد فیکٹری کے قانون کے مطابق مختلف وجہ سے مرحوم کے ورثاء کو روپے ملیں گے' مرحوم کے

خاندان کے یہ افراد موجود ہیں'ایک بھائی'ماں'بیوہ'بہن'بیوی'ایک لڑکا'دولڑکیاں

مرحوم کے ورثاء کو فنڈ ڈیتھ'ریلیف سکیم گروپ'انشورنس'گریجویٹی کی مد سے رقم ملے گی'براہ کرم میراث کی تقسیم کا شرعی طریقہ تحریر فرمادیں؟

(۱) فنڈ: یہ وہ روپیہ ہے جو ہرایک ملازم کے مشاہرہ میں سے ماہانہ کاٹا جاتا ہےاور ریٹائر ہونے پر خود ملازم کواور مرنے کی صورت میں اس کے ورثاء کو دیدی جاتی ہےاس کے لیے فیکٹری ہر ملازم سے فارم بھرواتی ہے کہ خود فارم بھرنے والے کے بعد یہ روپیہ کن کو دیا جائے'مرحوم نے فارم بڑے بھائی کے نام کیا تھا'اس وقت مرحوم کی شادی نہیں ہوئی تھی'براہ کرم اس رقم کا شرعی حصہ تحریر فرمائیں کہ کس وارث کو کتنا ملے گا'یہ رقم بیس ہزار روپے ہے۔

(۲) گروپ انشورنس: یہ وہ روپے ہیں جو فیکٹری بطور امداد ملازم کے وفات پا جانے کی صورت میں اس کے گھر والوں کو دیتی ہے'حیات کی صورت میں ملازم کو بھی نہیں دیا جاتا'اس کے لیے مشاہرہ سے کچھ نہیں کاٹا جاتا۔

(۳) ڈیتھ'ریلیف سکیم: اس فیکٹری میں ۲۰ ہزار ملازم ہیں'ہر ملازم اپنے ساتھی ملازم کی موت پر ایک روپیہ اپنے مشاہرہ میں سے کٹواتا ہےاس لیے ایک مشت ۲۰ ہزار کی رقم مرحوم کے ورثاء کو دی جاتی ہے'مرحوم بھی اس سکیم کے ممبر تھے'یہ رقم فیکٹری کے قانون کے مطابق مرحوم کی بیوی کو ملی ہے۔

(۴) گریجویٹی: یہ وہ رقم ہے جو فیکٹری کے ملازم کو اس کے ریٹائر ہونے پر اور مر جانے کی صورت میں اس کے ورثاء کو دی جاتی ہے'اس میں فیکٹری دس ماہ سے بیس ماہ تک ماہانہ مشاہرہ کا مجموعہ دیتی ہے یہ رقم ملازم کو حیات اور موت دونوں میں ادا کی جاتی ہے'مرحوم نے اس کے فارم پر ۳۰ فیصدی والدہ کے نام اور ۷۰ فیصدی بیوی کے نام بھرا ہے'فیکٹری بحیثیت لکھنے کے ادا کرے گی۔

(۵) مشاہرہ'بونس: مرحوم کی کچھ رقم بونس اور مشاہرہ کی شکل میں ملنے والی ہے'اس میں کوئی نہیں ہے اور نہ ہی فیکٹری کی جانب سے مانگا جاتا ہے'اس رقم کی بھی شرعی تقسیم کیسے ہوگی؟ اس طرح مرحوم کی مجموعی رقم ۷۰ ہزار روپے ہے۔

جواب: فاضل خان مرحوم (۲۴ تصر ۹۶)

بیوہ بہن	بڑا بھائی	لڑکی	لڑکی	لڑکا	بیوی	ماں
محروم	محروم	۱۷/	۱۷/۱۷	۳۴/	۳/۱۲	۴/۱۶

پرائیویٹ فنڈ مرحوم کا ترکہ ہےاور شرعاً اس کا حکم یہ ہے کہ بیوہ کا مہر اگر باقی ہےتو مہر اور جوکوئی قرض مرحوم کے ذمہ ہوتو وہ قرض'غرض وہ حقوق جو میراث پر مقدمہ ہیں'دینے کے بعد چھیانوے

حصوں پر تقسیم کر کے سولہ حصے ماں کے بارہ حصے بیوی کے چونتیس سہام لڑکے کے اور سترہ لڑکی کے ہوں گے اور فارم میں محض بڑے بھائی کا نام لکھنے سے وہ رقم شرعاً بڑے بھائی کی ملکیت نہیں ہوگی۔

(۲) یہ رقم جو مرنے کے بعد فیکٹری کی جانب سے میت کے ورثاء کو ملتی ہے وہ مرنے والے کا ترکہ نہیں ہوتی کہ اس پر سب ورثاء کو حسب تخریج شرعی حصہ ملے بلکہ یہ رقم عطیہ ہوتی ہے بس فیکٹری جس کو اور جن شرائط کے ساتھ دے وہی ان شرائط کے ساتھ مستحق وحقدار ہوں گے لہٰذا محکمہ نے جن کو دیا ہے وہی اس کے مستحق وحقدار ہیں۔

(۳) اس رقم کا حکم نمبر ۲ کی طرح ہے اور جب ضابطہ یہ ہے کہ گھر والوں میں سے صرف بیوی ہی کو دی جاتی ہے اور بیوی ہی کو حسب ضابطہ دیا ہے تو بیوی ہی حق دار ہوگی البتہ دیانتاً یہ لازم ہوگا کہ وہ اس رقم سے مرحوم کے بچوں کی پرورش اور تعلیم وتربیت اچھی طرح کرے اور مرحوم کی والدہ بیوہ بہن وغیرہ کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرے اور جہاں تک ہو سکے ان کی ضروریات کا لحاظ بھی رکھے۔

(۴) جب یہ قانون ہے کہ زندہ رہنے کی صورت میں ریٹائر ہونے پر یہ رقم خود اس کو اور اس کے مرجانے پر قانوناً اس کے ورثاء کو دی جاتی ہے تو محض کسی ایک فرد کے دینے سے تنہا وہ شخص پوری رقم کا مستحق نہ ہوگا بلکہ حسب تخریج شرعی بالا تمام ورثاء پر تقسیم ہوگی پھر نابالغین کا حصہ اس طرح محفوظ کر دیا جائے کہ ان کے بالغ ہونے پر ان کو مل جائے اور یہ تقسیم حقوق متقدمہ علی المیراث جیسے قرض وباقی ماندہ مہر کی ادائیگی کے بعد ادا ہوگا۔

(۵) یہ رقم بھی حقوق متقدمہ علی المیراث کی ادائیگی کے بعد حسب تخریج شرعی تمام ورثاء کو سوال نمبر ۱ کے جواب کے مطابق ملے گی۔ (نظام الفتاویٰ ج ۱ص ۲۲۰)

مسلم فنڈ سے متعلق بعض سوالات

سوال: آج کل جا بجا مسلم فنڈ کا قیام ہوتا جا رہا ہے مسلمانوں کے اس ملی کام کے لیے دفتر کا قیام ملازمین کی تنخواہ اور دیگر مصارف ضروری ہیں اگر فارم یا معاہدہ نامہ کی قیمت دفتری ضرورت کے موافق نہ رکھی جائے بلکہ کم رکھی جائے تو کام چلنا مشکل ہے اس لیے اس کا لحاظ رکھتے ہوئے فتویٰ صادر فرمایا جائے سوالات یہ ہیں:

(۱) قرض کے فارم معاہدہ نامہ کی قیمت ملازمین کی تنخواہ اور دیگر دفتری مصارف کے لحاظ سے رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: فارم کی قیمت متعین کرنا درست ہے خاص کر جبکہ سود سے بچنے کے لیے دفتری طور پر

یہ کام کیا جائے کہ کسی کو نفع اندوزی مقصود نہیں' فتح القدیر میں جزئیہ موجود ہے کہ ایک کاغذ کا پرزہ بڑی قیمت (ایک ہزار پر) فروخت کرنا درست ہے' یہاں تو یہ کاغذ صرف پرزہ بھی نہیں بلکہ ایک درجے میں چیک کی حیثیت رکھتا ہے' چیک کی بیع کے متعلق ردالمحتار شرح درمختار میں بحث موجود ہے۔

(۲) قرض کی مدت ختم ہونے پر فارم قرض' معاہدہ نامہ کی تجدید اور اس کی ازسرنو قیمت لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: قرض کی مدت ختم ہونے پر معاملہ ختم کردیا جائے' مستقرض سے کہا جائے کہ اپنا رہن واپس لے لو' قرض ادا کردو' اگر اس کے پاس ادا کرنے کے لیے نہ ہوں تو وہ کہیں سے قرض لے کر دے' پھر فنڈ سے مستقل معاملہ کرلے لیکن پہلا معاملہ ختم کیے بغیر فارم تو وہی ہے فارم قرض کی قیمت ازسرنو لی جائے' یہ درست نہیں۔

(۳) قرض کی میعاد ختم ہونے پر ایک دو نوٹس کے بعد راہن کی مرضی ہو یا نہ ہو' بقدر قرض شئی مرہون کی فروختگی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جب معاہدہ نامہ میں اس کی صراحت ہے کہ میعاد پر قرض ادا نہ کرنے کی صورت میں زیور فروخت کردیا جائے گا تو یہ راہن کی طرف سے توکیل ہے' وکیل کو فروخت کرنے کا اختیار ہے' پھر بقدر قرض رکھ کر زائد راہن کو واپس کردے۔

(۴) فارم قرض و معاہدہ نامہ کی قیمت قرض دیتے وقت وضع کرلی جائے یا وہ اپنے پاس سے ادا کرے؟

جواب: فارم قرض' معاہدہ نامہ قیمت دے کر مستقل خریدا جائے تاکہ وہ معاملہ مستقل رہے۔

(۵) فارم و معاہدہ نامہ کی قیمت سے وصول شدہ رقم جو دفتری خرچ اور ضروریات مصارف سے بچ جائے اس کا مصرف کیا ہے' صرف فقراء پر اس کا صدقہ ضروری ہے یا مسلمانوں کے دیگر ملی کاموں میں صرف کیا جاسکتا ہے؟

جواب: فارم و معاہدہ نامہ کی قیمت سے حاصل شدہ رقم جو دفتری خرچ و ضروری مصارف سے بچ جائے اس کو فنڈ کی توسیع میں خرچ کیا جاسکتا ہے اور بہتر تو یہ ہے جیسے جیسے رقم زائد بچتی جائے فارم و معاہدہ نامہ کی قیمت میں تخفیف کردی جائے۔

(۶) قرض حاصل کرنے والے کی جو رقم مسلم فنڈ میں کسی دوسری قسط امانت وغیرہ میں جمع ہے اگر مستقرض یہ چاہتا ہے کہ یہ میرا قرض اس مد سے وضع کرلیا جائے اور میری مرہونہ شئی مجھے واپس کردی جائے' فروخت نہ کی جائے تو ایسی صورت میں شئی مرہونہ فروختگی جمع شدہ رقم سے وضع کیے بغیر جائز ہے کہ نہیں؟

جواب: جبکہ راہن کی کوئی رقم دوسری مد میں فنڈ میں جمع ہے اور وہ کہتا ہے کہ مقدار قرض اس رقم سے وصول کرلیں اور میرا زیور واپس کردیں تو پھر شئی مرہونہ کے فروخت کرنے کی اجازت نہیں کیونکہ مؤکل نے وکیل کو بیع مرہون سے معزول کردیا اب اس کو بیع کرنے کا حق نہیں۔

(۷) شئی مرہونہ پر قرض کی میعاد گزرنے کے بعد کرائے کے طور پر مزید کوئی رقم قرض گیرندہ سے وصول کرنا کیسا ہے؟ شئی مرہونہ کی حفاظت کا خرچہ کس کے ذمہ ہے مسلم فنڈ پر یا مستقرض پر؟

جواب: شئی مرہونہ واپس کرتے وقت قرض گیرندہ سے کوئی مزید رقم بنام کرایہ حفاظت وصول کرنے کا حق نہیں۔

(۸) مسلم فنڈ چلانے والے سودی لین دین سے مسلمانوں کو بچانے کی نیت رکھیں یا اس سے حاصل شدہ آمدنی سے مسلمانوں کے رفاہی کاموں کو زیادہ سے زیادہ فروغ دینے کی نیت رکھیں دونوں نیتوں میں کس کو اصل بنائیں؟

جواب: مسلم فنڈ چلانے والے مسلمانوں کو سودی لین سے بچانے کی نیت رکھیں مسلمانوں کے رفاہی کاموں کو زیادہ سے زیادہ فروغ دینے کی نیت ہرگز نہ رکھیں بلکہ اگر فنڈ اس حیثیت میں جمع ہو جائے کہ اس کو قرض کے فارم و معاہدہ نامے کی قیمت کی ضرورت نہ رہے تو فارم و معاہدہ نامے بلا قیمت ہی دیا کریں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۲۸-۲۲۲)

جواب مذکورہ پر اشکال کا جواب:

سوال: استفتاء کا جواب مل گیا لیکن طالب علمانہ دو خلجان ہیں پہلا یہ کہ مسلم فنڈ قرض اسی وقت دیتا ہے جب فارم خرید کرلایا جائے یہ بات لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے اس پر تعامل ہے یہ قرض بشرط بیع معلوم ہوتا ہے: لاتحل سلف وبیع کی ممانعت معلوم ہوتا ہے۔ دوسرا خلجان یہ ہے کہ دو معاملے جب الگ الگ درست ہوں تو مجموعہ بھی درست ہو یا قاعدہ مذکورہ سمجھ میں نہیں آیا۔'' یہ قاعدہ حضرت مفتی صاحبؒ نے جوابات مذکورہ کی تمہید میں تحریر فرمایا تھا'' کیونکہ بیع اور اعتاق یا بیع اور اجارہ یا بیع اور اعارہ دونوں الگ الگ صحیح ہوں اور ان سب کو بیع کے لیے شرط بنا دیا جائے اور مجموعہ صحیح ہو جائے ایسا نہیں ہے کیونکہ ان صورتوں میں مقتضاء عقد کے خلاف شرط لگنے کی وجہ سے بیع فاسد ہو جاتی ہے اس لیے قرض الگ صحیح ہو اور فارم کی بیع الگ صحیح ہو اور بیع قرض کے لیے شرط بن رہی ہو پھر بھی مجموعہ صحیح ہو محل اشکال ہے۔

جواب: بیع کا معاملہ ایک شخص سے ہے کہ اس سے فارم خریدیں پھر اس کو اس سے کوئی

مطلب نہیں کہ خریدار اس کو استعمال کرتا ہے یا نہیں' یہ بلا شرط درست ہے۔ اگرچہ بائع وکیل ہو مقروض کا' مگر حقوق بیع عقد (خیار اوبالعیب تسلیم بیع قبض ثمن وغیرھم) وکیل کی طرف راجع ہوتے ہیں' جب اصیل عاقد نہ ہو بلکہ وکیل عاقد ہو حتیٰ کہ اگر ملک مسلم میں کسی طرح ممنوع العقد چیز خمر' خنزیر مثلاً آ جائے' وہ خود اس کو فروخت نہیں کر سکتا کیونکہ اس کے حق میں وہ مال متقوم نہیں البتہ کسی ذمی کو توکیل کے ذریعہ بیع ہو سکتی ہے' قرض کا معاملہ مقروض سے ہے اس کی طرف سے اتنی شرط ہے کہ مخصوص فارم پُر کر کے دو ایک طرح اس کا ثبوت نص میں بھی ہے: "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاكْتُبُوْهُ الآية" اگر کوئی کاتب اجرت کتابت لے اس کے لیے یہ بھی جائز ہے مگر ظاہر ہے کہ یہ قرض شرط نہیں جس کی بناء پر معاملہ قرض ناجائز ہو جائے' کاتب وکیل مقروض ہو یا غیر' سب کا ایک حکم ہے۔

شخص واحد سے دو معاملے ہوں اور ایک کو دوسرے کے لیے شرط قرار دیا جائے پھر بھی مجموعہ درست ہو' اس پر جو خلجان ہے اس کا تعلق حضرت تھانویؒ کی منقولہ عبارت سے ہے۔ اس کا جواب آپ جس طرح میرے ذمہ سمجھ رہے ہیں آپ کے ذمہ بھی ہے وہ یہ ہے کہ دو معاملوں میں سے ایک کو دوسرے کے لیے شرط قرار دیا جائے' تب ناجائز ہے جیسے پھلوں کی بیع درختوں پر اور پھل پکنے تک درختوں کو اجارہ پر لیا جائے' یہ شرط کر لی جائے۔

میں نے مسلم فنڈ کے ذمہ داروں کو یہی مشورہ دیا تھا کہ فارم فروش مستقل آدمی کو قرار دیا جائے' آپ یہ کام نہ کریں تاکہ دو معاملے دو شخصوں سے الگ الگ ہو جائے' اگر کوئی کتابت کو شرط قرار دے تو یہ درست ہے اور اس کی مہذب اور سہل صورت یہ فارم ہے اور اس کی قیمت بمنزلہ اجرت کتابت ہے اور فارم بھی متقوم ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۲۲۸)

جواب بالا پر ایک اور اشکال کا جواب:

سوال: تیسرا سوال یہ تھا' قرض کی میعاد ختم ہونے پر ایک دو نوٹس دینے کے بعد راہن کی مرضی ہو یا نہ ہو بقدر قرض شئی مرہون کی فروختگی جائز ہے یا نہیں؟ ضروری بات یہ ہے کہ معاہدہ نامے میں اس کی صراحت ہوتی ہے کہ میعاد پر قرض نہ ادا کرنے کی صورت میں زیور فروخت کر دیا جائے گا' تو یہ راہن کی طرف سے توکیل ہے' وکیل کو فروخت کرنے کا اختیار ہے' پھر بقدر قرض رکھ کر زائد کو واپس کر دے۔ اب سوال یہ ہے کہ قرض لینے والا قرض ادا نہیں کرتا اور زبان سے شئی مرہون کی فروختگی کو روکتا ہے تو ایسی صورت میں قرض کی ادائیگی کیسے ہو' مستقرضین کا حال یہ ہے

کہ ادائیگی میں بڑی ٹال مٹول کرتے ہیں تو ادائیگی قرض کی کیا شکل ہو؟

مسلم فنڈ کے ذمہ دار تنخواہ دار ملازمین سے کام کراتے ہیں' ایک ملازم صرف فارم فروخت کرتے ہیں' دوسرا ملازم قرض دیتا ہے' کاغذات ایک دوسرے کی طرف منتقل ہوتے رہتے ہیں اور ہر ملازم اپنا متعلقہ کام اسی کاغذ کے آنے پر کرتا ہے' نہ ایجاب ہوتا ہے نہ قبول' سارا نفع فنڈ کو ملتا ہے' حضرت والا نے فرمایا ہے کہ میں نے ذمہ دار کو یہی مشورہ دیا تھا کہ فارم فروش مستقل آدمی کو قرار دیا جائے آپ یہ کام نہ کریں تاکہ دو معاملے دو شخصوں سے الگ الگ ہو جائیں' مسلم فنڈ نے اگر اپنا ایک ملازم فارم فروخت کرنے پر مقرر کر دیا حالانکہ وہ دفتر ہی کا آدمی ہے اور فائدہ مسلم فنڈ ہی کو ملتا ہے تو یہ صورت آپ کی مقرر کردہ صورت میں داخل ہے یا نہیں؟ اس صورت میں جو نفع مسلم فنڈ کو ہوا وہ درست ہوگا یا نہیں؟ نفع اگر مسلم فنڈ کو جائز ہے تو کُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا فَهُوَ رِبوٰ سے اس کا اخراج کس طرح ہوگا؟ اگر ایک آدمی قرض اس صورت پر دے کہ فلاں سامان میرے وکیل بالبیع سے خرید واور وہ سامان بہت مہنگا فروخت کرتا ہے اور مستقرض مجبوراً اس کو خریدتا ہے کیا یہ صورت درست ہے حالانکہ نفع مقروض ہی کو ملے گا؟

جواب: جب اصل قرضہ ورہن میں بطور معاہدہ یہ شرط ہے کہ میعاد مقررہ پر اگر قرض واپس نہ کیا تو ہم شئی مرہون کو فروخت کر کے اپنا قرض وصول کر لیں گے تو پھر مقروض کو حق ہے کہ مدت گزرنے پر مرہون کو بحیثیت وکیل راہن فروخت کر دے' اگر راہن اجازت بیع نہ دے اور دین بھی واپس نہ کرے تو اس صورت میں وکیل معزول نہ ہوگا' وکالت مقررہ سے یہ صورت وکالت جو کہ ضمن رہن میں ہے مستثنیٰ ہے' رہن بھی توثیق کے لیے ہے کہ اصل دین ضائع نہ ہو جائے اور توکیل زیادہ توثیق کے لیے ہے۔

سوال نمبر ۲ کے جواب میں جو کچھ عزل وکیل کے متعلق لکھا گیا ہے وہ اس کے معارض نہیں کیونکہ مستقرض کی رقم پہلے سے دوسرے مد میں جمع ہے وہ اس سے وصول کرنے کی اجازت دیتا ہے اور شئی مرہون کو واپس مانگتا ہے تو یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ دین واپس کر کے شئی مرہون کو واپس لیتا ہے جبکہ مقروض کو جنس دین بغیر کسی خلجان کے وصول ہو رہا ہے تو مقصد دین (توثیق) اور مقصد وکالت (زیادہ توثیق) حاصل ہے اور وکالت اسی لیے تھی کہ وصول دین ہو جائے اور اب وہ وکالت بیع مرہون سے معزول کرتا ہے تو انعزال ہو جائے گا' نیز اگر بیع مرہون کرے اور پھر اس کی قیمت سے دین وصول کرے تو یہ طول عمل بلا فائدہ ہے اور اس میں مستقرض کا ضرر بھی ہے۔

۲۔ جب حقوق عقد عاقد کی طرف عائد ہیں اور عاقد وکیل اصیل ہے تو کیا خلجان ہے' مقرض

اور ہے بائع اور ہے۔ اگر چہ بائع وکیل مقرض ہے' نیز بیع فارم بلا شرط ہے' البتہ مشتری اس سے فائدہ قرض کا حاصل کرتا ہے تو یہاں بیع پر قرض مرتب ہوتا ہے کہ نہ کہ قرض پر بیع اور بیع میں نفع درست ہے قرض میں درست نہیں۔ یہ نہیں فرمایا گیا کہ کل بیع جر نفعا فھو ربوٰ حتیٰ کہ بیع کی ایک مستقل قسم کا نام ہی بیع مرابحہ ہے اس میں نفع صراحتہ ہوتا ہے' بیع کے لیے صریح ایجاب وقبول کے بجائے اگر تعاطی ہو جائے تب بھی درست ہے' جیسے ایک شخص کارڈ فروخت کرتا ہے اس طرح کہ مشتری پیسے رکھ دیتا ہے' کارڈ اٹھا لیتا ہے' زبانی ایجاب وقبول کچھ نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۲۳۰)

مزارعت میں تاوان کس پر ہوگا؟

سوال: زید نے زمین میں دو شخصوں سے معاملہ کیا کہ تمہارا صرف عمل اور زمین بیل بیج میرے اور حصہ دونوں کا صرف غلے میں چوتھائی ہوگا' بھوسے میں نہیں' ان دو شخصوں میں سے ایک زمین کو سرکاری نالے سے سینچ رہا تھا اور اس کے لڑکے نے نالے کی دوسری شاخ میں رکاوٹ ڈال دی تا کہ ان کی طرف زیادہ پانی آئے مگر محکمے کے افسر نے موقع پر پکڑ لیا' پولیس نے مالک اور اس کے مزارعین سے مقدمہ نہ چلانے کے عوض دو سو روپیہ لے کر چھوڑ دیا اور محکمے کے افسروں نے چھ گنا تاوان ڈال دیا۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ رشوت وتاوان بقدر حصص ہے یا صرف اسی شخص پر؟ یا لڑکے پر؟ مالک اور دوسرے کاشتکاروں کو اس کا علم نہیں؟

جواب: جس کے فعل سے یہ تاوان پڑا ہے اسی پر یہ تاوان آئے گا' اس کا ذمہ دار اور کوئی شخص نہیں ہوگا جو شخص نفس مزارعت میں شریک ہے وہ اس تاوان میں شریک نہیں بلکہ لڑکے کے مال سے یہ تاوان دیا جائے اور اگر لڑکے کو اس کے والد نے حکم دیا اور اس کی وجہ سے یہ صورت ہوئی تو لڑکے کے والد پر تاوان ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۲۴۱)

مسئلہ بالا کی مزید وضاحت:

لڑکے کے پاس مال نہیں' نیز لڑکا فوت ہو چکا' اب کیا صورت ہوگی؟ آیا باپ سے تاوان وصول کیا جائے؟ یا مالک ومزارعین بقدر حصص ادا کریں؟ یا مالک نے رشوت دی ہے اسی کے ذمہ پڑے گا جو بھی حکم ہو تحریر فرمائیں؟

جواب: جس نے یہ تاوان دیا ناحق دیا اور اس پر ظلم ہے' اب وہ یہ رقم لڑکے کے والد یا کسی اور شریک سے وصول نہیں کر سکتا' حکومت کے ملازمین یعنی پولیس کا رشوت وصول کرنا تو ظلم ہے

اور دوسروں کو مقدمے سے بچانے کے لیے دیا ہے تو ان کے حق میں یہ تبرع اور احسان ہے جیسے کہ اگر کوئی شخص کسی مقروض کا قرض بغیر اس کے امر کے ادا کردے تو وہ تبرع ہوتا ہے' اس کو وصول کرنے کا حق نہیں ہوتا حالانکہ وہ مطالبہ حق ہے' اسی طرح ناحق مطالبہ کسی کی طرف سے ادا کرنے کی صورت میں بطریق اولیٰ وصول کرنے کا حق نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۲۴۲)

مضاربت یعنی شراکت کے مسائل

شراکتی کمپنیوں کی شرعی حیثیت

سوال: آج کل جو کاروبار چلا ہوا ہے کہ رقم کسی کمپنی میں شراکت داری کے لیے دے دیں اور ہر ماہ منافع لیتے رہیں' اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ ایک تو نفع ونقصان میں شراکت ہوتی ہے اور دوسرے مقررہ ہوتا ہے۔ مثلاً ۵ فیصد؟

جواب: اس سلسلے میں ایک موٹا سا اُصول ذکر کردینا چاہتا ہوں کہ اس کو جزئیات پر خود منطبق کرلیجئے۔

اول: کسی کمپنی میں سرمایہ جمع کرکے اس کا منافع حاصل کرنا دو شرطوں کے ساتھ حلال ہے' ایک یہ کہ وہ کمپنی شریعت کے اصول کے مطابق جائز کاروبار کرتی ہو' پس جس کمپنی کا کاروبار شریعت کے اصولوں کے مطابق جائز نہیں ہوگا اس سے حاصل ہونے والا منافع بھی جائز نہیں ہوگا۔

دوم: یہ کہ وہ کمپنی اصول مضاربت کے مطابق حاصل شدہ منافع کا ٹھیک ٹھیک حساب لگا کر حصہ داروں کو تقسیم کرتی ہو' پس جو کمپنی بغیر حساب کے محض اندازے سے منافع تقسیم کردیتی ہے اس میں شرکت جائز نہیں۔ اسی طرح جو کمپنی اصل سرمائے کے فیصد کے حساب سے مقررہ منافع دیتی ہو مثلاً اصل رقم کا پانچ فیصد' اس میں بھی سرمایہ لگانا جائز نہیں کیونکہ یہ سود ہے' اب یہ تحقیق خود کرلیجئے کہ کون سی کمپنی جائز کاروبار کرتی ہے اور اُصول مضاربت کے مطابق منافع تقسیم کرتی ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۸۸)

سودی کاروبار والی کمپنی میں شراکت جائز نہیں

سوال: ہم نے پچھلے سال چراٹ سیمنٹ کمپنی میں کچھ سرمایہ لگایا تھا اور مزید لگانے کا خیال ہے' لیکن کمپنی کی سالانہ رپورٹ سے کچھ شکوک پیدا ہوئے' مبادا کہ ہمارا منافع سود بن جائے' اس لیے درج سوالوں کے جواب مرحمت فرمائیں:

الف: کمپنی کچھ رقم بیمہ کو مشترکہ رقم سے ادا کرتی ہے گویا کمپنی بیمہ شدہ ہے۔
ب: کمپنی کچھ رقم سود کے طور پر ان بینکوں کو ادا کرتی ہے جن سے قرض لیا ہے۔
ج: کمپنی کو کچھ رقم سود کے ذریعے سے حاصل ہوتی ہے۔
د: حصہ داران اپنے حصے کسی دوسرے فرد کو نفع کی صورت میں جب فروخت کرتے ہیں مثلاً دس روپے کا حصہ لیا تھا اب پندرہ روپے کو فروخت کرتا ہے اس بارے میں کیا حکم ہوگا؟ خدانخواستہ اگر مذکورہ احوال شرع کے خلاف ہوں تو حصے کمپنی کو واپس کرنے بہتر ہوں گے یا کسی عام فرد کے ہاتھ فروخت کرنا بہتر ہوگا؟

جواب: جو کمپنی سودی کاروبار کرتی ہو اس میں شراکت درست نہیں کیونکہ اس سودی کاروبار میں تمام حصہ داران شریک گناہ ہوں گے کمپنی کا حصہ زیادہ قیمت پر فروخت کرنا جائز ہے آپ کی مرضی ہے کمپنی کو واپس کر دیں یا فروخت کر دیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۸۹)

مضاربت کے مال کا منافع کیسے طے کیا جائے؟

سوال: جیسا کہ آج کل ایک کاروبار بہت گردش میں ہے وہ یہ کہ آپ اتنے پیسے کاروبار میں لگائیے اور اتنے فیصد منافع حاصل کیجئے حالانکہ بیع مضاربت میں یہ ہے کہ نفع نقصان آدھا آدھا ہوتا ہے جبکہ دُکان میں ہزاروں قسم کی اشیاء موجود ہوتی ہیں اور ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ نفع لگانا بہت مشکل ہوتا ہے کیا ہم شریعت کی رو سے یہ کر سکتے ہیں کہ ہر ماہ اپنی بکری کے لحاظ سے نفع کا اندازہ لگالیں اور پھر اس سے ہر ماہ کا نفع مقرر کرلیں؟

جواب: مضاربت میں ہر چیز کے الگ الگ منافع کا حساب لگانا ضروری نہیں بلکہ کل مال کا ششماہی و سالانہ (جیسا بھی طے ہو جائے) حساب لگا کر منافع تقسیم کرلیا جائے (جبکہ منافع ہو)
(آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۸۹)

شراکت میں مقررہ رقم بطور نفع نقصان طے کرنا سود ہے

سوال: ایک شخص لاکھوں روپے کا کاروبار کرتا ہے زید اس کو دس ہزار روپے کاروبار میں شرکت کے لیے دے دیتا ہے اور اس کے ساتھ یہ طے پاتا ہے کہ منافع کی شکل میں وہ زید کو زیادہ سے زیادہ پانچ سو روپے ماہوار کے حساب سے دے گا باقی سب نفع دُکاندار کا ہوگا۔ اسی طرح نقصان کی صورت میں زید کا نقصان کا حصہ زیادہ سے زیادہ پانچ سو روپے ماہوار ہوگا باقی نقصان

دُکاندار برداشت کرے گا' کیا ایسا معاہدہ شریعت میں جائز ہے؟ اگر جائز نہیں تو اس کو کس شکل میں تبدیل کیا جائے تا کہ یہ شرعی ہو جائے؟

جواب: یہ معاملہ خالص سودی ہے' ہونا یہ چاہیے کہ اس دس ہزار روپے کے حصے میں کل جتنا منافع آتا ہے اس کا ایک حصہ مثلاً نصف یا تہائی زید کو دیا جائے گا۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل جلد ۶ ص ۹۰)

شراکت کے کاروبار میں نفع ونقصان کا تعین قرعہ سے کرنا جوا ہے

سوال: چند لوگ شراکت میں کاروبار کرتے ہیں اور سب برابر کی رقم لگاتے ہیں' طے یہ پاتا ہے کہ نفع ونقصان ہر ماہ قرعہ کے ذریعہ نکالا جائے گا جس کے نام قرعہ نکلے گا وہ نفع ونقصان کا ذمہ دار ہوگا' خواہ ہر ماہ ایک ہی آدمی کے نام قرعہ نکلتا رہے' اس کو اعتراض نہ ہوگا' کیا شرع ایسے کاروبار کی اجازت دیتی ہے؟

جواب: یہ جوا (قمار) ہے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل جلد ۶ ص ۹۰)

شراکت کی بنیاد پر کیے گئے کاروبار میں نقصان کیسے پورا کریں گے؟

سوال: دو آدمی آپس میں شراکت کی بنیاد پر تجارت کرتے ہیں جس کی صورت یہ ہے کہ ایک کی رقم ہے اور دوسرے کی محنت اور آپس میں نفع کی شرح طے ہے' کاروبار میں نقصان کی صورت میں نقصان کس تناسب سے تقسیم کیا جائے گا؟

جواب: یہ صورت ''مضاربت'' کہلاتی ہے' مضاربت میں اگر نقصان ہو جائے تو وہ رأس المال (یعنی اصل رقم جو تجارت میں لگائی گئی تھی) میں شمار کیا جائے گا۔ پس نقصان ہو جانے کی صورت میں اگر دونوں فریق آئندہ کے لیے معاملہ ختم کرنے کا فیصلہ کرلیں تو رقم والے کی اتنی رقم اور دوسرے کی محنت گئی لیکن اگر آئندہ کے لیے وہ اس معاملے کو جاری رکھنا چاہیں تو آئندہ جو نفع ہوگا اس سے سب سے پہلے رأس المال کے نقصان کو پورا کیا جائے گا' اس سے زائد جو نفع ہوگا وہ دونوں نفع کی طے شدہ شرح کے مطابق آپس میں تقسیم کرلیں گے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل جلد ۶ ص ۹۱)

مضاربت کی بعض شرائط اوران کا حکم

سوال: ہمارے یہاں چند سرمایہ داروں نے بسلسلہ کاروبار شرعی مضاربت کی بنیاد پر درج ذیل شرائط تحریری طور پر اپنے تمام سرمایہ کاروں سے طے کر رکھی ہیں۔

(۱) اگر کسی معاملہ میں نااتفاقی ہوگئی تو فیصلہ شریعت کے مطابق ہوگا۔

(۲) فریقین میں سے اگر کوئی فریق کام ختم کرنا چاہے تو ایک ماہ پیشتر اطلاع دینی ہوگی اور

اس اطلاع کا نفع نہ مل سکے گا۔

(۳) رقم بالا پر جو نفع ہوگا اس نفع کا چالیس فیصد ہر ماہ کے حساب پر دیا جائے گا‘ آپ فرمائیں کیا یہ شرعی مضاربت جائز ہے؟ کیونکہ ہمیں یہ بھی نہیں معلوم کہ یہ سرمایہ دار اس رقم کو کس قسم کے کاروبار میں لگاتے ہیں اور نہ ہی یہ کہ کتنی مقدار کے منافع پر چالیس فیصد دے رہے ہیں؟

جواب: اطلاع ماہ کا منافع نہ مل سکے گا‘ یہ شرط فاسد ہے اس لیے اس شرط کا اعتبار نہ ہوگا‘ پس اطلاعی ماہ کا نفع دینا بھی ضروری اور واجب ہوگا۔

(۲) چالیس فیصد کا نفع ہر ماہ پر دیا جائے گا‘ یہ شرط صحیح ہے اور جب اس میں مال کی مقدار کا کوئی ذکر نہیں تو کل مال کے کل منافع کا چالیس فیصد رب المال کا ہر ماہ کے حساب پر حق واجب ہوگا۔

(۳) یہ جو معلوم نہیں کہ کسی قسم کے کاروبار میں اس رقم کو مالک لگاتے ہیں سو جب رب المال نے کوئی قید نہیں لگائی تو یہ مضاربت مطلقہ ہوگئی‘ ہر کاروبار اس سے کیا جانا صحیح ہوگا‘ البتہ یہ ضروری ہوگا کہ حرام اور سودی کاروبار میں رقم نہ لگائی جائے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

بیع اور عقد مضاربت کی ایک صورت کا حکم

سوال: جانور مثلاً سو ہیں‘ ایک شخص ان سب کی قیمت لگا دے‘ فی جانور پانچ روپے‘ کل قیمت پانچ سو روپے ہوئی‘ اب دوسرے شخص کو اس طرح بیچے کہ آدھے اڑھائی سو روپے کے معاوضے میں‘ آدھے جانور تمہارے اور آدھے میرے‘ جاؤ تم چراؤ‘ اس کا منافع جب حصہ تقسیم کریں گے مشترک ہے‘ تقسیم کی یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

اگر اپنے حصے کے جانوروں کی چرواہی دے تو اس وقت جائز ہے یا نہیں؟ اور عقد کے وقت جانوروں کی تقسیم ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: تقسیم اور تعیین کے بغیر آدھے جانور فروخت کرنا شرعاً جائز نہیں کہ اس صورت میں بیع مجہول ہے‘ تقسیم و تعیین درست ہے‘ پھر شرکت کس شئی میں کی ہے؟ اور منافع سے کیا مراد ہے؟ جانوروں کے دودھ اور بچے سے کیا مراد ہیں؟ یا فروخت کر کے قیمت سے کیا مراد ہے؟ اور تمام جانوروں کا چرانا ایک کے ذمہ کیوں ہے؟ اور اس کی کوئی اجرت ملے گی یا نہیں؟ اگر نہیں ملے گی تو کیوں؟ کیونکہ یہ شرکت کی صورت نہیں بلکہ ہر ایک کا مال علیحدہ ہے اور عاقدین نے اس کو عقد مضاربت قرار دیا ہے اگر ایسا ہے تو جائز ہے‘ عقد مضاربت میں نقد کا مضارب کے حوالے کرنا ضروری ہے‘ نیز مضارب کی طرف سے صرف عمل ہوتا ہے مال نہیں ہوتا‘ مال صرف دوسری جانب سے ہوتا ہے۔

اگر اپنے جانوروں کی چرائی خود دے تو اس طرح چروانا درست ہے اس لیے کہ اجارے کی صورت ہے اور منافع میں شرکت نہیں۔

اگر اس کو شرکت عنان قرار دیا جائے کہ نصف قیمت ایک دے دے اور نصف دوسرا' ہر جانور مشترک ہو جائے اور پھر چرانا صرف ایک کے ذمہ ہو جائے اور فروخت کر کے قیمت میں اور بچہ پیدا ہونے پر نفس مال میں بھی شرکت برقرار رہے اور نفع میں بھی نصفا نصف ہو تو یہ شرکت کی صورت جائز ہے۔ (فتاوی محمودیہ ج ۸ ص ۲۳۸)

شئی مرہونہ سے نفع اٹھانا اور مسلک امام احمدؒ

سوال: امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ انتفاع بالمرہون کے کس بناء پر قائل ہوئے ہیں جبکہ آئمہ ثلاثہ کی تصریحات اس کے خلاف ہیں؟

جواب: امام احمدؒ کا استدلال اس حدیث سے ہے:

عن ابیؓ ھریرۃ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لبن الدر ریحلب بنفقۃ اذا کان مرھونًا والظھریر کب بنفقۃ اذا کانَ مرھونا وعلی الذی یحلب ویرکب النفقۃ اھ

ابوداؤد نے اس کی تخریج وتصحیح کی ہے اور بذل المجہود جلد ۴ ص ۲۹۴ میں بڑی تفصیل سے اس حدیث پر کلام کر کے اس کا محمل بیان کیا ہے جو کہ آئمہ ثلاثہ کے خلاف نہیں۔ (فتاوی محمودیہ ج ۸ ص ۲۳۶)

جانوروں میں مضاربت کی چند صورتوں کا حکم

سوال: مضاربت کے عقد میں رب المال اس شرط پر رقم دے کہ جانوروں کی تجارت کرو' خریدنا' چرانا تمہارے ذمے ہے تو جانوروں کی چرائی اس پر ڈالنا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ جانور خرید کر ان کی تجارت کرو اور ان کے فروخت ہونے تک ان کے چرانے کی نوبت پیش آئے تو خود چرا کر لاؤ' تو یہ شرط مقتضائے عقد کے موافق ہے اور صحیح ہے اگر یہ مطلب ہے کہ ان جانوروں کے لیے گھاس اپنی قیمت سے خریدو میں قیمت نہیں دوں گا اور وہ قیمت مال مضاربت میں محسوب نہ کرے تو یہ شرط ناجائز ہے۔ (فتاوی محمودیہ ج ۸ ص ۲۳۸)

بکری کو پالنے کی شراکت کرنا

سوال: محمد اقبال نے عبدالرحیم کو ایک بکری آدھی قیمت پر دی' عبدالرحیم کو کہا کہ "میں اس کی آدھی

قیمت نہیں لوں گا' آپ صرف اس کو پالیں یہ بکری جو بچے دے گی ان میں جو مادہ ہوں گے ان میں دونوں شریک ہوں گے باقی جونر (مذکر) ہوں گے اس میں میرا حصہ نہیں ہوگا" شرع محمدی کے مطابق یہ محمد اقبال اور عبدالرحیم کی شراکت جس میں نر میں سے حصہ نہ دینے کی شرط لگائی ہے' کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: یہ شراکت بالکل غلط ہے' اول تو دو شریکوں میں سے ایک پر بکریوں کی پرورش کی ذمہ داری کیوں ڈالی جائے......؟ پھر یہ شرط کیونکہ بکری کے مادہ بچوں میں تو حصہ ہوگا' نر میں نہیں ہوگا......؟ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۹۱)

عقد مضاربت میں کام کی تقسیم کرنا

سوال: مضاربت میں رب المال دو شخصوں سے کہے کہ ایک تم میں سے مال خریدے اور دوسرا چرائے' یعنی مضاربت کی دوسری شرطوں کے ساتھ خریدنے اور چرانے کی تقسیم و تعیین بھی کرے تو رب المال کو یہ اختیار ہے یا نہیں؟

جواب: اس طرح کی تقسیم جائز ہے لیکن خرچ جو کچھ ہوگا وہ رب المال کا ہی ہوگا' اس کو عامل کے ذمے لگانا شرعاً جائز نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۸ ص ۲۳۸)

زمیندار کا اپنی زمین کو رہن لینا

سوال: زمیندار قرض خواہ کی زمین کاشتکار کے موروثی قبضے میں بطور کاشت کئی پشت سے چلی آتی ہے' کاشتکار نے مذکورہ زمین پر زمیندار کو قبضہ دیا اور شرط یہ طے پائی کہ جس وقت اصل روپیہ کاشتکار مقروض' زمیندار قرض خواہ کو ادا کردے تو اس وقت زمیندار کاشت موروثی مذکور کو یہ قبضہ واپس دے دے گا' آیا کاشتکار کا یہ رہن دینا اور زمیندار کا نفع اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: کاشتکار کا موروثی قانونی قبضہ مالک کی مرضی کے خلاف ناجائز اور حرام ہے' زمیندار نے جو کچھ روپیہ دے کر کاشت کاری کا حق رہن لیا ہے یہ معاملہ بھی کاشتکار کے حق میں حرام ہے مگر زمین دار کے حق میں اس سے نفع اٹھانا جائز ہے کیونکہ وہ بحق مالکیت اس زمین سے نفع اٹھانے کا مستحق ہے جس سے اس کو ایک غیر مشروع قانون نے روک رکھا ہے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۱۲۷)

احکام الاجارۃ
(اجارہ کے احکام ومسائل)

عقد اجارہ میں تعیین مدت ضروری ہے

سوال: مؤجر نے مستاجر کو بغیر تعیین مدت کے دکان اجارہ پر دے دی' اب چند سال بعد ہر چیز کے نرخ بڑھ جانے کی وجہ سے دکان کا مالک بھی کرایہ بڑھانا چاہتا ہے لیکن مستاجر نہ تو دکان خالی کرنے کو تیار ہے اور نہ ہی پہلے کرایہ سے زیادہ دینے کو تیار ہے جبکہ مؤجر حکومتی قانون کی وجہ سے مجبور ہے کیونکہ حکومت کا قانون یہ ہے کہ جب تک مستاجر (کرایہ دار) خود دکان خالی نہ کرے مؤجر (مالک دکان) اس کو بیدخل نہیں کرسکتا اور کرایہ میں کمی بیشی کرنا بھی حکومت کے اختیار میں ہے' کیا اس صورت میں مستاجر گنہگار تو نہیں ہوگا؟

جواب: بشرط صحت سوال یہ اجارہ فاسد ہے' مؤجر کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ وہ مستاجر سے ہر ماہ کے شروع میں دکان خالی کرنے یا کرایہ بڑھانے کا مطالبہ کرے ورنہ بصورت دیگر عقد اجارہ فسخ کرسکتا ہے' اس مطالبہ میں مستاجر کا لیت ولعل کرنا حرام ہے اور انکار کی صورت میں مستاجر پر مؤجر کا مطلوبہ کرایہ دینا لازم ہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمة الله عليه: آجرحانوتاً كل شهر بكذاجاز في واحد فقط وفسد في الباقي لجهالتها والاصل انه متى دخل كل فيما لايعرف منتهاه تعين ادناه واذا مضى الشهر فلكل فسخها بشرط حضور الأخر لانتهاء العقد الصّحيح. (ردالمحتار ج٦ ص٥٠ باب الاجارة الفاسدة) (قال العلامة ابن بزاز رحمة الله عليه: آجر داره كل شهر بكذا ينعقد عند رأس كل شهر ولكل خيارالفسخ عند رأس كل شهر فلو ابرأ المستاجر عن اجرة الا بدلا

يصح الا عن شهر واحد. (الفتاوىٰ البزازية علىٰ هامش الهندية ج۵ص۱۷ كتاب الاجارات' الفصل الثانى فى صفتها) وَمِثْلُهٗ فى مجلة الاحكام' مادة نمبر ۴۹۴ ص ۲۷۴ الفصل الرابع فى المسائل التى تتعلق بمدة الاجارة) (فتاوىٰ حقانيه جلد ۶ ص ۲۳۷)

اجارہ اوراسکی جائز صورتیں

اجارے کی تعریف کیا ہے؟

سوال: اجارے کا شرعی مفہوم کیا ہے؟

جواب: تمليك المنفعة بالعوض (فتاویٰ محمودیہ ج۱۱ص۳۲۰)

''عوض مقرر کر کے کسی شئی کے نفع کا مالک بنادینا'' (م'ع)

اجرت مثل کی تعریف کیا ہے؟

سوال: اجرت مثل کی تعریف کیا ہے؟

جواب: ہرایک اجارے میں یہ دیکھا جائے کہ اس اجیر جیسا دوسرا شخص بعینہ یہی کام کس اجرت پر کرتا ہے پس جو اجرت دوسرا لیتا ہے وہی اجرت مثل ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص۳۱۰)

بلاتعین اجرت کام کرنا

سوال: اگر کسی صاحب حرفہ نے بلاتعین اجرت کسی شخص کا کوئی کام کر دیا تو اب کتنی اجرت لازم ہوگی؟

جواب: اجرت مثل لازم ہوگی۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص۳۰۷)

ناتمام عمل کی اجرت کا حکم

سوال: ایک پزاوہ لگوایا گیا تھا' اور پزاوہ گر سے یہ طے ہوا تھا کہ فی ہزار اینٹ ایک روپیہ ہوگا اور ایندھن وغیرہ ہمارا اور ان کی پکوائی اور چھوائی تمہارے ذمے' سو پھر جب اینٹیں پزاوے میں لگا چکا اور لگا کر آگ دے چکا' آگ دے کر اس کی دبائی میں کوتاہی کر کے اپنے گھر چلا گیا اور کچھ خبر نہ لی اور اس میں کو ہوا نکل گئی اور پزاوہ بالکل خراب ہو گیا' اور ہم سے چالیس روپے لے گیا' اس کے پچاس روپے چاہتے تھے' سو اب اگر ہم اس کے بقایا پیسے اور سامان کو ضبط کر لیں تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جتنا کام اجیر ہونے کی حیثیت سے اس کے ذمے تھا پچاس روپے اسی مجموعی کام کی اجرت تھی جب عمل پورا نہیں ہوا تو اجرت پوری واجب نہ ہوگی مگر اس نے جتنا کام کیا ہے اس کی کوئی خاص اجرت نہ ٹھہری تھی کہ اگر دبائی کم ہوگی تو اتنی اجرت دیں گے اور ایسی صورت میں شرعاً اجر مثل واجب ہوتا ہے پس دو متدین تجربے کاروں سے پوچھنا چاہیے کہ اگر مقرر کیے ہوئے کام میں اتنی کمی رہ جائے تو کتنی اجرت کم ہونا چاہیے اگر چھ روپے یا زیادہ بتلادیں تو پھر اس بقیہ کا ضبط کر لینا جائز ہے اور یہ رقم اس کمی کے لیے کافی نہ ہو تو اسباب کو محبوس کر لینا جائز ہے جب تک کہ اس سے وہ وصول نہ ہو اس کا مالک ہو جانا اصل مذہب میں درست نہیں۔ (امدادالفتاویٰ ج ۳ ص ۳۴۱)

بوقت بیع اجرت متعین نہ کرنا

سوال: ہمارا کام جو سلائی کا ہے اگر کپڑا بغیر سلائی ٹھہرائے سی دیں اور جو کچھ سلائی وہ دے اس پر خوش ہو جائیں تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔ **"وقد ذکر الفقهاء نظیره عقد البیع بعد استهلاک المبیع والتاویل التاویل"** (امدادالفتاویٰ ج ۳ ص ۳۴۰)

کام اور وقت متعین کر کے اجارہ کرنا

سوال: کام اور وقت دونوں متعین کر کے مزدوری کرنا درست ہے یا نہیں؟ مثلاً یوں کہا جائے کہ ایک دن میں چار عدد اس قسم کے ٹوکرے بنا دینا' آٹھ آنہ روزانہ دیں گے؟

جواب: اگر مقصود صرف کام ہو اور وقت کا ذکر صرف تعجیل کے لیے ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔

(امدادالفتاویٰ ج ۳ ص ۳۹۰)

سواری کو کرائے پر دینا

سوال: زید نے بکر سے ایک جہاز جس پر مال بھرا تھا خریدا' پھر اس جہاز کے مالک سے (بائع ہو یا کوئی اور) جہاز کرائے یا اجارے پر لے لیا' اب ضروری نہیں ہے کہ مال اتار کر پھر اس پر لادا جائے بلکہ وہی عقد اجارہ جہاز کا قبضہ متصور ہوگا یا نہیں؟

جواب: اجارہ سواری کا درست ہے کہ مشغول بحق غیر نہیں' خود متاجر ہی کا مال اس میں ہے اور جب جہاز کا کرایہ ہو کر قبضے میں متاجر کے آ گیا تو وہی قبضہ قبضہ مبیع کا بھی ہوگا کیونکہ تخلیہ مبیع کا مشتری کی طرف ہو گیا۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۱۴)

کرائے کی چیز وقت مقررہ سے پہلے واپس کرنا

سوال: سائیکلیں جو کرائے پر دی جاتی ہیں اس میں شرط ہوتی ہے کہ کم از کم آدھ گھنٹہ کا پیسہ لیا

جائے گا' چاہے پانچ منٹ میں واپس کر دے' لہٰذا یہ پچیس منٹ کا فاضل کرایہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: معاملہ آدھے گھنٹے کا کیا ہے' کرایہ دینے والا اپنی ضرورت پانچ منٹ میں پوری کر کے اپنی خوشی سے واپس کر گیا اور کرایہ آدھے گھنٹے کا دے گیا تو یہ درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳ ص ۳۸۶)

کیا ذابح کی روح سختی سے نکالی جائیگی

سوال: قصاب لوگ زید سے اجرت پر ذبح کا کام کراتے ہیں' لوگ کہتے ہیں کہ حلال کرنے سے دل سخت ہو جاتا ہے اور اس کی روح سختی سے نکالی جائے گی' کیا یہ درست ہے؟

جواب: فتاویٰ عالمگیری میں صراحتاً مذکور ہے کہ جانور ذبح کرنے کی اجرت شرعاً جائز ہے اس لیے کوئی فکر نہ کریں اور یہ بات کہ ذبح کرنے والے کی روح سختی سے نکالی جائے گی یہ شرعاً بے اصل ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳ ص ۳۹۵)

پٹواری کی ملازمت کا حکم

سوال: موجودہ ملازمت پٹواری جائز ہے یا نہیں؟ پٹواری کو آڑ رہن کے متعلق اور رہن قبضے کے متعلق روزنامچے میں اندراج کرنا پڑتا ہے اور انتقال بھی درج ہوتا ہے' آڑ رہن کا سود مرتہن لیتا ہے' رہن یا قبضہ میں بھی مرتہن فائدہ اٹھاتا ہے' سود اور رہن زمین کا منافع شریعت میں حرام ہے۔

لوگ انتقال وراثت لڑکوں کے نام درج کراتے ہیں' اس میں لڑکیوں کا حصہ غصب ہوتا ہے' جملہ مسلمانوں کے مواضعات میں بھی اور جملہ ہندوؤں کے مواضعات میں بھی اور جو مواضعات مسلمانوں اور ہندوؤں کے مشترک ہیں ان سب میں ایسا ہی عمل ہوتا ہے' ان تینوں صورتوں میں کیا حکم ہے؟

جواب: پٹواری کا کام کاغذات میں اندراج کرنا ہے اور اگرچہ یہ بھی فی الجملہ معاونت ہے لیکن یہ اس کے اپنے ضمیر کے تقاضے سے نہیں ہے اور نہ اس کا اندراج سود کی دستاویز کا حکم رکھتا ہے اس لیے موجودہ حالات و واقعات میں یہ ملازمت مباح ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۳۴۱)

حکومت برطانیہ کی ڈاک ملازمت کرنا

سوال: چٹھی رسانی کی نوکری حکومت برطانیہ کی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: چٹھی رسانی کی ملازمت کرنا مباح ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۳۴۱)

''اور اب تو بطریق اولیٰ'' (م ع)

ناجائز ملازمت کی پنشن کا حکم

سوال: ایک شخص کو جو ناجائز ملازمت کر رہا تھا' پنشن مل رہی ہے کیا اس پنشن سے اس کو یا

کسی دوسرے کو انتفاع جائز ہے؟

جواب: ایسی پنشن جائز ہے بشرطیکہ پنشن دینے والے ادارے کی ذرائع آمدن حلال ہوں ورنہ اصل تنخواہ کی طرح اس پنشن کا لینا بھی حرام ہوگا' جیسے بینک کی پنشن کی تنخواہ اور پنشن دونوں سود سے دی جاتی ہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۱۶)

عدالتی محرر کی ملازمت کا حکم

سوال: کچہری کے ملازم جو کہ نقلیں کرنے پر مامور ہیں ان کی وہ ملازمت جائز ہے یا نہیں؟ اتنی بات ضرور قابل تحریر ہے کہ بعض نقل میں سود کا ذکر ہوتا ہے اور بعض میں نہیں جبکہ تمام نقلیں سود کی اور بغیر سود کی سائلوں کو دینا ہوتا ہے اگر یہ ملازمت جائز نہیں ہے تو کوئی شرعی طریقہ جائز ہونے کا تحریر فرمائیے؟

جواب: نقل کرنا سود کے مضمون کا سائل کے دینے کو یہ اعانت ہے سود کی' یہ تو ناجائز ہے۔ **الا لمن لم یکن مخاطبا بحرمتہ** لیکن تنخواہ اس کام کی ایک قاعدہ فقہیہ کی بناء پر حلال ہے۔ **وھی اباحۃ مال غیر المسلم والذمی برضاہ فی غیر دار الاسلام** (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۹۹)

اسٹامپ انسپکٹر کی ملازمت جائز ہے

سوال: انسپکٹر اسٹامپ کے فرائض یہ ہیں کہ صوبہ بھر میں دورہ کرنا ہوگا اور ہر عدالت دیوانی و کلکٹری وسرکاری دفاتر کا معائنہ کرنا ہوگا اور یہ دیکھنا ہوگا کہ مقدمات دیوانی اور مالی میں اور درخواستوں پر سرکاری رسوم یا فیس کافی ادا کی گئی ہے یا کم ہے' اگر کم ہے تو رپورٹ کرنا ہوگا کہ عدالت یا دفتر متعلقہ فریق قاصر سے وصول کرے؟

جواب: یہ حقیقت میں اعانت ہے اسٹامپ کی اور جواز وعدم جواز میں اس کے تابع ہے۔ اب قابل تحقیق اسٹامپ کا حکم ہے' سو غور کرنے سے اس میں گنجائش کی توجیہ ہوسکتی ہے کہ مقدمات کے فیصلے وغیرہ میں جو عملہ خرچ ہوتا ہے وہ اہل مقدمہ سے بعوض عمل کے جن کا نفع اہل مقدمہ کو پہنچتا ہے وصول کر کے عملہ کی تنخواہ وغیرہ میں صرف ہوتا ہے۔ گویا اسٹامپ کی قیمت جو احد الفریقین سے وصول کی جاتی ہے وہ معاوضہ واجرت ہے اس کام کی جو عدالت بواسطہ عملہ کے اس فریق کا کام کرتی ہے پھر عدالت عملہ کو اس کا عوض واجرت دیتی ہے جو عملے سے کام لیتی ہے' جیسے منی آرڈر کی فیس یا ٹکٹ کی قیمت کہ ڈاک خانہ اپنی خدمت کی اجرت لیتا ہے پھر عملے کو ان کی اجرت دیتا ہے اس توجیہ سے جب اسٹامپ میں جواز کی گنجائش ہے تو اسٹامپ کی انسپکٹری میں بھی اسی طرح گنجائش ہے اور ہر حال میں منصفی سے غنیمت ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۰۷)

ایسی ملازمت کا حکم جس میں جرمانہ لینا پڑتا ہو

سوال: برہما کے دیہات میں تقریباً پچاس گھروں پر ایک بڑا آدمی مقرر ہوتا ہے جو چند دفعات فوج داری کے مقدمات کا فیصلہ کرے' فقط پانچ روپے تک جرمانہ کرے' ایک دن قید کرے' بعض سیاست بھی کرے' فریادی سے صرف ایک روپیہ فیس کا اپنے لیے وصول کرے' بجز اس ایک روپیہ فیس کے اور کوئی تنخواہ اس کی نہیں ہے اس روپے کا نام پان خرچ رکھا گیا ہے' سوال یہ ہے کہ یہ ایک روپیہ فیس لینا اور جرمانہ کرنا اور قید کرنا اور یہ ملازمت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ نوکری اور فیس جس حد تک سوال میں لکھی ہے ایک تاویل سے جائز ہے بشرطیکہ وہ اس کو کسی اور مفسدے کا ذریعہ نہ بنائے' باقی تقویٰ یہ ہے کہ اس سے بچا جائے۔ (امدادالفتاویٰ ج ۳ ص ۳۷۹)

شراب وغیر شراب کے اشتہار کی ملازمت کرنا

سوال: ایک فیکٹری میں شراب وغیرہ کا اشتہار بھی ہوتا ہے جو کہ حرام چیزوں میں سے ہے' اصل کام دوسرا ہے کیا اس جگہ کی آمدنی میرے لیے درست ہے؟

جواب: جب اصل کام شراب کے اعلان واشتہار کا نہیں بلکہ جائز چیز کا ہے تو ملازمت جائز ہے' شراب کے متعلق جہاں تک ہو سکے بچنا چاہیے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳ ص ۳۹۹)

امتحان کے پرچے بنانے اور جانچنے کی اجرت کا حکم

سوال: اہل مدارس ممتحنین سے سوالات بنواتے ہیں جن میں ان صاحبوں کا وقت صرف ہوتا ہے اور پھر جوابات امتحان بھی ان حضرات کو دیکھنے پڑتے ہیں جس میں وقت کا کثیر حصہ صرف ہوتا ہے' نیز ان کی روانگی وغیرہ بھی ان کے ذمے ہوتی ہے تو کیا اس محنت کا معاوضہ جو ان حضرات کو تبرعاً دیا جاتا ہے اور اس صرف شدہ وقت کی بابت حق الخدمت جو عام طور سے مدارس کی جانب سے دیا جاتا ہے لینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: صورت مسئولہ میں دو عمل ہیں' ایک سوالات امتحان بنانا' دوسرے جوابات امتحان دیکھنا' اول پر معاوضہ لینا شرعاً درست ہے' اگر پہلے متعین کر لیا جائے' عمل کو بھی اور معاوضے کو بھی' اس طرح کہ مثلاً اتنے بڑے کاغذ پر اتنی سطروں کا سوال لکھنا ہوگا اور اس کا یہ معاوضہ ہوگا تاکہ جہالت عمل مفضی الی النزاع نہ رہے تو اجر مسمی واجب ہوگا' اگر پہلے معاوضہ متعین نہیں کیا گیا تو اجر مثل ہوگا۔

عمل ثانی کے جواز کی کوئی نظیر کتب فقہ میں نہیں ملی لیکن شمس الائمہ سرخسیؒ نے قرأت پر اجارہ باطل

ہونے کی جو علت بیان کی ہے اس سے بطور مفہوم مخالف کے اس جزئیہ کا جواز نکلتا ہے۔ کذالک الاستیجار علی الحداء الی قولہ فلا یکون ذالک موجبا للاجرۃ علیہ اھ (مبسوط ص۳۸ ج۶)

اگر وقت کی تعین کی جائے اور پھر اس وقت کا معاوضہ لیا جائے تو بظاہر گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

اضافہ اگر عمل معلوم اور متعین ہو خواہ تعیین سے خواہ عرفاً' الغرض ایسی جہالت نہ رہے جو جھگڑا پیدا کرنے والی ہو تو جواز میں تردد نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۶ ص۳۱۰)

کتابت کی کاپی اجرت پر دینا

سوال: ایک شخص نے ایک کتاب تالیف کی' اپنے خرچ پر اس کی کتابت وطباعت کرائی' اب ایک تاجر کتب اسے دوبارہ طبع کرانا چاہتا ہے' مؤلف اس شرط پر اسے کاپیاں دے کہ مؤلف کو اس کتابت کی سو دو سو کاپیاں اصل لاگت پر دے اور مؤلف کی تالیفات کے متعلق کچھ اشتہارات بھی لگائے' کیا اس قسم کی شرائط لگا کر کتاب کی دوبارہ طباعت کی اجازت دینا شرعاً جائز ہے؟

جواب: کتابت کی کاپی کا مؤلف چونکہ مالک ہے اور اس کے اجارے کا عرف عام بھی ہو چکا ہے لہٰذا اس کے استعمال کی اجرت کے طور پر تاجر سے کچھ نسخے لے سکتا ہے' البتہ اشتہارات کی شرط لگانا جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج۷ ص۳۱۷)

مندر کی تعمیر کی اجرت جائز ہے

سوال: مسلمان کاریگر کو کافر کے مندر کی مرمت یا تعمیر کرنا اجرت پر جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مندر کی تعمیر یا مرمت اجرت پر جائز ہے مگر کراہت سے خالی نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج۷ ص۳۰۹) ''کہ اعانت شعائر کفر ہے'' (م'ع)

ہندو کے جنازہ جلانے کیلئے لکڑی اجرت پر لیجانے کا حکم

سوال: ہندو کے جنازہ جلانے کی لکڑی وغیرہ مزدوری پر مسلمان کو لے جانا کیسا ہے؟

جواب: یہ مزدوری مسلمان کے لیے جائز تو ہے لیکن احتراز اولیٰ ہے۔ (کفایت المفتی ج۷ ص۳۷۵) ''کہ عزت دین منع کرتی ہے'' (م'ع)

نقصان کی مرمت کی اجرت کا حکم

سوال: ایک گھڑی ساز کے پاس فروخت ہونے کے واسطے ایک گھڑی آئی' دوسرا ایک شخص اس کی چال دیکھنے کے واسطے لے گیا' چار پانچ روز تک اس نے اپنے پاس رکھی' اسی دوران وہ

گھڑی گر کر خراب ہوگئی اس کی مرمت میں جو اجرت خرچ ہوگی اس کا ذمہ دار کون ہوگا؟

جواب: جو شخص خریدنے کے ارادے سے لے گیا اور اس کے پاس یہ نقصان ہوا اس کی اجرت اسی کے ذمہ ہوگی نہ اصلی مالک پر نہ دکاندار پر۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۳۴۲)

اجرت میں تاخیر کی وجہ سے زیادتی جائز نہیں

سوال: ایک ایجنٹ سے میرا معاملہ طے ہوا کہ اڑھائی ہزار روپے ٹکٹ اور دوسرے کاموں کی اجرت کے طور پر وصول کرے گا، معاملہ طے ہو جانے کے بعد پانچ سو روپے میں نے نقد ادا کر دیئے اور دو ہزار کے بدلے میں سعودی عرب جا کر دو ماہ کے اندر آٹھ سو ریال ادا کر دینے کا وعدہ کیا، لیکن بعض مجبوریوں کی وجہ سے میں وعدے کے مطابق قرض نہیں اتار سکا، بعد ازاں دو ماہ کی تاخیر سے آٹھ سو ریال ادا کر دیئے لیکن ایجنٹ تاخیر کرنے پر ایک سو ریال مزید طلب کر رہا ہے، شرعاً یہ زائد سو ریال ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: اگر قرض ادا کرنے کی قدرت کے باوجود وعدہ خلافی کی ہے تو اس کا گناہ ہوگا، مگر ایجنٹ زائد رقم کے مطالبے کا حق دار نہیں۔

نیز معاملہ پاکستانی روپے سے طے ہوا ہے اس کے بعد سعودی ریال سے اس کا مبادلہ ربیع الکالی بالکالی ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، اس لیے آپ کے ذمہ صرف پاکستانی دو ہزار روپے واجب ہوں گے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۱۸)

افیون کاشت کرنے پر اجرت لینا جائز ہے

سوال: افیون کاشت کرنے کی مزدوری لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: چونکہ افیون کا استعمال دوا میں قدر مسکر سے کم جائز ہے اس لیے اس کی کاشت (اور کاشت پر) اجرت لینا جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۱۹)

کام کیے بغیر اوور ٹائم کی اجرت جائز نہیں

سوال: ایک سرکاری ادارے کے ملازمین کوئی اوور ٹائم وغیرہ نہیں لگاتے مگر حکومت کی طرف سے نگران افسران اوور ٹائم کی اجرت دلواتے ہیں، تو کیا یہ شرعاً جائز ہے؟ جبکہ ملازمین طبقے کے ہیں اور تنخواہ سے ان کے اخراجات پورے نہیں ہوتے؟

جواب: اگر اوور ٹائم میں مزید کام لے کر اس کے عوض اصل اجرت سے زائد رقم دی جاتی

ہے تو یہ جائز ہے اور اگر زائد کام لیے بغیر ہی اوور ٹائم کا حیلہ بنا کر رقم دی جاتی ہے تو یہ حلال نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۰۳)

روٹی پکانے کی اجرت میں روٹی دینا

سوال: پنجاب میں یہ رواج ہے کہ دانے بھنوانے کے لیے دیتے ہیں تو بھٹی والا اجرت میں ان میں سے کچھ دانے ہی رکھ لیتا ہے نیز روٹیاں تنور پر لگوانے جائیں تو بجائے پیسے دینے کے ایک آدھ آٹے کا پیڑا یا کچھ آٹا ہی کچا رکھ لیتا ہے تو کیا یہ صورت جائز ہے؟

جواب: یہ معاملہ جائز ہے بظاہر اس میں دو اشکال ہیں:

(۱) اجرت عمل سے ہے (۲) اجرت مجہول ہے۔

اشکال اول کا جواب یہ ہے کہ دانے کچے لینے میں اور آٹا لینے میں اجرت عمل سے نہیں ہاں روٹی اور بھنے ہوئے دانے لینے میں اجرت عمل سے ہے مگر چونکہ یہ شرط نہیں کہ اجرت انہی سے ہوگی اگر ان کے بجائے دوسرے دانے اور آٹا دے دے تو بھی کوئی اعتراض نہیں ہوتا اجرت من العمل اس وقت ناجائز ہے جبکہ وہ مشروط ہو یہاں مشروط نہیں اس لیے جائز ہے۔'' حالانکہ معروف ہے'' (م ع)

دوسرے اشکال کا جواب یہ ہے کہ جہالت اجرت سے جھگڑا پیدا نہ ہو تو اس سے اجارہ فاسد نہیں ہوتا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۱۲) ''اور خال خال کا اعتبار نہیں'' (م ع)

کرائے دار کا ناجائز قبضہ اور اس کی اجرت کا حکم

سوال: جن کرایہ داروں نے سالہا سالوں سے دکانوں پر قبضہ جما رکھا ہے اور کرایہ زمانہ قدیم سے قلیل مقدار میں ادا کر رہے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟

جواب: کرایہ داروں نے جتنی مدت سے ناجائز قبضہ جما رکھا ہے اتنے سالوں کا اجر مثل ان پر لازم ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۱۵)

مدت کم ہونے کے باوجود فیس پوری لینا

سوال: بنگال میں دستور ہے جب طالب علم داخل مدرسہ ہوتا ہے تو اس سے اس ماہ کے مشاہرہ کی فیس لی جاتی ہے اور مشاہرہ بھی اس ماہ کا اگر ایک دن بھی باقی ہے تو پورا لیا جاتا ہے اگر کسی دوسری جگہ کوئی طالب علم جانا چاہے تو اگر ایک دن بھی ماہ کا گزر گیا ہو تو پورا مشاہرہ لیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ فیس خارجہ بھی لیا جاتا ہے اب یہ دونوں مشاہرہ اور دونوں قسم کی فیس لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس تاویل سے یہ سب جائز ہے کہ معنی عقد کے یہ کہے جائیں کہ اگر اتنا کام کریں

گے تب بھی اس قدر اجرت لیں گے اور اگر اس سے کم کریں گے تب بھی اس قدر اجرت لیں گے۔
(امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۰۲)

پٹواریوں کا کھاتہ نقل کرنے کی اجرت لینا

سوال: پٹواریوں کو سرکار سے حکم ہے کہ نقل جمع بندی جو زمیندار لیتے ہیں اس کی اجرت فی کھاتہ دو آنے' آٹھ کھاتوں تک' اگر اس سے زیادہ ہوں تو دو پیسے فی کھاتے کے حساب سے لی جائے' پٹواریوں کا طریقہ یہ ہے کہ جس کو ایک کھاتے کی نقل دی جائے اس سے بھی ایک روپیہ اور جس کے زیادہ ہوں مثلاً بیس ہوں تب بھی ایک روپیہ لیتے ہیں' اسی طرح اپنی کمی بیشی پوری کر لیتے ہیں' کیا شرعاً یہ جائز ہے؟ اور اقوام سکھ (کافر و مشرک) سے اگر زیادہ اجرت جس قدر چاہیں لیں تو کیا حکم ہے؟

جواب: دونوں صورتوں میں نقل لینے والا اگر اس اجرت پر رضا مند ہو جائے اس کا لینا جائز ہے۔ لان الامر الی المتعاقدین ولا یلزم التسعیر (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۰۲)

لفافہ بیرنگ ہونے سے بچ گیا تو اس کی اجرت کا حکم

سوال: اگر کوئی لفافہ بیرنگ ہونے سے بچ جائے اور قانوناً بیرنگ ہونا چاہیے تھا' مثلاً اس پر ٹکٹ لگا ہوا نہیں تھا تو اس شخص کے ذمہ بیرنگ کی قیمت کا ٹکٹ وغیرہ خرید کر تلف کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: عقد اجارہ کاتب و مرسل کے ساتھ منعقد ہوا ہے' اجرت اس کے ذمہ واجب ہے نہ کہ مکتوب الیہ کے اس کا ادا کرنا نیابتاً و تبرعاً ہوتا ہے اور اجارہ مختلفہ باختلاف الشروط جائز ہے' پس عدم تعجیل ادائے اجرت میں جو مقرر ہے وہ بذمہ کاتب واجب ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۱۱)

زراعت کے حصہ غیر متعینہ کو اجرت قرار دیکر کام کرانا

سوال: رواج ہے کہ بڑھئی اور لوہاروں سے یہ عقد کر لیتے ہیں کہ مثلاً جو کام زراعت کے متعلق لکڑی یا لوہے کا ہوگا بلا تعیین کرتے رہیں گے اور زراعت سے جو پیدا ہوگا ایک من ہو یا بیس من اس سے چالیسواں حصہ لیں گے' سو اول تو اس میں کام متعین نہیں' دوسرے اجرت بھی متعین نہیں' کسی موقع پر کام کثرت سے ہو جاتا ہے اور آفت کی وجہ سے زراعت سے کچھ پیدا نہیں ہوتا ہے اور کبھی کام کی حیثیت سے اجرت دگنی بلکہ دس گنی ہو جاتی ہے تو یہ عقد فاسد ہوگا یا نہیں؟

جواب: ابتلائے عام کی وجہ سے اس عقد کو اس تاویل سے جائز کہا جائے گا کہ ابتدائے گفتگو کو عقد نہ کہیں گے' وعدہ کہیں گے اور اجرت دینے کے وقت چونکہ عمل (معقود علیہ) وجود میں آنے سے متعین ہو گیا' اجرت کو اس کے مقابلے میں کہہ کر اس وقت عقد کو منعقد مانا جائے گا' اب اس میں

کوئی محذور نہیں رہا۔ البتہ اگر زراعت بالکل پیدا نہ ہو تب بھی کچھ دینا ضروری ہوگا تاکہ یہ تاویل باطل نہ ہو۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۹۷)

رشتہ متعین کرنے پر اجرت لینا

سوال: رشتہ کرانے پر اجرت لینا جیسے حجام پیام وسلام لڑکی لڑکے کا کرا کے کچھ لیا کرتے ہیں یا پہلے کچھ مقرر کر لیتے ہیں کہ اس قدر نقد اور ایک جوڑا تو شرعاً اس لین دین میں کیا حرج ہے؟

جواب: اگر اس ساعی کو کوئی وجاہت حاصل نہ ہو اور جہاں اس نے سعی کی ہے وہاں کوئی دھوکہ نہ دے تو اس اجرت کو جانے آنے کی اجرت سمجھ کر جائز کہا جائے گا ورنہ شفاعت اور دھوکے پر اجرت ہونے کی وجہ سے جائز نہ ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۹۳)

مزدوری کی خوراک بھی اجرت ہوسکتی ہے؟

سوال: بنگال میں یہ رواج ہے کہ مزدور کے لیے کچھ نقد اور تین وقت کی خوراک مقرر کی جاتی ہے اگر خوراک دینے سے کوئی انکار کرے تو مزدوری دگنی (ایک روپے کے بجائے دو روپیہ) دینی پڑتی ہے اور بعض جگہ بغیر خوراک کے مزدور لوگ راضی ہی نہیں ہوتے' بہر حال یہاں روپیہ اور خوراک دونوں اجرت میں شمار کیے جاتے ہیں' روپیہ معین اور خوراک غیر معین' اب یہ اجارہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بہت سی چیزوں میں مدار عرف پر بھی ہوتا ہے' ان کی مختصر فہرست شامی نے اپنے رسالہ نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف' پس کھانے کی مزدوری بھی عرف کی بناء پر جائز ہے۔

اگر کسی شہر وغیرہ کا یہ عرف ہو کہ اجرت نقد کے ساتھ کھانا بھی دیا جاتا ہو تو مستاجر کو اجیر کو طعام دینا ضروری ہوگا اور جبکہ نقد رقم کے ساتھ کھانا دینے کی تصریح بھی ہو اور شہر کا عرف بھی ہو تو یقیناً دینا ضروری ہوگا۔ (امداد المفتیین ص ۸۶۳)

دلالی کی اجرت لینا

سوال: دلالی لینا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ دلالی مشتری سے وصول کی جاتی ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر بائع یعنی مالک کی اجازت سے خود دلال مال کو فروخت کرے تو اس کی اجرت اور دلالی بائع کے ذمہ ہے اور اگر دلال محض کوشش کرنے والا اور معاوضہ کرنے والا ہے اور فروخت کرنے والا خود بائع ہے تو اس میں عرف کا اعتبار ہوگا' رواج کے موافق جس کے ذمہ دلالی ہوگی اس سے لینا جائز ہوگا۔ (امداد المفتیین ص ۸۶۵)

دلال کے لیے زائد منافع رکھنے کا حکم

سوال: چند تاجروں نے ایک تاجر کے پاس اپنا کچھ مال بھیجا اور لکھ دیا کہ پانچ روپے من فروخت کردو' تاجر مذکورہ نے وہ مال چھ روپے من فروخت کر کے پانچ سو روپے کے حساب سے مالکوں کے پاس بھیج دیا اور زائد روپیہ خود رکھا اور اس امر کی مالکوں کو خبر بھی ہوگئی اور وہ راضی ہو گئے تو یہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟

جواب: یہ جو مال چھ روپے من کو فروخت ہوا ہے یہ سب روپے مالکوں کا حق ہے کیونکہ ان کے مال کا بدل ہے اس میں تاجر کو فی من ایک روپیہ رکھنے کا حق نہیں' ہاں اگر مالکوں کو خبر ہو جائے اور وہ اس کو معاف کریں تو معاف کر دینے کے بعد اس کو حلال کہا جائے گا' اگر مالکوں کو خبر نہ ہوتی یا وہ معاف نہ کرتے تو اس کو وہ روپیہ حرام رہتا ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۰۷)

آڑت اور دلالی کی اجرت کا حکم

سوال: جو شخص آڑت کا کام کرتے ہیں اور آڑھت دونوں فریق سے لیتے اور چنگی مال میں سے علیحدہ لیتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ چنگی جو زمیندار کے مال میں سے نکال کر جمع کرتے ہیں پھر اس مال میں سے چنگی و آڑت لیتے ہیں' ایسی کمائی سے جو مال جمع ہو وہ حلال ہے یا حرام؟

جواب: دلالی کی اجرت کام اور محنت کے موافق دینا اور لینا جائز ہے بشرطیکہ ظاہر کر کے رضا سے لیا جائے اور جو خفیہ طور سے لیا جاتا ہے وہ جائز نہیں۔ (امداد المفتیین ص ۸۶۴)

اجرت دلال کا جواز خلاف قیاس ہے

سوال: آپ نے کمیشن (اجرت دلال) کے جواز کا فتویٰ دیا ہے' بظاہر شبہ یہ ہوتا ہے کہ عدم جواز کی دو وجہیں جو قفیز طحان کے مسئلے میں پائی جاتی ہیں وہ یہاں بھی موجود ہیں' مثلاً زید نے عمرو سے کہا کہ میری یہ مشین فروخت کرا دیں تو میں تمہیں اس میں سے سو روپیہ دوں گا' یہاں بھی اجرت من العمل ہے اور عمرو قادر بقدرۃ الغیر بھی ہے کیونکہ جب تک کوئی شخص خریدے گا نہیں عمرو بیچنے پر قادر نہیں' مابہ الفرق کی وضاحت مطلوب ہے؟

جواب: کمیشن کا جواز خلاف قیاس ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۷۴)

اجرت دلال کی ایک صورت کا حکم

سوال: دلال کی ایک شکل تو یہ ہے کہ زید سے بائع اور مشتری دونوں الگ الگ کچھ رقم دیتے

کو کہیں مثلاً بائع نے تو یہ کہا کہ اگر ہمارا پھل سو روپیہ کا بکوادو گے تو پانچ روپیہ ہم تم کو دیں گے اور مشتری نے کہا اگر یہ پھل ہم کو ایک سو پانچ روپے میں خرید کردو گے تو ہم تم کو پانچ روپے دیں گے تو دلال کو بائع اور مشتری دونوں سے پانچ پانچ روپے ملے اس کے علاوہ ایک سو پانچ میں سے پانچ اور ملے تو اس تیسری رقم کا کیا حکم ہے؟

جواب: دلال سو روپے میں خرید کر ایک سو پانچ روپے میں بیچ دے تو یہ جائز ہے مگر اس صورت میں صرف پانچ کا نفع ہوا اور یہ دلالی کی صورت نہیں ہوئی۔ دلالی یہ ہے کہ بائع اور مشتری کے درمیان معاملہ کرایا جائے اس میں بائع و مشتری دونوں کو قیمت معلوم ہوتی ہے اور دلال کو اس ثمن کے علاوہ اجرت ملتی ہے خواہ وہ اجرت پانچ دس روپے کی صورت میں متعین ہو خواہ اس طرح کہ فیصد دس روپے باقی روپیہ ایک آنہ اجرت مقرر کی جائے وہ اجرت درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۱۷۰)

اُجرت الدلال پر اشکال کا جواب

سوال: جناب مفتی صاحب فتاویٰ حقانیہ ۲۶۰/۶ میں دلال پر اجرت لینے کو جائز لکھا گیا ہے اس پر مجھے اشکال پیدا ہوا ہے کہ دلالی پر اجرت قفیز الطحان کی طرح ہے اس لئے کہ ایک تو دلال جزاء من العمل لے رہا ہے اور دوم دلال قادر بقدرۃ الغیر ہے کیونکہ جب تک اس چیز کو دوسرا شخص خریدے گا نہیں دلال فروخت کرنے پر قادر نہ ہوگا براہ کرام میرے اس اشکال کو حل فرمائیں؟

جواب: دراصل دلالی کی اجرت کے جواز کا فتویٰ خلاف القیاس ہے اور یہ فتویٰ عوام کی سہولت اور حاجت کی وجہ سے دیا گیا ہے۔

لما قال ابن عابدین (قوله اومدة) الا فیما استثنیٰ قال فی البزازیه اجارة السمسار والمنادی والحمامی والصکاکی مالا یقدر فیه الوقت ولا العمل تجوز لما کان للناس به حاجة و یطیب الاجرا لماجور لو قدر اجر المثل (ردالمحتار ۳۲/۵ کتاب الاجارة)

نیلام کرنے کی اجرت لینا

سوال: زید عمر کے پھل نیلام کرتا ہے اور نیلام کرائی مالک کی رضامندی سے ہر گچھے سے دو کیلے نیلام کرنے سے قبل نکال لیتا ہے کیا اس کی آمدنی درست ہے؟

جواب: جائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۲۵۹)

دلالی میں ایک آنا فی روپیہ بھی تعیین ہے

سوال: دلالی کی اجرت فی روپیہ ایک آنا یا کم وبیش جیسا کہ عام رواج ہے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اجرت دلال میں فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی عبارات مختلف ہیں مگر لوگوں کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے قول جواز مختار ومفتی بہ ہے۔ تعیین اجرت ضروری ہے اور ایک آنہ فی روپیہ بھی صورت تعیین ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۲۷۳ ج ۷)

عیب دار چیز دلانے پر دلالی کی اجرت کا حکم

سوال: زید نے بکر سے ایک رکشہ خریدا' دلال نے ان کے درمیان بیع کرائی اور پچاس روپے دلالی طے ہوئی' اب رکشہ خریدنے کے بعد اس کا ایک پرزا اس سے کم قیمت کا نکلا جو بیع سے پہلے مالک نے دلال کو بتائی تھی' زید کو اس پرزے کی وجہ سے دوسو روپے کا نقصان ہوا تو کیا اس دلال کو پچاس روپے دلالی کے دینے ضروری ہیں؟

جواب: دلال اجرت کا اس وقت مستحق ہوتا ہے جب وہ معقود علیہ صحیح سالم مع شروط وقیود خریدار کے سپرد کردے اس لیے صورت سوال میں دلال اجرت کا مستحق نہیں بلکہ خریدار ضرر عیب کی بناء پر یہ رکشہ دلال کے ذریعے واپس کرا سکتا ہے' بشرطیکہ اس میں خریدار کے پاس مزید کوئی عیب نہ پیدا ہوگیا ہو اگر مزید کوئی عیب پیدا ہوگیا تو رد مبیع کی بجائے بائع رجوع بالنقصان کرسکتا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۱۰)

مبیع کی جگہ بتانے پر کمیشن لینا

سوال: زید نے بکر سے کہا کہ میرے پاس تو رقم نہیں ہے' اگر آپ مویشی خریدنا چاہیں تو پتہ بتادوں یا کہیں تو آپ کے ساتھ چل کر ٹھکانہ بتادوں کہ فلاں آدمی کے پاس ہیں' آپ سے فی مویشی پانچ روپے میں کمیشن لوں گا' زید کا مذکورہ طریقہ پر کمیشن لینا شرعاً جائز ہوگا یا نہیں؟

جواب: اگر جگہ معین نہ ہو اور زید خود ساتھ جا کر جگہ بتادے تو اجر مثل لازم ہوگا اور اگر جگہ متعین ہو تو اجرت مقررہ لازم ہوگی اگر خود نہ جائے گا تو اجر کا مستحق نہ ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۰۷)

وثیقہ نویسی لکھنے کا حکم

سوال: وثیقہ نویسی کا کام کرنا جو کہ موجودہ زمانے میں رائج ہے' جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے' ہاں جو دستاویزیں ناجائز ہوں وہ لکھنے سے انکار کردے اور جو جائز ہوں

وہ لکھ دیا کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۳۷۶)

شریک کو ملازم رکھنا

سوال: رئیس آدمی اپنے کم وبیش سرمائے سے ایک کمپنی بناتے ہیں اور کمپنی کے قواعد وضوابط اور اختیارات میں بقدر سرمایہ نفع تقسیم کرنے اور کمپنی کو چلانے کے لیے ڈائریکٹر مقرر کرتے ہیں اور یہ اختیار دیتے ہیں کہ کمپنی کو چلانے کے لیے خیرخواہ اور ماہر عملہ کو تنخواہ پر مقرر کیا جائے' خواہ (غیر) شرکاء میں سے یا شرکاء کے ماہر افراد میں سے؟

سوال یہ ہے کہ کمپنی کے شرکاء کو نفع کے علاوہ اپنے عمل اور کام کی تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: شریک کو اجیر رکھنے کا عدم جواز کسی نص شرعی سے ثابت نہیں' حضرت امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی اس بارے میں کوئی روایت نہیں۔ علامہ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کو اجارۃ المشاع کی طرح قرار دیا ہے اور اجارہ مشاع باجماع آئمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ جائز ہے' البتہ امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ غیر شریک کے لیے ناجائز فرماتے ہیں' آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ اجارۃ المشاع کی طرح شریک کو اجیر رکھنے کے جواز پر متفق ہیں۔

قفیز طحان کی حرمت نص شرعی سے ثابت ہونے کے باوجود بعض فقہاء نے بوجہ تعامل اس کے جواز کا قول فرمایا ہے مگر دوسرے فقہاء نے اسے اس لیے قبول نہیں فرمایا کہ یہ تعامل ان کے بلاد کے ساتھ خاص ہے اور تعامل خاص سے نص شرعی کا ترک جائز نہیں' نص شرعی کے ترک کے لیے تعامل شرط ہے مگر نص مذہب کے ترک کے لیے تعامل خاص بھی کافی ہے' جب نص مذہب کو تعامل خاص سے بھی ترک کر دیا جاتا ہے اور کمپنی کے شرکاء کو اجیر رکھنے کا تو تعامل عام ہے لہٰذا اس میں بطریق اولیٰ نص مذہب متروک ہوگی' بالخصوص جبکہ یہ نص امام بھی نہیں بلکہ امام محمدؒ کا قول ہے' جس سے تعامل مقدم ہے۔

علاوہ ازیں مضاربت سے اس کی تائید ہوتی ہے' مضاربت عمل مشترک سے نفع حاصل کرتا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۲۷)

جہاز کے زائد ٹکٹ کو واپس کرنا

سوال: ایک شخص جہاز میں سوار ہو کر جو کہ کسی کمپنی کا ہے' سرکار کا نہیں' ٹکٹ ماسٹر سے دو آدمیوں کا ٹکٹ مانگا کہ ایک میرا رفیق سفر ہے' رفیق آیا' اس نے بھی بلا اطلاع اس کے اپنا ٹکٹ لیا' اس لیے ایک ٹکٹ دوہرا ہوگیا' ماسٹر سے کہا گیا کہ ایک ٹکٹ واپس لو کہ زیادہ ہوگیا' ماسٹر نے واپس

نہیں لیا' اس لیے یہ شخص چاہتا ہے کہ کسی طرح اپنا حق (ایک ٹکٹ زائد کا محصول) کمپنی سے وصول کرلے' وصول کرسکتا ہے یا نہیں؟ جواب: کرسکتا ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۰۲)

سوال متعلق بالا

سوال: دوسرے شخص سے اسی جہاز میں بھول سے محصول نہیں لیا گیا تھا' وہ شخص چاہتا ہے کہ ٹکٹ خرید کرکے نہ جائے' اسی طرح سے مالک تک اس کا حق پہنچادے' اس ماجرے کو مسئلہ اولیٰ والے نے سنا اور کہا کہ بھائی وہ محصول مجھ کو دو کہ کمپنی پر میرا پاتا ہے اور مسئلہ اولیٰ کی تفصیل بیان کردی' اب یہ شخص پوچھتا ہے کہ یہ اپنے سوار ہونے کا محصول کمپنی تک نہ پہنچا کر اس مانگنے والے کو اگر دے دے' بری الذمہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ جواب: نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۰۳)

مصنف کی فرمائش سے زیادہ کتابیں چھاپنا

سوال: ایک شخص کا مطبع ہے اور وہ دوسروں کی کتاب اجرت پر چھاپتا ہے' پوری کتاب طبع کرنے کے بعد صاحب کتاب کی اجازت کے بغیر انہیں پتھروں پر حسب ضرورت پانچ سو اور ایک ہزار چھاپ کر فروخت کرڈالتا ہے' ایسی کتابوں کا خریدنا اور جاننے یا نہ جاننے کی صورت میں ان کا چھاپنا کیسا ہے؟ چھاپنے والا کہاں تک مجرم ہے؟

جواب: قواعد سے اس میں تفصیل معلوم ہوتی ہے کہ وہ یہ کہ:

اگر معاملے کی یہ صورت ہوئی کہ صاحب مطبع نے کہا کہ ہم اتنے روپے میں اتنی کتابیں چھپی ہوئی تم کو دیں گے' تو یہ استصناع ہے اور فرمائش کے مطابق جتنی کتابیں صاحب فرمائش کو دے گا وہی اس کی ملک ہوں گی اور باقی سب سامان صاحب مطبع کی ملک ہے' اس میں جو چاہے تصرف کرے' اس تصرف میں یہ بھی داخل ہے کہ صاحب فرمائش کی اجازت کے بغیر ان پتھروں پر جتنی کتابیں چاہے چھاپ لے بلکہ یہ شرط ٹھہرانا کہ اور کتابیں نہ چھاپی جائیں قاعدے سے مفسد عقد ہے۔

البتہ اگر اس فعل سے صاحب فرمائش کا غالب ضرر یا خسارہ ہو تو اس صورت میں دوسرے قاعدے کی بناء پر کہ "اپنی ملک میں بھی ایسا تصرف درست نہیں جس سے دوسرے کا ضرر ہو" یہ چھاپنا درست نہ ہوگا جیسا اپنی دیوار میں دریچہ کھولنا جس سے ہمسائے کی بے پردگی ہو فقہاء نے منع لکھا ہے۔

اور اگر معاملے کی یہ صورت ہو کہ جتنا اخیر تک صرف ہوگا اس کا مفصل حساب لے کر بے باق کیا جائے گا تو اس صورت میں اس کاپی کی روشنائی جس قدر پتھر پر لگی ہے وہ صاحب فرمائش کی ملک

ہے۔اس سے انتفاع ..... (اس کی نظیر یہ ہے کہ ایک شخص کا کپڑا دوسرے کے رنگ میں بلا اجازت رنگا گیا تو کپڑے والے کو بدون اس کی اجازت کے اس کا استعمال درست نہیں کیونکہ رنگ اس کی ملک ہے اگر ایسا کیا تو رنگ کی قیمت صاحب رنگ کو دینا پڑے گی' اسی طرح یہاں بھی اس کاپی کی قیمت عرفیہ صاحب مطبع کے ذمہ ہوگی اور طریقہ اس کی قیمت معلوم کرنے کا یہ ہے کہ پتھر کی قیمت جبکہ وہ کاپی سے خالی ہوگی جائے پھر اس کی قیمت جبکہ کاپی جمی ہوئی جائے' پھر دونوں قیمتوں میں دیکھا جائے کہ کیا تفاوت ہے؟ پس وہی تفاوت کاپی کی قیمت ہے ۱۲ منہ) بلا اس کی اجازت کے درست نہیں۔اگر اس صورت میں چھاپے گا گناہ گار ہوگا مگر چونکہ اس پتھر پر برابر بیلن پھیرا جاتا ہے اس لیے صرف انتفاع کا گناہ ہوگا لیکن ان کتابوں میں کوئی خبث نہ آئے گا' اس میں اس کی ملک بھی طیب ہے اور دوسرے خریدار کو بھی اس کا خریدنا درست ہے۔البتہ چونکہ یہ خریدنا ایک بعید درجے میں اعانت کا سبب ہے اس صاحب مطبع کی اس لیے نہ خریدنا اولیٰ ہے۔(امداد الفتاویٰ ج۳ص ۳۹۸)

نشانے باز کو اجیر رکھنا

سوال: جو شخص بندوق کا نشانہ اچھا لگاتا ہو اس کو بغرض شکار اجیر یا ملازم رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔(امداد الفتاویٰ ج۳ص ۳۹۱)

تہائی کے عوض میں کسی کا قرض وصول کرنا

سوال: ایک عورت کا بعض لوگوں پر قرض ہے' اس نے ایک شخص سے کہا کہ تم ہمارا قرض لوگوں سے وصول کر دو تو تم کو اس کا ثلث روپیہ بطور محنتانہ دیا جائے گا' یہ معاملہ درست ہے یا نہیں؟

جواب: یہ شخص اجیر ہے' لہٰذا تنخواہ معین ہونا چاہیے خواہ ماہانہ خواہ یکمشت کہ کامیابی کے بعد اتنا دیں گے اور یہ شخص جو خرچ کریں گے وہ ہر حال میں عورت پر قرض ہوگا' خواہ کامیابی ہو یا نہ ہو۔(امداد الفتاویٰ ج۳ص ۳۹۱)

گذرگاہ کا کرایہ وصول کرنا

سوال: زمیندار' مقطعہ دار کی زمین میں کو ہو کر گائے' بھیڑ اور بکریوں کے ریوڑ اور باردار گاڑیاں گزرتی ہیں اور ہر سال ان سے مقررہ قیمت لی جاتی ہے' یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر وہ زمین بطریق شرعی زمیندار کی مملوک ہے تو وہاں سے گزرنے والوں سے کرایہ وصول کرنا یا اس زمین کو کرایہ پر دینا جائز ہے۔

اور اگر وہ گزرگاہ عام ہے تو اس پر کرایہ وصول کرنا حرام ہے ہاں اگر محصول لینے والا کسی طریق سے مسافروں کا تعاون کرتا ہے جیسا کہ بعض جگہ اپنی مملوک کشتی پر سوار کر کے مسافروں کو گزارتے ہیں تو اس کا کرایہ لینا بھی جائز ہے لیکن جو شخص بدون کشتی گزر جائے اس پر جبر کرنا حرام ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۹۸)

مندر کی زمین اجارے پر لینا

سوال: کسی مندر کی زمین کو کسی مسلمان کا ٹھیکے پر لینا اور اس سے نفع اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟ اپنے فائدے کے لیے اس زمین کو درست کر کے ترقی پیداوار کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۹۰)

ایک دن کے دودھ کے عوض اجیر رکھنا

سوال: ایک شخص نے گائے کا ایک روز کا دودھ ایک شخص کو اس وعدے پر دیا کہ دو روز تک اس گائے کو چرائے' گھاس کھلائے اور دونوں روز کا دودھ مالک کو دے' پھر آخر روز کے دودھ سے اسی طرح عہد کیا تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: کیونکہ اجر و عمل معلوم ہیں' لہٰذا جائز ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ صرف چرانے کی شرط ٹھہرے' گھاس کاٹ کر یا خرید کر کھلانے کی شرط نہ ٹھہرے کیونکہ استہلاک عین پر اجارہ جائز نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۸۴)

سوال مثل بالا

سوال: زید نے گائے کا ایک روز کا دودھ بکر کو دیا کہ گائے اور بچے کو دو روز چرائے اور اپنے گھر باندھے کھولے اور دونوں روز کا دودھ نکال کر مالک کے پاس پہنچائے' پھر دوسرے روز اسی طرح وعدہ ہوا' علیٰ ہذا القیاس لیکن گھاس کاٹ کر یا خرید کر یا اپنے پاس سے بھوسا کھلانے کا بھی وعدہ ہوا اور اپنے گھر باندھنے کا' اس طریق پر کہ نصف دودھ مذکور گھاس بھوسے کی قیمت ہے اور نصف حق خدمت یا اس طرح پر کہ دودھ حق خدمت ہے اور نصف بچہ ایک سال کے گھاس بھوسے کی قیمت یا بکر نے دودھ حق خدمت لیا اور گھاس بھوسا تبرعاً دینا لیا' یا گھاس بھوسے کی بطریق ٹھیکہ تخمینی قیمت ایک سال مثلاً دس روپے طے ہوئے یا ایک سیر دودھ روزانہ یا دوسرے روز گھاس بھوسے کی قیمت دی جائے اور نصف بچہ ایک سال کا حق خدمت تو کون سی صورت جائز ہے؟

جواب: سب صورتیں ناجائز ہیں: والوجه عدم وجدان شرائط الاجارة والبيع

كما هو ظاهرٌ والله اعلم (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۸۴)

بیٹی کی شادی میں رعایا سے نقدی وصول کرنا

سوال: جب کسی رعایا کے بیٹے یا بیٹی کی شادی ہوتی ہے تو مبلغ دو روپے نقد اور کچھ آٹا یا کھانا یا جو اس کے یہاں ہوتا ہے لیتے ہیں؟

جواب: یہ چونکہ گاہے ہوتا ہے اور گاہے نہیں ہوتا اس لیے درست نہیں' البتہ اگر یہ معاہدہ ہو جائے کہ ہر سال دو روپے اور اتنا آٹا بھی لیں گے اور پھر یہ کریں کہ اگر شادی ہولے لے ورنہ معاف کر دے یہ درست ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۸۰)

نکاح خوانی پر اُجرت لینے کا مسئلہ

سوال: کیا نکاح پڑھانے پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: نکاح پڑھنے پر اُجرت لینا فقہاء کرام کے ہاں مختلف فیہ ہے چونکہ اس میں ایک گونہ تعلیم و تلقین بھی ہے اور تعلیم و تلقین پر اجرت لینا مفتی بہ قول کے مطابق جائز ہے اس لیے فقہاء کرام نے اس میں اجرت کے جواز کو قول راجح قرار دیا ہے لہٰذا بناء بر ایں نکاح پڑھنے پر اجرت لینے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔

قال العلامة قاضيخانؒ: اختلف المشائخ في الدلالة في النكاح هل يكون لها الاجر قال الشيخ الامام ابوبكر محمد بن الفضلؒ لااجرلها لانه لا منفعة للزوج من كلامها بغير عقد و انما منفعة الزوج في العقد والعقد ماقام بها وقال غيره من المشائخ لها اجرمثلها لان معظم الامر في النكاح يقوم بالدلالة فان النكاح لا يكون الا بمقدمات تكون من الدلالة فكان لها اجرالمثل بمنزلة الدلال في البيع فانهٗ يستحق الاجر. (الفتاویٰ قاضيخان ج ۳ ص ۲۰ باب الاجارة الفاسدة) (وفي الهندية: الدلالة في النكاح لاتستوجب الاجر وبهٖ يفتي الفضلي في فتاواه وغيرمن مشائخ زماننا كانوا يفتون بوجوب اجرالمثل وبهٖ يفتیٰ كذا في جواهر الا خلاطي. (الفتاویٰ الهندية ج ۴ ص ۴۵۱ الفصل الرابع في فساد الاجارة اذا كان المستاجر مشغولا لغيره) وَمِثْلُهٗ في خلاصة الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۱۷ كتاب الاجارة)(فتاویٰ حقانيه جلد ۲ ص ۲۴۹)

بیوہ عورت سے دستور دہی لینا

سوال: جب کوئی رانڈ عورت اپنا دوسرا کرتی ہے جس کو ان کی اصطلاح میں کراو کہتے ہیں تو آٹھ روپیہ نقد زمیندار لیتے ہیں اس کو دستور دہی کہتے ہیں اس کے لینے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس میں بھی مثل بالا تفصیل ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۸۰)

رعایا سے ساگ سبزی وغیرہ حاصل کرنا

سوال: دستور ہے کہ دہی بھوسہ لکڑی کنڈے بھٹان مکی کی گدی گندم کی کیاری ساگ کیاری گاجر تمباکو خربوزہ وغیرہ وغیرہ بھیٹ بیگار زمین کے لگان کے علاوہ اسی نواح میں رعایا سے لیتے ہیں؟

جواب: اگر یہ سب پہلے سے لکھا جائے یا زبانی معاہدہ ہو جائے تو جائز ہے بیگار میں مقدار مقرر ہونا شرط ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۸۰)

مال حرام سے اجرت لینا اور دانت بنانیوالے کا عورت کو چھونا

سوال: ایک شخص کا دانت بنانے کا پیشہ ہے اس سے ایک عورت اجنبی دانت بنوانا چاہتی ہے اور اس عورت کا پیشہ فحش ہے غالباً اجرت بھی اسی حرام کمائی سے دے گی اس حالت میں دندان بنانے کی غرض سے غیر عورت کو چھونا اور حرام کمائی سے اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس میں دو سوال ہیں مس کرنا اور ایسی اجرت لینا۔

سو مس اجنبیہ کو بضرورت جائز رکھا گیا ہے جیسے مرض کا علاج کرنے میں پس اگر دانت بضرورت بنوائے جائیں تو یہ ایک قسم کی مداوات ہے دندان ساز کو چھونا جائز ہے اور اگر بلا ضرورت بنوائے جائیں تو چھونا جائز نہیں جیسا احتقان ضرورت میں جائز رکھا گیا ہے اور بعض منفعت بلا ضرورت کے لیے حرام اور اجرت لینا مال حرام سے مال حرام ہے البتہ اگر وہ قرض لے کر دے اور اس کو (قرض کے پیسے ہونے کا) یقین ہو جائے تو درست ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۷۸)

ماہی گیر کو ملازم رکھنا

سوال: مثل معمار وغیرہ کے اگر ملاح اپنا جال لے کر اجرت معلومہ پر پانی میں جال ڈالے اور مچھلی ملے یا نہ ملے اتنی دیر تک جال ڈال کر مزدوری لے لے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۷۷)

شراب یا سود کی رقم سے تنخواہ لینا

سوال: مسئلہ ذیل میں روزگار کے اعتبار سے مقابلۃً کون سی صورت اختیار کی جاسکتی ہے؟

ا۔ایک شخص مدرسے میں کسی ریاست کے ملازم ہے والئی ریاست نے ایک رقم کثیر سرکاری بینک میں جمع کررکھی ہے کہ اس کے سود سے اس کے اخراجات نکلتے ہیں گو دوسری مد سے امداد آجائے مگر مستقل آمدنی سود والی ہے۔

۲۔ایک دوسرا مدرسہ جس میں کوئی آمدنی وقف نہیں اور تنخواہ ریاست کے سرکاری خزانے سے دی جاتی ہے جس میں محکمہ شراب کی آمدنی بھی شامل ہے لیکن اس ریاست کے سکے کا تبادلہ اگر سکہ انگریزی سے کرنا پڑے (مثلاً وطن روپیہ بھیجنا ہے اور وہ انگریزی علاقے میں ہے) اور اس کو اپنی تنخواہ کا قلیل حصہ کٹوا دینا پڑے جس کو والئی ریاست اس کو پنشن دیتے وقت مع کچھ اضافے کے واپس کرے جس کی نسبت یہ تصریح نہیں ہے کہ وہ بینک میں جمع کیا جاتا ہے یا تجارت میں لگایا جاتا ہے بدرجہ مجبوری اور دیگر روزگار نہ ہونے کی حالت میں کون سی صورت قابل اختیار ہے؟

جواب: دوسری (امدادالفتاویٰ ج ۳ ص ۳۶۱)

مالک کے چوری کیے ہوئے مال سے تنخواہ دینا

سوال: ہم ایک انگریز کے گھر میں نوکری کرتے ہیں اور ایک خانساماں ہے جو کہ بازار کرتا ہے اور بازار کے پیسے میں چوری کرتا ہے اور وہی پیسہ ہم کو دیتا ہے اور یہ چوری کی بات خانساماں جانتا ہے تو کیا یہ پیسہ ہمارے لیے جائز ہے؟ اور خود انگریز حکم دیتا ہے کہ وہی چوری کا پیسہ دو تو اس میں کون سی بات پر عمل کریں؟

جواب: شاید مطلب یہ ہے کہ انگریز سب کام خانساماں کے ذریعے سے لیتا ہے یعنی سودا بھی خانساماں سے منگاتا ہے اور جو دام وہ بتلا دیتا ہے انگریز دے دیتا ہے اور اسی طرح تمہاری تنخواہ دینے کو بھی اسی خانساماں سے کہہ دیتا ہے پھر حساب ہونے کے بعد وہ تنخواہ بھی اسی کو بے باق کردیتا ہے تو وہ خانساماں جو تنخواہ دیتا ہے اس چوری کے پیسے سے دیتا ہے جس کو روزمرہ کے سودے میں سے چراتا ہے۔سو اگر یہی مطلب ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ وہ پیسہ اسی انگریز کا ہے تو تنخواہ انگریز ہی کے پیسے سے ملی اس لیے تم کو حلال ہے کیونکہ وہ پیسہ خانساماں کے حق میں حرام ہے نہ کہ انگریز کے حق میں اور اس طرح وہ انگریز جس کو دلائے اس کے حق میں بھی حرام نہیں۔ (امدادالفتاویٰ ج ۳ ص ۳۵۸)

خلاف شرع کام کرنے کی اجرت لینا

سوال: کیا حجامت کا پیشہ اختیار کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ اس میں داڑھی کو مونڈھنے اور انگریزی طرز کے بال بنانے پڑتے ہیں اور اس پر اجرت بھی لی جاتی ہے اس مسئلہ میں قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائی جائے؟

جواب: حجامت کا پیشہ اختیار کرنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں' البتہ سر کے بال وغیرہ خلاف شرع بنانا اور داڑھی مونڈھنا گناہ ہے اور گناہ کے کام پر کمائی حرام ہے' لہٰذا اس قسم کے ناجائز کاموں سے پرہیز ہی کیا جائے۔

قال العلامة طاهر بن عبدالرشيد البخاریؒ: ولا یجوز الا ستیجار علیٰ شئی من الغناء والنوح والمزامیر. (خلاصة الفتاویٰ ج۳ص۱۱۶ کتاب الاجارات' جنس اٰخر فی المتفرقات) (قال العلامة المرغینانیؒ: ولایجوز الا ستیجار علیٰ الغناء والنوح وکذا سائرالملاحی لانهٔ استیجار علی المعصیة والمعصیة لاتستحق بالعقد.(الهدایة ج۳ص۳۰۱ باب الاجارة الفاسدة) وَمِثْلُهٗ فی ردالمحتار ج۶ ص۵۵ باب الاجارة الفاسدة) (فتاویٰ حقانیه جلد ۶ ص ۲۵۹)

ریل میں بلا کرایہ سامان لیجانا

سوال: ریل میں قانوناً مقرر مقدار سے زائد سامان بلا کرایہ رکھنا یا ریل میں سوار کسی دوست کے حوالے کر دینا تاکہ خرچ سے بھی بچ جائے اور ریلوے کی گرفت بھی اس پر نہ ہو' شرعاً کیسا ہے؟

جواب: زائد سامان لے جانا جائز نہیں' البتہ سوار ہونے سے پہلے ہی پورا سامان دوسرے کے ذمے لگا دیا تو جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۰۹)

ایک ٹھیکیدار کچھ رقم دیکر دستبردار ہو گیا

سوال: دو ٹھیکیداروں نے مل کر کام لیا تھا' پھر ان میں سے ایک دستبردار ہو گیا اور اس کے عوض دوسرے ساتھی سے کچھ رقم لے لی' اب آیا یہ رشوت میں داخل ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے گویا دستبردار ہونے والا ٹھیکیدار اپنے حصے کا کام کم اجرت پر دے رہا ہے۔
(احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۱۶)

جلد ساز نے نامکمل کتاب کی جلد بنادی

سوال: زید نے ایک کتاب چھپنے کے لیے پریس میں دی' کچھ نسخے تو مکمل چھپ گئے مگر کچھ ناقص رہے' کتاب چھپ کر بائنڈر کے پاس گئی' بائنڈر نے بائنڈنگ کر کے کتاب جلد ساز کو دے دی' جلد ساز نے مکمل و نامکمل تمام نسخوں کی جلد بنادی' بائنڈر نے اس کو اجرت ادا کر دی' اب مالک کہتا ہے کہ میں نامکمل کتابیں وصول نہیں کروں گا' نہ ان کی جلد کی اجرت دوں گا تو آیا ان کاپیوں کو فروخت کر کے اپنی اجرت وصول کی جاسکتی ہے؟

جواب: اگر مالک کتاب نے ناقص کتاب کی جلد بنانے کی تصریح نہیں کی تو اس کی جلد سازی کی اجرت لینا جائز نہیں' البتہ اگر مالک کے کہنے سے ناقص کاپیوں کی جلد بنائی ہو تو مالک سے اجرت کا مطالبہ کر سکتے ہیں' اگر مالک اجرت نہیں دیتا تو ان کاپیوں کو فروخت کر کے بقدر اجرت زائد رقم مالک کو دے دیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۳۰)

جلد ساز نے ناقص گتا استعمال کیا

سوال: زید نے ایک کتاب جلد کرانے کے لیے جلد ساز کو دی اور ایک خاص قسم کا موٹا اور مضبوط گتا لگانے کی ہدایت کی' جلد ساز نے باریک اور کمزور گتا لگا کر جلد بنادی تو جلد ساز اجرت کا مستحق ہے یا نہیں؟

جواب: اگر معمولی فرق ہے تو پوری اجرت ملے گی اور اگر زیادہ فرق ہے تو جلد ساز اجرت کا مستحق نہیں اور اس پر کتاب کی قیمت لازم ہے' ہاں اگر مالک اسی جلد کے قبول کرنے پر راضی ہو جائے تو پوری اجرت دینا لازم ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۳۰)

کنواں کھودنے کے اجارے میں گہرائی کا حکم

سوال: زید نے عمرو سے کہا کہ میرے لیے تین سو روپے میں ایک کنواں کھدوا دو' عمرو کو معلوم تھا کہ تین گز پر پانی آجاتا ہے' عمرو نے قبول کر لیا' مگر عمرو کے اندازے کے مطابق تین گز پر پانی نہیں نکلا' اب زید کہتا ہے کہ میں تین سو روپے اس وقت دوں گا جب پانی نکل آئے' کیا زید کو اس کا حق ہے؟

جواب: اس علاقے میں جتنی گہرائی پر عموماً پانی آجاتا ہے اس حد تک اجیر پر کھودنا واجب ہے اس سے زائد کا الگ عقد اجارہ کیا جائے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۳۱)

پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے اجارہ فسخ کرنا

سوال: ایک مدرسے کے تمام اخراجات چندے سے چلتے ہیں اور چندہ صرف مہتمم صاحب

کرتے ہیں، مہتمم صاحب سخت بیمار ہو کر ہسپتال میں داخل ہو گئے، چندے کا سلسلہ منقطع ہو گیا، مدرسے کے اخراجات کے لیے قرض لیا جاتا رہا، آخر کار مدرسہ بند ہو گیا، ایک مدرس کا مطالبہ ہے کہ مجھے سال کی تنخواہ دی جائے، کیا حکم ہے؟

جواب: یہ سبب عذر فسخ اجارہ ہے جو جائز ہے، لہٰذا اس مدرس کا سال کی اجرت کا مطالبہ کرنا جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۲۹)

بجلی کا معاملہ کون سے عقد میں داخل ہے بیع یا اجارہ؟

سوال: بجلی کا محکمے سے معاملہ بیع ہے یا اجارہ؟ بیع ہے تو اس میں معقود علیہ کا عین ہونا شرط ہے جو یہاں مفقود ہے اور اجارہ ہے تو اس میں ابقائے اصل کے ساتھ تحصیل منفعت ہوتی ہے جبکہ بجلی کا اصل صرف ہوتا ہے، یہ کون سا عقد ہے؟

جواب: یہ عقد اجارہ ہے مگر خود بجلی کا نہیں بلکہ بجلی پیدا کرنے والے اور پہنچانے والے آلات اور عملے کا اجارہ ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۳۲)

وکیل اجارہ کی موت سے اجارہ فسخ نہیں ہوتا

سوال: ایک مدرسے کے مہتمم نے کرایہ داروں سے پانچ سال کے لیے مدرسے کی دکانوں کا کرایہ طے کیا، قضائے الٰہی سے مہتمم کا انتقال ہو گیا، اب مدرسے کی انتظامیہ کہتی ہے کہ یہ معاہدہ منسوخ ہو گیا ہے، لہٰذا کرائے کی تجدید کی جائے اور کرائے دار کہتے ہیں کہ اس معاہدے کا ایفاء کیا جائے، شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: اگر مہتمم صاحب کو کرائے وغیرہ کی تعیین کے کل اختیارات قانوناً حاصل تھے تو ان کے انتقال سے عقد اجارہ ختم ہو گیا، آئندہ کے لیے منتظمہ یا نئے مہتمم کو اختیار ہے اور اگر سابق مہتمم خود مختار نہیں تھے بلکہ مدرسے کے قانون میں کرائے وغیرہ جیسے معاملات میں منتظمہ کا متفقہ فیصلہ ضروری تھا اور مہتمم صاحب وکالۃً کام کر رہے تھے تو ان کے انتقال سے عقد اجارہ ختم نہیں ہوا، اس کا ایفاء ضروری ہے، مدت معاہدہ ختم ہونے کے بعد کرائے کی تجدید کی جا سکتی ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۳۱)

دعاء کا عوض لینا

سوال: کوئی صاحب کوئی چیز دے کر کہتے ہیں کہ ہمارے لیے دعا کیجئے گا تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر دعاء کا عوض دیا ہے تو رشوت ہے، اگر دعاء کی درخواست مستقلاً کی ہے حتیٰ کہ اگر معلوم ہو جائے کہ دعا نہیں کرے گا تب بھی دے تو اس میں مضائقہ نہیں اور اگر دعاء کا عوض دینا

مقصود نہیں ہے بلکہ وظیفے کا عوض ہے اگر چہ اس کے بعد دعاء بھی ہو جائے تو بھی جائز ہے اور دعاء تبعاً مانی جائے گی۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۳۴)

پیشگی کرایہ کم کر کے وصول کرنا

سوال زید نے حج کرنے کے لیے یہ صورت اختیار کی ہے کہ زید کے دو مکان ہیں ان میں سے ایک مکان کو کرایہ پر دے کر کرایہ اس طرح لے گا کہ اگر کرایہ ہر ماہ لیا جائے تو تیس روپے اور یکمشت پیشگی پچیس روپے اس طرح معاملہ کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اس طرح کا معاملہ کرنا درست ہے اور رقم کرایہ حلال ہے حج یا جس مصرف خیر میں صرف کرے جائز ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۳۶۷)

سرکاری ٹھیکے کی ایک صورت کا حکم

سوال: حکومت نے تالابوں اور نہروں کے کام جاری کیے ہیں اور قاعدہ یہ نکالا ہے کہ کام ٹھیکیداروں کو دیئے جائیں تا کہ وہ مزدوروں سے کام لے سکیں سرکار نے ٹھیکیداروں کو اندازہ بتلایا ہے کہ یہ کام اس نرخ سے ہونا چاہیے اگر اس سے کم ہوگا تو ہم تم سے پیسہ کاٹ لیں گے تم اپنے پاس سے مزدوروں کو پیسہ دے کر کام لو جس قدر تمہارا پیسہ ہوگا ہم تم کو دیں گے اور دس روپے فیصد کمیشن دیں گے ایسا ٹھیکہ لینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: تامل کرنے سے یہ ٹھیکیدار اجیر مشترک معلوم ہوتے ہیں اس لیے کام کی تعیین تردید کے ساتھ جائز ہے کہ اگر اتنی مقدار سے کام ہوا تو یہ دیں گے اور اگر اتنی مقدار سے ہوا تو یہ دیں گے جیسا کہ فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ اگر قمیص سلے گی تو اتنی اجرت اور قباء سلے گا تو اتنی اجرت اور دس روپے فی صدی کمیشن جو ہے اس کو بھی اجرت کا جز کہا جائے گا اس بناء پر اس کے عدم جواز کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۴۳)

قاضی کو عید میں ملے ہوئے عمامے وغیرہ کا حکم

سوال: عید میں ایک عمامہ اور کچھ نقدی تحصیل اور پولیس کی جانب سے قاضی صاحب کو دیا جاتا ہے ان میں سے ایک عمامہ قاضی صاحب مجھ کو دیا کرتے ہیں میں نے آج تک اس عمامے کو سر پر نہیں باندھا دونوں سے کسی قدر قیمتی ہیں ان کے استعمال کی شرعاً گنجائش ہو تو عید کو باندھوں ورنہ خیر؟

جواب: اس میں اشتباہ کے چند اسباب ہو سکتے ہیں ہر ایک کے متعلق کلام کرتا ہوں:

اول: بظاہر یہ اجرت طاعت پر معلوم ہوتی ہے لیکن عندالتامل یہ اجرت نہیں بلکہ اکرام ہے پس واقع میں یہ وجہ مانع نہیں ہوسکتی۔

دوم: جو دینے والے ہیں اس وجہ سے کہ رسم سمجھ کر دیتے ہیں اور نہ دینے میں بدنامی کا اندیشہ کرتے ہیں اس لیے طیب قلب سے دینے میں شبہ قوی ہے اور ظاہر انتفاء ہے۔ (یعنی ظاہر یہ ہے کہ بخوشی نہیں دیتے) اور حلت مال کے شرائط میں سے دینے والے کا بخوشی دینا بھی ہے۔ واذا فات الشرط فات المشروط یہ وجہ مانع قوی ہوسکتی ہے اور یہ وجہ خود پولیس اور تحصیل والوں کے دینے میں اور خود ایک امام کے دوسرے امام کو دینے میں مشترک عام ہے۔

سوم: دینے والے جس مال میں سے دیں وہ رقم جائز ہو اگر مثل رشوت وغیرہ کے ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر معطی کا مال حلال غالب ہے تو یہ اشتباہ مانع نہیں اور حلال غالب نہیں تو یہ اختلاط مانع ہے۔

خلاصہ یہ کہ فی نفسہ یہ لینا دینا جائز ہے اور وجہ اول منع موثر نہیں اور وجہ سوم کا انتفاء اگر یقینی یا مظنون ہو تو بھی منع موثر نہیں' البتہ وجہ دوم قوی اور اکثر واقع ہے اس لیے یہ لینا دینا ممنوع لغیرہ اور مکروہ ہے اور خود لینا ہی برا ہے' خواہ استعمال بھی نہ کیا جائے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۴۶)

امام کے لیے نوتہ لکھنے کی ذمہ داری لگانا

سوال: دستور ہے کہ امام مسجد کو نوتہ وغیرہ شادی میں لکھنا پڑتا ہے اور اگر امام انکار کردے تو لوگ اعتراض کرتے ہیں' ایک امام صاحب اس سے گریز کرتے ہیں' کیا حکم ہے؟

جواب: نوتہ قرض ہے جس کی ادائیگی لازم ہوتی ہے' قرض کے لین دین کا لکھنا حکم شرعی ہے' اگر بوقت ملازمت امام سے طے کرلیا جائے جیسا کہ بعض نکاح کا لکھنا اور مسجد کی صفائی وغیرہ امور طے کرلیے جاتے ہیں تو درست ہے مگر بلاضرورت قرض لینا اور کسی کو مجبور کرکے قرض دینا اور بلاوجہ ادائے قرض میں تاخیر کرنا شرعاً منع ہے' لہٰذا اس رسم کو ترک کرنا چاہیے' ایک شخص نے جتنا نوتہ دیا ہے اگر اس سے زیادہ لیا جائے تو سود ہے جس کا لینا دینا اور لکھنا موجب لعنت ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۲۵۷)

قلی کو متعینہ مزدوری سے زائد لینا

سوال: قلی لوگ کہتے ہیں کہ ہم حکومت کے ملازم نہیں بلکہ ہم سالانہ روپیہ اسٹیشن میں آنے جانے کے لیے جمع کراتے ہیں اور ہم کو اس سے اسٹیشن پر کام کرنے کا اجازت نامہ مل جاتا ہے' حکومت نے ۳ آنہ فی بستر مع بکس بھاؤ مقرر کیا ہے لیکن ہم اکثر مسافروں سے زائد لیتے ہیں جو

ہمارے اور مسافروں کے درمیان طے ہو جائے' یہ جائز مزدوری لینا ہمارے لیے جائز ہے یا نہیں؟ اور جواز کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟

جواب: اگر پتہ چلنے پر حکومت مقدمہ نہ چلائے اور ذلیل نہ کرے تو جائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۴ ص ۲۶۰)

کرایہ دار کی موت سے فسخ اجارہ کا حکم

سوال: بکر کے بزرگان نے ایک زمین چار آنہ کرائے پر لے کر مکان تیار کیا جس کو عرصہ ہو گیا ہے آج کل وہ زمین قیمتی ہو گئی ہے' مالکان موجودہ چاہتے ہیں کہ بکر زمین کو چھوڑ دے یا کرایہ بڑھائے مگر بکر نہ زمین چھوڑتا ہے نہ کرایہ بڑھاتا ہے بلکہ کہتا ہے کہ میرے بزرگوں سے مقرر ہو چکا ہے اسی کرائے پر قابض رہوں گا بلکہ بعض سال اس کرائے کو بھی نہیں ادا کرتا' اس صورت کا کیا حکم ہے؟

جواب: بکر کے بزرگوں نے اگر وہ زمین کرائے پر باقاعدہ لی تھی اس طرح پر کہ اصل مالک سے کرایہ اور مدت کرایہ داری کو طے کر لیا تھا' تب تو یہ اجارہ صحیح تھا اور عقد اجارہ مالک یا کرایہ دار کے مرنے سے فسخ ہو جاتا ہے۔ پس اگر اصل معاملہ کرایہ کا کرنے والا مر چکا ہے تو یہ معاملہ فسخ ہو گیا' اب از سرِ نو بکر سے یا جس سے دل چاہے معاملہ کرنا چاہیے جس کرائے پر بھی فریقین رضا مند ہوں معاملہ کر لیا جائے' پہلے معاملے کا اب کوئی اعتبار نہیں اور جو مکان بکر نے بنایا ہے وہ بکر کا ہے اس کو اختیار ہے' خواہ گرا کر اپنا سامان اٹھا لے خواہ مالک کے ہاتھ فروخت کر دے اور مالک اگر خریدنا چاہے تو اس کی قیمت دے دے اور قیمت گرے ہوئے مکان یعنی اینٹ وغیرہ کی معتبر ہوگی' قائم اور تعمیر شدہ مکان کی قیمت معتبر نہ ہوگی اور جو بکر ہی اصل مالک سے وہ زمین از سرِ نو کرائے پر لے لے تو مکان کو گرانے کی ضرورت نہیں۔

اور اگر بکر کے بزرگوں نے کوئی مدت کرایہ داری کی متعین نہیں کی تھی تو یہ اجارہ فاسد تھا جس کا فسخ کرنا واجب ہے۔

اضافہ: مرنے کی وجہ سے اصل قاعدے کے موافق اجارہ بے شک فسخ ہو جاتا ہے لیکن اگر ورثہ طرفین اس پر عملدرآمد رکھیں تو فسخ کا اثر ظاہر نہ ہوگا' اجارہ صحیح رہے گا' ہاں اگر طرفین کے ورثہ میں سے کوئی شخص اس کو باقی رکھنا نہ چاہے تو فسخ ہو جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۴ ص ۳۶۶)

وعظ کیلئے باقاعدہ ملازمت کرنا

سوال: واعظوں کو باقاعدہ اجرت متعین کر کے وعظ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر با قاعدہ کام یا وقت کی تعیین ہو کہ تنخواہ ماہانہ یا سالانہ مقرر کرلی جائے تو شرعاً درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ص ۳۲۰)

بیع الاستجرار

لغوی اعتبار سے ''بیع الاستجرار'' ''استجر المال'' سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں تھوڑا تھوڑا مال لینا اور فقہاء متاخرین کی اصطلاح میں ''بیع الاستجرار'' یہ ہے کہ کوئی شخص دُکاندار سے اپنی ضرورت کی اشیاء وقتاً فوقتاً تھوڑی تھوڑی کر کے لیتا رہے اور ہر مرتبہ چیز لیتے وقت دونوں کے درمیان نہ تو ایجاب وقبول ہوتا ہے اور نہ ہی بھاؤ تاؤ ہوتا ہے۔

پھر ''بیع الاستجرار'' کی دو قسمیں ہیں:

(۱) پہلی قسم یہ ہے کہ سامان کی قیمت بعد میں دی جائے۔

(۲) دوسری قسم یہ ہے کہ سامان کی قیمت پہلے ہی دُکاندار کو دیدی جائے۔

جہاں تک پہلی قسم کا تعلق ہے اس کو علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ نے درمختار میں ان الفاظ سے ذکر کیا ہے:

مایستجرہ الانسان من البیّاع اذا حاسبہ علی اثمانھا بعد استھلاکھا

یعنی ''بیع الاستجرار'' یہ ہے کہ انسان دُکاندار سے تھوڑی تھوڑی چیز لیتا رہے اور ان اشیاء کو استعمال کرنے کے بعد آخر میں ان کی قیمت کا حساب کر کے ادا کردے جس کا حاصل یہ ہے کہ انسان دُکاندار کے ساتھ یہ سمجھوتہ کرلے کہ جب بھی اس کے گھر میں کسی چیز کی ضرورت ہوگی وہ اس کی دکان سے منگوالے گا۔ چنانچہ جب اس شخص کو اپنے گھر میں کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ اس کی دکان سے منگوالیتا ہے اور دُکاندار اس کی مطلوبہ اشیاء ایجاب وقبول کے بغیر اور کسی بھاؤ تاؤ اور قیمت کے ذکر کے بغیر اس کو دیدیتا ہے اور وہ شخص اس چیز کو اپنی ضرورت میں استعمال کرلیتا ہے اور پھر ایک ماہ کے اندر جتنی اشیاء وہ دکان سے لیتا ہے مہینے کے آخر میں اس کا حساب ہوجاتا ہے اور وہ شخص یکمشت تمام اشیاء کی قیمت ادا کردیتا ہے۔

فقہ کے مشہور قواعد کی رو سے بیع کی یہ صورت ناجائز ہونی چاہیے اس لیے کہ اگر ہم یہ کہیں کہ یہ بیع اس وقت منعقد ہوگئی جب وہ چیز مشتری نے دُکاندار سے وصولی کرلی تو اس صورت میں یہ خرابی لازم آتی ہے کہ ثمن مجہول کے ساتھ بیع منعقد ہوگی اس لیے کہ اس موقع پر دُکاندار اور مشتری کے درمیان نہ تو بھاؤ تاؤ ہوتا ہے اور نہ ہی ثمن کا کوئی ذکر ہوتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ بیع اس وقت منعقد ہوگی جب مہینے کے آخر میں حساب کا تصفیہ ہوگا جبکہ اس وقت وہ چیز استعمال کے بعد ختم ہوچکی

ہوگی تو اس صورت میں دو خرابیاں لازم آئیں گی۔ ایک خرابی تو یہ لازم آئے گی کہ اس چیز کی بیع منعقد ہونے سے پہلے ہی مشتری اس چیز کو استعمال کر کے ختم کر دے گا۔ دوسری خرابی یہ ہوگی کہ معدوم چیز کی بیع لازم آئے گی۔ انہیں خرابیوں کی وجہ سے بعض فقہاء نے ''بیع الاستجرار'' کو ناجائز قرار دیا ہے۔ چنانچہ عام فقہاء شافعیہ کا مذہب یہی ہے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فاما اذا اخذ منه شيئا ولم يعطه شيئاً ولم يتلفظا ببيع بل نويا اخذه بثمنه المعتاد' كما يفعله كثير من الناس' فهذا باطل بلا خلاف لانه ليس ببيع لفظي ولا معاطاة' ولا يعد بيعا فهو باطل' وليعلم هذا وليحترز منه' ولا تغتر بكثرة من يفعله' فان كثيرا من الناس ياخذ الحوائج من البيّاع مرة بعد مرة من غير مبايعة ولامعاطاة ثم بعد مدة يحاسبه يعطيه العوض وهذا باطل بلا خلاف لما ذكرناه" (المجموع شرح المهذب: ۹/۱۶۳)

''یعنی اگر کوئی شخص (دکاندار) سے کوئی چیز لے اور اس کی قیمت اس کو نہ دے اور دونوں (بائع اور مشتری) زبان سے بیع کا تذکرہ بھی نہ کریں بلکہ دونوں یہ نیت کر لیں کہ اس چیز کی عام بازاری قیمت پر اس کی بیع ہو رہی ہے' جیسا کہ اکثر لوگ اس طرح کا معاملہ کرتے ہیں تو بیع کی یہ صورت بلا اختلاف باطل ہے اس لیے کہ یہ نہ تو لفظی بیع ہے اور نہ بیع معاطاۃ میں داخل ہے اور جب کسی بیع کے اندر اس کا شمار نہیں ہے تو یہ بیع کی صورت باطل ہوگی۔ بیع کی اس قسم کا حکم جاننے کے بعد اس سے احتراز کرنا چاہیے اور لوگوں کے درمیان اس بیع کا کثرت سے پایا جانا تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے' اس لیے کہ بہت سے لوگ دکانداروں سے وقتاً فوقتاً بیع لفظی اور معاطاۃ کے بغیر اپنی ضرورت کی اشیاء لیتے رہتے ہیں' پھر کچھ مدت کے بعد آپس میں حساب کر لیتے ہیں اور دکاندار کو ان اشیاء کا معاوضہ دے دیتے ہیں' یہ صورت بلا اختلاف باطل ہے۔''

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ''بیع تعاطی اور استجرار'' کے بارے میں شوافع کا مسلک زیادہ مدون نہیں ہے لیکن فقہاء شوافع ہی کی ایک جماعت بیع کی ان دونوں قسموں کے جواز کی قائل ہے' ان میں سے ایک امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ چنانچہ علامہ رملی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اما الا استجرار من بيّاع فباطل اتفاقا اى حيث لم يقدر الثمن كل مرة على ان الغزالي سامح فيه ايضا بناء على جواز المعاطاة."
(نهاية المحتاج للرملي ۳/۳۶۴)

''کسی دُکاندار سے تھوڑا تھوڑا لینا یہ بالاتفاق باطل ہے اس لیے کہ اس میں ہر مرتبہ قیمت متعین نہیں کی جاتی' البتہ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے بیع معاطاۃ کے جواز کی بناء پر اس میں بھی تسامح سے کام لیتے ہوئے اس کو بھی جائز قرار دیا ہے۔''

علامہ شربینی خطیب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''واخذ الحاجات من البیّاع یقع علی ضربین احدھما ان یقول: اعطنی بکذالحما او خبزا مثلاً وھذا ھوالغالب فیدفع الیه مطلوبه فیقبضه ویرضی به ثم بعد مدة یحاسبه ویؤدی مااجتمع علیه' فھذا مجزوم بصحته عند من یجوز المعاطاة فیما اراہ. والثانی: ان یلتمس مطلوبه من غیر تعرض لثمن کاعطنی رطل خبزا ولحم مثلاً فھذا محتمل وھذا مارای الغزالی اباحته ومنعھا المصنف (یعنی النووی رحمة الله)'' (مغنی المحتاج ۲/۴)

''یعنی بیچنے والے سے ضرورت کی اشیاء لینا دو طرح سے ہوتا ہے۔ایک یہ کہ خریدنے والا مثلاً یہ کہے کہ مجھے اتنے کا گوشت یا روٹی دیدو' عام طور پر یہی صورت ہوتی ہے۔ چنانچہ بیچنے والا اس کو اس کی مطلوبہ اشیاء دے دیتا ہے اور خریدنے والا اس چیز پر قبضہ کر کے اس پر رضامندی کا اظہار کر دیتا ہے' پھر کچھ مدت کے بعد اس کا حساب ہو جاتا ہے اور خریدنے والا تمام واجب الاداء رقم ادا کر دیتا ہے۔ میرے خیال میں جو حضرات فقہاء بیع معاطاۃ کے جواز کے قائل ہیں' ان کے نزدیک یہ صورت یقینی طور پر درست ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ خریدنے والا قیمت کا ذکر کیے بغیر دُکاندار سے اپنی مطلوبہ اشیاء طلب کرتے ہوئے مثلاً یہ کہے کہ مجھے ایک رطل گوشت یا روٹی دیدو (چنانچہ بیچنے والا اس کو مطلوبہ اشیاء دے دیتا ہے) اس صورت کے جائز ہونے میں احتمال ہے۔ البتہ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ اس کے جواز کے قائل ہیں اور مصنف (یعنی علامہ نووی رحمتہ اللہ علیہ) اس کے عدم جواز کے قائل ہیں۔''

مالکیہ کی کتب میں ''بیع الاستجرار'' کی دوسری قسم کا ذکر ملتا ہے جس میں قیمت پہلے ادا کر دی جاتی ہے۔ چنانچہ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ مؤطا میں تحریر فرماتے ہیں:

''ولا باس ان یضع الرجل عندالرجل درھما ثم یاخذ منه بربع اوثلث اوبکسر معلوم سلعة معلومة فاذا لم یکن فی ذالک سعر معلوم وقال الرجل: آخذمنک بسعر کل یوم' فھذا لایحل لانه غرریقل مرة ویکثر مرة ولم یفترقا علی بیع معلوم'' (مؤطا الامام مالک: جامع بیع الطعام)

''اگر ایک شخص دکاندار کے پاس ایک درہم رکھوا دے اور پھر اس دکاندار سے اس درہم کے تہائی یا چوتھائی یا اس کے خاص حصے کے عوض کوئی چیزیں خرید لے تو یہ صورت جائز ہے لیکن اگر اس چیز کی قیمت معلوم نہ ہو اور خریدنے والا یہ کہے کہ میں تم سے جو چیز بھی خریدوں گا وہ اس دن کے بھاؤ کے حساب سے خریدوں گا' تو یہ صورت جائز نہیں اس لیے کہ اس میں دھوکہ پایا جارہا ہے کیونکہ قیمت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے اور متعاقدین کسی ایک قیمت پر اتفاق کر کے جدا نہیں ہوئے (بلکہ قیمت کے تعین کے بغیر دونوں میں جدائی واقع ہوگئی ہے)۔''

مندرجہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ مالکیہ کے نزدیک ''استجرار'' کے ناجائز ہونے کی وجہ قیمت کی جہالت ہے اس میں کوئی فرق نہیں کہ قیمت پہلے ادا کر دی گئی ہے یا بعد میں ادا کی جائے گی' اس حد تک مالکیہ اکثر شوافع کے ساتھ متفق ہیں۔

جہاں تک حنابلہ کا تعلق ہے تو ان کے نزدیک اس مسئلے میں مختلف روایتیں ہیں۔ چنانچہ ابن مفلح "النکت والفوائد السنیة" میں فرماتے ہیں:

"قال ابوداؤد في مسائله باب في الشراء ولايسمى الثمن سمعت احمد سئل عن الرجل يبعث الى البقال فياخذ منه الشئ بعد الشئ' ثم يحاسبه بعد ذالك قال: ارجو ان لايكون بذلك بأس' قال ابوداؤد: وقيل لأحمد: يكون البيع ساعتئذ؟ قال: لا قال الشيخ تقي الدين: وظاهر هذا انهما اتفقا على الثمن بعد قبض المبيع والتصرف فيه' وان البيع لم يكن وقت القبض' وانما كان وقت التحاسب وان معناه صحة البيع بالسعر." (موسوعة الفقه الاسلامي ۵/۳۰۵)

''امام ابوداؤدؒ ان مسائل کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ باب ان چیزوں کے بیان میں ہے جن کو خریدا جائے اور ان کی قیمت بیان نہ کی جائے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص دکاندار سے ضرورت کی اشیاء وقتاً فوقتاً لیتا رہتا ہے اور آخر میں حساب کر لیتا ہے' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ میرے خیال میں اس میں کوئی حرج نہیں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دوبارہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ کیا یہ بیع اسی وقت منعقد ہو جائے گی؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: نہیں۔

شیخ تقی الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں متعاقدین نے مبیع پر

قبضہ اوراس میں تصرف کے بعداس کی قیمت پراتفاق کرلیا تھااور یہ بیع مبیع پر قبضہ کے وقت منعقد نہیں ہوگی بلکہ حساب کتاب کے وقت منعقد ہوگی اور یہ بیع بازاری قیمت کے مطابق درست ہوجائے گی۔"

اس عبارت سے ظاہر ہوا کہ حنابلہ کے نزدیک "بیع الاستجرار" کے جائز ہونے کی روایت بازاری قیمت پر مبنی ہے۔ لہٰذا اس مسئلے میں ان کی دو روایتیں ہوگئیں۔

جہاں تک احناف کا تعلق ہے تو متاخرین حنفیہ نے "بیع الاستجرار" کے جواز کا فتویٰ دیا ہے اگرچہ دُکاندار سے سامان لیتے وقت قیمت کا کوئی تذکرہ نہ ہو۔ درمختار میں ہے:

"مایستجره الانسان من البیّاع اذا حاسبه علی اثمانها بعد استهلاکها جاز استحسانا" (درمختار مع ردالمحتار ۴/۵۱۶)

"انسان دکاندار سے تھوڑی تھوڑی چیزیں خریدتا رہتا ہے اور ان کو استعمال کرنے کے بعد آخر میں ان کی قیمت کا حساب کرتا ہے۔ یہ معاملہ استحساناً جائز ہے۔"

علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **"ومما تسامحوا فیه واخرجوه عن هذه القاعدة ما فی القنیة: الاشیاء التی تؤخذ من البیّاع علی وجه الخرج کما هو العادة من غیر بیع کالعدس والملح والزیت ونحوها ثم اشتراها بعد ماانعدمت صح اه فیجوز بیع المعدوم هنا" (البحر الرائق ۵/۲۵۹)**

"بیع کی وہ صورت جس میں علماء حنفیہ نے تسامح سے کام لیتے ہوئے اس کو اس قاعدہ سے مستثنیٰ کردیا ہے جو "قنیہ" میں مذکور ہے۔ وہ یہ ہے کہ گھریلو ضرورت کی وہ اشیاء جس کو عادۃً لوگ بغیر بیع وشراء کے ضرورت کے مطابق دکاندار سے لیتے ہیں جیسے دال، نمک، تیل وغیرہ اور پھر ان اشیاء کو استعمال کرنے کے بعد آخر میں ان کی بیع کرتے ہیں، یہ معاملہ صحیح ہے اور اس میں "معدوم" کی بیع جائز ہوگی۔"

اس سے ظاہر ہوا کہ حنفیہ کے نزدیک "بیع الاستجرار" استحساناً جائز ہے لیکن پھر وجہ استحسان کی کیفیت کے بارے میں علماء احناف کی عبارتیں مختلف ہیں۔ چنانچہ مختلف کتابوں میں فقہاء کی عبارات کے مطالعہ کے بعد میرے نزدیک جو خلاصہ نکلا ہے وہ مندرجہ ذیل ہے:

وہ "بیع الاستجرار" جس میں قیمت پہلے ادا کردی جائے وہ دو حال سے خالی نہیں، یا تو یہ صورت ہوگی کہ جب بھی مشتری دکاندار سے کوئی چیز لے تو وہ دکاندار اس چیز کی قیمت بیان کردے یا اس چیز کی قیمت کسی بھی طریقے سے فریقین کے علم میں ہو جو حضرات فقہاء بیع تعاطی کے جواز کے قائل ہیں ان کے نزدیک "استجرار" کی اس صورت کے جائز ہونے میں کوئی

اختلاف نہیں۔ لہٰذا اس صورت میں ہر چیز کی بیع ''تعاطی'' کے طور پر اسی وقت بیع منعقد ہو جائے گی۔ جب مشتری اس چیز کو اپنے قبضے میں لے لے گا' البتہ تمام بیوع کا حساب آخر (مہینے) میں اکٹھا ہو جائے گا۔ اس صورت میں نہ تو ثمن مجہول کے ساتھ بیع ہونے کی خرابی لازم آئے گی اور نہ بیع معدوم کی خرابی لازم آئے گی۔ بیع استجرار کی یہ صورت حنفیہ' مالکیہ' حنابلہ اور فقہاء شوافع میں امام غزالی اور ابن سریج رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک جائز ہے۔ البتہ شوافع کے مشہور مسلک کے مطابق بیع استجرار کا جواز ایجاب و قبول کے تلفظ پر موقوف ہے' جیسا کہ ہم نے ماقبل میں ذکر کیا ہے کہ ''تعاطی'' میں جمہور کا مسلک راجح ہے۔

یا تو یہ صورت ہوگی کہ دکاندار ہر مرتبہ چیز کی قیمت بیان نہ کرے البتہ ابتدائی گفت وشنید ہی کے وقت فریقین کے درمیان یہ سمجھوتہ ہو جائے کہ مشتری جس روز جو چیز دکاندار سے لے گا وہ اس چیز کی اس روز کی بازاری قیمت کے حساب سے لے گا۔ اس صورت میں بیع الاستجرار کی یہ صورت قبضہ کرنے کے دن کی بازاری قیمت پر موقوف رہے گی اور چاروں آئمہ کے نزدیک یہ اصول معروف ہے کہ کسی چیز کی بیع اس کی بازاری قیمت پر یا قیمت مثل پر یا لکھی ہوئی قیمت پر اس وقت تک جائز نہیں ہوتی جب تک مجلس کے اندر ہی فریقین کو متعین طور پر اس چیز کی قیمت معلوم نہ ہو جائے۔ (ردالمحتار ۵۲۹/۴) لیکن مسلک شافعیہ اور حنابلہ کے مسلک کی ایک روایت یہ ہے کہ بازاری قیمت پر بیع درست ہو جائے گی جہاں تک شوافع کے مسلک میں اس روایت کا تعلق ہے تو امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے روایت منسوب ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے:

"وحکی الرافعی وجها ثالثا انه یصح مطلقا للتمکن من معرفته کمالو قال: بعت هذه الصبرة کل صاع بدرهم یصح البیع وان کانت جملة الثمن فی الحال مجهولة وهذا ضعیف شاذ"

''امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تیسری صورت یہ بیان کی ہے کہ بیع کی یہ صورت مطلقاً درست ہے اس لیے کہ قیمت معلوم کرنا ممکن ہے مثلاً کوئی شخص کہے کہ میں تمہیں گندم کا یہ ڈھیر ہر صاع ایک درہم کے حساب سے فروخت کرتا ہوں تو یہ بیع درست ہے۔ اگرچہ فی الحال اس ڈھیر کی کل قیمت مجہول ہے' البتہ یہ قول ضعیف اور شاذ ہے۔'' (المجموع شرح المہذب ۳٦٦/۹)

جہاں تک حنابلہ کے مسلک میں اس روایت کا تعلق ہے تو یہ روایت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی

بھی ایک روایت ہے جس کو علامہ شیخ تقی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے۔ (الانصاف للمرداوی ۳۱۰/۴) اور ماقبل میں ہم علامہ تقی الدین رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت نقل کر چکے ہیں۔ اسی طرح علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ بھی اس بیع کے جواز کے قائل ہیں اور فرماتے ہیں کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا جواز منصوص ہے اور ان کے شیخ علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کے جواز کے قول کو اختیار کیا ہے۔ (اعلام الموقعین ۳/۴)

بہر حال اس موضوع پر فقہاء کی عبارات اور ان کے دلائل دیکھنے کے بعد جو حقیقت میرے سامنے واضح ہوئی وہ یہ ہے کہ اشیاء کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم کی اشیاء وہ ہیں جن کی اکائیوں کے بدلنے سے ان کی قیمت میں تبدیلی آ جاتی ہے اور کسی منضبط اور معلوم پیمانے کے ذریعے اس کی قیمت متعین کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ مثلاً کوئی تاجر اس چیز کو دس روپے میں فروخت کرتا ہے جبکہ دوسرا تاجر اسی چیز کو اسی وقت دس روپے سے کم یا زیادہ میں فروخت کرتا ہے۔ لہٰذا جن فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ ''بازاری بھاؤ'' پر کسی چیز کو فروخت کرنا حرام ہے' ان کا مقصد یہ ہے کہ پہلی قسم کی اشیاء میں اس طرح فروخت کرنا حرام ہے اس لیے کہ ''بازاری بھاؤ'' (جبکہ عاقدین کو ان اشیاء کی بازاری قیمت معلوم نہ ہو) کی اصطلاح ان اشیاء کے حق میں غیر مستقر اور ناپائیدار ہے' لہٰذا بازاری بھاؤ پر عقد کرنے کی صورت میں ثمن مجہول رہے گا اور یہ جہالت مفضی الی النزاع ہوگی۔

دوسری قسم کی اشیاء وہ ہیں جن کی نہ تو اکائیوں میں تفاوت اور فرق ہوتا ہے اور نہ ہی قیمتوں میں فرق ہوتا ہے اور ان اشیاء کی قیمتوں کو کسی معلوم پیمانے کے ذریعے اس طرح متعین کیا جا سکتا ہے کہ ہر شخص اس کی قیمت آسانی سے معلوم کر سکتا ہے اور اس کی قیمت کو اس پیمانے پر منطبق کرنے میں کسی غلطی یا جھگڑے کا بھی احتمال نہیں رہتا۔ لہٰذا جو حضرات فقہاء ''بازاری بھاؤ'' پر فروخت کرنے کے جواز کے قائل ہیں' ان کے نزدیک یہی دوسری قسم کی اشیاء مراد ہیں اس لیے کہ ان اشیاء کی بیع کے وقت قیمت کے سلسلے میں کسی مضبوط پیمانے کا بیان کر دینا ہی قیمت بیان کر دینے کے قائم مقام ہو جائے گا اور اس میں ایسی جہالت باقی نہیں رہے گی جو مفضی الی النزاع ہو۔ چنانچہ امام محقق علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ومما لایجوز البیع به: البیع بقیمة' اوبما حل به اوبما ترید اوتحبّ اوبراس ماله اوبما اشتراه اوبمثل مااشتری فلان لایجوز

...... وکذالا یجوز بمثل مایبیع الناس الا ان یکون شیئا لایتفاوت کالخبز واللحم" (فتح القدیر مع الکفایۃ ۵/۴۶۷)

"وہ صورتیں جن میں بیع جائز نہیں وہ یہ ہیں کہ بائع یہ کہے کہ میں اس کو اس کی قیمت پر فروخت کرتا ہوں یا میں اس قیمت پر فروخت کرتا ہوں جس قیمت پر مجھے پڑی ہے یا اس قیمت پر فروخت کرتا ہوں جس پر تم خریدنا چاہتے ہو یا جس قیمت کو تم پسند کرو یا اس کے رأس المال پر فروخت کرتا ہوں یا جس قیمت پر اس نے خریدا یا فلاں کی قیمت خرید کی مثل پر فروخت کرتا ہوں' یہ صورتیں جائز نہیں۔

اسی طرح یہ صورت بھی جائز نہیں کہ بائع یہ کہے کہ میں اس قیمت مثل پر فروخت کرتا ہوں جس پر لوگ خرید وفروخت کرتے ہیں' الا یہ کہ وہ چیز ایسی ہو جس کی اکائیوں میں فرق نہیں ہوتا جیسے روٹی اور گوشت۔"

علامہ ابن عابدینؒ نے بھی اسی قسم کی عبارت صاحب "النہرالفائق" سے نقل کرتے ہوئے ذکر کی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

"وخرج ایضا مالو کان الثمن مجھولا کالبیع بقیمتہ اوبرأس مالہ اوبما اشتراہ اوبمثل مااشتراہ فلان......ومنہ ایضا مالو باعہ بمثل مایبیع الناس الا ان یکون شیئا لایتفاوت" (درمختار ۴/۵۲۹)

"اور اس حکم سے وہ بیع بھی خارج ہوگئی جس میں ثمن مجہول ہو' مثلاً اس چیز کی قیمت پر بیع کرنا یا اس کے رأس المال پر بیع کرنا یا اس قیمت پر بیع کرنا جس پر بائع نے اس کو خریدا تھا' یا فلاں شخص نے جس قیمت پر خریدا تھا اسی قیمت پر بیع کرنا......اور یہ صورت بھی ناجائز ہے کہ بائع یہ کہے کہ جس قیمت پر لوگ بازاروں میں اس کو فروخت کررہے ہیں اس پر فروخت کرتا ہوں' البتہ اس آخری صورت میں بیع اس وقت جائز ہے جبکہ وہ چیز ایسی ہو کہ اس کی مختلف اکائیوں میں تفاوت نہ پایا جاتا ہو۔"

میرے خیال میں یہ رائے اعتدال سے زیادہ قریب اور متفقہ اصولوں کے زیادہ موافق بھی ہے اس لیے کہ ایسی جہالت ثمن جو مفضی الی النزاع ہو' بیع کے جواز میں مانع ہوتی ہے لیکن جب ایک مضبوط پیمانے کی تعیین کے بعد نزاع کا احتمال ہی ختم ہو گیا اور مانع مرتفع ہو گیا تو اب بیع جائز ہوگی۔

موجودہ دور میں بہت سی اشیاء ایسی ہیں کہ ان کی قیمت مثل کو ایک متعین پیمانے کے ساتھ اس طرح ایڈجسٹ کیا جاسکتا ہے کہ اس کے بعد اس کو تطبیق دینے میں کسی نزاع کا احتمال باقی نہیں رہتا' لہٰذا اس قسم کی اشیاء میں معاملہ درست ہو جائے گا اور بازاری بھاؤ کی بنیاد پر ان اشیاء میں "بیع الاستجرار" بھی جائز ہوگی۔

مثلاً آج کل اخبارات بیچنے والوں کے ساتھ لوگ معاملہ کرتے ہیں کہ اخبار بیچنے والا روزانہ صبح ایک اخبار خریدنے والے کے گھر میں اس خیال سے ڈال جاتا ہے کہ مہینے کے آخر میں اخبار کی خوردہ قیمت (ریٹیل پرائز) کی بنیاد پر حساب ہوجائے گا۔ اب بعض اوقات مشتری کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ اس اخبار کی خوردہ قیمت کیا ہے؟ لیکن اخبار کے ریٹیل پرائز اس طرح فکس ہے کہ لوگوں کے بدلنے سے اس کی قیمت میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ ہاں بعض اوقات یہ تو ہوتا ہے کہ مہینے کے بیچ میں اس کی قیمت بدل جاتی ہے لیکن یہ تبدیلی تمام خریداروں کے حق میں ہوتی ہے کسی خاص خریدار کے حق میں نہیں ہوتی۔ لہٰذا اخبار کی قیمت کی تعیین میں کسی بھی قسم کے نزاع کی کوئی صورت موجود نہیں۔ لہٰذا جس وقت اخبار بیچنے والا خریدار کے گھر میں اس کے حکم یا اس کی اجازت سے اخبار ڈالے گا اسی وقت بازاری قیمت پر بیع منعقد ہوجائے گی اور مہینے کے آخر میں حساب کا تصفیہ ہوجائے گا۔ بہرحال یہ استجرار کی دوسری قسم کی مثال تھی جس میں قیمت بعد میں ادا کی جاتی ہے۔

اس تفصیل سے ظاہر ہوگیا کہ بیع الاستجرار کی دوسری قسم میں بیع ہر مرتبہ اس وقت منعقد ہوجاتی ہے جس وقت مشتری مبیع پر قبضہ کرلیتا ہے۔ بشرطیکہ اس چیز کی قیمت کسی معلوم پیمانے کے ساتھ اس طرح منسلک ہو کہ ثمن کی تعیین کے سلسلے میں آپس میں کسی بھی قسم کے نزاع کا اندیشہ باقی نہ رہے لیکن اگر اس مبیع کی قیمت اس طرح کسی معیار کے ساتھ منسلک نہیں ہے تو اس صورت میں قبضہ کے وقت بیع منعقد نہیں ہوگی۔ اس صورت کا شرعی حکم تیسری قسم کے بیان میں انشاء اللہ آگے آجائے گا۔

بیع الاستجرار کی تیسری قسم جس میں قیمت بعد میں ادا کی جاتی ہے

بیع الاستجرار کی تیسری قسم یہ ہے کہ چیز لیتے وقت اس کی قیمت معلوم نہ ہو اور نہ ہی معاملہ کرتے وقت عاقدین کے ذہن میں کوئی ایسا معیار ہو جس کی بنیاد پر ثمن کی تحدید اس طرح ہوجائے کہ اس کے بعد نزاع کا اندیشہ نہ رہے بلکہ عاقدین لاپروائی کے ساتھ معاملہ کریں اور ثمن سے بالکل تعرض ہی نہ کریں۔ اس صورت میں چونکہ سامان پر قبضہ کرتے وقت ثمن بالکل مجہول ہے اور یہ ایسی جہالت فاحشہ ہے جو مفضی الی النزاع ہوسکتی ہے اس لیے سامان لینے کے وقت تک بیع منعقد نہیں ہوگی اور مہینے کے آخر میں حساب کے تصفیے تک یہ بیع فاسد رہے گی' البتہ متاخرین حنفیہ فرماتے ہیں کہ جب مہینے کے آخر میں تصفیہ کے وقت ثمن پر دونوں اتفاق کرلیں گے تو اس وقت یہ بیع درست ہوجائے گی۔

پھر بعض فقہاء نے فرمایا کہ تصفیہ کے وقت ہی یہ معاملہ بیع کی صورت اختیار کرلے گا جس کا مطلب یہ ہے کہ جب ان اشیاء کی صحیح قیمت تصفیہ کے وقت عاقدین کے سامنے آگئی اس وقت بیع

منعقد ہوگئی۔ البتہ اس پر اشکال ہوتا ہے کہ مشتری دکاندار سے جو اشیاء مہینے بھر تک لیتا رہا ہے ان میں سے اکثر اشیاء کو استعمال کر کے وہ ختم کر چکا ہے اور اب تصفیہ کے وقت ان اشیاء کا وجود ہی باقی نہیں رہا تو اب ان اشیاء کی بیع کیسے درست ہوگی جو معدوم ہو چکی ہیں۔

بعض فقہاء نے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ اگر چہ یہ معدوم کی بیع ہے لیکن عرف یا تعامل یا عموم بلویٰ کی بنیاد پر استحساناً اس قسم کی بیع جائز ہے۔ یہ علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف ہے اور بحرالرائق اور ''الاشباہ والنظائر'' میں موجود ہے جیسے کہ ہم ماقبل میں ذکر کر چکے ہیں۔

البتہ اس پر ایک اشکال اور ہوتا ہے وہ یہ کہ اس صورت میں مشتری کا ایسی اشیاء میں تصرف کرنا لازم آئے گا جو اس کی ملک میں داخل نہیں ہوئیں اور نہ ان کی بیع ہوئی ہے اور غیر ملک میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔ اس اشکال کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ چونکہ یہ تصرف مالک کی اجازت سے ہوا ہے اور مالک کی اجازت سے اس کی ملک میں تصرف کرنا جائز ہے اس لیے یہ صورت جائز ہے۔

دوسرے فقہاء کرام نے اس معاملے کو بیع کی بنیاد پر نہیں بلکہ ''ضمان المتلفات'' یعنی ہلاک شدہ اشیاء کے ضمان کی بنیاد پر درست کہا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ چیز لیتے وقت ثمن مجہول تھا اور تصفیہ کے وقت مبیع معدوم ہو چکی تھی اس لیے اس معاملے کو بیع کہنا تو کسی حال میں درست نہیں اس لیے یہ کہہ سکتے ہیں کہ چیز لینے والے نے لیتے وقت وہ چیز بطور قرض لی پھر اس چیز کو استعمال کر کے ہلاک کر دیا جس کے نتیجے میں اس پر ضمان آیا اور پھر تصفیہ کے وقت دونوں کے اتفاق سے جو ضمان طے ہوا وہ ضمان اس نے ادا کر دیا۔

البتہ اس پر ایک اشکال یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک صرف ''مثلیات'' میں قرض کا معاملہ کرنا درست ہے ''قیمیات'' میں قرض کا معاملہ کرنا درست نہیں جبکہ استجرار بعض اوقات ذوات القیم میں بھی جاری ہوتا ہے۔ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ قیمیات میں اقتراض کے عدم جواز سے استجرار استحساناً مستثنیٰ ہے جیسا کہ روٹی اور گوندھے ہوئے آٹے میں استحساناً اقتراض کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ باوجودیکہ یہ دونوں ذوات القیم میں سے ہیں ''مثلیات'' میں سے نہیں ہیں۔ استجرار کی زیر بحث صورت کو جائز قرار دینے کے مندرجہ بالا مختلف طریقے علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے ردالمحتار میں ذکر فرمائے ہیں:

احقر کے نزدیک (واللہ اعلم بالصواب) اس معاملہ کو درست قرار دینے کی پہلی صورت زیادہ راجح ہے۔ وہ یہ ہے کہ تصفیہ کے وقت جب فریقین ان اشیاء کی قیمت پر اتفاق کر لیں گے اس وقت یہ عقد بیع کا معاملہ بن کر درست ہو جائے گا۔ البتہ جہاں تک اس صورت پر اس اشکال کا تعلق

ہے کہ اس میں ''بیع المعدوم'' لازم آئے گی جو کہ ناجائز ہے؟ تو اس اشکال کا صحیح جواب یہ ہے کہ دراصل اس صورت میں معدوم کی بیع نہیں ہے بلکہ اس چیز کی بیع ہو رہی ہے جس سے مشتری پوری طرح انتفاع حاصل کر چکا ہے اور اسی انتفاع کے نتیجے میں وہ چیز ہلاک ہو چکی ہے اور ''بیع المعدوم'' کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ''غرر'' پایا جاتا ہے اور بعض اوقات مبیع کے معدوم ہونے کی وجہ سے بائع اس مبیع کو مشتری کے سپرد کرنے پر قادر ہی نہیں ہوتا جبکہ زیر بحث صورت میں ''غرر'' موجود نہیں اس لیے کہ بائع مشتری کو مبیع پہلے ہی سپرد کر چکا ہے اور مبیع مشتری کے پاس موجود تھی اور اس سے اس نے انتفاع کیا' حتیٰ کہ وہ مبیع اس انتفاع کے نتیجے میں ختم ہوگئی۔ لہٰذا تصفیہ کے وقت اس مبیع کو موجود فرض کر لیں گے۔ اس طرح یہ بیع درست ہو جائے گی۔

اور جہاں تک دوسرے اشکال کا تعلق ہے کہ اس صورت میں مشتری کا ان اشیاء کو استعمال کرنا اور ان میں تصرف کرنا' بیع سے پہلے ملک غیر میں تصرف کرنا ہے جو جائز نہیں۔ تو اس اشکال کا صحیح جواب یہ ہے کہ تصفیہ کے وقت جب بیع درست ہوگئی تو اس درستگی کو تقدیراً اس وقت کی طرف منسوب کر دیا جائے گا جس وقت مشتری نے وہ چیز حاصل کی تھی اور یوں سمجھا جائے گا کہ گویا مشتری نے اس چیز میں تصرف کیا جس چیز کا بیع کے ذریعے وہ مالک بن چکا تھا۔ یہ صورت بالکل ویسی ہے جیسی مغصوبہ اشیاء کے ضمان میں ہوتی ہے۔ یعنی مغصوبہ اشیاء میں غاصب کا تصرف درست نہیں ہوتا لیکن جب غاصب مغصوبہ چیز کا ضمان ادا کر دیتا ہے تو وہ اس چیز کا مالک بن جاتا ہے اور اس ملک کو غصب کے وقت کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے کہ گویا غاصب نے جس وقت وہ چیز غصب کی تھی اسی وقت وہ اس کا مالک بن گیا تھا۔ لہٰذا راجح قول کے مطابق غاصب کے تمام تصرفات جو اس نے شئی مغصوب میں کیے تھے ضمان ادا کرنے کے بعد خود بخود درست ہو جائیں گے اور جس صورت میں مغصوب منہ غاصب کے لیے شئی مغصوب میں تصرف (اجازت کے ذریعے) حلال کر دے اس صورت میں تو کوئی اختلاف ہی نہیں کہ اس غاصب کے تمام تصرفات ضمان ادا کرنے کے بعد بالکل جائز اور درست ہو جائیں گے۔

(علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صاحب درمختار کی عبارت سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ شئی مغصوب میں اداء ضمان سے پہلے ملک غاصب کے لیے ثابت ہے۔ البتہ اس سے انتفاع کرنے کی حلت اداء ضمان پر موقوف ہے۔ یہی مسئلہ عام متون میں بھی اسی طرح درج ہے۔ لہٰذا نوازل میں جو یہ لکھا ہے کہ ملکیت میں آنے کے بعد بھی اس سے انتفاع حلال نہیں ہے اس لیے کہ اس صورت میں ملک خبیث سے استفادہ کرنا لازم آ جائے گا۔ جیسا کہ بیع فاسد میں قبضہ کے بعد ملک خبیث ہونے کی

وجہ سے استفادہ درست نہیں ہوتا جب تک کہ مالک خود اس سے انتفاع کرنے کو مشتری کے لیے حلال نہ کردے۔ نوازل کی یہ بات عام متون کے خلاف ہے۔ بعض متاخرین فقہاء فرماتے ہیں کہ اداء ضمان کے بعد غصب سبب ملکیت بن جاتا ہے جیسے مبسوط میں ہے۔ (ردالمحتار ۶/۱۹۱) اس عبارت کے تحت علامہ رافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ صورت مسئلہ ایسا ہی ہے جیسے بیع بشرط الخیار للمشتری ہو۔ اس صورت میں سقوط خیار کے وقت مشتری اس مبیع کا شراء کے ذریعے مالک ہو جائے گا۔ دیکھئے: التحریر المختار للرافعی ۶/۲۸۷)

لہٰذا جب غصب کے اندر غاصب ضمان ادا کرنے کے بعد شئی مغصوب کا اس وقت سے مالک بن جاتا ہے جب اس نے وہ شئی غصب کی تھی تو ''بیع الاستجرار'' میں سامان لینے والا بطریق اولیٰ مالک بن جائے گا۔ اس لیے کہ یہاں تو مالک کی اجازت سے اس سامان پر قبضہ کر رہا ہے اور اس کے اندر تصرف کر رہا ہے اور ''بیع الاستجرار'' کے اندر سامان لینے والا گناہ گار بھی نہیں ہوگا جبکہ غاصب غصب کی وجہ سے گناہ گار بھی ہوگا۔

بہرحال ''بیع الاستجرار'' ''ضمان للمتلفات'' کی طرح نہیں ہے جیسا کہ تخریج ثانی کرنے والے فقہاء کا خیال ہے۔ البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ اس حیثیت سے ''ضمان للمتلفات'' کی نظیر ہے کہ اس میں بھی بعد میں ہونے والی بیع کو قبضہ کرنے کے وقت کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ وہ ملکیت جو اداء ضمان کے بعد حاصل ہوتی ہے اس کو وقت غصب کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔

خلاصہ: ثمن مؤخر کے ساتھ جو بیع الاستجرار کی جاتی ہے اس کے حکم کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

(۱) اگر بائع مشتری کو اشیاء کی قیمت اسی وقت بتادے جب مشتری ان اشیاء پر قبضہ کرے تو اس صورت میں ہر قبضہ کے وقت بیع درست ہو جائے گی۔ اس کے صحیح ہونے پر ان تمام فقہاء کا اجماع ہے جو بیع بالتعاطی کے جواز کے قائل ہیں اور حساب کا تصفیہ اس وقت ہوگا جب مشتری تمام مبیع کے مجموعہ پر قبضہ کرلے گا۔

(۲) اگر بائع مشتری کو ہر مرتبہ قبضہ کے وقت مبیع کی قیمت نہ بتائے لیکن متعاقدین کو یہ بات معلوم ہو کہ یہ بیع بازاری قیمت پر ہو رہی ہے اور بازاری قیمت اس طرح متعین اور معلوم ہو کہ اس میں ردوبدل اور اختلاف کا اندیشہ نہ ہو تو اس صورت میں بھی ہر مرتبہ مبیع پر قبضہ کرتے وقت بیع صحیح ہو جائے گی۔

(۳) اگر قبضہ کرتے وقت مبیع کی قیمت معلوم نہیں تھی یا عاقدین نے اس بات پر اتفاق کرلیا تھا کہ جو بازاری قیمت ہوگی اس پر بیع منعقد ہوگی لیکن بازار میں اس چیز کی قیمت میں اتنا فرق پایا جا رہا ہے کہ اس کی قیمت کی تعیین میں اختلاف واقع ہو رہا ہے تو اس صورت میں قبضہ کے وقت بیع صحیح نہیں

ہوگی بلکہ حساب کے تصفیہ کے وقت بیع صحیح ہوجائے گی اور اس کی صحت کو قبضہ کے وقت کی طرف منسوب کیا جائے گا۔ لہٰذا اس مبیع میں مشتری کی ملکیت قبضہ کے وقت سے ثابت ہوجائے گی اور ثمن کی ادائیگی کے بعد قبضہ کے وقت سے ہی مشتری کے تمام تصرفات مبیع کے اندر حلال ہوجائیں گے۔

ثمن مقدم کے ساتھ ''بیع الاستجرار'' کرنا

بیع الاستجرار کی دوسری قسم یہ ہے کہ مشتری بائع کو مبیع کی قیمت پہلے ہی ادا کر دیتا ہے اور پھر بائع سے مبیع تھوڑی تھوڑی کر کے وصول کرتا ہے، پھر مہینے کے آخر تک یا سال کے آخر تک جب مشتری پوری مبیع پر قبضہ کر لیتا ہے تو اس وقت حساب کا تصفیہ کیا جاتا ہے۔

بیع الاستجرار کی اس صورت میں دو پہلوؤں سے غور کرنا ضروری ہے۔ اول یہ کہ اس صورت میں ثمن معلوم ہوگا یا مجہول ہوگا؟ دوسرے یہ کہ جو قیمت پہلے مشتری نے ادا کر دی ہے اس کی کیا حیثیت ہوگی؟

جہاں تک ثمن کے معلوم اور مجہول ہونے کا تعلق ہے تو یہاں بھی ثمن کے بارے میں وہی تین صورتیں پائی جائیں گی جو ''ثمن مؤخر'' کے ساتھ بیع الاستجرار کرنے میں پائی جارہی تھیں اور ان کا حکم بھی وہی ہوگا جو حکم وہاں تھا۔ لہٰذا اس بارے میں دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

جہاں تک دوسرے مسئلے کا تعلق ہے کہ اس ثمن کی کیا حیثیت ہوگی؟ کیا اس کو ثمن مقدم کہا جائے گا؟ یا اس ثمن کو بائع کے ہاتھ میں امانت سمجھا جائے گا؟ یا اس کو قرض کہا جائے گا؟

اگر اس کو ثمن مقدم کہا جائے تو اس کے لیے دو شرطیں ضروری ہیں:

پہلی شرط یہ ہے کہ قیمت کی ادائیگی کے وقت مبیع کی جنس اور اس کا وصف اور اس کی مقدار یہ سب معلوم ہونا ضروری ہے اس لیے کہ قیمت اور ثمن تو بیع پر موقوف ہے اور بیع کی شرائط میں سے یہ ہے کہ مبیع کی ذات اور اس کا وصف اور اس کی مقدار معلوم ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ وہ مبیع ان اشیاء میں سے ہو جن میں بیع سلم یا استصناع ہوسکتی ہو اور عقد کے اندر ان تمام شرائط کا لحاظ کیا گیا ہو جو بیع سلم اور استصناع کے جواز کے لیے ضروری ہیں۔ اس اختلاف کے مطابق جو شرائط کے بارے میں فقہاء کے درمیان ہے اس لیے کہ ثمن مقدم کے ساتھ فروختگی صرف بیع سلم اور استصناع ہی میں ہوسکتی ہے۔ لہٰذا یہاں بھی انہی شرائط کا لحاظ رکھنا ضروری ہے جو بیع سلم میں ضروری ہے۔

مشاہدہ یہ ہے کہ ''بیع الاستجرار'' میں مندرجہ بالا دونوں شرطیں نہیں پائی جاتیں اس لیے کہ جس وقت مشتری بائع کو رقم دیتا ہے اس وقت بعض اوقات دینے والے کو یہ پتہ بھی نہیں ہوتا کہ وہ

وقتاً فوقتاً کیا چیز اس رقم سے خریدے گا اور اگر اس کو یہ پتہ بھی ہو کہ میں فلاں چیز خریدوں گا' تب بھی اس کے لیے اس چیز کا وصف اس کی مقدار اور اس کا وقت بتانا ممکن نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس کے اندر بیع سلم کی شرائط نہیں پائی گئیں اور بعض اوقات وہ چیز ایسی نہیں ہوتی جس کو بنوانے کی ضرورت ہو' اس لیے اس میں ''استصناع'' بھی متحقق نہیں ہوسکتا۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ جو رقم مشتری نے بائع کو دی ہے وہ رقم بائع کے پاس امانت ہے۔ لہٰذا مشتری جب بھی بائع سے کوئی چیز لے گا تو اس امانت کی رقم کا اتنا حصہ جو اس چیز کی قیمت کے برابر ہوگا ثمن بن جائے گا' باقی رقم بائع کے پاس اسی طرح بطور امانت کے رہے گی جس طرح مشتری نے رکھوائی تھی اور بائع کے لیے اس رقم کو اپنی ضروریات میں خرچ کرنا جائز نہیں ہوگا اس لیے کہ امانت میں تصرف کرنا جائز نہیں۔ یہ صورت مشکل بلکہ عملی اعتبار سے متعذر بھی ہے اور بیع الاستجرار کا جو طریقہ متعارف ہے اس کے بھی خلاف ہے اس لیے کہ ''بیع الاستجرار'' کرنے والے دکاندار اس رقم کو علیحدہ محفوظ کر کے نہیں رکھتے بلکہ صرف یہ کرتے ہیں کہ رقم پیشگی دینے والے کے حساب میں درج کر لیتے ہیں پھر اس رقم میں جس طرح چاہتے ہیں تصرف کرتے ہیں۔ اور اگر ہم یہ کہیں کہ جو رقم مشتری نے بائع کو دی ہے وہ قرض ہے اس لیے بائع کو اس میں تصرف کرنا اور اس کو استعمال کرنا جائز ہے لیکن اس صورت میں یہ اشکال ہوگا کہ یہ ایسا قرض ہوگا جس میں آئندہ ہونے والی بیع مشروط ہوگی۔ اس لیے کہ مشتری نے بائع کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہوئے قرض نہیں دیا بلکہ اس غرض سے قرض دیا ہے تاکہ آئندہ اس کے ذریعے بیع کرے گا' لہٰذا قرض کے معاملے کے اندر بیع مشروط ہو جائے گی اور یہ ایسی شرط ہے جو عقد قرض کے مقتضیٰ کے خلاف ہے اس لیے یہ صورت بھی فاسد ہونی چاہیے۔

میرے خیال میں جن حضرات فقہاء نے ''استجرار'' کے مسئلے پر بحث کی ہے ان میں سے کسی نے بھی اس اشکال سے تعرض نہیں کیا۔ میری رائے میں وہ رقم جو بائع کو مشتری نے پہلے سے دیدی ہے اس کو یہ کہا جائے کہ یہ رقم ''علی الحساب'' ہے اور جو رقم ''علی الحساب'' دی جاتی ہے وہ اگرچہ فقہی اصطلاح میں قرض ہی ہوتی ہے۔ چنانچہ جس شخص کو وہ رقم دی جاتی ہے وہ اس کو اپنی ضروریات میں خرچ کرسکتا ہے اور وہ رقم مضمون بھی ہوتی ہے لیکن یہ ''علی الحساب'' دی جانے والی رقم ایسا قرض ہوتا ہے جس میں ''بیع لاحق'' کی شرط لگانا بھی درست ہے اس لیے کہ یہ متعارف شرط ہے اور جو رقم ''علی الحساب'' دی جاتی ہے اس کا مقصد بھی قرض دینا نہیں ہوتا بلکہ آئندہ ہونے والی بیع کے وقت عائد ہونے والے ثمن سے مشتری کے ذمے کو فارغ کرنا مقصود ہوتا ہے تاکہ

مشتری کو اپنی ضرورت کا سامان خریدنا آسان ہو جائے اور ہر مرتبہ خریداری کے وقت اس کو رقم ادا کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔ لہٰذا یہ ایک ایسا قرض ہو گیا جس کے اندر بیع کی شرط متعارف ہے اور ایسی شرط جو متعارف ہو جائے وہ حنفیہ کے نزدیک جائز ہوتی ہے۔ اگرچہ وہ شرط مقتضاء عقد کے خلاف ہو جیسے اس شرط کے ساتھ جوتا خریدنا جائز ہے کہ بائع ان کو برابر کر کے دے گا۔

اور جن فقہاء کرام نے ''بیع الاستجرار'' کو جائز کہا ہے انہوں نے اس میں کوئی تفریق نہیں کی کہ آیا ثمن مقدم کے ساتھ بیع ہوئی ہے یا ثمن مؤخر کے ساتھ بیع ہوئی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''قال فی الولوالجیة: دفع دراهم الی خباز فقال: اشتریت منک مائة منّ من خبز' وجعل یاخذ کل یوم خمسة امناء فالبیع فاسد وما اکل فهو مکروه لانه اشتری خبزا غیر مشار الیه فکان المبیع مجهولا ولو اعطاه دراهم وجعل یاخذ منه کل یوم خمسة امناء ولم یقل فی الابتداء اشتریت منک یجوز وهذا حلال وان کانت نیته وقت الدفع الشراء لانه بمجرد النیة لا ینعقد البیع وانما ینعقد البیع الآن بالتعاطی والآن المبیع معلوم فینعقد البیع صحیحا اه قلت: ووجهه ان ثمن الخبز معلوم فاذا انعقد بیعا بالتعاطی وقت الاخذ مع دفع الثمن قبله کذا اذا تاخر دفع الثمن بالأولٰی'' (ردالمحتار ۴)

''ولوالجیۃ میں فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے نان بائی کو دراہم دیئے اور اس سے کہا کہ میں تم سے سو کلو روٹیاں خریدتا ہوں اور پھر اس نان بائی سے یومیہ پانچ کلو روٹیاں لینا شروع کر دیں تو یہ بیع فاسد ہو گئی اور ان روٹیوں کو کھانا مکروہ ہے اس لیے کہ اس نے غیر مشار الیہ روٹیاں خریدیں' لہٰذا مبیع مجہول ہو گئی۔ اور اگر بائع نے مشتری کو کچھ دراہم دیدیئے اور پھر اس سے یومیہ پانچ کلو روٹیاں لینا شروع کر دیں اور دراہم دیتے وقت یہ نہیں کہا کہ میں تم سے اتنی روٹیاں خریدتا ہوں' اس صورت میں یہ بیع جائز ہو جائے گی اور ان روٹیوں کا کھانا حلال ہوگا۔ اگرچہ دراہم دیتے وقت روٹی خریدنے کی ہی نیت ہو' اس لیے کہ صرف نیت کرنے سے بیع منعقد نہیں ہوتی اور اب یہ ''بیع تعاطی'' ہو جائے گی اور مبیع بھی معلوم ہو گی۔ لہٰذا یہ بیع درست ہوئی۔ میں کہتا ہوں کہ اس بیع کے صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ روٹی کی قیمت معلوم ہے اور جب روٹی لیتے وقت ''بیع بالتعاطی'' منعقد ہو گئی جبکہ مشتری ثمن پہلے دے چکا ہے تو جس صورت میں مشتری ثمن بعد میں دے گا تو اس صورت میں

بطریق اولیٰ بیع درست ہو جائے گی۔''

''الاشباہ والنظائر'' میں علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ومنها لواخذ من الا رز والعدس وما اشبهه وقد كان دفع اليه دينارا مثلاً لينفق عليه ثم اختصما بعد ذلک فی قیمته هل تعتبر قيمته يوم الاخذ او يوم الخصومة؟ قال في التتمة: تعتبر يوم الاخذ" (حكاه ابن عابدين ايضاً۴/......)

''اگر کسی شخص نے دوسرے سے چاول اور دال وغیرہ لے لیں اور اس لینے والے شخص نے پہلے سے اس کو چند دینار اس غرض سے دے رکھے تھے تاکہ ضرورت کے وقت اس پر خرچ کرے پھر بعد میں ان اشیاء کی قیمت کے بارے میں دونوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا تو اس صورت میں کس دن کی قیمت کا اعتبار ہوگا؟ ان اشیاء کو جس دن لیا تھا اس دن کی قیمت کا اعتبار ہوگا یا خصومت کے دن کی قیمت کا اعتبار ہوگا؟ چنانچہ ''تمتہ'' میں فرمایا کہ جس دن ان اشیاء کو لیا تھا اس دن کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔''

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ''موطا'' سے پہلے بھی نقل کر چکے ہیں کہ:

"ولا باس ان يضع الرجل عندالرجل درهما ثم ياخذ منه بربع اوبثلث اوكسر معلوم سلعة معلومة" (مؤطا الامام مالک' جامع بين الطعام)

''اس میں کوئی قباحت نہیں ہے کہ ایک شخص ایک شخص (دکاندار) کے پاس ایک درہم رکھوائے اور پھر اس (دکاندار) سے اس درہم کے چوتھائی یا تہائی یا اس درہم کے حصہ معلوم کے بدلے کوئی چیز خرید لے۔''

ان عبارات سے ظاہر ہوا کہ جس طرح ثمن مؤخر کے ساتھ ''استجرار'' جائز ہے اسی طرح ثمن مقدم اور پیشگی ادائیگی کے ساتھ بھی بیع الاستجرار جائز ہے اور یہ رقم بیع ہونے تک بائع کے پاس قرض ہوگی اور پھر بیع کے وقت اس قرض کا مبیع کا ثمن کے ساتھ مقاصہ ہو جائے گا اور یہ پیشگی رقم بائع کے ذمے مضمون ہوگی۔ اگر ہلاک ہوگئی تو اس کے مال سے ہلاک ہوگی لیکن اگر بائع یہ پیشگی رقم اپنے پاس اس طرح رکھے جیسے امانت کے طور پر کوئی چیز رکھی جاتی ہے اور اس رقم میں کوئی تصرف نہ کرے تو اس صورت میں بائع کا اس پیشگی رقم پر قبضہ ''قبضہ امانت'' شمار ہوگا اور ہلاک ہونے کی صورت میں اس پر ضمان نہیں آئے گا۔

اسی سے ماہانہ اور ہفتہ واری رسالوں کے بدل اشتراک کا بھی مسئلہ نکل آئے گا۔ چنانچہ آج

کل یہ رواج ہے کہ ان رسالوں کا سالانہ بدل اشتراک سال کے شروع ہی میں لوگ رسالہ جاری کرنے والے ادارے کو ادا کر دیتے ہیں اور ادارہ ہر ماہ یا ہر ہفتے رسالہ بھیجتا رہتا ہے۔ یہ بدل اشتراک اس ادارے کے ذمے قرض ہوتا ہے اور جس وقت وہ رسالہ خریدار کے پاس پہنچتا ہے اس وقت صرف اسی رسالے کی بیع ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر درمیان سال میں وہ رسالہ بند ہو جائے تو ادارے کے ذمے لازم ہوگا کہ جو بدل اشتراک باقی ہے وہ خریداروں کو واپس کرے۔

بینکنگ کے معاملات میں ''استجرار'' کا استعمال

بینکنگ کے معاملے میں ''استجرار'' سے کام لینے کا جہاں تک تعلق ہے تو آج کل اسلامی بینکوں میں جو معاملات رائج ہیں وہ چار قسم کے ہیں یعنی مرابحہ اجارہ' مضاربت اور شرکت۔ ان چار میں سے آخری تین میں تو ''استجرار'' سے کام لیا جا سکتا ہے اور اس لیے کہ بینک کے جو ایجنٹس بینک سے سرمایہ وصول کر کے کاروبار چلاتے ہیں ان کے ساتھ ''استجرار'' کا معاملہ کرنا ممکن ہی نہیں لیکن بینک ''سپلائرز'' کے ساتھ ''استجرار'' کی بنیاد پر مرابحہ کا معاملہ اس طرح کر سکتا ہے کہ بینک مختلف تجارتی کمپنیوں کے ساتھ یہ سمجھوتہ کرے کہ وہ بازاری نرخ کی بنیاد پر عنقریب ان سے مختلف سامان اور آلات اور مشینریاں خریدے گا یا بازاری نرخ پر ایک معین ڈسکاؤنٹ کم کر کے بینک یہ سامان خریدے گا۔ پھر جب بینک کے پاس کوئی گاہک شرعی مرابحہ کرنے کے لیے آئے تو اس وقت بینک ''استجرار'' کی بنیاد پر گاہک کا مطلوبہ سامان ان تجارتی اداروں سے خرید لے گا اور پھر وہ سامان گاہک کو ''مرابحہ'' کے طریقے پر فروخت کر دے۔

البتہ یہ ممکن ہے کہ بینک ان کے ساتھ ''استجرار'' کے مشابہ ایک معاملہ کرے' وہ یہ کہ بینک ان سے یہ معاہدہ کرے کہ ایک سال کے دوران بینک ان کو فلاں فلاں اشیاء ''عقد مرابحہ'' کے طور پر اتنی مقدار میں فراہم کرے گا پھر ایجنٹ وہ تمام اشیاء ایک ہی دفعہ میں بینک سے وصول نہ کرے بلکہ سال کے دوران متفرق طور پر وصول کرے۔ مثلاً بینک نے ایجنٹ کے ساتھ یہ معاہدہ کیا کہ وہ ایک سال کے دوران دس ملین روپے کی قیمت کا سامان ایجنٹ کو فروخت کرے گا تو اب ایجنٹ یہ سامان ایک ہی مرتبہ میں نہ خریدے بلکہ مثال کے طور پر ابتداء میں ایک ملین کی اشیاء خریدے اور پھر سال کے دوران ضرورت کے مطابق وہ ایجنٹ بینک سے سامان خریدتا رہے۔ حتیٰ کہ ایگریمنٹ میں طے شدہ رقم (دس ملین) کی اشیاء سال بھر کے اندر وصول کر لے' اس وقت یہ معاہدہ مکمل ہو جائے گا۔

مندرجہ بالا معاملہ ''استجرار بثمن مؤخر'' کی پہلی صورت کے موافق ہے اس لیے کہ ایجنٹ

(گاہک) بینک سے کچھ کچھ وقفہ سے سامان لیتا رہتا ہے لیکن ہر مرتبہ لیتے وقت اس سامان کا ثمن معلوم ہوتا ہے اور اس صورت میں "بیع التعاطی" کے جواز کے قائلین کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے اور ہم نے پیچھے "بیع التعاطی" کی بحث میں بیان کیا تھا کہ "مرابحہ" کے معاملہ میں "تعاطی" کو جاری کرنا اس معاملے کو "ربا" کے مشابہ بنا دیتا ہے۔ اس وجہ سے اس سے احتراز ہی مناسب ہے۔ اس لیے عقود مرابحہ میں بینک گاہک کی مطلوبہ اشیاء کو پہلے اپنی ملکیت میں لائے اس کے بعد بینک اور گاہک ایجاب وقبول کے ذریعے مستقل عقد بیع کریں تاکہ کچھ عرصہ کے لیے وہ اشیاء بینک کی ملکیت اور اس کے ضمان میں آ جائے اور بینک کے لیے اس پر نفع لینا جائز ہو جائے۔

لہٰذا مندرجہ بالا شرط کے ساتھ "عقد مرابحہ" میں "استجرار" کے مشابہ مندرجہ بالا طریقے کو جاری کرنا جائز ہو جائے گا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (فقہی مقالات جلد۳ ص۲۳۵ تا ۲۶۰)

اجارہ فاسدہ کی صورتیں

اجارہ فاسدہ کا حکم

سوال: اجارہ فاسدہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر بوقت اجارہ اجرت متعین کردی گئی تھی تو اس صورت میں اجرت مثل دلائی جائے گی' بشرطیکہ مقررہ اجرت سے زائد نہ ہو' اور اگر پہلے کوئی اجرت ہی متعین نہیں ہوئی تو پھر اجرت مثل جس قدر بھی ہو دلائی جائے گی۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۰۷)

اجارہ فاسدہ کی ایک صورت

سوال: زید اپنی گھوڑی عمر کے پاس چھوڑتا ہے اس لیے کہ اس کے پاس گدھا ہے جس سے خچر پیدا ہوگا' پھر وہ اس کی کچھ روز تک پرورش بھی کرے گا' اس کے بعد حسب وعدہ حصہ ایک دوسرے کو روپے دے کر خچر کو رکھ لیتا ہے' یہ طریقہ منافع حاصل کرنے کا کیسا ہے؟

جواب: صورت مسئولہ اگرچہ حصہ پر جانور دینے میں داخل نہیں مگر ناجائز ہے کہ اس میں معاہدہ ہے بچے کو بانٹ لینے کا' یہ بھی اجارہ فاسدہ ہے جیسے مرغیاں' بکریاں کسی کو دیں کہ جو کچھ بچے پیدا ہوں وہ آدھے آدھے دونوں کے ہوں گے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

اجیر مشترک سے ضمان لینا

سوال: ایک دریا سے کسی متعین جگہ لٹھے پہنچانے کے لیے گاڑیاں کرایہ پر لی گئیں' گاڑی

بانوں نے مالک سے کہا کہ لٹھے ہماری گاڑیوں کے قریب کھول دو، مالک نے کہا کہ اس جگہ ضائع ہونے کا خطرہ ہے، اس لیے دوسری جگہ محفوظ جا کر کھولتے ہیں، وہاں سے تم بھر لینا، گاڑی بانوں نے کہا کہ ہم کو سہولت اسی جگہ سے رہے گی اور اگر کوئی لٹھا ضائع ہو گیا تو ہم ذمہ دار ہیں، چنانچہ ان کے کہنے پر وہیں کھول دیئے گئے مگر دو لٹھے ان میں سے دریا میں بہہ گئے، تو اب گم شدہ لٹھے کی قیمت اور تلاش کے مصارف گاڑی بانوں سے وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر چہ بقول امام اعظمؒ تاوان لینا جائز نہیں ہے کیونکہ گاڑی بان اجیر مشترک ہے جس کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر اجیر مشترک کے قبضہ سے غیر اختیاری طور پر شئی ہلاک ہو جائے تو تاوان نہیں آتا خواہ ضمان کی شرط بھی کر لی جائے کیونکہ وہ مال اس کے قبضہ میں امانت ہے اور امانت میں ضمانت کی شرط لگانا باطل اور لغو ہے اور اسی قول امام پر فتویٰ ہے، اصحاب متون اور اکثر کتب معتبرہ میں اسی کو مذہب ٹھہرایا گیا ہے لیکن اس زمانے میں قول صاحبینؒ پر فتویٰ ہے یعنی ضمان لینا جائز ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۰۵)

اجرت مجہول ہو تو اجارہ فاسد ہے

سوال: زید نے بکر کو کچھ مال دیا کہ بیچے اور قیمت قرار دہ سے جو کم وبیش ہو وہ بکر کا ہے اور بکر ہلاک واستہلاک (یعنی ہلاک ہونے اور ہلاک کرنے) میں ضامن ہے اور زید وبکر دونوں کو اختیار ہے کہ جب چاہیں واپس کریں، اس صورت کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ صورت اجارہ فاسدہ کی ہے، بکر اجیر ہے اور قیمت مقررہ سے جو زیادہ فروخت کر کے اس کی اجرت ہو گی وہ زیادت مجہول ہے اور اجارہ اجرت مجہول کا فاسد ہے، اجیر امین ہے اور امانت میں شرط ضمان باطل ہے پس اگر بکر نے وہ شئی فروخت کر دی، سب ثمن زید لیوے اور بکر کو اجرت مثل دے اور ہلاک کی صورت میں ضمان باطل ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۱۸)

ڈرائیونگ لائسنس بنوانے کی اجرت

سوال: موٹر ڈرائیونگ سکول والوں کا ڈرائیور کو لائسنس بنا کر دینے کی اجرت کو مندرجہ ذیل دو صورتوں میں سے کسی ایک میں داخل قرار دے کر جائز کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟

۱۔ سکول والا اپنی بھاگ دوڑ اور محنت کی اجرت لیتا ہے۔

۲۔ سکول والا دلال ہے اور دلال کی اجرت جائز ہے۔

بہرحال اس کے جواز کی صورت تحریر فرمائیں:

جواب: صورت ثانیہ یعنی اس معاملے کو دلالی قرار دینا صحیح نہیں' اس لیے کہ دلال کے دو مقصد ہوتے ہیں' ایک بائع کی تلاش' دوسرا بیع پر راضی کرنا' صورت سوال میں یہ دونوں مفقود ہیں کیونکہ بائع حکومت ہے جو متعین ہے اور قانوناً اس پر واجب ہے کہ ماہر ڈرائیور کو لائسنس جاری کرے۔ لہٰذا بیع پر رضامند کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔

صورت اولیٰ صحیح ہے اس لیے کہ لائسنس حاصل کرنے میں تین قسم کی محنت ہے۔

(۱) درخواست دینا (۲) محکمے سے منظور کروا کر لائسنس وصول کرنا (۳) وصول کرنے کے بعد درخواست دہندہ تک پہنچانا۔

ان میں سے قسم اول و ثالث پر اجرت کے جواز میں کوئی اشکال نہیں اس لیے کہ یہ دونوں اجیر کے اختیار میں ہے۔ قسم ثانی پر اشکال یہ ہے کہ لائسنس منظور کروانا اور وصول کرنا اجیر کے اختیار میں نہیں اور قدرت بقدرۃ الغیر بحکم عجز ہے۔ اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ محکمہ قانوناً لائسنس دینے کا پابند ہے اس لیے یہ کام قدرت اجیر سے خارج نہیں اس جواب میں تامل ہے اس لیے محنت کی قسم اول و ثالث پر اجارہ کیا جائے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۳۲)

کسی کو لاکھ کی گاڑی دلوا کر ڈیڑھ لاکھ لینا

سوال: میرے کچھ دوست زرعی اجناس کے علاوہ کاروں کا' ٹرکوں کا کاروبار بھی کچھ اس طرح کرتے ہیں کہ کسی پارٹی کو وہ ایک کار خرید کر دیتے ہیں اور یہ طے کرتے ہیں کہ ''اس ایک لاکھ کی رقم پر جس سے کار دلوائی گئی ہے اس پر مزید ۵۰ ہزار روپے زیادہ وصول کروں گا'' اس کے لیے وقت کم و بیش سال یا ڈیڑھ سال مقرر کرتے ہیں اور میرے خیال میں جو لوگ سود کا کاروبار کرتے ہیں وہ بھی رقم پر سود اور اس کی واپسی پہلے طے کرتے ہیں؟

جواب: اگر ایک لاکھ کی خود کار خرید لی اور سال ڈیڑھ سال اُدھار پر ڈیڑھ لاکھ کی کسی کو فروخت کردی تو جائز ہے اور اگر کار خریدنے کے خواہش مند کو ایک لاکھ روپے قرض دے دیئے اور یہ کہا کہ ''ڈیڑھ سال بعد ایک لاکھ پر پچاس ہزار زیادہ وصول کروں گا'' تو یہ سود ہے اور قطعی حرام ہے۔

کیا گاڑی خریدنے کی یہ صورت جائز ہے؟

سوال: کچھ دن پہلے میں نے ایک عدد گاڑی درج ذیل طریقے سے حاصل کی تھی' آپ بغیر

کسی چیز کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کا جواب تحریر فرمائیں تا کہ ہم حکم خداوندی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو چھوڑنے والے نہ بنیں؟

گاڑی کی قیمت: ۹۵۰۰۰ روپے جو رقم نقد ادا کی گئی: ۲۰۰۰۰ روپے بقایا رقم: ۷۵۰۰۰ روپے

چونکہ جس شخص سے گاڑی لی گئی تھی اس سے گاڑی اس صورت میں لینا طے پائی تھی کہ گاڑی جتنی بھی قیمت کی ہوگی ہم گاڑی فروخت کرنے والے شخص کو ۵۰۰۰۰ کی رقم پر ۱۱۰۰۰ روپے مزید ادا کریں گے' لہٰذا اس صورت میں جو ان کی ۷۵۰۰۰ روپے کی رقم تھی اس پر وہ ہم سے ۱۶۵۰۰ روپے اسی شرط کے مطابق وصول کریں گے جو رقم انہوں نے گاڑی خریدنے میں صرف کی۔ وہ ۷۵۰۰۰ روپے واجب الادا رقم جواب ہم ان کو ادا کریں گے' ۹۱۵۰۰ روپے بنتی ہے اور یہ رقم ہم ان کو ۱۵ ماہ کے عرصے میں ادا کرنے کے مجاز ہوں گے؟

جواب: گاڑی کا سودا کرنے کی یہ صورت تو صحیح نہیں ہے کہ اتنے روپے پر اتنے روپے مزید لیں گے' گاڑی والا گاڑی خریدے' اس کے بعد وہ جتنے روپے کی چاہے بیچ دے اور اپنا نفع جتنا چاہے لگا لے تو یہ صورت صحیح ہوگی۔

گاڑی پر قبضے سے پہلے اس کی رسید فروخت کرنا

سوال: اگر کوئی شخص ایک گاڑی دس ہزار روپے میں بک کرتا ہے اور وہ گاڑی اس کو چھ مہینے پہلے بک کرانی ہے تو جب اس کی گاڑی چھ مہینے میں نکلے تو اس کو اس وقت اس میں کچھ نفع ہو تو وہ گاڑی بغیر نکالے صرف ''رسید'' فروخت کر سکتا ہے؟ یا پورے پیسے بھر کر پھر گاڑی کو فروخت کرے؟ اس طرح دکان کا بھی' گھر کا بھی اور پلاٹ کا بھی مسئلہ بیان کریں؟

جواب: جو چیز خریدی جائے جب تک اس کو وصول کر کے اس پر قبضہ نہ کر لیا جائے اس کا آگے فروخت کرنا جائز نہیں' دکان' مکان اور پلاٹ کا بھی یہی مسئلہ ہے کہ جب تک ان پر قبضہ نہ ہو جائے ان کی فروخت جائز نہیں' گویا اصول اور قاعدہ یہ ٹھہرا کہ قبضے سے پہلے کسی چیز کو فروخت کرنا صحیح نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۹)

جانور کی جفتی کی اجرت لینا

سوال: زید گھوڑوں کی تجارت اس لیے کرتا ہے کہ ان کو سانڈ بنا کر دیہات میں گشت کر کے لوگوں کی گھوڑیوں کو نطفہ دلا کر اجرت لے کیا اس قسم کے کام کا نفع حاصل کرنا از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس کام پر اجرت لینا جائز نہیں ہے' اس لیے کہ یہ ایسا عمل ہے (یعنی حمل قرار کروانا) جس پر اجیر قادر نہیں ہے۔ (امداد المفتیین ص ۸۶۸) ''اور حدیث میں صاف ممانعت اس اجرت کی آئی ہے'' (م'ع)

جفتی کی اجرت لینے سے دودھ وغیرہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا

سوال: جفتی کی اجرت لینا دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس حرام فعل سے...... جانور اور اس کے نسل سے گوشت اور دودھ پر کچھ اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

جواب: اس فعل کی اجرت لینا دینا حرام ہے' اس کی وجہ سے گوشت اور دودھ پر کچھ اثر نہیں پڑتا' دونوں پاک حلال اور طیب ہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۱۵)

سِلا چنوانے کی اجرت دینا لینا

سوال: جب کھیت سے فصل کٹتی ہے تو اس میں سے خوشے ٹوٹ کر گر جاتے ہیں' کاٹنے والے مزدور اس کو چنتے ہیں اور زمین دار کو نصف یا تہائی حصہ دیتے ہیں' تو یہ گرے ہوئے خوشے زمیندار کی ملکیت ہیں یا چننے والے کی؟ اور اس طرح لینا دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ زمیندار کی ملک ہے اس طرح مزدوری کا معاملہ ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۲۵۷) ''فی یوم یا فی گھنٹہ مزدوری طے کر لی جائے'' (م'ع)

نصف آمدنی پر مشین کا اجارہ کرنا

سوال: زید نے عمرو کو بیس روپے دیئے کہ عمرو بیس روپے اپنے پاس سے لگا کر مبلغ چالیس روپے کی مشین خریدے اور مشین سے سلائی کا کام کرے اور جو کچھ کام کرے اس کا نصف زید کو دیا کرے تو شرکت کی یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو شرکت کی چار اقسام میں سے کس قسم میں داخل ہے؟

جواب: مشین جب مشترک روپے سے خریدی گئی ہے تو وہ مشترک ہو گئی' اب جیسا ایک شریک نے دوسرے شریک کو اس کے استعمال کی اس شرط پر اجازت دی کہ نصف آمدنی مجھ کو دے تو اس کی حقیقت یہ ہوئی کہ یہ شریک دوسرے شریک کو اپنا نصف حصہ مشین کا کرائے پر دیتا ہے اور کرایہ نصف آمدنی ٹھہراتا ہے۔ سو یہ صورت اجارہ کی شرعاً جائز نہیں بلکہ کرایہ متعین کرنا چاہیے' پھر خواہ آمدنی کم ہو یا زیادہ اور جتنی مدت اس شرط مذکور پر کام کیا گیا ہے اس کا کرایہ اجر مثل دیا جائے مگر یہ نصف آمدنی واقعی کے نصف سے زائد نہ ہو۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۹۶)

اجارہ دار اجارہ میں پیشگی وصول کرنا

سوال: کوئی اپنی جائیداد کو جو اجارہ پر کاشتکاروں کے پاس ہو یا مکانات جو کرائے داروں کے پاس ہوں ان کے کل یا جز کو کسی شخص کو ٹھیکے پر دے اور اس آمدنی کا چوتھا حصہ یا کم وبیش معین جو کرایہ داروں اور کاشتکاروں سے وصول کرتا ہے اس کو چھوڑ کر ٹھیکے پر دے دے اور نفع ونقصان کا ذمہ دار ٹھیکیدار ہو اور ٹھیکے کا جز یا کل مالک اراضی ٹھیکیدار سے پیشگی وصول کرے ایسی حالت میں یہ ٹھیکہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: باطل ہے کیونکہ معقود علیہ اگر منافع ارض ہیں تو وہ منافع عقد اجارہ کی وجہ سے مزارعین یا کرایہ داروں کا حق ہیں' مدت اجارہ ختم ہوئے بغیر یا باہمی رضا سے عقد فسخ کیے بغیر ان میں تصرف کرنے کا مالک کو اختیار نہیں اور اگر معقود علیہ منافع اس مستاجر کے نفس کے ہیں یعنی انتظام وسعی وغیرہ اور وہ ربع عوض ان منافع کا ہے تو اگر اجارہ کی صحت کی تمام شرطیں جمع ہو جائیں تو اجارہ صحیح ہوسکتا ہے مگر اس صورت میں اس مستاجر سے پیشگی روپیہ لینا بلاحق ہے بلکہ جب کاشتکاروں سے وصول ہو اس وقت لینے کا حق ہے اور اگر اس پیشگی میں قرض کی تاویل کی جائے تو اول تو شرط قرض باطل ہے' دوسرے اس کا مقتضا یہ ہے کہ اگر مستاجر کو وصول نہ ہو تو مالک اس کی رقم کو واپس کر دے اور یہ نہیں ہوتا' لہٰذا ناجائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۸۹)

منافع کا منافع سے تبادلہ کرنا اجارہ فاسدہ ہے

سوال: زید نے اپنی مشین عمر کی زمین میں اس شرط پر لگائی کہ عمر کی گندم وغیرہ کی فصل کی وقتی پسائی مفت کرتا رہے اور عمر زمین کا کرایہ معاف کرتا رہے' بعد میں باہمی اختلاف ہوا اور زید اپنے اقرار سے منکر ہو کر عمر سے پسائی کی اجرت کا دعویٰ کرنے لگا' کیا حکم ہے؟

جواب: یہ اجارہ فاسدہ ہے لہٰذا زید کو پسائی کا اجر مثل اور عمر کو اس کی جگہ کا اجر مثل ملے گا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۰۲)

بدون طے کیے اجارہ منعقد نہیں ہوتا

سوال: زید اپنے باپ کے ساتھ تجارت کرتا ہے' تجارت کے آٹھ سالہ عرصے میں زید نے اپنی مزدوری نکالی ہے کیونکہ سامان لینا اور حساب وغیرہ اسی کے سپرد تھا' کل مزدوری آٹھ ہزار روپے لی ہے' کیا زید کے لیے یہ اجرت لینا جائز ہے؟ ترکہ تقسیم ہونے کی صورت میں زید والد کی ملکیت میں باقی بھائیوں کے مساوی شریک ہوگا یا اجرت بھی ملکیت میں شمار کی جائے گی؟ اور بقدر حصص تقسیم ہوگی' خواہ تقسیم باپ کے انتقال پر ہو یا باپ زندگی ہی میں زید کو الگ کر دے؟

جواب: زید نے اپنے والد سے اجرت پر کام کرنا طے نہیں کیا تھا اس لیے اس کا کام کرنا تبرع ہے' اجرت والی رقم بھی ترکہ میں شمار ہوگی اور اس میں سب ورثہ کا حق ہوگا' البتہ والد زندگی میں زید کو الگ کردے تو والد کو چاہیے کہ زید کی محنت کے پیش نظر اس کی مناسب مدد کرے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۶۹)

اجارہ فاسدہ میں گناہ بھی ہے یا نہیں؟

سوال: آج کل اجارہ فاسدہ بکثرت رائج ہیں' ان کے متعلق دریافت ہے کہ اجارہ فاسدہ کا اثر صرف دنیوی ہے یعنی اجر مثل کا ملنا اور اجر مسمی کا نہ ملنا یا کچھ اخروی اثر بھی ہے یعنی گناہ وسزا کا مستحق ہونا اور اجرت میں خبث کا آنا وغیرہ؟

جواب: تصریحاً نظر سے نہیں گزرا مگر غالباً معصیت سے خالی نہیں کیونکہ ایسے فعل کا ارتکاب ہے جس سے منع کیا گیا ہے اور اجرت میں خبث نہیں کیونکہ اپنی اصل کے اعتبار سے مشروع ہے' اگرچہ وصف کے اعتبار سے غیر مشروع ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۳۵)

اجارہ میں یہ شرط کرنا کہ مدت مقررہ سے پہلے چھوڑ دیگا تو اجرت کا حق دار نہ ہوگا

سوال: ایک زمیندار کے پاس ایک شخص نے ماہوار تنخواہ پر ملازمت کی اس شرط پر کہ اگر سال ختم ہونے سے پہلے یہ نوکری چھوڑ جائے تو گزشتہ وقت کی اجرت کا حقدار نہ ہوگا' سو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس شرط سے اجارہ فاسد ہو گیا جس کا حکم یہ ہے کہ اجر مثل اور اجرت مقررہ میں سے جو کم ہو اس کا حقدار ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۶۵)

عقد مزارعت میں اجارہ کی چند صورتوں کا حکم

سوال: ایک شخص کھیتی کا کاروبار کرتا ہے اور چونکہ خود کھیتی کا کام تنہا نہیں کرسکتا اس لیے کوئی مددگار تلاش کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کو بارہ ماہ کے لیے مقرر کرلے تاکہ کام میں پریشانی نہ ہو' اس کی کئی صورتیں مروج ہیں:

ایک یہ کہ مثلاً زید کو قرض کی ضرورت ہوئی تو وہ اس کھیتی والے سے قرض لیتا ہے اور یہ معاہدہ کرتا ہے کہ جس روز تم مجھ کو کام پر بلاؤ گے میں ضرور آؤں گا اور مروج مزدوری سے کم پر معاہدہ کرتا ہے' مثلاً مروج فی یوم آٹھ آنہ ہے اور وہ چھ آنے دیتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ ضرورت مند (مقروض مذکور کی طرح) معاہدہ کرتا ہے کہ میں

بارہ ماہ تک تمہارے یہاں نوکری کروں گا اور تمہارے یہاں کھانا کھاؤں گا اور کچھ کپڑے مقرر کیے جاتے ہیں اور اجرت میں بارہ ماہ کے مثلاً پچاس روپے ہوں گے۔

اس میں یہ ہے کہ اگر وہ چار پانچ سو روپے قرض نہ لیتا تو ہرگز اس پچاس روپے کی مزدوری پر تیار نہ ہوتا بلکہ سو روپے پر بھی بمشکل راضی ہوتا۔

پھر ان مذکورہ دونوں صورتوں میں دو صورتیں ہوتی ہیں' ایک یہ کہ وہ خود اس رقم پر راضی ہو جائے یا یہ کہ کھیتی والے خود اس کو دباؤ سے کم کراتے ہیں' دونوں کا حکم ایک ہے یا الگ الگ ہے؟

تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ بجائے اجرت پر مقرر کرنے کے کسی کو پیداوار کا شریک بنالیا جاتا ہے' اس طرح کہ مثلاً زمین' بیل اور بیج زید کا اور محنت مثلاً بکر مقروض کی اور میں بھی محنت کروں گا جو کچھ پیداوار ہوگی اس میں سے مثلاً آٹھواں حصہ تمہارا اور باقی سات میرے۔

اس صورت میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ عقد ہے تو مزارعت اور پھر اس مزارعت میں شرکت ہے' پھر کام میں آدھا آدھا مقرر ہوتا ہے اور کبھی کم زیادہ اور کبھی کچھ مقرر ہی نہیں ہوتا' ہر شریک حسب استطاعت کام کرتا ہے۔

یہ مذکورہ کل صورتیں یہاں پر بہت کثرت سے واقع ہیں اور غیر مسلمین کے ساتھ ہوتی ہیں۔ ان جملہ صورتوں کا کیا حکم ہے؟

اس تیسری صورت میں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس شریک سے یہ شرط کرتے ہیں کہ تجھ کو کھیتی کے علاوہ کچھ اور کام بھی مثلاً کھیت سے گھاس تجھ کو یا تیری عورت کو لانا ہوگی' اس کا عقد پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟

جواب: پہلی دونوں صورتیں چونکہ قرض کے دباؤ میں کی جاتی ہیں اور مقروض کو اپنے قرض سے نفع ہوتا ہے کہ مزدور کو کم اجرت پر پابندی کے ساتھ مل جاتا ہے' خواہ مزدور از خود راضی ہو جائے' خواہ مقرض دباؤ سے اسے راضی کرے اس لیے ممنوع ہیں: **کُلُّ قرضٍ جَرَّ نفعًا فهو حرامٌ**

تیسری صورت تقریباً جائز ہے اور یوں کہا جائے گا کہ زید نے خود کاشت کی اور دوسرے شخص کو اجارہ پر لیا کہ میرے ساتھ کھیت پر کام کرنا اور پیداوار کا آٹھواں حصہ اجرت قرار دیا تو یہ آٹھواں حصہ اجرت عمل ہے۔

بظاہر یہ صورت بھی ناجائز ہونی چاہیے تھی دو وجہ سے' ایک یہ کہ اجرت فی الحال مجہول ہے۔ دوسرے یہ کہ ایسی چیز کو اجرت قرار دیا گیا ہے جو اجیر کے عمل سے حاصل ہوگی۔ پس یہ قفیز طحان کے تحت میں داخل ہے۔ چنانچہ امام اعظمؒ کے نزدیک مزارعت مطلقاً جائز ہے لیکن صاحبینؒ کے نزدیک جائز

ہے اوران ہی کے قول پر فتویٰ ہے ایک تو ضرورت کی وجہ سے دوسرے مضاربت پر قیاس کرتے ہوئے۔

اور مزارعت میں اس قدر جہالت قابل تحمل ہے اس میں صرف اتنی اصلاح کی ضرورت ہے کہ زید جو زمین بیل بیج کا مالک ہے اپنی محنت اور کام کو شرط کے درجے میں قرار نہ دے بلکہ یا تو کل کام اجیر کے ذمے کردے پھر چاہے اس کی اعانت کر کے خود ہی کام کر دیا کرے اور نگرانی وغیرہ کرتا رہے مگر اپنے ذمے کام نہ لے یا اپنے کام سے سکوت اختیار کرے اگر اپنے ذمے بھی کام کو شرط کرلے گا جیسا کہ سوال میں تصریح ہے تو عقد فاسد ہو جائے گا کھیتی کے علاوہ کوئی اور کام اس اجیر کے ذمے یا اس کی عورت وغیرہ کے ذمہ شرط کرنا جائز نہیں یہ بھی مفسد عقد ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۴ص ۲۶۱)

کنواں کھودنے کے اجارہ میں پانی کی شرط لگانا

سوال: اگر کنواں کھودنے کے اجارہ میں یہ شرط لگائی کہ دو سال تک پانی کم نہ ہونا چاہیے تو شرط صحیح ہے یا فاسد؟

جواب: فاسد ہے کیونکہ یہ شرط مقتضائے عقد کے خلاف ہے اور طاقت بشری سے خارج ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۰۶)

اجارہ میں مدت کا ذکر کرنا

سوال: زمیندار اپنی زمین کاشت کاری کے لیے کسی شخص کو مقررہ اجرت پر دیتا ہے مگر مدت کا ذکر نہیں کرتا تو یہ اجارہ صحیح ہوگا یا فاسد؟ جواب: فاسد۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۰۶)

غبن فاحش کیساتھ اجارہ کرنا

سوال: اگر کوئی شخص دعویٰ کرے کہ اجارہ غبن فاحش کے ساتھ ہوا ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر اجارہ غبن فاحش کے ساتھ ہوا ہے تو حکم اصلی یہ ہے کہ اجرت مثل واجب کی جائے مگر جب دعویٰ قاضی کے یہاں پہنچے تو قاضی ماہرین سے پوچھے گا کہ مدعی کا دعویٰ صحیح ہے یا غلط؟ اگر مدعی کی تصدیق کردیں تو اجارہ فسخ کردے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۱۰)

کھجور کے درختوں کو اجارے پر دینا

سوال: اکثر بلاد میں کھجور کے درختوں کو اجارے پر دیا جاتا ہے اور کرایہ دار اس کا ثمر اور نیرا (درخت کا پانی) بیچتے ہیں اور پیتے بھی ہیں بعض علماء اس میں سکر نہ ہونے کی وجہ سے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں نیرے میں دو تین پہر کے بعد آفتاب کی گرمی سے سکر پیدا ہو جاتا ہے اور چونکہ لوگ اس

سے سرکہ بھی بناتے ہیں اور شراب بھی' تو اس صورت میں درختوں کا بونا' خرید وفروخت کرنا' یا اجارے پر دے کر نفع حاصل کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور جبکہ درخت کھجور اور تاڑ کے پانی میں سکر (نشہ) قطعاً نہ ہو تو اس کا پینا کیسا ہے؟

جواب: حدیث میں ہے جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرے تو اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے اور صورت مذکورہ میں محض نیرے کی منفعت کے لیے کھجور کا بونا' خرید وفروخت کرنا اور اجارے پر دینا درست نہ ہوگا۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۰۴) "اور پینا اس پانی غیر مسکر کا درست ہے" (م'ع)

آٹا پسائی کی اجرت اور جلن کاٹنے کا حکم

سوال: زید اس طرح آٹا پیتا ہے کہ فی کوئنٹل پانچ روپے پسائی کے ساتھ جلن دوکلو فی کوئنٹل کاٹی جائے گی' شرعاً ایسا کرنا کیسا ہے؟

جواب: یہ صورت قفیز طحان میں داخل نہیں ہے' اجرت میں پیسے دیئے جاتے ہیں' آٹا نہیں دیا جاتا۔ قفیز طحان کی صورت یہ ہے کہ ایک آدمی کسی سے مثلاً بیل اجرت پر لے تاکہ اس سے آٹا پیسے اور شرط یہ ہو کہ اسی بیل کے ذریعے پسے ہوئے آٹے میں سے اجرت دی جائے گی' یہ فاسد ہے۔

ہمارے یہاں اجرت میں پیسے دیئے جاتے ہیں جس کے ادا کرنے سے عقد کے وقت مستاجر عاجز نہیں ہوتا جو جائز نہ ہونے کی وجہ ہے' صحت اجارہ کی یہ شرط قرار دی گئی ہے کہ عقد سے پہلے مستاجر تسلیم اجرت پر قادر ہو' لہٰذا یہ اجارہ صحیح ہے فاسد نہیں' رہی جلن کی کٹائی تو وہ مزدوری سے الگ چیز ہے' اندازے کے مطابق کاٹا جاتا ہے جس پر مستاجر اور اجیر دونوں رضامند ہیں' ہر ایک مستاجر کے گیہوں اور آٹے کا وزن کرنا اور جلن کی صحیح مقدار نکالنا مشقت اور تکلیف مالا یطاق ہے' اس لیے ایسی جہالت مرتفع ہونی چاہیے۔

بہتر صورت یہ ہے کہ اجرت میں اضافہ کر دیا جائے اور آٹا پورا دے دیا جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۵۲) "تاکہ شبہ بھی باقی نہ رہے" (م'ع)

مسئلہ قفیز الطحان کا حکم

سوال: جناب مفتی صاحب! ہمارے علاقے میں آٹا پیسنے والی مشینیں عام ہیں' لوگ آٹا پسوانے کے لیے گندم وغیرہ لاتے ہیں اور مالک مشین نقد کے بجائے بیسواں یا تیسواں حصہ آٹا پیسنے کے عوض اجرت کے طور پر لیتے ہیں' کیا ایسا اجارہ شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: یہ صورت قبیلہ قفیز الطحان سے ہے یعنی کسی ایسی چیز کو اجرت میں متعین کرنا ہے جو اجیر کے عمل سے وجود میں آتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے اجارہ سے منع فرمایا ہے اس کے صحیح یا ناجائز ہونے پر بہت سی صورتیں موقوف ہیں ہاں اگر بغیر تعیین کے اسی جنس سے پہلے یا بعد میں اُجرت دی جائے تو بالاتفاق جائز ہے مشائخ بلخ نے اپنے علاقہ میں ابتلاء عوام وخواص کی بناء پر روئی کے بارے میں جواز کا فتویٰ دیا ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں اس کا ذکر ہے لیکن آج کل چونکہ اکثر بلاد میں یہ طریقہ مروج ہے مگر قفیز الطحان کا مسئلہ جوں کا توں رہے گا عرف کی وجہ سے اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ (فتاویٰ حقانیہ جلد ۶ ص ۲۶۹)

عدالتی فیس کے متعلق چند اصول

سوال: عدالتی فیس کے بارے میں درج ذیل سوالات کے جوابات عنایت فرمائیں؟

۱۔ کیا عدالت میں مقدمہ دائر کرتے وقت عدالت کوئی فیس وصول کر سکتی ہے؟

۲۔ قاضی کا دونوں فریقوں سے اپنے لیے فیس وصول کرنا بالاتفاق ناجائز ہے اور قاضی کا حکومت سے تنخواہ لینا تقریباً بالاتفاق ناجائز ہے لیکن کیا حکومت کا متنازعین سے اس بناء پر فیس وصول کرنا کہ اس کے ذریعے عدالت کے اخراجات پورے کیے جائیں جائز ہوگا؟

۳۔ پاکستانی عدالتوں میں صورت حال یہ ہے کہ عائلی مقدمات کی عدالتوں حادثات کی عدالتوں کرایہ داری کے مقدمات اور فوج داری کے مقدمات میں کوئی فیس نہیں ہے بعض مقدمات میں پندرہ روپے معمولی فیس وصول کی جاتی ہے جس کو یقیناً کاغذ وغیرہ کا خرچہ کہا جا سکتا ہے اسی طرح دیوانی مالی معاملات میں اگر مقدمہ پچیس ہزار روپے سے کم کا ہے تو اس پر بھی کوئی عدالتی فیس نہیں لی جاتی۔ البتہ ایسے مالی معاملات جس میں کسی کو پنجاب اور سرحد میں پچیس ہزار روپے سے زائد اور سندھ میں پچاس ہزار روپے سے زائد ملتے ہوں تو اس پر ساڑھے سات فیصد کے حساب سے فیس لی جاتی ہے۔ اس میں بھی اگر کوئی شخص درخواست دے دے کہ وہ اپنی تنگی کی وجہ سے فیس ادا نہیں کر سکتا تو اس کو عموماً اس فیس سے معاف رکھا جاتا ہے۔

یہ کہنا کہ صرف دولت مند لوگوں سے عدالتی اخراجات کے لیے یہ فیس وصول کی جاتی ہے اگر یہ فیس وصول نہ کی جائے تو عدالتی اخراجات پورے کرنے کے لیے ٹیکس کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے جس کی زد بالآخر تمام باشندوں پر پڑے گی خواہ وہ مقدمے بازی میں ملوث ہوں یا نہ ہوں۔ اس کے علاوہ اگر یہ فیس بالکل ختم کر دی جائے تو اس بات کا بھی اندیشہ ہے کہ مقدمے

بازی بے حد بڑھ جائے گی اور بے بنیاد مقدمات دائر کرنے کی ہمت افزائی ہوگی' کیا یہ باتیں عدالتی فیس کا جواز پیدا نہیں کرتیں؟

جواب: امن وامان قائم رکھنا اور انصاف کی فراہمی حکومت کے ذمے فرض ہے' لہٰذا ادائے فرض کی عبادت پر انصاف طلب کرنے والوں سے اجرت لینا ناجائز اور حرام ہے۔

کورٹ فیس کے مسئلے میں لفظ ''فیس'' اجرت ہی کا متبادل لفظ ہے۔ لہٰذا عدالت کے لیے متنازعین سے مقدمے سننے پر ''کورٹ فیس'' وصول کرنا کی شرعاً کوئی گنجائش نہیں۔

البتہ اگر قومی خزانے میں حقیقی اخراجات کی کثرت کی وجہ سے عدالتی اخراجات کے لیے رقم کی واقعتاً گنجائش نہ ہو تو ایسی مجبوری کی صورت میں اس کی گنجائش ہے کہ حکومت عدالت کے حقیقی اخراجات کو پورا کرنے کے لیے ملک کے مال دار باشندوں پر ان شرائط کے مطابق ٹیکس عائد کردے جن کی فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے نشاندہی فرمائی ہے۔

بہتر یہ ہے کہ ٹیکس مال دار باشندوں میں سے بھی صرف ان مال دار افراد پر عائد کیا جائے جو اپنے مسائل کے حل کے لیے عدالت سے رجوع کریں مگر اس میں بھی دو شرائط کی پابندی کا اہتمام ضروری ہے۔

۱۔ مال دار باشندوں سے لیا جانے والا یہ ٹیکس صرف عدالتی اخراجات پورے کرنے کے لیے بدرجہ مجبوری لیا جائے' اسے حکومت کی باقاعدہ آمدنی کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔

۲۔ یہ ٹیکس اس تناسب سے ہرگز زائد نہ وصول کیا جائے جو فی الحال کورٹ فیس اور حقیقی عدالتی اخراجات کے درمیان پایا جاتا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۳۴)

شاگرد سے شیرینی لینے کی ایک صورت کا حکم

سوال: سینے والوں نے یہ طے کر رکھا ہے کہ جو کوئی شاگردی کرے اس شاگرد سے دس روپے کی مٹھائی لے کر تمام سینے والوں کو تقسیم کرے' چاہے وہ خوشی سے دے یا یا ناراضی سے مگر ضرور لینا چاہیے' یہ روپیہ لینا چاہیے یا نہیں؟

جواب: اس طرح جائز نہیں' البتہ اگر یہ ٹھہر جائے کہ اتنے روز تک اور اتنے وقت تک سکھانے کی اجرت ہم دس روپے یا دس روپے کی چیز لیں گے' اس طرح جائز ہے پھر اتنے دنوں سکھانا پڑے گا' مگر پھر یہ روپیہ یا چیز اس شخص کی ملکیت ہوگی' تقسیم کرنا واجب نہیں بلکہ چونکہ دوسروں کا مانگنا ظلم ہے اور تقسیم اس ظلم میں اعانت ہے اس لیے تقسیم کے جواز میں بھی شبہ ہے۔

(امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۴۷)

ٹھیکے پر تعمیر کی ایک مروج صورت کا حکم

سوال: آج کل ٹھیکیدار مالک زمین ومکان سے یہ طے کرتے ہیں کہ ٹھیکیدار مالک کا مکان توڑ کر یا خالی پلاٹ پر اپنی رقم سے نئی تعمیر کرائے گا اور بعد تعمیر کے خود ہی مکان ودکان کرائے پر دے گا اور خود ہی کرایہ طے کرے گا اور انہیں پگڑی پر مکان یا دکان دے کر اپنی خرچ کردہ رقم مع غیر معینہ منافع وصول کرے گا' بعدازاں کرائے دار کرایہ اصل مالک مکان کو دیا کریں گے' مالک کو مکان ودکان خالی کرانے کا اختیار نہ ہوگا' الا یہ کہ وہ پگڑی میں ادا کردہ رقم کرائے دار کو واپس کردے' کیا یہ جائز ہے؟

جواب: یہ معاملہ بوجوہ ذیل ناجائز ہے۔

(۱) اجرت مجہول ہے۔ (۲) مجہول ہونے کے ساتھ اجرت کی شرط غیر مستاجر پر لگائی گئی ہے۔ (۳) اجرت غیر مقدور التسلیم ہے۔ (۴) قرض دے کر نفع حاصل کرنا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۲۹)

چنگی کی ملازمت اور اس کی آمدنی کا حکم

سوال: چنگی اس محکمے کا کام یہ ہے کہ جو مال باہر سے تاجر لوگ لائیں ان سے مقررہ سرکار محصول لیا جائے' محرر تخمینہ کر کے محصول لگا کر وصول کرتے ہیں' سپرنٹنڈنٹ جانچتا ہے' سیکرٹری جانچتا بھی ہے اور احکامات جاری کرتا ہے' چپراسی تجار وغیرہ کو روکتے ہیں' غرض اس محکمے کے لوگ محصول کے متعلق کوئی نہ کوئی کام کرتے ہیں تو اس محکمے میں ملازمت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جو قواعد شریعت نے مقرر کیے ہیں جن کو فقہاء نے باب العاشر میں ضبط کیا ہے چونکہ محکمہ مذکور کے قواعد ان پر منطبق نہیں ہیں اس لیے ماانزل اللّٰہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے غیر مشروع ہوئے اور جب ارشاد الٰہی لَاتَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ اس کی اعانت بھی معصیت ہوئی۔ لہٰذا محکمہ مذکور کی ملازمت ناجائز ہے مگر جو تنخواہ ملتی ہے وہ اس وجہ سے کہ حاکم غیر مسلم کا استیلاء اموال پر موجب تملیک ہو جاتا ہے اور حاکم غیر مومن جو مال برضائے خود کسی مومن کو دیں خواہ کسی عنوان سے ہو مباح ہے' اس لیے وہ تنخواہ حلال ہے' غرض من وجہ غیر مشروع اور من وجہ مشروع ہے۔ پس عامل کو صرف عمل کا گناہ ہوگا اور غیر عامل جو اس تنخواہ سے منتفع ہو' مثلاً اس کے اہل وعیال یا مہمان اور احباب ان لوگوں کو کوئی گناہ نہ ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۹۵)

محصول چونگی نہ دینا شرعاً کیسا ہے؟

سوال: محصول چونگی لینا دینا کیسا ہے؟ اگر کوئی شخص مال چھپا کر لے گیا تو اس کے لیے وہ

مال کیسا ہے؟ اور کیا چونگی ٹھیکیدار کو اس کی شکایت لگانا چاہیے؟
جواب: محصول چونگی شرعاً جائز نہیں' اگر مال وآبرو کا خطرہ نہ ہو تو نہ دی جائے۔
(آپ کے مسائل اوران کا حل جلد ۶ ص ۲۱۲)

دھوکہ دے کر کام کرانے کی اجرت کا حکم

سوال: آسام میں چائے کی کاشت ہوتی ہے' وہاں ہزارہا مزدور کام کرتے ہیں' مزدوروں کو وہاں بھیجنے کے لیے آدمی مقرر ہوتے ہیں' یہ لوگ کوشش کر کے مزدوروں کو بڑی بڑی امیدیں دلوا کر گذر معاش کا اچھا طریق ذہن نشین کروا کر وہاں روانہ کر دیتے ہیں' روزی کے مارے ان کی باتوں میں آ کر چلے جاتے ہیں' وہاں جا کر پچھتاتے ہیں چونکہ اول تو وہاں کی آب وہوا ہر شہری کے موافق نہیں آتی' دوسرے روزانہ جتنا ان سے کہا جاتا ہے اتنا نہیں ملتا بلکہ ضروری اخراجات بھی پورے نہیں ہوتے' تیسرے کام کی سختی حد سے زیادہ' چوتھے پانچ سال کے اندر اپنے شہر کو واپس نہیں آ سکتا' ان مصائب سے اکثر لوگ مر جاتے ہیں' زندہ کوئی واپس نہیں آیا' اگر کوئی آیا تو وہی خوش نصیب جس کے ساتھ آب وہوا نے اچھا سلوک کیا' جو لوگ مزدوروں کو بھیجتے ہیں ان کو وہاں کی اصلی حالت سے بالکل واقف نہیں کرتے اور مزدور سے کچھ روپیہ مقررہ اپنے مساعی کے معاوضے میں لیتے ہیں' گویا انہوں نے اس کو اپنا کسب مقرر کر رکھا ہے' اس قسم کی روزی جائز ہے یا نہیں؟
جواب: بالکل حرام ہے' مسلمان کو بلکہ غیروں کو بھی دھوکہ دینا حرام ہے اور ایسے حرام کام کی تنخواہ بھی حرام ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۴۰۰ ج ۳)

ایسی ملازمت اور اس کی آمدن کا حکم جس میں رشوت دینا پڑتی ہو

سوال: ایک شخص ایسی کمپنی میں کام کرتا ہے جو درآمد برآمد کا کام کرتی ہے' کمپنی کے اس ملازم کو اس کاروبار کے سلسلے میں مختلف مراحل میں رشوت دینا پڑتی ہے کیا ایسی ملازمت جائز ہے؟ اور ایسے شخص کے یہاں کھانا کھانے کا کیا حکم ہے؟
جواب: رشوت لینا اور دینا دونوں حرام ہیں' البتہ دفع ظلم کے لیے رشوت دینا جائز ہے' جلب منفعت کے لیے جائز نہیں' سو اگر جلب منفعت کے لیے بھی رشوت دی جاتی ہو تو اس ملازم کو چاہیے کہ یہ ملازمت ترک کر کے دوسرا کوئی ذریعہ معاش اختیار کرے' اس کے یہاں کھانا کھانا بہر حال جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۱۱)

پگڑی لینے دینے کی ایک صورت کا حکم

سوال: زید نے عمر سے ایک دکان کرائے پر لی' اس وقت اس کا کرایہ تیس روپے تھا' زید نے

اس میں کاروبار شروع کیا' چند سال بعد اس جگہ کا کرایہ بڑھ گیا' تقریباً ڈیڑھ سو تک دینے لگے' اتفاقاً زید کی تجارت ناکام ہوگئی اور اس نے یہ دکان کسی اور شخص کو تیس روپے کرائے پر دے دی اور کہا کہ تم مالک کو تیس روپے دیتے رہنا اور میں تمہیں قبضہ اس وقت دوں گا جب تم مجھے پانچ ہزار روپے دو گے' اس شخص نے فوراً پانچ ہزار روپے دیدیئے' یہ روپے زید کے لیے حلال ہیں یا نہیں؟

جواب: قبضہ کا عوض لینا جائز نہیں' جانبین پر توبہ اور اس رقم کا واپس کرنا واجب ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۳۰۲ ج ۷)

پگڑی دے کر دکان یا مکان کرایہ پر لینے کا حکم

سوال: آج کل کاروباری لوگوں میں یہ رواج عام ہوگیا ہے کہ ایک بھاری رقم (جس کو عرف میں پگڑی کہا جاتا ہے) دے کر دکان کرایہ پر لی جاتی ہے' کیا پگڑی دے کر دکان کرایہ پر لینا جائز ہے؟

جواب: دکانات یا دیگر کاروباری مکانات پر پگڑی دینے کی دو صورتیں ہوتی ہیں:

(۱) پگڑی اگر دکاندار کو بصورت رشوت یا رہن دی جاتی ہو تو مالک دکان اور کرایہ دار دونوں کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

(۲) اور اگر اجرت معجلہ کی صورت میں ہو تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔

قال العلامة محمد خالد اتاسی رحمة الله: تلزم الاجرة بالتعجيل يعني لوسلم المستاجر الاجرة نقدًا ملكها الآجر وليس للمستاجر استر دادها سواء كانت الاجارة منجزة اومضافة (الهندية). (مجلة الاحكام' مادة نمبر٤٦٧ ص ٢٧١' الفصل الثاني في بيان المسائل المتعلقة بسبب لزوم الاجرة وكيفيّة استحقاق الاجرة)، قال العلامه ابن نجيمؒ : في شرح الطحاوي الاجرة لا تخلوا م اان تكون معجلة او مؤجلة اومنجمة او مسكوتا عنها فان كانت معجلة فان لهُ يتملكها وله ان يطالب بها وان كانت مؤجلة فليس لهُ ان يطالب الا بعد الاجل وان كانت منجمة فلهُ ان يطالب عند كل نجم .(البحرالرائق ج٨ ص ٥ كتاب اجارات) و مثلهُ في خلاصة الفتاويٰ ج٣ ص ١٠٣ كتاب اجارة) (فتاويٰ حقانيه جلد ٦ ص ٢٦٥)

اجیر کا موجر کو دھوکہ دے کر زیادہ روپیہ وصول کرنا

سوال: حکومت کے چھاپے خانے میں لوگ ٹھیکے پر کام کرتے ہیں اور حکومت نے ایک

طریقہ ترقی کا سب لوگوں کے لیے مقرر کر رکھا ہے کہ ہر سال جنوری میں' فروری' مارچ میں ان تینوں مہینوں کا حساب دیکھا جاتا ہے اگر کسی شخص کو ان تینوں مہینوں میں برابر چالیس روپیہ ملا ہوگا تو اس کو ترقی ہوگی ورنہ نہیں اور ایسا کوئی نہیں جو اکیلا چالیس روپے کا کام برابر تین مہینے کر سکے۔

اب چند لوگ یہ کرتے ہیں کہ دو آدمی شرکت میں کام کرتے ہیں' جب دونوں نے مل کر ایک مہینے میں ساٹھ روپے کا کام کیا تو ان میں سے ایک چالیس روپے کا کام حکومت کو لکھوائے گا اور ایک آدمی بیس کا کام لکھے گا' جب سال تمام ہوگا ان کی اس وقت ترقی ضرور ہو جاتی ہے تو اس طرح ترقی کرانا جائز ہے یا نہیں؟ اور حکومت کا حکم ہے کہ آپس میں شرکت میں کام نہ کریں؟

جواب: یہ عقد اجارہ ہے اور اجیر کی خاص صفت پر اجرت زیادہ دینے پر حکومت کی رضامندی ہے' جب صفت اجیر میں نہیں تو وہ زیادتی دھوکے اور فریب سے کرائی گئی ہے' لہٰذا جائز نہیں اور جس قدر دھوکے سے ترقی کی ہے اس قدر روپیہ بھی خبیث ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۸۸)

کپڑے خشک کرنے کے لیے درخت کرائے پر لینا

سوال: کپڑے خشک کرنے کے لیے درخت کرائے پر لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز نہیں کیونکہ عقد اجارہ کی صحت کی شرط یہ بھی ہے کہ منفعت مقصود ہو اور عقد اجارہ سے اس نفع کی تحصیل معتاد اور متعارف ہو۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۳۰۹)

درخت کو کرائے پر لینا

سوال: درخت کا اجارہ جائز ہے یا نہیں؟ اس لیے کہ نصوص شبہ اجارہ عموم و اطلاق پر شاہد ہیں' باوجود عرف عام' حاجت و عموم بلویٰ و اعراض اجارہ تخصیص و اتباع کی کیا حاجت ہے؟

جواب: درخت کا اجارہ درست نہیں کیونکہ اجارہ نفع کا ہوتا ہے' اعیان و زوائد کی بیع ہوتی ہے' پس درخت کو اگر کوئی اجارہ پر لے دے گا تو غرض اس کا پھل حاصل کرنا ہے' سو وہ زوائد میں ہیں نہ منافع میں تو وہ فی الحقیقت بیع ہوئی اور معدوم کی بیع ناجائز ہے اور ٹھیکے کی زمین پر قیاس نہیں ہو سکتا کیونکہ زمین کے منافع مقصود ہیں' زراعت تخم سے نکلتی ہے' پس زراعت زوائد نہ ہوئی بلکہ تخم ملک مستاجر کا ظاہر ہے' زمین کے منافع اجارہ کیے گئے ہیں اور بس' پس ظاہر ہوا کہ درختوں کا اجارہ اجارہ نہیں بلکہ لفظ اجارہ کے ساتھ بیع ہے اور معدوم کی بیع باطل ہوتی ہے۔ پس دلائل و نصوص شبہ اجارہ اپنے عموم پر ہے۔ تخصیص کی ضرورت نہیں اور عموم بلویٰ جو خلاف نصوص ہو قابل اعتبار نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ۵۱۵)

معقود علیہ سے اجرت دینا

سوال: اگر کوئی شخص مزدور یا چوپایہ پر اپنا غلہ مکان پر لاتا ہے یا بھوننے کے لیے بھاڑ پر لے جاتا ہے اور اس کی اجرت اسی غلے سے مقرر کرتا ہے تو یہ اجارہ صحیح ہوگا یا فاسد؟

جواب: اس صورت میں اسی غلے سے اجرت مقرر کرنا صحیح نہیں اور یہ اجارہ فاسد ہوگا اور اس وقت اجرت مثل دینی چاہیے لیکن اگر نقدی یا غلے کو مطلقاً اجرت قرار دیا گیا تھا لیکن بعد میں اس کے بجائے مذکورہ غلے سے ادا کرتا ہے تو صحیح ہوگا۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۰۷)

کنواں پختہ کرانے کے مصارف اجیر کے ذمہ لگانا

سوال: اگر کنواں کھودنے کا اجارہ اس شرط پر ہوا کہ پختہ کرانے کے لیے اینٹ اور چونے کے مصارف بذمہ اجیر ہوں گے تو صحیح ہے یا فاسد؟ جواب: فاسد ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۰۷)

کمیشن پر سفیر رکھنا

سوال: مدرسے کی وصولی کرنے پر چوتھائی یا تہائی حصہ جو محصلین کو دیا جاتا ہے کیسا ہے؟

جواب: یہ طریقہ ناجائز ہے یہ اجارہ فاسدہ ہے دو وجہ سے ایک اجیر کے مجہول ہونے کی وجہ سے دوسرے اس لیے کہ اس میں اجرت عمل اجیر سے ہوتی ہے۔

جائز صورت یہ ہے کہ ان کی تنخواہ مقرر کردی جائے اور یہ کہا جائے کہ ہزار روپے لاؤ گے تو پچاس روپے علاوہ تنخواہ کے مزید انعام دیا جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳ ص ۴۰۲)

پیشگی رقم دینے والے کے کمیشن کی شرعی حیثیت

سوال: میں کمیشن ایجنٹ ہوں فروٹ مارکیٹ میں میری آڑھت کی دکان ہے کوئی زمیندار یا ٹھیکیدار مال لے آتا ہے تو فروخت کرنے کے بعد دس فیصد کمیشن کی صورت میں لے کر کے بقایا رقم ادا کردیتا ہوں اب اس میں پریشانی والا مسئلہ یہ ہے کہ زمیندار یا ٹھیکیدار کو مال لانے سے قبل بیس پچیس ہزار روپے دیتا ہوں تاکہ مجھے مال دے اور عام دستور بھی یہی ہے کہ زمیندار اور ٹھیکیدار کو مال لانے سے قبل اسی لالچ پر پیسے دیئے جاتے ہیں تاکہ وہ مال بھیجے اور اس مال کے فروخت پر کمیشن لیا جاسکے۔ اب اس طریقہ کار پر مختلف باتیں سنتے ہیں کچھ سود کا کہتے ہیں اور بعضے لوگ حرام کا کہتے ہیں اور زیادہ تر لوگ جو اس کام سے تعلق رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حلال ہے؟

جواب: چونکہ زمینداران کو یہ رقم پیشگی کے طور پر دیتے ہیں یعنی ان کا مال آتا رہے گا اور

اس میں سے ان کی رقم وضع ہوتی رہے گی' اس لیے یہ ٹھیک ہے' اس پر کوئی قباحت نہیں' اس کی مثال ایسی ہوگی کہ دُکاندار کے پاس کچھ روپیہ پیشگی جمع کرادیا جائے اور پھر اس سے سودا سلف خریدتے رہیں اور آخر میں حساب کرلیا جائے۔

زمیندار کو پیشگی رقم دے کر آڑھت پر مال کا کمیشن کاٹنا

سوال: اکثر و بیشتر چھوٹے بڑے زمیندار زرعی ضرورتوں کے پیش نظر آڑھتیوں سے بوقت ضرورت بطور ادھار کچھ رقم لیتے رہتے ہیں' زرعی فصل کی آمد پر اجناس فصل آڑھتیوں کے حوالے کردی جاتی ہے' بوقت ادائیگی رقم مذکورہ آڑھتی واجب الادا رقم میں سے ۲۰ فیصد رقم منہا کر کے بقایا رقم مذکورہ زمیندار کے حوالے کرتا ہے' حل طلب مسئلہ یہ ہے کہ آیا ایسی رقم جس کو کمیشن کا نام دیا جاتا ہے از روئے قرآن وسنت کسی سے لینا جائز ہے؟ اگر ناجائز ہے تو ایسی ناجائز رقم لینے اور دینے والے دونوں کے لیے کیا وعید آئی ہے؟

جواب: یہاں دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ایک مسئلہ ہے کاشتکاروں کا آڑھتیوں سے رقم لیتے رہنا اور فصل کی برآمد پر اس رقم کا ادا کرنا' اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ آڑھتی ان کاشتکاروں سے قبل از وقت سستے داموں غلہ خرید لیں' مثلاً گندم کا نرخ اسی روپے ہے' آڑھتی کاشتکار سے فصل آنے سے دو مہینے پہلے ساٹھ روپے کے حساب سے خرید لیں اور فصل وصول کرنے کی تاریخ' جگہ' جنس کی نوعیت وغیرہ طے کرلیں' یہ صورت جائز ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ علی الحساب رقم دیتے جائیں اور فصل آنے پر اپنا قرض مع زائد پیسوں کے وصول کریں' یہ سود ہے اور قطعی حرام ہے۔

دوسرا مسئلہ آڑھتی کے کمیشن کا ہے' یعنی اس نے جو کاشت کار کا غلہ یا جنس فروخت کی ہے اس پر وہ اپنا محنتانا فیصد کمیشن کی شکل میں وصول کرے (عام طور پر آڑھت اسی کو کہا جاتا ہے) یہ صورت حضرت امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق تو جائز نہیں بلکہ ان کو اپنی محنت کے دام الگ طے کرنے چاہئیں' کمیشن کی شکل میں نہیں مگر صاحبینؒ اور دوسرے آئمہ کے قول کے مطابق جائز ہے۔

ایجنٹ کے کمیشن سے کاٹی ہوئی رقم ملازمین کو نہ دینا

سوال: ہمارے ہاں کپڑا مارکیٹ میں ایک تسلیم شدہ رسم ہے کہ مالک دکان جب کسی ایجنٹ کی معرفت کپڑا فروخت کرتا ہے تو اس کو کمیشن دیتے وقت دس پیسہ فی روپیہ کے حساب سے رقم کاٹتا ہے جس کو ہمارے ہاں ''سگھڑی'' کہتے ہیں' یہ تسلیم شدہ بات ہے کہ سگھڑی دکان کے نوکروں

کے لیے ہوتی ہے اور پورے مہینے کی جمع شدہ گٹھڑی ہر ماہ کے آخر میں تمام نوکروں کو مساوی تقسیم کر دی جاتی ہے' کچھ مالکان دکان یہ رقم ایجنٹ کے کمیشن سے تو کاٹتے ہیں مگر خود کھا جاتے ہیں' استفسار پر وہ کہتے ہیں کہ یہ رقم ہمارے رشتے کی بیواؤں اور یتیموں کو دی جاتی ہے جو بہت غریب ہیں' کیا غریب کارکنوں کا حق مار کر بیواؤں کو دینا شرعاً جائز ہے؟

جواب: دس پیسے کاٹ کر جو رقم دی گئی ہے' دلال کی اجرت اتنی ہی ہوئی اور دس پیسے جو باقی رہ گئے وہ مالک کی ملکیت میں رہے' خواہ کسی کو دے دے یا خود رکھ لے۔

چندہ جمع کرنیوالے کو چندے میں سے فیصد کے حساب سے کمیشن دینا

سوال: کسی دینی مدرسے کے لیے کوئی سفیر مقرر کیا جائے اور وہ سفیر کہے کہ میں ۳۳ فیصد یا ۳۰ فیصد لوں گا جبکہ خلفائے راشدینؓ کے دور میں زکوٰۃ' صدقات اکٹھا کرنے والے حضرات کو بیت المال سے مقررہ ماہانہ دیا جاتا تھا اور آج ایک سفیر دینی ادارے کے لیے کام کرنے کا ۳۰ فیصد یا ۳۳ فیصد لینا چاہتا ہے جبکہ ایک مفتی صاحب یہ فتویٰ دے چکے ہیں کہ یہ کمیشن لینا یعنی فیصد لینا ناجائز ہے اور میرا موقف ہے کہ یہ جائز ہے یا اسے تنخواہ دی جائے یا فیصد؟ اب آپ سے استدعا ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مکمل واضح اور مدلل جواب عنایت فرما کر اُمت مسلمہ پر احسان عظیم فرمائیں؟

جواب: سفیر کا فیصد کمیشن مقرر کرنا دو وجہ سے ناجائز ہے' ایک تو یہ اجرت مجہول ہوئی کیونکہ کچھ معلوم نہیں کہ وہ مہینے میں کتنا چندہ کر کے لائے گا؟ دوسری وجہ یہ ہے کہ کام کرنے والے نے جو کام کیا ہو اسی میں سے اجرت دینا ناجائز ہے' اس لیے سفیر کی تنخواہ مقرر کرنی چاہیے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۶ ص ۳۰۶ تا ۳۰۸)

خلاف شرع ملازمت چھوڑنا

سوال: جس شخص کا دل ملازمت کو بسبب قواعد کے کہ نماز قضا ہوتی ہے' انگریزی زبان سیکھنی اور بولنی پڑتی ہے اور والدین چھوڑنے سے ناراض ہیں تو سائل کے لیے کیا حکم ہے؟ اور اصل مقصود قواعد سے یہ ہے کہ جب کہیں لڑائی درپیش ہو تو قواعد دان بھیجے جائیں؟

جواب: یہ نوکری اس وجہ سے کہ نماز فرض فوت ہوتی ہے اور کفار و مسلمین کے مقابلے کے وقت کفار کی تائید کرنا پڑتی ہے اور وقت پر انکار ہو نہیں سکتا' ناجائز ہے' اس کو چھوڑ دینا چاہیے اگرچہ والدین ناراض ہوں' خدائے تعالیٰ کے سامنے کسی کی اطاعت نہیں ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۸۲)

غیر مسلموں کی نس بندی کیلئے ملازمت کرنا

سوال: نس بندی کی ملازمت کرنا اور صرف غیر مسلموں کی نس بندی کرنا دوسروں کی نہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جو کام ناجائز ہے اس کام کی نوکری بھی ناجائز ہے' دوسرا ذریعہ معاش کرے اور اس نوکری کو چھوڑ دے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ص ۳۲۰)

دھوبی وغیرہ کی خدمت واجرت لینا

سوال: بعض جگہ کا قاعدہ ہے کہ درزی' دھوبی' حجام' بڑھئی وغیرہ کو کچھ زمین بے لگان دے دیتے ہیں یا وہ ان پر غلے کی ایک مقدار خاص معین کر دیتے ہیں اور اس کے عوض میں سال بھر میں جتنے کام کی ضرورت پڑتی ہے کام لیتے رہتے ہیں' خواہ آمدنی اس کے کام کی اجرت سے کم ہو یا زیادہ وہ اس کو خوشی سے کرتا ہے' اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں چونکہ عمل کی تفصیل معلوم نہیں ہوتی جس سے نزاع پیدا ہوتا ہے' لہٰذا یہ اجارہ فاسد ہوتا ہے لیکن اگر کسی جگہ اس کا عرف عام ہے اور اجیر ومستاجر معاملے کو عقد کے وقت اچھی طرح سمجھ لیتے ہیں اور کوئی جہالت ایسی باقی نہیں رہتی جو جھگڑے کا باعث ہو تو وہاں اس معاملے کو جائز کہا جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ص ۲۶۶)

اصلاح کی غرض سے مالی جرمانہ لینا

سوال: گاؤں میں پنچایت کے ذریعے مجرموں سے جو جرمانہ لیا جاتا ہے یہ کیسا ہے؟ اگر انہیں مجرموں کو واپس کیا جائے تو پنچایت کی کوئی وقعت باقی نہیں رہے گی' بتلایئے ان لوگوں کو کیا کہا جائے جو یہ راہ راست پر آ جائیں؟

جواب: مالی جرمانہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہیں' اگر لیا جائے تو اس کی واپسی لازم ہے' انسداد جرائم کے لیے ارشاد تلقین کی ضرورت ہے تاکہ دل میں خوف وخشیت پیدا ہو' خدائے قہار کی عظمت اور اس کے انعامات کا استحضار لازم ہے تاکہ اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ کی رغبت ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ص ۱۸۵)

چرواہے سے گم شدہ جانور کا ضمان لینا

سوال: اگر کوئی جانور چرواہے کی بے خیالی کی وجہ سے گم ہو گیا یا اس نے فروخت کر دیا تو اس صورت میں اس پر ضمان آئے گا یا نہیں؟ اور ضمان آئے گا تو قیمت کے ساتھ یا مثل کے ساتھ؟ اور

مستحق تعزیر تو نہیں ہوگا؟

جواب: راعی (چرواہا) بھی اجیر ہے اور جانور اس کے قبضے میں امانت ہے' قصداً تلف کرنے کی صورت میں ضمان لازم ہوگا اور چونکہ جانور ذوات القیم میں سے ہے لہٰذا اس کی قیمت دلائی جائے گی' اگر امام کی رائے ہو تو سیاستاً تعزیر بھی کرسکتا ہے۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۳۱۱)

مہلت حاصل کرنے کیلئے نذرانہ دینا

سوال: کاشتکاروں سے لگان وصول کرنے کے لیے حکومت نے خریف کی قسط میں ۱۰ اپریل اور ۱۱ مئی ربیع کی قسط میں ۲۵ اکتوبر اور ۲۶ نومبر مقرر کررکھی ہے' ان مقررہ تاریخوں کے گزر جانے کے بعد زمیندار کو اختیار دیا گیا ہے کہ اگر کاشتکار ان تاریخوں میں پورا لگان ادا نہ کرے تو زمیندار عدالت میں نالش کرسکتا ہے۔

جو کاشتکار تاریخ مقررہ پر روپیہ ادا نہیں کرتے وہ اپنے کارندے کو نالش کے خرچ سے بچنے کی غرض سے کچھ نذرانہ جو تخمیناً نالش کے خرچ سے کم ہوتا ہے دے دیتے ہیں اور خریف کا واجب الادا روپیہ ربیع میں یا ربیع کا خریف میں دینے کے واسطے مہلت لے لیتے ہیں تو اس قسم کا نذرانہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز نہیں' یہ رقم بمقابلہ مہلت کے ہے جو کہ حرام ہے اور نہ کارندے کے ذمے ہے کہ آقا کو اپنے پاس سے باقی کرے' خواہ وصول ہو یا نہ ہو' اگر کارندہ اس ذمہ داری سے سبکدوش ہوجائے تو پھر نذرانے کی طرف التفات نہ رہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۴۵)

کنٹرول کے سامان کو زیادہ قیمت میں فروخت کرنا

سوال: زید کے پاس کنٹرول کا سامان ہے' کچھ تو کنٹرول ریٹ پر فروخت کرتا ہے اور کچھ بلیک میں فروخت کرتا ہے' کیا یہ صورت جائز ہے؟

جواب: کنٹرول کا مال بلیک میں زیادہ داموں میں بیچنا ناجائز ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۳۹۱)

بلیک مارکیٹ کے حرام ہونے کی وجہ

سوال: محکمہ کنٹرول دکانداروں کو کچھ ہدایات دیتا ہے کہ تم اقرار کرو کہ ہم مقرر کی ہوئی قیمت پر مال فروخت کریں گے اور وہ جس بھاؤ چاہتے ہیں فروخت کرتے ہیں' اس وعدے کے بعد مقررہ قیمت سے زیادہ وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس مال سے فریضہ حج ادا ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: ہاں بلیک مارکیٹ کرنا ناجائز ہے کیونکہ اول تو اس میں حکومت سے بدعہدی' دوسرے

جھوٹ بولنا‘ تیسرے مخلوق سے بے رحمی اور سختی‘ غرض بہت سی ناجائز چیزیں ہیں‘ اس طرح کمائے ہوئے روپے سے حج کرنا ثواب کا کام نہیں۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۳۹۱) ”گو حج ہو جائے“ (م ع)

جہاز میں کرائے پر لی ہوئی جگہ دوسرے کو دینا

سوال: بحری جہاز میں غلہ منتقل کرنے کے لیے کرائے پر لی ہوئی جگہ دوسرے کے ہاتھ نفع کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۰۱)

اپنے قائم مقام سے نوکری کا کچھ حصہ لینا

سوال: ایک شخص نے اپنی نوکری سے استعفاد یا اور دوسرے کو اپنا قائم مقام بنادیا اور اس احسان میں اس سے کچھ روپیہ لیتا ہے تو یہ رشوت ہے یا نہیں؟

جواب: اگر اس طرح کا تبرع معروف یا مشروط نہ ہو تو رشوت نہیں ہے ورنہ رشوت ہے اور حرام ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۰۱)

دوسرے کے پاس پر ریل میں سفر کرنا

سوال: ریلوے ملازم کے پاس دو آدمیوں کا پاس ہے‘ کیا ہر شخص جس کو وہ لے جانا چاہے جا سکتا ہے‘ شرعاً کوئی جرم تو نہیں؟ جبکہ وہ یہ کہہ دے گا کہ وہ میرا آدمی ہے‘ خواہ اس کا آدمی ہو یا نہ ہو‘ افسر ریلوے اس کو پکڑ نہیں سکتا نہ کوئی جرم ہے‘ شبہ اس وجہ سے ہے کہ جب اس کا خاص آدمی نہیں ہے محض دوست یا رشتہ دار ہے تو شاید شرعاً اس آدمی کو جانا جائز نہ ہو؟

جواب: واقعی جائز نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۰۶)

عجائب گھر میں جانے کی فیس دینا

سوال: کسی نادر الوجود جانور کو پردے میں رکھ کر لوگوں سے ایک دو پیسہ لے کر دکھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۵۸)

دکان‘ مکان اور زمین کا اجارہ

عقد اجارہ مکمل ہونے کے بعد انکار کر دینا

سوال: دکان نمبر ۹۴ دوسو روپے کرائے پر گواہوں کے روبرو تحریر ہوئی اور اقرار کیا کہ ایک ہفتہ میں قبضہ دے دوں گا‘ اب اسی کی دکان نمبر ۹۳ خالی ہے وہ دکان نمبر ۹۴ کے عوض میں اس شرط پر دیتا ہے کہ دکان نمبر ۹۴ خالی ہونے پر تم کو دیدی جائے گی چونکہ وہ دکان موقع کی تھی اور یہ کج میں دبی ہوئی ہے‘ اب مالک دکان اس بات پر حجت کرتا ہے کہ میں کرایہ پورا لوں گا‘ یعنی مبلغ دوسو روپے اور کچھ ہرجانہ وغیرہ نہیں دوں گا‘ اس صورت میں مالک دکان سے میں ہرجانہ لے سکتا ہوں یا نہیں؟

جواب: دکان نمبر ۹۴ جس کا کرایہ نامہ مکمل ہو کر عقد اجارہ سائل کے حق میں مکمل ہو چکا ہے‘ مالک دکان کے ذمہ شرعاً واجب ہے کہ اپنی تحریر کے موافق اس کرایہ دار کے حوالے کر دے اور سائل کو حق ہے کہ وہ بذریعہ عدالت یا پنچایت وغیرہ مالک دکان کو دکان نمبر ۹۴ کے دینے پر مجبور کرے لیکن خلاف ورزی کی صورت میں سائل کو مالک سے کوئی مالی جرمانہ لینے کا حق نہیں‘ البتہ کرایہ اس دکان کا اس کے ذمہ واجب نہ ہوگا اور مالک دکان اس حرکت کی وجہ سے سخت گنہگار اور مستحق عذاب ہوگا۔

باقی رہا دکان نمبر ۹۳ کا قصہ سو یہ ایک مستقل معاملہ ہے اس کو پہلے معاملے سے کچھ تعلق نہیں‘ نہ سائل اس پر مجبور ہے کہ وہ اس دکان کو ضرور لے‘ یا اسی کرائے پر لے اور نہ دُکاندار اس پر مجبور ہے کہ اس کو دے بلکہ طرفین کی رضامندی سے جو کرایہ طے ہو جائے وہی معتبر ہوگا۔ (امداد المفتیین ج ۲ ص ۸۶۵)

کرائے دار کا دوسرے کو دکان وغیرہ کرائے پر دینا

سوال: ایک آدمی کے قبضہ میں دکان کافی عرصہ سے تھی‘ اب وہ شخص بیمار ہو کر چار پانچ سال سے گھر پڑا ہے‘ دکان بند ہے اور وہ شخص دکان کا کرایہ ادا کرنا مفت سمجھتا ہے چونکہ وہ بیمار گھر پڑا ہے تو کیا وہ شخص اس دکان کو پگڑی پر دے کر کرایہ وصول کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: کرائے دار کے لیے اس کی اجازت نہیں کہ جتنے کرائے پر خود دکان لی ہے اس سے زائد کرائے پر کسی کو دے یا مالک اگر خالی کرائے تو اس سے پگڑی لے‘ البتہ اگر کرائے دار نے دکان کی حیثیت کو بڑھا دیا‘ مثلاً اس میں الماریاں لگوا دیں یا کوئی اور ایسا تصرف کیا جس سے دکان کی شان بلند ہوگئی تو اس کے موافق پگڑی کے نام یا اضافہ کرایہ کے نام سے لینا درست ہے۔

(فتاوی محمودیہ ج ۱۲ ص ۳۷۲)

دکان کا تختہ حکومت نے کٹوا دیا تو وہ کرایہ دار کا ہے یا مالک کا؟

سوال: حکومت کے حکم سے دکانوں کے وہ تختے جو بازار کی نالیوں سے آگے کو بڑھے ہوئے تھے کرایہ داروں کو کٹوانے پڑ گئے کہ حکم کا رخ انہیں کی طرف تھا' مالکان بے غم رہے' حالانکہ از روئے انصاف تعمیل مالکان کو کرنی تھی تو تختوں کی کٹوائی کے خرچ کے بدلے میں کرایہ داران تختوں کے ایندھن کو اپنے خرچ میں لا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: جبکہ وہ تختے مالکان نے لگوائے تھے' کرایہ دار نے نہیں تو ان کا ایندھن مالکان کی ملک ہے' ان کے کٹوانے کا حکم حکومت نے دیا ہے' مالکوں نے نہیں دیا' اس لیے وہ مالکوں کی اجازت کے بغیر خرچ نہ کیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۲۳-۳۲۲)

کرائے دار سے مکان یا دُکان خالی کرانا

سوال: آیا کرائے دار سے زائد کرایہ شرعاً وصول کیا جا سکتا ہے؟ یا دکان و مکان کرائے دار سے خالی کرائی جا سکتی ہے؟ کیونکہ آج کل قانون سرکار ہے کہ نہ دکان و مکان خالی کرایا جا سکتا ہے اور نہ کرایہ میں اضافہ ہو سکتا ہے' اگر مسلمان کرائے دار کرایہ نہ بڑھائے اور نہ خالی کرائے تو عنداللہ ماخوذ ہوگا؟

جواب: دکان و مکان کے مالک کو اختیار ہے کہ جتنی مدت کے لیے کرایہ کا معاملہ کیا تھا اس کے گزر جانے پر کرائے دار سے خالی کرائے یہ بھی اختیار ہے کہ زائد کرایہ کا معاملہ کرے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۳۱۹)

سرکاری زمین قبضہ کر کے کرایہ پر دینا

سوال: غیر آباد جگہ جو جنگل تھا اس میں مکان بنا لیے گئے' سرکاری جگہ ہے' اس کا کرایہ لینا ٹھیک ہے یا نہیں؟

جواب: حکومت کی اجازت سے اگر مکان بنوائے گئے تو کرایہ وغیرہ لینا جائز ہے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۱۵۱)

ویڈیو فلمیں کرائے پر دینے کا کاروبار کرنا

سوال: کیا ویڈیو فلمیں کرائے پر دینے والوں کا کاروبار جائز ہے؟ اگر نہیں تو کیا یہ کاروبار کرنے والے کی نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج اور دوسرے نیک افعال قبول ہوں گے؟

جواب: فلموں کے کاروبار کو جائز کیسے کہا جا سکتا ہے؟ اس کی آمدنی بھی حلال نہیں' نماز' روزہ اور حج' زکوٰۃ فرائض ہیں' وہ ادا کرنے چاہئیں اور وہ ادا ہو جائیں گے مگر ان میں نور پیدا نہیں ہوگا' جب تک آدمی گناہوں کو ترک نہ کرے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۱۵۱)

مکان یا دکان کی پگڑی لینا

سوال: جو پگڑی پر دکانیں دی جاتی ہیں یا لی جاتی ہیں' کیا یہ جائز ہے یا ناجائز؟ اگر ناجائز ہے تو صورت جواز کیا ہو سکتی ہے؟

جواب: مالک اپنی دکان کسی کو کرایہ پر اس طرح دے کہ مثلاً دکان ایک سال کے لیے کرایہ پر دیتا ہوں کہ بیس روپیہ ماہوار ہوگا اور چار سو روپے پگڑی کے اور ایک ماہ کا کرایہ پیشگی لوں گا' تو یہ صورت درست ہے اور یہ کہا جائے گا کہ عموماً سال میں سے پہلے مہینہ کا کرایہ چار سو بیس روپے ہے جو پیشگی ہے' باقی گیارہ مہینہ کا کرایہ بیس روپے ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۳۷۲) ''جیسا پگڑی فروخت کرنے کا سلسلہ عام ہے وہ ناجائز ہے اور اب بجائے پگڑی و پیشگی کے دکان کی خرید و فروخت کا سلسلہ جاری ہو گیا جو بلاشبہ جائز ہے۔'' (م'ع)

پگڑی سسٹم کی شرعی حیثیت

سوال: آج کل دکانوں کو پگڑی سسٹم پر فروخت کیا جا رہا ہے۔ یعنی ایک دکان کو کرایہ پر دینے سے پہلے کچھ رقم مانگی جاتی ہے' مثلاً ایک لاکھ روپیہ اور پھر کرایہ بھی ادا کرنا ہوگا لیکن پیشگی رقم دینے کے باوجود دُکاندار کو مالکانہ حقوق حاصل نہیں ہوتے اور اگر مالکانہ حقوق حاصل ہوتے ہیں تو پھر کرایہ کس چیز کا مانگا جاتا ہے؟

جواب: پگڑی کا طریقہ شرعی قواعد کے مطابق جائز نہیں۔ (آپکے مسائل اور انکا حل جلد ۶ ص ۱۵۱)

مشترک زمین پر تعمیر کی تو اس کا کرایہ ادا کرنا ہوگا

سوال: ایک بنگلے میں کچھ حصہ دار تھے' ان میں سے ایک (زید) کے اوپر سرکاری قرض تھا' قرض ادا نہ کرنے پر سرکار نے زید کا حصہ نیلام کر دیا' اس حصے کو بکر نے خرید لیا' دوسرے حصے داران کا حصہ بدستور قائم رہا' بکر نے اور حصہ داران کا بھی حصہ خرید لیا' دو نے اپنا حصہ بیچنے سے انکار کر دیا' بنگلے کا جب نیلام خریدا گیا تو عمارت بالکل منہدم ہو چکی تھی' بکر نے اس کی تعمیر کی' اس کے بعد حکومت نے اس کو کرائے پر لے لیا' پھر حکومت نے اس کو اٹھارہ ہزار روپے میں خریدنا چاہا مگر بکر نے انکار کر دیا' پھر بکر کا انتقال ہو گیا' زوجہ بکر نے بھی اٹھارہ ہزار لینے سے انکار کر دیا اور حکومت پر مقدمہ دائر کر دیا' بیس برس تک مقدمہ چلا' اس کا سب خرچ زوجہ نے ادا کیا' اب ایک حصہ دار نے دعویٰ کیا کہ ہمارا بھی حصہ ہے مگر عدالت نے یہ کہہ کر باطل کر دیا کہ دعویٰ متعین مدت

کے بعد کیا گیا ہے۔ دوسرے حصہ داروں نے کوئی اعتراض نہیں کیا' کچھ عرصہ بعد ان کا انتقال ہوگیا' ان کے اہل وعیال حیات ہیں' اب زوجہ بکر مقدمہ جیت گئی اور حکومت نے ترپن ہزار کی رقم بطور قیمت ادا کردی' ایک تیسرے حصہ دار کو معاوضہ الگ دے دیا' اب سوال یہ ہے:

ا۔ عدالت سے جن دو حصہ داروں کا حق باطل ہوگیا تھا ان کو اپنے حصے کی رقم سے معاوضہ دے؟

۲۔ اگر ان کا حصہ دینا فرض ہے تو اٹھارہ ہزار میں سے دے یا ترپن ہزار میں سے؟

جواب: بکر نے جب ازسرنو عمارت بنائی اور وہاں دو حصے داروں کا بھی حصہ تھا جنہوں نے فروخت نہیں کیا تھا تو بکر نے کیا ان دونوں سے کہا تھا کہ:

ا۔ تم لوگ اس جگہ کو تقسیم کر کے اپنا حصہ الگ کرلو تا کہ اس پر میری تعمیر ہو اور تم کو اختیار ہے کہ تم اپنی تعمیر جداگانہ کردو' یا بلا تعمیر رہنے دو' یا فروخت کردو' یا ہبہ کردو' یا وقف کردو۔

۲۔ اگر تقسیم کر کے اپنا حصہ الگ نہیں کرتے تو میرے ہاتھ فروخت کردو تا کہ پوری زمین پر میری تعمیر رہے۔

۳۔ اگر فروخت نہیں کرتے تو تعمیر میں جتنی رقم خرچ ہوگئی اپنے حصے کی نسبت سے اس میں شریک رہو یعنی اتنی رقم تمہارے ذمے رہے گی تا کہ تم تعمیر میں بھی حصہ دار ہو۔

۴۔ اگر رقم میں بھی شرکت نہیں کرتے تو اپنے حصے کی زمین مجھے کرائے پر دے دو تا کہ تعمیر کل میری رہے اور تمہارے حصے کے بقدر زمین کا کرایہ میں تم کو ادا کرتا رہوں۔

۵۔ اگر کرائے پر بھی نہیں دیتے تو اپنے حصے پر تعمیر کی مجھے اجازت دے دو' جب تم چاہو گے میں اپنی تعمیر ہٹا کر تمہارے حصے کی زمین خالی کردوں گا۔

ان پانچ صورتوں میں سے اگر کوئی صورت پیش آئی ہو تو اس کے موافق معاملہ رہے گا' اگر ان صورتوں میں سے کوئی صورت نہیں بلکہ بکر نے خود ہی اس پر تعمیر کرلی تو اتنی مدت کا کرایہ ان کے حصے کی زمین کا لازم ہوگا' مدت طویل ہونے کی وجہ سے ان کا حصہ باطل نہیں ہوگا' پھر جب حکومت نے اس کی قیمت ادا کردی تو وہ قیمت محض زمین کی نہیں ہے بلکہ عمارت کی ہے جس میں کسی دوسرے کی کوئی رقم خرچ نہیں ہوئی' لہٰذا بنگلہ تعمیر ہونے کے وقت سے لے کر اس کے فروخت ہونے تک جتنا کرایہ ان دونوں کے حصے کی زمین کا دو تجربے کار متدین آدمی تجویز کریں گے وہ ادا کرنا ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳ ص ۳۹۲)

کرایہ دار سے مکان خالی کرانے کا شرعی حکم

سوال: مکان مالک کو اپنے بچوں کی شادی کرانا ہے اس کے لیے مکان کی ضرورت ہے لیکن

کرایہ دار مکان خالی کرنے سے انکار کرتا ہے تو شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: کرایہ دار کی ضرورت اس مکان پر موقوف نہ ہو اس کے بغیر بھی رہائش کی ضرورت پوری ہو جاتی ہو یا حیثیت اور ضرورت کے مطابق مکان مل سکتا ہو تو اسے لازم ہے کہ مکان خالی کردے' بلا مجبوری تاخیر کرتے رہنا ظلم اور معصیت ہے' مکان مالک کو بھی لازم ہے کہ کرایہ دار کو پریشان نہ کرے' مکان ملنے تک مہلت دے دے' مجبوراً آدمی کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۵۶)

کرایہ دار مکان نہ چھوڑے

سوال: ایک آدمی کئی برس سے مسجد کے مکان میں تیرہ روپے کرایہ دے کر رہتا ہے' فی الحال اس کے دوسرے کرایہ دار تیس روپے دے سکتے ہیں' ایک مرتبہ لوگوں کے کہنے پر اس نے وعدہ کیا کہ میرا نیا مکان تیار ہو رہا ہے' تیار ہونے پر چھوڑ دوں گا' مگر وہ تیار ہونے کے بعد بھی نہیں چھوڑتا' نہ کرایہ زائد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں پرانا کرایہ دار ہوں تم مجھے قانوناً نکال نہیں سکتے' اب حکم شرعی کیا ہے؟

جواب: اس کا یہ فعل بداخلاقی' بے انصافی اور وعدہ خلافی ہے اور مسجد کو نقصان پہنچانا ہے' خدا سے ڈرنا چاہیے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۷؍۲۱) ''اور مکان چھوڑنا چاہیے'' (م'ع)

کرائے کا مکان خالی کرنے پر مالک مکان سے رقم لینا

سوال: ایک مکان آٹھ سال سے کرایہ پر ہے' مالک مکان خالی کرنے کے لیے کہہ رہا ہے اور اپنا قبضہ چاہتا ہے اور قبضہ کے عوض کچھ رقم دینا چاہتا ہے تو میں وہ رقم لے سکتا ہوں یا نہیں؟ میں نے مکان کی مرمت کے لیے کچھ خرچ کیا ہے؟

جواب: کرائے کا مکان خالی کرنے کے عوض میں مالک سے کوئی رقم حاصل کرنا جائز نہیں ہے' ہاں اگر مالک مکان نے آپ سے پگڑی لے رکھی ہے تو پگڑی کی رقم اس سے لے سکتے ہیں ورنہ لینا درست نہیں ہے' آپ نے مکان میں اپنی راحت کے لیے کچھ تعمیر کرایا ہے وہ خرچ اگر مالک مکان بخوشی دے تو لینا جائز ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۵۴)

کرایہ کے مکان کی معاہدہ شکنی کی سزا کیا ہے؟

سوال: میں نے اپنی دکان ایک شخص کو اس شرط کے ساتھ کرایہ پر دی جو کہ معاہدے میں تحریر ہے کہ اگر میری مرضی نہ ہوئی تو ۱۱ ماہ بعد دکان خالی کرالوں گا' معاہدے میں جس پر دو مسلمان

گواہوں کے دستخط بھی موجود ہیں اس طرح تحریر ہے: ''ختم ہونے میعاد پر مقر نمبر ایک (کرایہ دار) مقر نمبر دو (مالک) جدید دوسرا کرایہ نامہ تحریر کرا کے کرایہ دار رہ سکیں گے ورنہ خود فوراً دکان خالی کر کے قبضہ و دخل مقر نمبر دو (مالک) کے سپرد کر دیں گے اور بقیہ رقم ڈیپازٹ مقر نمبر دو سے حاصل کر لیں گے'' میں نے میعاد ختم ہونے سے تین ماہ قبل ذاتی کاروبار کرنے کے لیے کرایہ دار سے دکان خالی کرنے کے لیے کہا' اس نے گواہوں کے روبرو دوسری دکان تلاش کر کے دکان خالی کرنے کا اقرار کیا اور اس طرح ٹال مٹول کر کے سولہ ماہ گزار دیئے اور پھر صاف انکار کر دیا' میں نے دو سال گزرنے کے باوجود اس وجہ سے کرایہ نامہ بھی نہیں لکھا اور نہ اس نے اب تک دکان خالی کی۔ موجودہ عدالتی قانون کے مطابق اس طرح کے معاہدے کی کوئی حیثیت نہیں' نہ معاہدہ توڑنے کی کوئی سزا ہی ہے' یہ ایگریمنٹ صرف دل کو تسلی دینے کے برابر حیثیت رکھتا ہے' مسئلہ یہ ہے کہ شریعت میں یہ معاہدہ وعدہ خلافی میں آتا ہے اور اسلامی قانون کے مطابق شریعت میں اس کے خلاف کی سزا کیا ہے؟ اور پاکستان کی اسلامی حکومت میں اس پر عمل کیوں نہیں ہو رہا ہے؟

جواب: معاہدہ شکنی گناہ کبیرہ ہے' آپ پاکستان کے اس قانون کو جو معاہدہ شکنی کو جائز کہتا ہے' شرعی عدالت میں چیلنج کر سکتے ہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۱۵۱)

کرائے دار کا مالک کی زمین میں مکان بنانا

سوال: ایک شخص نے کرائے پر ایک گھر لیا' سامنے بیٹھنے کی کوئی جگہ نہیں تھی تو مالک کی اجازت سے اس میں کچھ تعمیر کرا لیا اور کرایہ مقررہ برابر ادا کرتا رہا' کچھ عرصہ بعد مالک کا مکان کرائے پر لیا ہوا پورے کا پورا منہدم ہو گیا' مالک نے کہا کہ آپ بنوایئے اور رہیے' کرائے دار جب سے اپنے بنے ہوئے مکان میں رہنے لگا' کرایہ دینا بند کر دیا' مالک کا تو انتقال ہو گیا' اب ورثہ کہتے ہیں کہ مکان ہمارا ہے کیونکہ ہماری زمین میں ہے اتنے دن تک کا کرایہ وضع کرنے کے بعد اگر کچھ رقم بچ جائے گی تو ہم دے دیں گے' مکان چھوڑ دیجئے' کرایہ دار کہتا ہے کہ مکان مالک میں ہوں' زمین آپ کی ہے' آپ صرف زمین کا کرایہ لے سکتے ہیں' کس کی بات صحیح ہے؟

جواب: مکان کرایہ دار نے بنایا ہے وہ تعمیر کا مالک ہے' زمین کے مالک مرحوم کے ورثہ ہیں یا تو زمین کا کرایہ مقرر کر لیا جائے' کرائے دار سے اس کو وصول کرتے رہیں یا کرائے دار سے کہا جائے کہ وہ اپنی تعمیر ہٹا کر زمین خالی کر دے' یا تعمیر میں جس قدر اسباب موجود ہیں ان کی قیمت زمین والے یعنی ورثہ کرائے دار کو دے دیں اور مکان کے بھی مالک ہو جائیں جس صورت پر بھی

معاملہ ہو جائے درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳ ص ۳۸۹)

مشروط میعاد سے قبل دکان خالی کرنے پر کل میعاد کے کرایہ کا حکم

سوال: کسی شخص نے ایک دکان تین سال کے لیے کرایہ پر لی' مالک دکان نے کرایہ دار سے یہ طے کیا کہ چاہے تم اس میں پورے تین سال تک کاروبار کرو یا کم کرایہ تین سال کا ہی ادا کرو گے' کرایہ دار نے یہ شرط قبول کر کے کاروبار شروع کر دیا' ایک سال کے اندر اندر دو مرتبہ دکان سے چوری ہو گئی' کرایہ دار مالک دکان اور اس کے بیٹوں پر شک کرتا ہے جبکہ اس کے پاس کوئی ٹھوس ثبوت نہیں کہ دعویٰ کو ثابت کر سکے اور اب وہ اس عذر کی بناء پر دکان خالی کرنا چاہتا ہے مگر مالک دکان پورے تین سال کا کرایہ لینے پر مصر ہے' یاد رہے کہ مقررہ میعاد پوری ہونے پر دو سال باقی ہیں' تو کیا مالک دکان بقیہ میعاد کے کرایہ کا حقدار ہے یا نہیں؟

جواب: حسب معاہدہ اگرچہ دکان کا مالک جملہ میعاد کے کرایہ کا حقدار ہے مگر عذر شرعی کی بناء پر دکان خالی کرنے کے بعد والی میعاد کا کرایہ وصول نہیں کر سکتا اور نہ اس کو یہ حق حاصل ہے۔

لما قال العلامۃ اشرف علی التھانوی رحمۃ اللہ علیہ: یہ خالی کرنا اگر کسی عذر سے ہے تو کل کرایہ وصول نہ کیا جاوے گا ورنہ وصول کیا جاوے گا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۸۷ کتاب الاجارہ) (فتاویٰ حقانیہ جلد ۶ ص ۲۷۱)

کرائے دار سے قرض لینا اور مکان خالی نہ کرنے کی شرط لگانا

سوال: مکان کو کرائے پر لینے والے شخص سے بطور قرض کچھ رقم لینا چاہتے ہیں تو اگر کرائے دار یہ شرط کر لے کہ جب تک ہم رہنا چاہیں ہم سے خالی نہ کرانا اور نہ کرایہ بڑھانا' یہ شرط کیسی ہے؟

جواب: اس طرح قرض لے کر سابق کرائے دار کا معاملہ صاف کر دینا درست ہے' مگر یہ شرط نہ کی جائے کہ جب تک ہم رہنا چاہیں مکان خالی نہ کریں گے۔

دوسری صورت ادائے قرض کی یہ بھی ہے کہ نئے کرائے دار سے ایک رقم پیشگی کرائے کے طور پر لے کر قرض ادا کر دیں پھر وہ رقم کرائے میں محسوب ہوتی رہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳ ص ۳۹۱)

اپنا مکان خالی کرانے کیلئے رقم دینا

سوال: میں نے اپنا مکان ایک شخص کو کرائے پر دیا ہے' اب مجھے مکان کی ضرورت ہے' کرائے دار مکان خالی کرانے کیلئے پندرہ سو روپے طلب کرتا ہے' میرے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: مکان آپ کا ہے' اور آپ کو اس کی ضرورت بھی ہے' لہٰذا اپنا حق وصول کرنے کیلئے مجبوراً رقم

دے کر مکان حاصل کر سکتے ہیں' مگر کرائے دار کے لیے اس رقم کا لینا جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۶ ص ۱۵۷)

مکان کی پگڑی لینا

سوال: مکان کی پگڑی لینا جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ مکان مالک کرائے دار کے تبدیل ہوتے وقت ایک کرائے دار کے نام سے دوسرے کرائے دار کے نام پر کرائے کا بل تبدیل کرنے کا معاوضہ طلب کرتے ہیں' ساتھ ہی کرائے میں کچھ مخصوص تناسب کے لحاظ سے اضافہ کر دیتے ہیں' یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مالک مکان اگر کرایہ پر دیتے وقت کہے کہ اتنی رقم پیشگی لوں گا اور پھر اتنی ماہانہ اور پھر اتنی سالانہ لوں گا تو اس کی گنجائش ہے لیکن کرائے دار مکان خالی کرنے کے لیے یا دوسرے کرائے دار کو اپنی طرف سے دینے کے لیے پگڑی لے تو اس کی اجازت نہیں۔ (۲) مالک مکان کو اس کا بھی حق ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳ ص ۳۹۷)

کیا کرائے دار دکان دوسرے کرائے دار کو دے سکتا ہے؟

سوال: ایک صاحب نے مسجد کی دکان کرائے پر لے رکھی ہے' خود اس کو استعمال نہیں کرتے بلکہ ہمیشہ دوسرا کرایہ دار رکھتے ہیں' مسجد کا کرایہ آٹھ روپے ہے اور کرائے دار سے پندرہ روپے وصول کرتے ہیں تو یہ اس طرح نفع کمانا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: یہ نفع لینا درست نہیں' اگرچہ سود بھی نہیں' اگر دکان پر کچھ خرچ کر کے مثلاً اس میں الماری' کواڑ وغیرہ لگا کر اس کی حیثیت کو بڑھایا ہو تو اتنی حد تک نفع لینے کی اجازت ہے۔

کمیٹی کو اختیار ہے کہ اصل کرائے دار کے معاملے کو ختم کر کے شکمی کرائے دار سے معاملہ کرے اور کرائے دار کو چاہیے کہ اپنا واسطہ درمیان سے ختم کر دے اور مسجد کی دکان سے خود اس طرح نفع نہ کمائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳ ص ۳۹۸)

کرائے دار نے دو روز کے بعد مکان چھوڑ دیا

سوال: زید نے ایک مکان تیس روپے ماہوار کرائے پر لیا اور مبلغ دس روپے پیشگی دیئے اور دو دن اس مکان میں قیام کر کے چلا گیا' تو کیا مالک مکان کو دس روپے دو دن کے عوض رکھنا جائز ہوگا؟

جواب: اگر یہ شخص کسی ایسے عذر کی وجہ سے جا رہا ہے جو شرعاً معتبر ہے تو دو روز کے بعد فسخ اجارہ کر سکتا ہے اور مالک مکان چاہے تو دو روز کا کرایہ اس سے وصول کر سکتا ہے اور اگر بلا عذر معتبر

جارہا ہے تو چونکہ یہ عقد ماہانہ ہوتا ہے اس لیے پورے مہینے کا کرایہ ادا کرنا اس کے ذمہ ہے' اس صورت میں یہ شخص مکان اپنے قبضہ میں رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۱۰)

کرائے دار نے مکان کی مرمت کی تو خرچ کس پر ہوگا؟

سوال: زید سے ایک شخص نے کہا کہ اپنی خالی جگہ میں ایک کوٹھری بنا کر مجھے کرایہ پر دے دو زید نے بنا کر دے دی لیکن چونکہ کوٹھری کی چھت چادروں کی تھی اس لیے کرائے دار نے اجازت لے کر اپنی مرضی کے موافق اپنے خرچ سے بنوائی' سوال یہ ہے کہ یہ خرچ مالک پر ہے یا کرائے دار پر؟

جواب: اگر مالک مکان نے یہ کہا کہ میری طرف سے مرمت کرالو تو مرمت کے مصارف لازم ہیں ورنہ نہیں' اس صورت میں کرایہ دار نے جو چیزیں تعمیر میں لگائی ہیں وہ ان کا مالک ہے' اگر وہ چاہے تو ان چیزوں کو تعمیر سے نکال سکتا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۱۴)

مکان کی تعمیر میں اضافے کی وجہ سے کرایہ بڑھانا

سوال: اگر مالک مکان کے ذمے مندرجہ بالا صورت میں مرمت کا خرچ واجب ہے اور وہ ادا کردے تو وہ کرایہ میں اضافہ کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر کرایہ کی مدت متعین ہے تو اس کے اندر اضافہ جائز نہیں اور اگر مدت متعین نہیں جیسا کہ دستور ہے تو کسی بھی مہینے کی ابتداء سے قبل کرایہ میں اضافہ کرسکتا ہے' کرایہ دار چاہے تو یہ کرایہ قبول کرے ورنہ مکان چھوڑ دے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۱۴)

کرائے داری میں مورث کے معاہدہ کی پابندی کا حکم

سوال: زید نے عمر سے ایک مکان کرائے پر لے رکھا ہے' مبلغ چار سو روپے ماہانہ' طے یہ ہے کہ کرائے داری ہمیشہ رہے گی' کرایہ عمر نہ خود بڑھائے گا اور نہ اس کا وارث' اب عمر کا انتقال ہوگیا' اس کے لڑکے نے جبراً دس روپے وصول کیے اور والد صاحب سے کیے ہوئے وعدہ کو پس پشت ڈالا' کیا بیٹے کو اس کا حق حاصل ہے؟

جواب: عمر کو اپنی ملک میں تصرف کا پورا اختیار تھا جس کرائے پر انہوں نے چاہا دے دیا اور جو معاہدہ چاہا کرلیا' اس کے انتقال کے بعد وارث کی ملک ہوگئی' وارث کو اختیار ہے کہ پہلے کرائے کو باقی رکھیں' یا کسی سے جدید معاہدہ کرلیں' والد صاحب کے معاہدے کی پابندی اس کے ذمے لازم نہیں' والد صاحب کے تعلقات کا لحاظ کرنا ان کے لیے بہتر ہے کہ یہ بھی والد صاحب مرحوم کے

اکرام میں داخل ہے لیکن کرایہ وغیرہ کے معاملات میں ان کو مجبور نہیں کیا جا سکتا' مکان کی حیثیت اور گرانی کے پیش نظر کرائے میں مناسب اضافہ کرنا گناہ نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳ص ۳۸۴)

مسجد کے کمرے کے کرائے کی ایک صورت کا حکم

سوال: مسجد کے حجرے میں امام رہتا تھا اور اسی میں بچوں کو تعلیم دیتا تھا' ایک مرتبہ جب کوئی امام نہ تھا' زید نے مسجد کے متولی کے کہنے سے تنخواہ طے کیے بغیر امامت شروع کر دی اور مسجد کے حجرے میں خود رہنے کے بجائے ایک صاحب کو تعلیم کے لیے مقرر کر دیا' تنخواہ آٹے کی چکی اور چندے سے دی جاتی رہی' متولی نے کہا کہ اب ہم اس حجرے کو کرائے پر دیں گے' زید نے کہا کہ آپ اس کمرے کا کرایہ نہ لگائیے بلکہ اس کمرے کا کرایہ ہماری تنخواہ سمجھ لینا لیکن عمرو نہ مانا' ہاں یہ وعدہ کر لیا کہ کچھ عرصہ کرایہ دے دو تاکہ مسجد میں پیسے سے کھپریل ڈال دے اور پھر ادھر مدرسہ منتقل کر دینا' اس معاہدے کے تحت مدرسے نے چودہ ماہ تک کرایہ دیا مگر کرائے کی پریشانی برابر کہی جاتی رہی لیکن متولی نے کوئی انتظام نہیں کیا۔ حتیٰ کہ مدرسہ کرایہ دینے سے عاجز ہو گیا' اسکے بعد متولی نے چھت بنوائی مگر امام ایک دوسرا مقرر کر دیا اور وہ نئی جگہ ان کے حوالے کر دی...... اب زید کا کہنا ہے کہ چونکہ ہم نے متولی کے کہنے سے امامت کی ہے اس لیے ہمیں تنخواہ کے مطالبے کا حق ہے تو کیا زید کو مطالبے کا اور متولی کو مال مسجد سے ان ایام کی تنخواہ دینے کا حق ہے؟

جواب: تنخواہ کا معاملہ نہیں ہوا تھا' لہٰذا زید کو تنخواہ کے مطالبے کا کوئی حق نہیں' خاص کر جبکہ وہاں تنخواہ دار امام کے بغیر ہی نماز و جماعت ہو رہی تھی۔

اور عمرو متولی کو زید کی گزشتہ امامت کی تنخواہ دینے کا اختیار نہیں' وہ کمرہ اگر امام کے رہنے اور تعلیم دینے کے لیے بنایا گیا تھا تو اس کو کرائے پر دینا اور اس کا کرایہ وصول کرنا درست نہیں' اگر کرائے کے لیے بنایا گیا تھا تو کرائے پر دینا اور کرایہ وصول کرنا درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ص ۳۱۷)

ناجائز کام کیلئے مکان کرائے پر دینا

سوال: مکان وغیرہ ایسے لوگوں کو کرائے پر دینا کہ جو شراب اور دیگر محرمات اس میں فروخت کرتے ہوں یا خود افعال خلاف شرع ممنوعات اس میں کریں یا کفار کہ وہ اس میں بت پرستی کریں' منع ہوگا یا نہیں؟

جواب: ایسے لوگوں کو کرائے پر دینا درست نہیں ہے' صاحبینؒ کے قول کے موافق اور امام

صاحبؒ کے قول سے جواز معلوم ہوتا ہے کہ مکان کرائے پر دینا گناہ نہیں' گناہ مستاجر کے فعل اختیار سے ہے مگر فتویٰ اسی پر ہے کہ نہ دے کہ اعانت گناہ کی ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۱۶)

زمین کو کرائے پر دینا

سوال: زمین کو کرائے پر دینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: زمین کو کرائے پر دینا درست ہے' خواہ نقد سے دیا جائے خواہ غلے سے مگر غلہ اس زمین کا نہ ٹھہرانا چاہیے بلکہ مطلق ہونا چاہیے جس جگہ کا چاہے ہو۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۱۷)

زمین کرائے پر دینے کی ایک صورت کا حکم

سوال: زید نے اپنی زمین کو عمرو کے پاس چار سو روپے میں چار سال کے واسطے رہن رکھ دیا اور عمرو سے کہہ دیا کہ چار سال کے بعد تم میرا کھیت مجھ کو دے دینا' تم چار سال تک کھیت سے جو کچھ فائدہ اٹھاؤ مجھے کوئی غرض نہیں' اور جب میں اپنا کھیت واپس لوں گا تو تم کو کوئی پیسہ نہ دوں گا اور میں تمہارے پیسوں سے جو بھی فائدہ اٹھاؤں' کچھ تمہیں غرض نہیں' لہٰذا دونوں کا فائدہ اٹھانا شرعاً سود ہوا یا نہیں؟

جواب: یہ رہن نہیں اجارہ ہے' یعنی زید نے اپنی زمین چار سال کے لیے عمرو کو کرائے پر دی ہے کہ وہ اس میں جو چاہے کاشت کرے اور اس کا کرایہ چار سو روپیہ پیشگی وصول کر لیا' بس یہ چار سو روپے بطور اجرت زمین کی ملکیت ہو گیا' عمرو کو اس کے واپس لینے کا حق رہا' اس معاملے کا نام رہن رکھنا غلط ہے' اگر یہ رہن ہوتا اور چار سو روپے قرض ہوتا تو زید کے ذمے قرض کی واپسی لازم ہوتی اور زمین سے عمرو کو بذریعہ کاشت نفع حاصل کرنا جائز نہ ہوتا کیونکہ یہ نفع بعوض قرض ہوتا اور حرام ہوتا۔

اب ایسا نہیں بلکہ یہ معاملہ بہ صورت اجارہ درست ہے' ہاں یہ لحاظ رہے کہ ایسی زمین کا چار سال کا کرایہ عرفاً و عادتاً بھی چار سو روپے ہی ہوتا ہو یا معمولی کمی بیشی ہو تو وہ قابل گرفت نہیں۔

(فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳ ص ۳۸۱)

اجارے کی زمین میں غلہ کم ہوا تو کیا حکم ہے؟

سوال: اگر زمین دار نے زمین کی عمل داری کر دی مگر اناج اتنا تیار ہوا کہ جتنی زمین دار نے عمل داری کی تھی اور اس نے وہ اناج اپنے حصہ کا لے لیا اور جو حصہ کاشتکار کا تھا اس کو کچھ بھی نہ بچا تو یہ اناج زمین دار کو لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر اتنا اناج پیدا ہوا کہ دونوں فریق کے حصہ سے کم ہے جبکہ ایک کا حصہ بھی پورا نہ ہوا تو اناج کا کیا کیا جائے؟

جواب: عملداری کے کیا معنی ہیں؟ اگر اجارے کے ہیں تو یہ اجارہ درست ہے اور جس قدر

پر ہو گیا اس قدر زمیندار لے سکتا ہے' کاشتکار کو کچھ بچے یا نہ بچے اور اجارے کی زمین میں کچھ بھی پیدا نہ ہو تب بھی کاشتکار کے ذمہ اس کا پورا کرنا ضروری ہے جہاں سے پورا کرے اگر مطلقاً کچھ پیدا نہ ہوا تب بھی کاشتکار اپنے پاس سے وہ اجارہ پورا کرے گا' ہاں اگر زمین بٹائی پر دی گئی ہے تب حسب حصہ اس کی پیداوار لے سکتا ہے نہ زیادہ۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۱۷)

مکان' زمین' دکان اور دوسری چیزیں کرایہ پر دینا

زمین بٹائی پر دینا جائز ہے

سوال: زمین داری یا بٹائی پر زمین کے خلاف اب تک جو شرعی دلائل سامنے آئے ہیں ان میں ایک دلیل یہ ہے کہ چونکہ یہ معاملہ سود سے ملتا جلتا ہے جس طرح سودی کاروبار میں رقم دینے والا فریق بغیر کسی محنت کے متعین حصے کا حق دار رہتا ہے اور نقصان میں شریک نہیں ہوتا' اسی طرح کاشت کے لیے زمین دینے والا جسمانی محنت کے بغیر متعین حصے (آدھا' تہائی) کا حق دار بنتا ہے اور نقصان سے اس کا کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ اسی طرح یہ معاملہ ''سود'' کے ضمن میں آ جاتا ہے۔ کاشتکاری میں مالک کی زمین بالکل محفوظ ہوتی ہے' پھر وہ جب چاہے کاشتکار سے زمین لے سکتا ہے' زمین میں کاشت کی وجہ سے زمین کی قیمت' زرخیزی اور صلاحیت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی جس قباحت کی وجہ سے سود ناجائز ہے' یہی قباحت بٹائی میں بھی موجود ہے۔ مندرجہ بالا دلیل میرے خیال میں مکان کرائے پر دینے پر بھی صادق آتی ہے کیونکہ مالک مکان بغیر کسی محنت کے متعین کرایہ وصول کرتا ہے اور ملکیت بھی محفوظ رہتی ہے؟

جواب: زمین کو ٹھیکے پر دینا اور مکان کا کرایہ لینا تو سب آئمہ کے نزدیک جائز ہے' زمین بٹائی پر دینے میں اختلاف ہے' مگر فتویٰ اس پر ہے کہ بٹائی جائز ہے' اس کو ''سود'' پر قیاس کرنا غلط ہے' البتہ ''مضاربت'' پر قیاس کرنا صحیح ہے اور مضاربت جائز ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۹۶ تا ۹۷)

مزارعت جائز ہے

سوال: اسلام میں مزارعت جائز ہے یا ناجائز ہے؟ ترمذی' ابن ماجہ' نسائی' ابوداؤد' مسلم اور بخاری کی بہت ساری احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت کو سودی کاروبار قرار دیا ہے' مثلاً رافع بن خدیج کے صاحبزادے اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایک ایسے کام سے روک دیا ہے جو ہمارے لیے فائدہ مند تھا مگر اللہ اور

اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہمارے لیے زیادہ فائدہ مند ہے۔ (ابوداؤد)

ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک کھیت کے پاس سے ہوا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا! یہ کس کی کھیتی ہے؟ عرض کیا: میری کھیتی ہے' تخم اور عمل میرا ہے اور زمین دوسرے مالک کی' اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تم نے سودی معاملہ طے کیا ہے۔ (ابوداؤد)

جواب: شریعت میں مزارعت جائز ہے' احادیث مبارکہ میں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عمل سے اس کا جواز ثابت ہے' جن احادیث کا آپ نے حوالہ دیا ہے وہ ایسی مزارعت پر محمول ہیں جن میں غلط شرائط لگا دی گئی ہوں۔

نوٹ: بٹائی یا مزارعت سے متعلق تمام مشہور احادیث کی تفسیر اگلے سوال کے جواب میں ملاحظہ فرمالی جائے۔

زمین کو ٹھیکے پر دے کر کچھ محصول معاف کرنا

سوال: زید نے اپنی زمین جس کی آمدنی تین سو روپے سالانہ تھی خالد سے ایک ہزار روپے پیشگی لے کر اس کے نام سو روپے کا پٹہ لکھوا دیا اور اصل آمدنی کے دو سو روپے محض پیشگی روپیہ لینے کی وجہ سے معاف کر دیئے تو خالد کے لیے دو سو روپے کا لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: زید اپنے مملوک کے بارے میں خود مختار ہے جس قدر چاہے ٹھیکہ دے' البتہ یہ شرط کی گئی کہ ایک ہزار روپیہ پیشگی لینے کے عوض دو سو روپے چھوڑتا ہوں تو بے شک یہ ربا ہوگا جس کا لینا حرام ہوگا۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۰۴)

کھیت کا کرایہ غلے کی صورت میں لینا

سوال: بکر نے عمر کو کھیت اپنا دیا اور کہا کہ ہر سال یا ششماہی میں چھ من گندم دے دیا کرنا' تم میرے کھیت میں جو غلہ چاہو بویا کرو' اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: جس طرح نقد اجرت مقرر کرنا درست ہے اسی طرح غلہ مقرر کر لینا بھی درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳ ص ۳۹۷) ''اجارہ صحیح ہے'' (م ع)

جس زمین میں درخت ہوں اس کا اجارہ جائز نہیں؟

سوال: ایک شخص نے زمین مقاطعہ (یعنی اجارہ) پر دی' اب اس زمین میں جو جنگل موجود ہے وہ زمیندار کی ملک ہوگا یا مقاطعہ دار کی؟

جواب: اس صورت میں مقاطعہ صحیح نہیں ہوا' جنگل زمین دار ہی کا مملوک ہے' اس لیے اگر عقد مقاطعہ کے وقت مقاطعہ دار کے لیے جنگل کی تملیک کو مشروط نہیں کیا گیا تو ظاہر ہے کہ یہ جنگل زمین دار ہی کا ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جس زمین میں زمیندار کے پھل دار درخت موجود ہوں جن کے کاٹنے میں نقصان ہو اس زمین کا مقاطعے پر دینا جائز نہیں۔

اور اگر ایسے درخت ہیں کہ کاٹنے میں کوئی نقصان نہیں تو ایسی زمین کا اجارہ پر دینا جائز ہے مگر زمین دار پر لازم ہے کہ جنگل کاٹ کر زمین خالی کر کے مقاطعہ دار کے سپرد کر دے۔ جب زمین خالی کر کے سپرد کر دے گا اس وقت سے مدت مقاطعہ کی ابتداء ہوگی۔ اگر مقاطعہ میں یہ طے کیا گیا تھا کہ درختوں کا مستحق مقاطعہ دار ہے تو بھی اجارہ صحیح نہیں ہوا۔ اگر درختوں والی زمین اجارہ پر دینے کی نوبت آئے تو یہ صورت ہو سکتی ہے کہ پہلے درخت مقاطعہ دار کے ہاتھ فروخت کر دیئے جائیں اور اگر درخت پھل دار ہوں تو مقاطعہ دار کو مساقات (حصہ معینہ) پر دے دیئے جائیں اس کے بعد زمین اجارہ پر دی جائے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۶۵)

زمین کو کرایہ پر دینے کی ایک صورت کا حکم

سوال: زید نے بکر سے کہا کہ دو بیگھ زمین میری گروی لے لو' بکر نے کہا کہ میں اس طرح خلاف شرع گروی کی زمین اپنی تحویل میں نہیں لے سکتا' اگر تمہاری مرضی ہو تو پچھتر سال کے لئے پندرہ سو روپے کے عوض میں زمین مجھے دے دو اور سالانہ بیس روپے بیگھ کے حساب سے منہا کرتے جاؤ' اگر اس عرصہ میں کسی وقت تم کو ضرورت لاحق ہوئی تو منہا شدہ رقم کے علاوہ باقی رقم مجھے دے کر اپنی زمین واپس لے سکتے ہو۔

اس طرح معاملہ ہو گیا' مگر کاغذات پٹواری میں اس کا اندراج لفظ رہن سے ہوا ہے اور عاقدین کا منشاء رہن کا نہیں ہے تو یہ اجارہ ہو گا یا رہن؟ اور ٹھیکہ اور رہن میں کیا فرق ہے؟

جواب: اس عقد کا حاصل یہ ہے کہ مالک زمین زید نے اپنی زمین بکر کو کرائے پر دی ہے اور رقم مذکور بطور کرایہ طے کر کے پیشگی وصول کر لی' مجموعی رقم کے ساتھ ہر سال کا کرایہ بھی ظاہر کر دیا اور بکر نے زید کو یہ بھی اختیار دے دیا کہ اگر مدت مذکورہ سے قبل اس معاملہ کو فسخ کرنا چاہو تو اختیار ہے' بقیہ رقم پیشگی وصول شدہ سے واپس کر دی جائے گی۔

یہ معاملہ شرعاً کرایہ اور ٹھیکہ ہے' رہن نہیں' مگر حیلہ کی صورت ہے اس لیے بوقت ضرورت ایسی صورت پر عمل کرنا شرعاً درست ہے۔

رہن میں شئی مرہون کو محض وثوق کے لیے مرتہن کے پاس رکھا جاتا ہے اور اجارہ (ٹھیکہ) کا حاصل ہے کسی چیز کے عوض میں منفعت کا مالک بنانا جو کہ رہن میں قطعاً مفقود ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۹ص۲۳۶)

سرکاری زمین میں کھیتی کرنا

سوال: حکومت چک بندی کے زمانے میں کچھ راستے چھوڑے ان کی جوتائی وغیرہ کر کے غلہ حاصل کرنا کیسا ہے؟

جواب: جو زمین کسان کی نہیں، نہ کوئی معاملہ اجارہ یا بٹائی کا مالک سے کیا ہو اس کو جوتنا اور غلہ حاصل کرنا اس کے لیے جائز نہیں، وہ حکومت کی ملک ہے تو اس کی اجازت سے درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ج۱۳ص۳۹۷)

باغ مقاطعہ پر دینے کا حیلہ

سوال: آج کل باغ ٹھیکے پر دینے کا جیسا عام دستور ہے اس کے جواز کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟

جواب: پہلے باغ مساقات یعنی حصہ معینہ پر دے دے، پھر اسی شخص کو باغ کی زمین مقاطعہ پر دے دے اور باغ کے پھل میں جو حصہ مالک نے رکھا تھا وہ مقاطعہ دار کے لیے مباح کر دے۔

فی شرح التنویر فیستاجر ارضه الخالیة الی قوله اما اذ تقدم عقدالمساقات بشروطه کانت الاجارة صحیحة (ردالمحتار ص۶ ج۵)
وقال الرافعی رحمة الله تعالیٰ: قوله (فلاتصح کماسیأتی) ای قوله وقد حصل مقصودهما بذالک فیجوز اه (التحریرالمختار ص۲۵۸ ج۲)

مندرجہ بالا دونوں جزئیات میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے۔ شامیہ کے جزئیہ سے معلوم ہوا کہ عقد اجارہ سے عقد مساقات کی تقدیم ضروری ہے اور رافعیؒ کے جزئیہ میں یہ شرط نہیں بلکہ اس میں تصریح ہے کہ عقد مساقات اگر اجارہ کے بعد کیا گیا تو بھی صحیح ہے۔

سو ان میں تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ قبل المساقات اگرچہ اجارہ صحیح نہیں مگر مساقات کے بعد سابقہ اجارہ صحیح ہو جائے گا۔

اس لیے کہ عدم صحت اجارہ کی علت زمین کا شغل بملک الموجر ہے اور خود درمختار و ردالمحتار میں تصریح ہے کہ زمین یا مکان مشغول کو خالی کر کے اگر مستاجر کے سپرد کر دیا جائے گا تو سابقہ اجارہ صحیح ہو جائے گا۔ لہٰذا یہاں بھی اگرچہ اجارہ فاسد تھا مگر جب عقد مساقات سے اشجار کو بھی مستاجر کے سپرد کر دیا تو اجارہ صحیح ہو جائے گا اور اگر دونوں جزئیات کو اختلاف روایت پر محمول کیا جائے تو

بھی روایت ثانیہ کو مذکورہ بالا وجہ سے ترجیح معلوم ہوتی ہے البتہ احتیاط اسی میں ہے عقد مساقات مقدم ہو۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۶۷)

زراعت کیلئے مقاطعہ پر لی ہوئی زمین میں بھٹی بنالی

سوال: ایک شخص نے زراعت کے لیے زمین مقاطعہ پر لی مگر زمین دار سے اجازت لیے بغیر اینٹیں بنانے کے لیے بھٹی بنائی تو بھٹی کے منافع کا حق دار زمین دار ہوگا یا مقاطعہ دار؟ اور گڑھوں کا ہموار کرنا جو زمین میں اینٹیں بنانے سے پڑ گئے ہیں کس کے ذمہ ہیں؟

جواب: مقاطعہ دار نے جتنی زمین میں اینٹیں بنوائی ہیں اتنی زمین کی اجرت زمیندار کو نہیں ملے گی بلکہ بھٹی اور اینٹیں بنوانے کی وجہ سے اس زمین کی قیمت میں جو نقص ہو اس کا مقاطعہ دار ضامن ہے مٹی جو مقاطعہ دار نے اینٹوں میں استعمال کی ہے اس کی قیمت بھی مقاطعہ دار پر ہے باقی زمین جس میں بھٹی اور اینٹیں بنوائی گئیں اس کی اجرت زمین دار کو ملے گی اور بھٹی کے نفع ونقصان کا مالک مقاطعہ دار ہے۔

بھٹی کی آمدنی میں سے اتنی رقم مقاطعہ دار کے لیے بلاشبہ حلال ہے جتنی اس نے خرچ کی ہے یعنی زمین کا نقصان جو زمین کو ادا کرے گا اور اینٹیں بنوانے کی اجرت وغیرہ مجموعہ خرچ بھٹی کی آمدنی سے وصول کر کے باقی آمدنی زمیندار کو ادا کرے گا۔

گڑھوں کو ہموار کرنا مقاطعہ دار کے ذمہ ہے بلکہ اگر زمین دار کی اجازت سے بھی اینٹیں بنائی جائیں جب بھی گڑھوں کا ہموار کرنا مقاطعہ دار پر ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۶۹)

مقاطعہ میں جانبین میں سے کسی ایک کے انتقال سے اجارہ کا حکم

سوال: زید نے ایک زمین چھ سال کے لیے اجارے پر لی تھی اجارہ کی نصف رقم اپنے بیٹے صدیق سے لی تھی اب زید فوت ہوگیا اور مقاطعہ کی مدت دو سال باقی ہے تو صدیق اس زمین کی پیداوار دو سال تک کس حساب سے لیتا رہے؟

جواب: اگر زید نے زمین اپنے لیے مقاطعہ پر لی تھی اور بیٹے سے نصف رقم قرض لی تھی تو اس کے انتقال پر مقاطعہ فسخ ہوگیا بیٹے کو وہ رقم زید کے ترکہ سے ادا کی جائے گی اور اگر زید نے بیٹے سے رقم لے کر اس کو مقاطعہ میں شریک کیا تھا تو بیٹے کے حصے میں مقاطعہ باقی ہے باپ کے حصہ میں فسخ ہوگیا لہٰذا نصف پیداوار بیٹا لیتا رہے گا اور نصف اجرت ادا کرتا رہے گا بقیہ نصف پیداوار باپ کے ورثہ میں بقدر حصص تقسیم ہوگی اور ان پر نصف زمین کی اجرت واجب ہوگی۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۰۶)

اس شرط پر مقاطعہ کہ ''مقاطعہ دار زمین ہموار کرے گا''

سوال: ایک شخص نے مقاطعہ پر زمین اس شرط پر دی کہ مقاطعہ دار زمین کو ہموار کرے گا' تو یہ شرط مقاطعہ دار پر لازم ہے یا نہیں؟

جواب: اس شرط سے مقاطعہ فاسد ہو جاتا ہے' سو اگر مقاطعہ دار نے اجارہ فاسدہ میں زراعت بالکل نہیں کی تو زمین دار اجارے کی رقم کا مستحق نہیں اور اگر زراعت کی ہے تو صرف کاشت کردہ زمین کے اجر مثل اور اجر مقرر میں سے اقل کا حق دار ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۶۸)

مقاطعہ پر لی ہوئی زمین غرق ہوگئی

سوال: زمین مثلاً پانچ سال کے لیے اجارے پر لی گئی' آخری سال باقی تھا کہ دریا کی غرقابی کی وجہ سے اس زمین میں کاشت نہیں ہو سکی تو کیا اس سال کی اجرت مستاجر کے ذمہ ہے یا کہ شرعاً اجرت ساقط ہے؟

جواب: اگر پانی خشک ہو جانے کے بعد مدت اجارہ ختم ہو جانے تک کسی قسم کی فصل کی کاشت کی جا سکتی ہے تو اجرت معاف نہیں ورنہ معاف ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۷۵)

مقاطعہ پر دی ہوئی زمین کی بیع موقوف ہے

سوال: ایک شخص نے چند سال کے لیے زمین مقاطعہ پر حاصل کی' مدت مقاطعہ ختم ہونے سے قبل ہی مالک اس زمین کو فروخت کر دیتا ہے' یہ بیع شرعاً درست ہوئی یا نہیں؟

جواب: یہ بیع انتہائے مدت اجارہ تک موقوف ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۷۱)

زمین میں ایک شخص کی رقم دوسرے کی محنت

سوال: زید نے بکر سے کہا کہ دس ہزار روپے میں دو سال کے لیے مقاطعہ پر زمین مل رہی ہے' میرے پاس اتنا روپیہ نہیں ہے آپ رقم دے دیں' زمین کی کاشت اور نگہبانی میں کروں گا' دونوں پیداوار سے آدھا آدھا کر لیں گے تو یہ شرعاً طریقہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ صورت جائز نہیں' رقم دینے والے کو پیداوار سے کچھ نہیں ملے گا' اس کی صحیح صورت یہ ہے کہ بکر زمین ٹھیکے پر لے کر زید کو مزارعت پر دے دے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۲۰)

کاشتکاروں سے دودھ وغیرہ لینا

سوال: زید بکر کا ملازم ہے اور بکر کی جانب سے اس کے مواضعات میں روپیہ وصول کرنے

جاتا ہے ہفتہ یا دو چار دن ان مواضعات میں رہتا ہے' کھانے کا انتظام تو بطور خود کرتا ہے لیکن دودھ دہی کاشتکاروں سے بقدر ضرورت منگاتا ہے' کوئی کاشتکار خوشی' کوئی ناخوشی سے دیتا ہے لیکن جبر وتعدی ناخوشی سے دینے والے پر بھی نہیں کیا جاتا۔

یہ بھی لحاظ فرمایا جائے کہ کھانا روزمرہ کا زید کا بکر کے ذمہ ہے' سفر وحضر میں اسی کے ذمہ کھاتا ہے تو ایسی حالت میں یہ دودھ دہی اس کو حلال ومباح ہے یا نہیں؟

جواب: قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ حقوق واجبہ کے سوا جو آمدنی بواسطہ حکومت کے ہو وہ رشوت ہے اور زمین دار کاشت کار کا علاقہ شرعاً حاکم ومحکوم کا نہیں بلکہ مؤجر ومستاجر کا ہے۔ پس جو کچھ کاشتکار سے لیا جاتا ہے وہ سکنائی یا زرعی زمین کی اجرت کا ایک جز ٹھہرا سکتے ہیں۔

البتہ اجرت کے شرائط میں سے اجرت کا معین ہونا ہے۔ پس صورت مسئولہ میں بقاعدہ المعروف کالمشروط یہ دودھ دہی بھی داخل اجرت ہے اس لیے اصل میں جائز ہے لیکن اس میں شرعاً اتنا فساد ہے کہ اس کی مقدار معین نہیں' پس اس کی اصلاح اس طرح واجب ہے کہ معاہدہ اجارہ یا اضافہ کے وقت ہر کاشتکار سے تصریحاً کہہ دیا جائے کہ تم کو سال بھر یا ششماہی میں اس قدر دودھ دہی بھی دینا ہوگا' پھر اس کا حساب ذہن میں یا لکھ کر یاد رکھے کہ سال بھر میں فلاں فلاں کاشتکار سے اس قدر تا کہ اس مقدار سے زائد دودھ دہی نہ آنے پائے' اگر کم آئے تو مضائقہ نہیں۔ اس طرح مقرر کر لینے میں اگر اس سے ناخوشی کے ساتھ بھی وصول ہوگا تو حلال ہے اور اگر اس طرح مقرر نہ کیا تو اجارہ فاسدہ کی وجہ سے اس کا کھالینا درست نہیں' خواہ اپنے ذمہ کھاتا ہو یا اپنے آقا کے ذمہ کھائے اور اگر تھوڑی توجہ کی جائے تو شرط جواز کا اہتمام کچھ دشوار نہیں ہوتا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۶۷)

موروثی چھوڑنے کا معاوضہ لینا

سوال: میرے پاس کچھ موروثی کھیت ہیں جن میں سے بعض زمیندار کو نذرانہ دے کر زمیندار سے موروثی لکھوالیا ہے اور بعضے قانوناً موروثی ہو گئے ہیں' ان میں سے کوئی کھیت کسی کو کچھ روپیہ لے کر دے سکتا ہوں؟ اس طرح پر کہ میں استعفیٰ لکھ دوں گا اور وہ زمیندار کو راضی کر کے اپنا نام لکھوالے گا' یہ روپیہ لینا میرے لیے جائز ہوگا یا نہیں؟ یا کوئی اور جواز کی صورت ہو؟

جواب: اس طرح روپیہ لینا جائز نہیں' موروثی لکھوالینا بھی کافی نہیں' اگرچہ زمیندار کو نذرانہ دے کر ہو' اس قسم کے اجارے کو فقہاء نے ناجائز لکھا ہے' اگر زمیندار سے براہ راست خریدی جائے یا گورنمنٹ خود قبضہ کر کے زمیندار کو بے دخل کر دے اور پھر گورنمنٹ سے حاصل کی جائے

''جیسا کہ خاتمہ زمیندار کے بعد ہوا'' (م ع) تو ایسی زمین کو دوسروں کے ہاتھ فروخت کرنا یا کرایہ پر دینا اور روپیہ وصول کرنا شرعاً درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۵ ص۱۸۵)

موروثی سے بیدخل نہ کرنے کے عوض نذرانہ لینا

سوال: میں نے تین کاشتکاروں کو اراضی سے بے دخل کرنے کے لیے نالش تیار کی کہ باضابطہ بے دخل کردیا جائے ورنہ وہ تین سالوں میں موروثی ہوجاتی ہے' اس زمین میں چند شرکاء ہیں' ایک کاشتکار کو جب خبر ہوئی تو اس نے مجھے دس روپے نذرانہ دے کر کہا مجھ کو بے دخل نہ کرو' چنانچہ میں نے دس روپے لے لیے اور نالش نہیں کی اور یہ سوچ لیا ہے کہ آئندہ اس پر نالش کروں گا تو روپیہ واپس کردوں گا ورنہ نہیں' اس میں مجھے شبہ ہے کہ جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: یہ ناجائز ہے مگر ایک تاویل سے جواز ہوسکتا ہے وہ یہ کہ اس سے جو اجرت زمین کی ٹھہری ہوتی ہے وہ اس اجرت میں اتنی زیادتی کردے خواہ ایک ہی سال کے لیے۔ (امداد الفتاویٰ ص۳۶۰ ج۳)

موروثی کاشتکار سے زمین ٹھیکہ پر لینا

سوال: زید کاشتکار اپنا موروثی کھاتہ عمر کو ٹھیکہ پر دیتا ہے اور دو سو روپے عمر سے قرض لے کر اپنا قرضہ ادا کرتا ہے' موروثی کھاتے کا لگان زید فی بیگھہ چار روپے زمیندار کو دیتا ہے' عمر کے ٹھیکے میں جب یہ کھاتہ موروثی آجائے گا تو عمر اسے کسی کاشتکار کو فی بیگھہ پانچ روپے دے گا کیونکہ ٹھیکے میں آنے سے وہ پانچ سال تک غیر موروثی تصور ہوگا اور غیر موروثی کا لگان فی بیگھہ پانچ روپے ہے' پانچ سال تک عمر اس پیداوار سے زمیندار کا لگان مقررہ ادا کرکے باقی اپنے خرچ میں لائے گا اور پانچ سال بعد زید کی اراضی کو چھوڑ دے گا اور دو سو روپے اپنے واپس لے لے گا' یہ صورت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

دوسری صورت یہ ہے کہ زید کاشتکار اپنے زمیندار کو اس صورت سے ٹھیکہ پر دے گا تو زمیندار کو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس میں ایک قباحت تو یہ ہے کہ زید موروثیت کے دعوے کی وجہ سے غاصب ہے اور غاصب سے ٹھیکہ لینا حرام ہے دوسرے اگر زید اس زمین کا مالک بھی ہوتا تب بھی یہ ٹھیکہ قرض کے دباؤ میں دیا گیا ہے اور با قاعدہ ''كُلُّ قَرضٍ جَرَّ نفعًا فهو ربو'' یہ سود اور حرام ہوا' اس لیے اس ٹھیکہ کا لینا جائز نہیں۔

۲۔ زید کا یہ ظلم ہے اس لیے وہ مرتکب حرام ہوگا اور زمیندار چونکہ مظلوم ہے اور مالک زمین کا ہے اس لیے

وہ اس طریقے سے اپنی زمین سے منتفع ہوا ہے اور اپنا حق لینے کے لیے سعی کی ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۸۹)

درختوں کے اجارہ میں ایک حیلہ کا حکم

سوال: کھجور اور تاڑ کے درختوں کا ٹھیکے پر لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہ ہو تو اس حیلے سے جائز ہوسکتا ہے یا نہیں کہ ان درختوں کے ساتھ وہ زمین جس میں یہ درخت واقع ہیں ٹھیکے پر دی جائے؟

جواب: اس حیلے سے بھی جائز نہیں کیونکہ یہ حیلہ کسی قاعدہ شرعیہ پر منطبق نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۹۰)

درختوں کا ٹھیکہ پر دینا

سوال: ایک شخص نے اپنی زمین جس میں درخت تھے کسی کو دو سال کے لیے ٹھیکے پر دیدی اور کہہ دیا کہ اتنی مدت تک یہ زمین تیرے قبضہ میں ہے، تجھ کو اختیار ہے کہ تو ان درختوں کو کاٹ یا رکھ مدت پوری ہونے پر زمین میں تم سے لے لوں گا' تو یہ معاملہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ معاملہ صحیح نہیں' کیونکہ معنی کلام کے یہ ہوئے کہ دو سال تک جتنے درخت تو کاٹ لے گا وہ تیرے ہاتھ بیع ہیں اور تعداد ان درختوں کی معلوم نہیں کہ دو سال میں کتنے کٹیں گے تو بیع مجہول کی ہوئی اور یہ جائز نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۸۴)

زمین کی اجرت سرکار متعین کرے تو کیا حکم ہے؟

سوال: کاشتکار سے سرکاری معینہ رقم سے زیادہ وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: شاید یہ مطلب ہے کہ مالک زمین کو سرکار نے کسی قانون سے یہ حکم کر دیا ہے کہ تم اپنی زمین کے کاشتکار سے اس قدر مقدار سے زیادہ لگان نہیں لے سکتے ہو۔

اگر یہی معنی ہیں تو جواب یہ ہے کہ اجرت ٹھہرانے کا استحقاق مالک کے ہوتے ہوئے غیر مالک کو نہیں ہے اس لیے یہ حکم شرعاً غیر معتبر ہے اور زمین دار کو یہ حق حاصل ہے کہ کاشتکار کو مجبور کرے کہ ہم کو اس قدر لگان دینا ہوگا ورنہ ہم تم کو کاشت کی اجازت نہیں دیتے' اگر اس کے بعد وہ بڑھا دے گا تو زمیندار کے لیے حلال وطیب ہے اور اگر اس نے نہ بڑھایا تو ایسی زمین کی کاشت سے وہ گنہگار رہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۶۲)

مچھلی پکڑنے کیلئے تالاب اجارہ پر دینا

سوال: ایک شخص کی زمین میں سیلاب کی وجہ سے تالاب ہوگیا ہے' یہ شخص مچھلیاں پکڑنے کے لیے تالاب ٹھیکے پر دیتا ہے' یہ فعل شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۷۴)

اجارہ کے عوض کی مقدار کیا ہے؟

سوال: زمیندار اپنی طرف سے رعایا اور اسامیوں پر بطور اجارہ جو کچھ مقرر کرتے ہیں اس کی کوئی مقدار شرعاً متعین نہیں ہے یا دونوں کی رضامندی پر موقوف ہے؟

جواب: اس کی کوئی حد متعین نہیں بلکہ اس کا مدار طرفین کی رضامندی پر ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۳۰۶)

کنواں یا تہ خانہ کھودنے کیلئے اجارہ کا حکم

سوال: کنواں یا تہ خانہ کھودنے کیلئے جو اجارہ ہوتا ہے اس میں طول وعرض وعمق کا بیان ضروری ہے یا نہیں؟ جواب: ضروری ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۳۰۶)

کنواں بنانے والے اجیر کا کنویں میں گر جانا

سوال: اگر کنواں کھودنے اور اینٹ اور چونے سے پختہ کرنے کے لیے اجارہ کیا گیا اور اجیر کھودنے یا پختہ کرنے کے بعد اس میں گر گیا تو اجرت کا مستحق ہوگا یا نہیں؟

جواب: اگر پختہ کرنے کے بعد گرا تو پوری اجرت کا مستحق ہوگا کیونکہ اجیر کا کام پورا ہو گیا اور اگر پختہ کرنے سے پہلے گر گیا تو اپنے عمل کے مطابق اجرت کا مستحق ہوگا۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۳۰۹)

جانوروں کا اجارہ

پرندوں کو پرورش دینے کی ایک صورت کا حکم

سوال: سندھ میں لوگ سفید پرندے پالتے ہیں اس کی پشت کے پر تیس روپے تولے بیچتے ہیں جو لاکھوں روپے کی تجارت ہوتی ہے اور ان پرندوں میں اس طرح شرکت کرتے ہیں کہ کسی نے دوسو روپے کے پرندے خرید کر کسی کو اس شرط پر دیئے کہ ان کا پالنا تیرے ذمہ ہے باقی ان کی خوراک خرچ آمدنی سے نکال کر جو باقی بچے گی اس سے پہلے میرے دوسو ادا کیے جائیں گے باقی دونوں کا آدھا آدھا ہوگا۔

یا دوسو ادا کر دینے کے بعد خود پرندوں میں مع آمدنی کے آدھا آدھا مالک کر دے تو جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو کوئی صورت اس کے جواز کی بن سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: یہ دونوں صورتیں نہ اجارہ ہیں نہ شرکت کیونکہ دونوں کی شرطیں موجود نہیں اور دوسرے عقود کا احتمال ہی نہیں اس لیے ناجائز ہیں۔

البتہ اس طرح جواز ہوسکتا ہے کہ ان پرندوں کا مالک نصف یا کم وبیش اس عامل کے ہاتھ فروخت کردے اور جو منافع ہو وہ دونوں میں مشترک ہوں گے اس عامل کے حصے کی قیمت یہ مالک اپنے ثمن میں لے لیا کرے اور جب سب ثمن ادا ہو جائے پھر منافع باہم تقسیم ہو جایا کرے لیکن اس صورت میں عامل پر جبر نہ ہوگا کہ وہی خدمت کرے وہ ہر وقت انکار کرسکتا ہے اور اپنی خوشی سے کرتا رہے تو جائز ہے۔ (امدادالفتاویٰ ج۳ص۳۴۳)

بکری پال پر دینا

سوال: بکری وغیرہ پال پر دینا جائز ہے یا نہیں؟

صورت اس کی یہ ہے کہ ایک بکری ہے اس کو دوسرے آدمی کو مالک اس طرح چرانے کو دیتا ہے کہ تم اس بکری کو ایک سال گھاس کھلاؤ تو اس بکری سے اگر دو بچے پیدا ہوئے تو ایک تیرا اور ایک میرا ہوگا اور اگر ایک ہوگا تو ایک کو بیچ کر دونوں تقسیم کرلیں گے' آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ اجارہ ناجائز ہے اس کو فسخ کر کے صحیح طور پر معاملہ کیا جائے' اس ناجائز اجارے کی صورت میں بچہ اصل مالک کا ہوگا اور اجیر کے لیے اجر مثل واجب ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۸ص۳۳۵)

گائے پال پر دینا

سوال: یہاں رواج ہے کہ گائے وغیرہ پالنے کے لیے خرید کر دیتے ہیں' دوسرا آدمی پالتا پوستا ہے جب بچہ دینے کے قریب ہوتی ہے اس وقت اس کو فروخت کر دیتے اور نصف نصف تقسیم کر لیتے ہیں' یہ درست ہے یا نہیں؟

جواب: یہ صورت جائز نہیں' گائے کی قیمت متعین کر کے مثلاً دس روپیہ اس کا نصف حصہ پانچ روپے میں فروخت کر دیا جائے اور وہ پھر پانچ روپیہ معاف کر دیا جائے' پالنے والے سے نہ لیا جائے اور وہ پرورش کرتا رہے' اس صورت میں وہ نصف کا شریک رہے گا' دودھ' بچے' گائے سب نصفا نصف رہے گی' اس طرح درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱۲ص۴۰۵) ''جس وقت پالنے کے لیے دے رہے ہیں اسی وقت یہ طریقہ اختیار کرلیا جائے'' (م'ع)

پال پر گائے وغیرہ دینے کی ایک صورت کا حکم

سوال: گائے بھینس کا بچہ حصہ پر دینے کے معاملے کو حرام لکھا ہے اور اگر خدمت کنندہ کی وہ جانور ملک ہو جائے تو وہ ملکیت خبیث اور اس کی قربانی مردود لکھی ہے' اب یہ ہے کہ اگر وہ حصہ پر

دیا ہوا جانور خدمت کنندہ کے پاس نہ رہے بلکہ اصل خدمت کنندہ کا وہ حصہ خود خرید لے تو کیا پھر بھی وہ جانور ملک خبیث قرار دیا جائے گا؟ اور قابل قربانی نہ ہوگا؟

جواب: اس صورت میں اس اخیر مشتری کے حق میں خبث نہ ہوگا نہ فعل کا نہ ملک کا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۴۶)

پال پر جانور دینے کے جواز کا حیلہ

سوال: آدھا جانور دینا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی جانور میرا اور خدمت آپ کی' پھر وہ جانور مدت مقررہ پر سال دو سال میں پہنچے گا تو پھر ثالث اس جانور کی قیمت ڈالتا ہے' فریقین سے جس کا دل چاہتا ہے جانور رکھ لیتا ہے اور جس کا دل چاہتا ہے قیمت لے لیتا ہے' یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ صورت اجارہ فاسدہ کی ہے جو کہ ناجائز ہے۔

جواز کی صورت یہ ہے کہ جانور کی قیمت لگا کر نصف حصہ فروخت کر دے' اب دوسرا شخص اس نصف کو خریدے' پھر جانور والا اس نصف قیمت کو معاف کر دے' اب اس جانور میں دونوں برابر کے شریک ہیں' اس کی کل منفعت دودھ بچے وغیرہ بھی مشترک ہیں' اگر فروخت کر دیں تو قیمت بھی نصفا نصف ہوگی۔ فتاویٰ عالمگیری (باب الشرکۃ الفاسدۃ ج ۲) میں یہ صورت بطور حیلہ کے لکھی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۸ ص ۲۴۰)

گائے کو کرایہ پر دینا

سوال: دودھ دینے والی گائے یا بھینس وغیرہ کو کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے دودھ کی رقم یکجا دے دی جاتی ہے' گھاس وغیرہ کرایہ دار کے ذمہ ہوتا ہے بلکہ جب تک دودھ پلاتی رہے وہ گائے بھینس کرایہ دار کے پاس رہتی ہے' پھر مالک کو واپس کر دی جاتی ہے' یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۳۲۲)

لنچہ سواری اور اس کی اجرت کا حکم

سوال: بعض جگہ لنچہ سواری عام ہے اور وہ مثل یکہ کے ہے' صرف اتنا فرق ہے کہ یکہ ذرا بھاری ہوتا ہے اور لنچہ ہلکا کرسی نما ہوتا ہے جس پر دو آدمی بسہولت بیٹھ سکتے ہیں اور اس کو بجائے گھوڑے کے ایک آدمی آگے سے کھینچتا ہے تو اس لنچہ کی سواری جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس میں شاید وجہ اشتباہ یہ پیش آئی کہ اس کو بجائے گھوڑے کے آدمی کھینچتا ہے اور آدمی شرعاً مکرم ہے اس لیے اس سے ایسی خدمت لینا ناجائز ہونا چاہیے۔

لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ بھی استیجار واجارے کی ایک قسم ہے جیسے کہاروں کا ڈولی اٹھانا ایک قسم کی مزدوری ہے اور جائز ہے' اسی طرح یہ بھی جائز ہے' اس میں تو آدمی سواری کو صرف کھینچتا ہے' آدمی تو شراب اور میتہ اٹھانے کی بھی مزدوری کرسکتا ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۳۷۴)

کرائے پر دیئے گئے جانور کی خوراک کس پر ہے؟

سوال: زید نے اپنا تانگہ گھوڑے سمیت بکر کو اس شرط پر دیا کہ پندرہ روپے روزانہ مجھے دے دینا' باقی آپ کے گھوڑے کا چارہ وغیرہ زید کے ذمہ ہوگا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر گھوڑے کی خوراک وغیرہ کا خرچ برداشت کرے تو زید کو صرف پانچ روپے ملیں گے تو کیا اجارہ کی یہ دونوں صورتیں جائز ہیں؟

جواب: اجارہ کی پہلی صورت صحیح ہے دوسری جائز نہیں' یہ اجارہ فاسدہ ہے اس لیے کہ اجرت پر دیئے جانے والے جانور کی خوراک شرعاً مالک کے ذمہ ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۱۴)

جانور چرانے کی اجرت میں نصف جانور خریدنا

سوال: زید نے بکر کو ایک گائے نصف بٹائی پر دے دی کہ اس کو کھلاتے رہو' جب یہ بچہ دے گی تو بچہ آپ کا اور گائے میری ہوگی' ہم اس کو نصف بٹائی کہتے ہیں' کیا یہ جائز ہے؟ اگر نہیں تو عدم جواز کی کیا وجہ؟

جواب: یہ اجارہ فاسد ہے اس لیے کہ اس میں اجرت اور مدت دونوں مجہول ہیں' چرانے والے کو اجر مثل ملے گا اور بچہ گائے کے مالک کا ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۰۸)

حیوان کو نصف پر رکھنا

سوال: اگر ایک آدمی دوسرے آدمی کو گائے یا بھینس کا بچہ اس شرط پر دے کہ وہ اس کی تربیت کرے اور پالے پوسے اور جب وہ بڑا ہو جائے تو اسے فروخت کر کے قیمت آپس میں برابر برابر تقسیم کریں گے' کیا ایسا عقد اجارہ کرنا شرعاً جائز ہے؟ اور اگر نا جائز ہے تو پھر جواز کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟

جواب: یہ اجارہ قفیز الطحان کے حکم میں ہے' لہٰذا اس پر اجارہ فاسدہ کا حکم لگایا جائے گا۔ **لعدم تعیین الاجرة ولعدم تعیین المدة.** جانبین کو چاہیے کہ مدت اور اجرت کی تعیین کریں اور مدت ختم ہونے کے بعد اجیر کو متعین قیمت کے عوض نصف گائے دی جائے۔

وفی الهندية: دفع بقرة الی رجل علی ان یعلفها وما یکون من اللبن والسمن بينهما انصافًا فالاجارة فاسدة وعلی صاحب البقرة للرجل

اجر قيامه وقيمة علفه ان علفها من علف. (الفتاوىٰ الهندية: ج۴ ص۴۴۵، كتاب الاجارة. الفصل الثالث فى قفيز الطحان وما هو فى معناه). (قال العلامة طاهر بن عبدالرشيد البخاريؒ: وفي فتاوىٰ النسفي رجل دفع بقرة الىٰ رجل بالعلف منها صفة وهي التي بالفارسية كاوينم سود بان دفع علىٰ مايحصل من اللبن والسمن بينهما نصفان فهٰذا فاسد والحارث كله لصاحب البقرة والاجارة فاسدة. (خلاصة الفتاوىٰ ج۳ص۱۱۴ كتاب الاجارات، ومايتصل بهٰذا) وَمِثْلُهٗ فى الفتاوىٰ البزازية علىٰ هامش الهندية ج۵ص۳۷ كتاب الاجارة، النوع الثالث فى الدّواب)(فتاوىٰ حقانيه ج۶ ص ۲۴۳)

اجرت پر مچھلی کا شکار کرنا

سوال: اگر صاحب تالاب مچھلی شکار کرنے کے لیے لوگوں کو بلائے یا لوگ خود بخود آ جائیں اور اس بات پر مچھلی کا شکار کریں کہ نصف تالاب والے کا اور نصف پکڑنے والے کا ہے، یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مچھلی تالاب والے کی ملک نہیں بلکہ جو پکڑے اس کی ملک ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں تالاب والے کا کوئی حق نہیں، اس کا اپنے لیے نصف مچھلی مقرر کرنا خلاف شرع و ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۸ص۲۳۲)''یہ ہر تالاب کا حکم نہیں''(م ع)

مدارس اور ان کا اجارہ

مدارس کا عقد اجارہ سالانہ ہے

سوال: اگر ایک ادارہ کا یہ دستور نہیں کہ علیحدہ کیے جانے والے مدرس کو رمضان کی تنخواہ دینا لازم ہوگی اس کے باوجود ادارہ کا ناظم تنخواہ دے دیتا ہے تو کیا یہ تنخواہ الگ ہونے والے ملازم کے لیے لینا اور ناظم کے لیے دینا جائز ہے؟ اگر نہیں تو اس کا ضمان کس پر واجب ہوگا؟

جواب: اس معاملہ کا مسانہہ ہونا چونکہ معروف ہے لہٰذا شرط نہ ہونے کی صورت میں بھی رمضان کی تنخواہ دینا جائز ہے۔

البتہ اگر بوقت عقد اس کی تصریح کردی گئی تھی کہ یہ عقد آخر شعبان تک ہے تو رمضان کی

تنخواہ کا استحقاق نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۸۶)

مدارس میں رمضان کی تنخواہ کا حکم

سوال: عام اداروں کا یہ اصول ہے کہ اگر کسی ملازم کو ادارہ از خود معزول کرے گا تو رمضان کی تنخواہ دینا لازم ہوگا اور اگر مدرس خود چھوڑے گا تو مستحق نہ ہوگا' اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: مدرسین اجیر خاص ہیں جن کا عقد اجارہ عمل کے بجائے وقت پر ہے جس کی مدت مدارس دینیہ کے عرف میں ایک سال ہے اس میں رمضان کی تنخواہ کے مستحق نہ ہونے کی شرط سے عقد فاسد ہوگیا کیونکہ یہ مقتضائے عقد کے خلاف ہے اور اس میں متعاقدین کے لیے نفع ہے لہٰذا مدرس پورے سال کے اجر مثل واجر مقرر میں سے اقل کا مستحق ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۸۶)

خدمات دینیہ پر تنخواہ کے جواز کی وجہ

سوال: امام مؤذن اور مدرس کے لیے تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ اِشْتَرَوا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا کا مصداق ہے اور احادیث میں تعلیم قرآن پاک پر اجرت لینے پر سخت وعیدیں وارد ہیں جن میں سے حدیث قدس زیادہ مشہور ہے۔ آپ مفصل جواب دے کر ممنون فرمائیں؟

جواب: امامت' اذان' کتب دینیہ و قرآن کریم کی تعلیم اور دوسری ہر قسم کی خدمات دینیہ پر تنخواہ لینا جائز ہے' حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے اپنے دور میں ان حضرات کو وظیفے اور تنخواہیں دیں اور خلفائے راشدین کا عمل ہمارے لیے حجت ہے۔

امام نووی و دیگر بہت سے حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت امام اعظم رحمہ اللہ سے تعلیم قرآن و درس و تدریس پر اجرت لینا مکروہ ممنوع نقل کیا ہے اس ممانعت کی کئی وجوہ ہوسکتی ہیں:

۱۔ آپ نے کمال ورع و تقویٰ کی وجہ سے امور دینیہ پر اجرت لینے کو ممنوع فرمایا۔

۲۔ مال دار لوگوں کے لیے مکروہ کہا۔

۳۔ جو لوگ دینی کاموں پر اجرت لینے کو مقصود بالذات سمجھیں ان کے لیے مکروہ ممنوع ہے۔

۴۔ چونکہ خیر القرون میں مفلس خدام دین کو بیت المال سے باقاعدہ تنخواہیں اور وظیفے ملتے تھے اس لیے ان کو الگ اجرت لینا مکروہ ہے۔

اب جب بیت المال کا نظام درہم برہم ہوگیا تو فقہاء احناف رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے متاخرین حضرات' آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی طرح جواز کا فتویٰ دیا جس کی تصریح کتب حنفیہ میں موجود ہے۔

جن بعض آیات واحادیث سے تعلیم قرآن' اذان' امامت اور درس وتدریس پر اجرت کے عدم جواز پر استدلال کیا جاتا ہے وہ درج ذیل وجوہ کی بناء پر ممانعت میں صریح اور متعین المعنی نہیں ہیں۔

۱۔ اگر ممانعت میں صریح ہوتیں تو حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرات آئمہ ثلاثہ و جمہور علمائے کرام اور فقہائے متاخرین احناف رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم ان کے خلاف جواز کا فتویٰ کبھی صادر نہ فرماتے۔

۲۔ یہ ممانعت اس کے لیے ہے جس کا مقصد ان امور دینیہ سے دنیا کمانا ہو اور ان کو کسب معاش کا پیشہ بنانا ہو جس کا مقصد تعلیم وتدریس سے دین کی اشاعت وتبلیغ ہو اس کے لیے ممانعت نہیں۔

۳۔ یہ تعلیم وتدریس کا معاوضہ نہیں بلکہ حبس اوقات کا معاوضہ ہے جو جائز ہے۔

۴۔ ان احادیث میں اکثر ضعیف ہیں' اگر کچھ روایات صحیح بھی ہوں تو وہ مؤول یا منسوخ ہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۷۸)

مدرسین کی ایام تعطیل کی تنخواہ کا حکم

سوال: مدرسے کا ایک قانون ہے کہ مدرس رمضان المبارک کی تنخواہ کا مستحق جب ہوتا ہے کہ ابتداء شوال میں حاضر ہو مدرسے کے ایک مدرس نے ماہ شعبان میں ایک درخواست دی کہ مجھ کو دوبارہ دورہ حدیث کے سماع کا شوق ہے' اس درخواست کا علم مہتمم مدرسہ کو تھا۔ تمام ماہ رمضان منظوری وغیرہ کا مدرس کو کوئی پتہ نہ ملا' شوال کی دوسری تاریخ کو مدرسہ کھل جاتا ہے۔ یہ مدرس صاحب بھی حاضر ہو کر کام کرتے رہے مگر استعفیٰ نہیں دیا۔ ۹ شوال کو استعفیٰ دیا جو کہ ۱۰ کو منظور ہو گیا۔ اب فریقین میں نزاع ہے۔ لہٰذا اس صورت میں وہ مدرس تنخواہ کے مستحق ہیں یا نہیں؟

ایک دوسرے مدرس میں حاضر ہو کر بارہ شوال کو استعفیٰ دیا جس کا ہم کو پہلے سے علم نہ تھا ان کا استعفیٰ بھی بارہ کو منظور ہو گیا تو یہ مدرس بھی تنخواہ کے مستحق ہیں یا نہیں؟ اور شوال کی حاضری کے دنوں کی بھی تنخواہ دی جائے یا نہیں۔

جواب: مدرسین کا معاملہ مدرسے کے ساتھ عقد اجارہ ہے اور مدرسین اجیر خاص ہیں کیونکہ وقت کے پابند ہیں۔ تعطیل کا زمانہ ملازمت کا زمانہ ہے اس میں عقد اجارہ باقی ہے' وہ عقد قطع نہیں ہوا مگر تنخواہ کے متعلق چونکہ یہ شرط لگی ہے کہ رمضان المبارک کی تنخواہ شرعاً ایسی شرط جو عقد اجارہ کے مقتضاء کے خلاف ہو مفسد ہوتی ہے اس لیے یہ عقد اجارہ فاسد ہوا اور عقد فاسد ہونے کی صورت میں اجیر اجر مسمی کا مستحق نہیں ہوتا بلکہ اجر مثل کا مستحق ہوتا ہے۔ لہٰذا صورت موجودہ میں وہ مدرس تنخواہ کا مستحق نہ

ہوگا بلکہ اجر مثل کا مستحق ہوگا اور اگر اس کو عقد کے اندر کی شرط قرار نہ دیا جائے بلکہ خارج عقد کہا جائے گا یا شرط معروف قرار دی جائے تو ان سب صورتوں میں مدرس اس واقعہ میں پوری تنخواہ کا مستحق ہوگا۔

اور احتمالات اور اختلاف حکم صرف رمضان المبارک میں ہے اور ایام شوال میں جب مدرس اپنے کار منصبی پر مامور ہے تو پوری تنخواہ کا ضرور مستحق ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۷۸)

ملازم کو پیشگی تنخواہ دینے کی ایک خاص صورت کا حکم

سوال: زید بینک کا ملازم ہے' بینک اپنے ملازمین کو چھتیس ماہ کی تنخواہ کے برابر پیشگی رقم تعمیر مکان کے لیے دیتا ہے یہ رقم ملازم کی تنخواہ میں سے پندرہ سال کے عرصے میں وضع کر لی جاتی ہے البتہ اس پر تین روپے فیصد وصول کیے جاتے ہیں اور ایک ایگریمنٹ بھی ہوتا ہے جس کی رو سے زمین اور اس پر تعمیر شدہ مکان بینک کے پاس رہن کر دیا جاتا ہے اور سود اور ادائیگی وغیرہ کی شرائط پر دستخط کر دیئے جاتے ہیں' کیا از روئے شرع یہ جائز ہے؟

جواب: مسئلہ مذکور میں تین چیزیں قابل غور ہیں:

۱۔ زیادۃ فی المرہون صحیح ہے یا نہیں؟ ۲۔ دین رہن قسط وار وصول کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

۳۔ تین روپے فیصد بنام سود جو وصول کیے جاتے ہیں وہ شرعاً سود ہے یا نہیں؟

تحقیق: ۱۔ زیادۃ فی المرہون صحیح ہے۔

قال العلامة الحصکفی رحمة الله تعالی: والزیادة فی الرهن تصح (ردالمحتار ج۵ ص ۳۷۲)

۲۔ دین رہن قسط وار وصول کرنا جائز ہے۔

قال فی التنویر وشرحه: ولا یکلف من قضی بعض دینه وابرأ بعضه تسلیم بعض رهنه حتیٰ یقبض القبضة من الدین. (ردالمحتار ج۵ ص ۳۴۵)

۳۔ تین روپے فیصد بنام سود جو تنخواہ سے کاٹے جاتے ہیں وہ شرعاً سود نہیں بلکہ تنخواہ تین فیصد کم کر دی گئی ہے کسی چیز کا نام بدلنے سے حقیقت نہیں بدلتی۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۰۳)

مدرسین کے مشاہرہ کی مختلف صورتوں کا حکم

سوال: مدرسین کی تنخواہوں کے بارے میں مندرجہ ذیل سوالات کا جواب مطلوب ہے؟

۱۔ ایک مدرس کا تقرر شوال سے ہوا چونکہ مدرسہ گیارہ شوال کو کھلتا ہے اس لیے اس مدرس نے

گیارہ تاریخ سے کام شروع کیا تو اسے تنخواہ پورے شوال کی ملے گی یا گیارہ شوال کے بعد کے ایام کی؟

۲۔ ایک مدرس ابتدائے سال سے مدرس تھا' سالانہ تعطیلات کے موقع پر مدرسہ کی طرف سے آئندہ سال کے لیے اسے برطرف کر دیا گیا تو وہ رمضان کی تنخواہ کا مستحق ہوگا یا نہیں؟

۳۔ سوال نمبر۲ میں اگر آئندہ سال کی برطرفی کی اطلاع مدرس کو وسط رمضان میں دی گئی تو کیا حکم ہے؟

۴۔ اس مدرس کا کیا حکم ہے جس کا تقرر درمیان سال میں ہوا' پھر تعطیلات کے موقع پر یا وسط رمضان میں اسے برطرف کر دیا گیا تو رمضان کی تنخواہ کا مستحق ہے یا نہیں؟

۵ ایک مستقل مدرس جسے آئندہ سال بھی مدرسے میں رکھنے کا ارادہ تھا' اس کا شعبان یا رمضان میں انتقال ہوگیا تو ان دو مہینوں کی تنخواہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: مدرسین سے عقد اجارہ مسانہہ (سالانہ) ہے لہٰذا بہرصورت ابتدائے شوال سے انتہاء رمضان تک پوری تنخواہ دی جائے گی' اہل مدرسہ پر لازم ہے کہ برطرفی کی اطلاع بر وقت یعنی رجب کے آخر میں دے دیں' اگر اطلاع دینے میں تاخیر کی جیسا کہ سوال نمبر۳ میں مذکور ہے تو وہ گنہگار ہوں گے جس سے توبہ واستغفار لازم ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۸۲)

ایام غیر حاضری کا تدارک کرنے کی صورت

سوال: خادم مدرسہ کی تعطیل میں گھر گیا اور بارش و دیگر کار خانگی کے سبب ایک یوم زائد صرف ہوگیا' مدرسہ پہنچا تو صدر مدرس نے فہمائش کی لیکن اس غیر حاضری کی اطلاع نہ دفتر کو دی اور نہ کسی نے آج تک اس کی تفتیش کی' اب خیال آیا کہ غیر حاضری کی تنخواہ اپنے صرف میں نہ لانی چاہیے' پھر کیا کیا جائے؟

جواب: کبھی ایسا کیجئے کہ کچھ معین ایام کی رخصت لے کر ایک روز قبل حاضر ہو کر کام کیجئے اور وہ دن رخصت ہی میں لکھا رہنے دیجئے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۰۶)

ملازم کو ملازمت کے علاوہ دوسرا کام کرنا

سوال: ایک ملازم جو اپنی ملازمت کے علاوہ دوسرا کام خواہ اپنے متعلق یا غیر متعلق علاوہ فرائض منصبی کے کرے تو اس کا معاوضہ لینے کا مجاز ہے یا نہیں؟

کوئی ملازم اپنے آقا کے بلا علم یا اس کی مرضی کے خلاف دوسرا کام اپنے مفاد کا ان اوقات میں جو اس کی نوکری کے علاوہ ہیں کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر نوکری کے اوقات معین ہیں تو دوسرے اوقات میں ملازم کو اپنا کام کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ کام آقا کے کام میں مخل نہ ہو اور اگر نوکری کے اوقات متعین نہیں ہیں تو بلا آقا کی اجازت کے اپنا یا دوسرے کا کام کرنا جائز نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۵۶)

وقت ملازمت کی تکمیل دوسرے وقت میں کرنا

سوال: مدرسے کے وقت میں مدرس کو اپنا کوئی کام پیش آیا اور اس نے اپنا کام کیا اور خارج از وقت مدرسہ اس نے اس کے عوض تعلیم دے دی تو اس صورت میں وہ کل تنخواہ کا مستحق ہے یا نہیں؟

جواب: مدرسی عقد اجارہ ہے اگر اجارہ کے وقت کی تخصیص کا باہم معاہدہ ہوا ہے کہ فلاں وقت میں فلاں کام کرنا ہوگا تو دوسرے وقت کام کرنے سے اجر کا مستحق نہ ہوگا اور اگر صرف مقدار معین ہوئی ہے اور تخصیص نہیں ہوئی تو مستحق اجر ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۵۶)

''اس لیے بوقت اجارہ صاف صاف معاملہ کیا جائے'' (م ع)

چند سالوں کی رخصت جمع کر کے لینا اور اجرت کا مطالبہ کرنا

سوال: مدارس میں ملازمین کو اتفاقی رخصت کا جو حق ہوتا ہے اگر کوئی ملازم کئی سالوں تک رخصت نہ لے تو اس کا حق آئندہ کے لیے باقی رہتا ہے یا نہیں؟

اگر ملازم چند سالوں کے بعد سال کے ساتھ گزشتہ سالوں کی بھی ملا کر اکٹھی دو تین ماہ کی اور اس کی تنخواہ کا مطالبہ کرے تو کیا اس کو شرعاً حق پہنچتا ہے؟

جواب: سال گزرنے سے یہ حق ختم ہو جاتا ہے لہٰذا چند سالوں کے بعد گزشتہ سالوں کی رخصت لینے کا حق نہیں اور تنخواہ جب وصول کر چکا تو دوبارہ مطالبہ کرنے کے کیا معنی؟ اگر مدرسے کی مقررہ چھٹیوں سے زائد چھٹیاں کیں تو ان زائد ایام کی تنخواہ لینا جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۸۳)

ایام مرض کی تنخواہ کا حکم

سوال: ایک مدرس مدرسے میں پڑھانے کا ارادہ رکھتا ہے اس مدرسے کا دستور ہے کہ دس شوال سے تعلیم شروع کی جاتی ہے وہ مدرس سولہ شوال کو آ کر بات کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں دو دن کے بعد آ کر سبق شروع کراؤں گا مگر وہ ایک ہفتہ بعد آتا ہے آنے کے بعد پھر طبیعت ناساز ہو جاتی ہے بالآخر انتیس شوال کو اسباق شروع کراتا ہے اس صورت میں وہ ماہ شوال کے مشاہرہ کا مستحق ہوگا یا نہیں؟

جواب: جن دنوں کی رخصت لے کر گیا تھا ان کی اجرت کا مستحق ہے باقی شوال کا نہیں

حاضری کے بعد ایام مرض کے مشاہرہ کا فیصلہ ان کے شرائط عقد کے مطابق ہوگا اور بوقت عقد ایام مشاہرے کے بارے میں کوئی وضاحت نہیں کی گئی تھی تو مدارس کے عرف پر عمل ہوگا' عام مدارس کا عرف یہ ہے کہ بیماری کے دنوں کی تنخواہ دی جاتی ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۸۴)

ایام غیر حاضری کی تنخواہ کا حکم

سوال: مدارس کے اساتذہ اور آئمہ مساجد جن دنوں میں غیر حاضر رہیں ان دنوں کی اجرت کے مستحق ہیں یا نہیں؟ کتنے دنوں کی غیر حاضری کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے؟

جواب: اس میں مدارس کے عرف پر عمل ہوگا' جتنی غیر حاضریاں عرفاً معاف سمجھی جاتی ہیں ان کی اجرت کا استحقاق ہوگا' زیادہ کا نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۸۴)

نااہلیت کی وجہ سے معزول ہونے والا بقیہ ایام کی تنخواہ کا مستحق نہیں

سوال: مدرسہ کے ایک مدرس کو اس طرز عمل سے ادارہ کے لیے مناسب سمجھتے ہوئے اختتام سال پر رجب کے آخر میں مہتمم صاحب نے الگ کر دیا اور رجب کی تنخواہ دے دی' اس ادارے کے دستور میں علیحدگی ملازمین کے لیے یہ شق شامل ہے کہ عام حالات میں معزول کیے جانے والے مدرس کو ایک ماہ پیشتر اطلاع دی جائے گی چونکہ اس ملازم کو نااہلیت کی بناء پر مجبوراً علیحدہ کرنا پڑا اور کوئی وجہ پیش نظر نہ تھی' اس لیے پیشگی اطلاع دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی' کیا شرعاً ماہ شعبان کی تنخواہ دینا لازم ہے یا نہیں؟

جواب: اگر مدرس کو واقعتاً نااہلیت کی وجہ سے معزول کیا گیا ہے تو وہ شعبان کی تنخواہ کا مستحق نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۸۵)

نیابت میں اجرت کا مستحق اصل ہے یا نائب؟

سوال: امام یا مدرس اپنا نائب مقرر کر کے چلا گیا تو اتنے دنوں کی اجرت کا مستحق کون ہوگا اصل یا نائب؟

جواب: امامت اور تدریس میں نائب بنانا جائز ہے مگر اجرت کا مستحق امام اور اصل مدرس ہوگا' البتہ اصل نے نائب کے لیے کوئی اجرت مقرر کی ہو تو وہ اس کا مستحق ہوگا اور اگر اجرت مقرر نہیں کی تو نائب اجرت مثل کا مستحق ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۸۵)

مدرس کو فارغ اوقات میں دوسری ملازمت کا حکم

سوال: مدرس جب اجیر خاص ہے تو اس کے لیے نجی تعلیم دینا طلبہ یا غیر طلبہ کو جائز ہے یا

نہیں؟ دراں حالیکہ مدرسے کی تعلیم کے اوقات چھ گھنٹے مقرر ہیں، ایسی صورت میں مدرس چوبیس گھنٹے کا ملازم ہوگا یا نہیں؟

جواب: اوقات مدرسہ کے علاوہ ملازم مختار ہے کہ نجی تعلیم میں مشغول رہے یا کوئی تجارت وغیرہ کرے بشرطیکہ اس کی وجہ سے مدرسہ کے اوقات میں خلل نہ آئے، البتہ جس طرح ملازم کو ان کاموں کا اختیار ہے، اسی طرح اہل مدرسہ کو بھی اختیار ہے کہ ان کو یہ کام پسند نہ ہو کہ ہمارا ملازم کوئی دوسرا تعلیمی یا تجارتی مشغلہ رکھے تو ایسے شخص کو شروع سے ہی ملازمت نہ دیں جو دوسری کسی خدمت میں مشغول ہونا چاہتا ہے اور اگر پہلے ملازم رکھ چکے ہیں تو مدت اجارہ ختم ہونے کے بعد مثلاً ختم ماہ یا ختم سال پر اس کی ملازمت ختم کر دیں لیکن دوران ملازمت بحیثیت عقد اجارہ وہ اس کو نجی تعلیم یا تجارت چھوڑنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ (امداد المفتیین ص ۸۶۷)

مدرسین کی تنخواہوں میں کمی کرنے کا حکم

سوال: امسال کم آمدنی کی وجہ سے تمام ملازمین کی تنخواہوں میں تخفیف کر دی ہے، ایک مدرس عربی تخمیناً دس سال سے ملازم ہیں اور دو مدرس اس سال شوال سے ملازم ہوئے ہیں، ان کے تقرر کے وقت مہتمم صاحب نے یہ ظاہر کر دیا تھا کہ اگرچہ اس جگہ کی تنخواہ زیادہ ہے مگر سرمائے کی کمی کی وجہ سے کم پر معاہدہ کیا جاتا ہے، باوجود اس معاہدے کے سال کے بیچ میں ان دونوں مدرسین کی تنخواہوں میں بھی کمی کر دی۔

آیا مدرسین عربی اور نئے مدرسین کی تنخواہ میں اس معاہدے کے باوجود کمی کرنا جائز ہے؟

جواب: اصل اس باب میں یہ ہے کہ تدریس کے لیے مدرسے کی ملازمت احکام دینویہ کے اعتبار سے اجارہ کا حکم رکھتی ہے، اگرچہ عنداللہ عبادت ہونے کی توقع ہے اور احکام اجارہ میں اس کی ہر وقت گنجائش ہے کہ تنخواہ میں کمی بیشی کی جائے لیکن جس طرح متولی اور مہتمم مدرسہ کو تنخواہ میں کمی کرنے کا اختیار ہے اسی طرح مدرس کو اس تنخواہ پر رہنے نہ رہنے کا اختیار ہے۔

لیکن یہ سب اس وقت ہے کہ اجارہ اجارہ شہریہ ہو یعنی مدرس بھی ایک مہینے تک کا پابند ہو اور مہتمم بھی، یعنی ختم ماہ پر مدرس اگر ملازمت چھوڑ دے تو مہتمم کو کسی قسم کی شکایت نہ پیدا ہوتی ہو اور اگر مہتمم علیحدہ کر دے تو مدرس کو حسب قاعدہ کوئی شکایت نہ ہو، ایسی صورت میں تو حکم ہے جو مذکور ہوا کہ ختم ماہ پر مہتمم کو تنخواہ میں تخفیف کرنے کا اور مدرس کو رہنے نہ رہنے کا اختیار ہوگا اور اگر اس کو اجارہ سنویہ (سالانہ) قرار دیا جائے یا کسی معاہدہ وغیرہ سے اجارہ سنویہ ثابت ہو جائے تو پھر نہ مہتمم کو

وسط سال میں کوئی تغیر تخفیف تنخواہ کے متعلق جائز ہے اور نہ مدرس کو ختم سال سے پہلے بلا عذر شرعی چھوڑ کر جانا جائز ہے نئے مدرسین اور تمام ملازمین کا یہی حکم ہے کہ پہلے یہ دیکھ لیا جائے کہ اجارہ کس قسم کا ہے ماہوار یا سالانہ ہر دو صورت میں مدت اجارہ کے ختم ہو جانے کے بعد تخفیف کا اختیار ہے پہلے نہیں۔ (امداد المفتیین ص ۸۶۶)

بوجہ خلفشار مدرس پڑھا نہ سکا تو تنخواہ کا حکم

سوال: احقر مدرسہ میں مدرس ہے صدر مدرس بعض نامناسب الفاظ پر مجھ سے خفا ہو گئے اور مجھے مدرسہ سے اٹھا دیا' میں مہتمم صاحب کے پاس گیا' واقعہ ذکر کیا اور معافی چاہی' مہتمم صاحب نے فرمایا کہ اچھا تم بے فکر رہو اور مدرسہ میں جاؤ' میں مدرسہ میں گیا تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ کیا آپ مہتمم سے لکھوا کر لائے ہیں' میں نے کہا کہ انہوں نے زبانی فرمادیا ہے' انہوں نے کہا کہ ہم اس بات کو نہیں مانتے' پہلے لکھا کر لائیں' غرض کبھی مہتمم کے پاس کبھی کسی کے پاس' مجھے تین ہفتے لگ گئے' تین ہفتوں کے بعد صفائی ہو سکی اور مدرسہ میں کام کرنے لگا' مہینہ پر مجھے صرف پانچ روز کی تنخواہ دی اور باقی بچوں پر صرف کر دی' کیا میں اس واقعہ میں پوری تنخواہ کا مستحق نہیں ہوں؟

جواب: صورت مسئولہ میں آپ کو مہتمم صاحب نے مدرسہ سے علیحدہ نہیں کیا' اس لیے آپ پوری تنخواہ کے مستحق رہے' ایام مذکورہ میں تعلیم نہ دے سکنا اس میں آپ کا قصور نہیں بلکہ اندرونی خلفشار کے سبب معذوری رہی جیسا کہ سوال میں مذکور ہے' اس وجہ سے مہتمم صاحب کی طرف سے آپ کی تنخواہ پورے ماہ کی بھیجی گئی' رہا کسی مدرس' یا صدر مدرس کی باہمی ناچاقی کا معاملہ سو وہ الگ بات ہے اس سے کسی مدرس کی تنخواہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ پس صدر مدرس کا اٹھا دینا اور آپ کو تعلیمی خدمت سے روک دینا' پھر آپ کی تنخواہ کا اکثر حصہ طلبہ پر تقسیم کر دینا کیونکر درست ہو سکتا ہے؟ کیا یہ مہتمم صاحب کے مشورے سے ہوا؟ اگر نہیں تو ان کی طرف رجوع کیا جائے' ان کے سامنے اس کو پیش کیا جائے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

تنخواہ میں دنوں کا اعتبار ہوگا یا مہینہ کا؟

سوال: زید نے اکتوبر کے درمیان میں کسی مدرسے میں مدرسی اختیار کی تو اس کو کتنے دن کی تنخواہ ملے گا؟ جب کہ ماہ اکتیس کا ہوتا ہے؟

جواب: جو مہینہ جتنے دن کا ہوتا ہے اتنے ہی دن کی تنخواہ کا حق ہوگا' اس میں کچھ الجھاؤ کی بات نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴' ص ۱۲۵) "یہ مہینہ ماہانہ یا سالانہ جیسے اجارہ ہوا ہو" (م'ع)

بیماری کے دنوں کی تنخواہ کا حکم

سوال: نوکردس بارہ روز کی رخصت پر گھر آیا اور آتے ہی بیمار ہوگیا اور قریب ایک ماہ کے بیمار رہا' ایسی صورت میں اتنی رعایت رخصت مل جانے کا قاعدہ بھی تھا تو اس صورت میں بلا کام کیے ایام مرض کی تنخواہ لے سکتا ہے؟

جواب: جس دن سے وہاں سے آیا ہے اس دن سے آقا کی رضامندی کے بغیر تنخواہ نہیں لے سکتا۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۱۸) "یا بوقت اجارہ ایام مرض کے سلسلہ میں وضاحت ہوگئی" (م'ع)

فرائض پورے ادا نہ کر کے تنخواہ لینا

سوال: عالم اگر نماز میں سستی کرتا ہو اور ترک جماعت بھی کرتا ہے اور مدرسے کا متعلق کام ......تین بجے شام سے کرے اور چار بجے بند کر دے اور سات آٹھ بجے صبح سے کام شروع کرے اور دس بجے کام بند کر دے اور مہتمم مدرسہ اور طلبہ بھی شاکی ہوں کہ خواندگی نہیں ہوتی تو ایسے عالم کو باعمل کہا جائے یا بے عمل؟

جواب: خلاف قائدہ مقررہ ایسا کرنا خیانت ہے اور اجرت میں کراہت آئے گی' مدرسہ کی مقررہ دفعات کے موافق کرنا واجب ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۱۷)

مدرسہ کے اوقات میں سبق کا مطالعہ کرنا

سوال: جو سبق بندے کو پڑھانے ہوتے ہیں اس میں سب کو خارج اوقات میں دیکھ کر پڑھانا ضروری ہے یا جو دشوار ہوتے ہیں صرف انہی کو دیکھنا کافی ہے؟

ثانیاً یہ عرض ہے کہ اگر بے دیکھے آسان کتاب کو پڑھاتا ہوں تو بعض دن اس میں بھی مضمون غور طلب آ جاتا ہے' نیز یہ بھی عرض ہے کہ میں اب تک یہ کرتا تھا کہ جو کتابیں بلا دیکھے پڑھائی نہ جاتیں ان کو دیکھتا تھا اور جو بلا دیکھے پڑھالیتا گو تامل سے انہیں مطالعہ نہیں کرتا تھا' اس میں یہ بھی عرض ہے کہ اگر دیکھ کر پڑھاتا تو پڑھانے میں وقت کم صرف ہوتا بہ نسبت بلا دیکھے پڑھانے کے تو اس صورت میں میرے ذمہ مدرسہ کا حق باقی رہا یا نہیں؟ اور اس کی کس طرح تلافی ہو سکتی ہے؟ اور اس بارے میں کیا معمول رکھنا لازم ہے؟

جواب: میرے نزدیک اس باب میں اس قاعدہ کو حکم قرار دیا جائے: **المعروف کالمشروط** اور اس میں معروف وہی ہے جس کو آپ نے اس جملہ سے شروع کیا ہے' میں اب

تک یہ کرتا تھا' پس ایسا کرنے میں مدرسہ کا کوئی حق آپ کے ذمہ نہیں ہے اور آئندہ بھی یہی معمول کافی ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۴۴)

مدرسہ کا مکان بینک کو کرایہ پر دینا

سوال: مدرسہ کا ایک مکان خالی ہے' یہ مکان بینک کو کرایہ پر دے سکتے ہیں یا نہیں؟ یہ مکان کسی اور کو کرایہ پر دیں گے تو کرایہ کم آئے گا' اور بینک والے بہت معقول کرایہ دینے کے لیے تیار ہیں' مدرسہ کی حالت بھی غربت کی ہے؟

جواب: مدرسہ کا مکان بینک کو کرایہ پر نہ دیا جائے کہ یہ اعانت علی المعصیت ہے جو ممنوع ہے' سود کی برائی اور وعیدوں کے پیش نظر مدرسہ کا مکان بینک کو کرایہ پر نہ دیا جائے' اگرچہ کرایہ زیادہ ملتا ہو۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۵۶) کہ سود مومن کیلئے نجس اور ناپاک ہے۔ (م ع)

سرکاری مدرسہ میں ملازمت کا حکم

سوال: میں سرکاری مدرسہ میں منتظم و مدرس ہوں' اس مدرسے میں حفظ قرآن' حدیث' تفسیر' فقہ' عقائد کی تعلیم لازم ہے اور فقط زبان دانی کے لیے تھوڑی سی انگریزی کی بھی تعلیم دی جاتی ہے اس کے علاوہ حساب' تاریخ' جغرافیہ' جسمانی ورزش کی بھی تعلیم ہوتی ہے' غرضیکہ ایسے علوم نہیں پڑھائے جاتے جو شرعاً ممنوع ہیں تو اس نوکری کا کیا حکم ہے؟

جواب: آپ کی نوکری اور اس کی تنخواہ میرے نزدیک حرام نہیں اور نہ یہ تعلق موالات میں داخل ہے کہ اس کی وجہ سے اس کو حرام کہا جائے۔ (فتاویٰ مظاہر العلوم ج ۱ ص ۱۷۴)

مدرسہ کے مکان کو کرایہ پر دینا

سوال: ایک سخی صاحب نے عربی مدرسہ بنوایا تھا لیکن بعد میں اس کے ناکافی ہونے کی وجہ سے جدید مدرسہ تعمیر کرایا گیا' اب پرانا مدرسہ بند پڑا ہے تو اس کو کرایہ پر دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اس کی رقم جدید مدرسہ میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: قدیم مدرسہ جس شخص نے جس مقصد سے بنایا ہے اس کا خیال رکھ کر جہاں تک ممکن ہو اس سے وہی کام لیا جاوے' لڑکوں کا نہیں تو لڑکیوں کا مدرسہ چلایا جائے' اگر اس کی بھی ضرورت نہ ہو اور بے کار پڑا ہے تو کرایہ پر دے سکتے ہیں اور اس کی رقم مدرسہ جدید میں خرچ کر سکتے ہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۴ ص ۱۸۶)

تعلیم گاہ کو کرایہ پر دینا

سوال: ایک عمارت دینی تعلیم کے لیے برادری کے پیسے سے بنائی گئی لیکن شہر کے اندر جو مدرسہ کے ذمہ دار اور متولی ہیں ان لوگوں نے عام لوگوں کی رائے کے بغیر اس عمارت کو تعلیم کا کام بند کر کے سرکار کو تین سو روپے ماہوار میں کرایہ پر دیدیا' ایسے فعل کا شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی عمارت کو روپے حاصل کرنے کے لیے کرایہ پر دے دینا اور دینی تعلیم کو بند کر دینا متولی کے لیے شرعاً درست نہیں' ایسے شخص کو متولی نہ بنایا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ص ۱۲۵)

''جس کے ذہن میں تعلیم کی اہمیت نہ ہو' دینی امور کی عظمت نہ ہو' دیندار نہ ہو'' (م'ع)

مدرسہ کا مکان کرایہ دار سے خالی کرانا

سوال: ایک کرایہ دار ایک دکان کا کرایہ دو روپیہ ماہوار دیتا ہے' دوسرا کرایہ ۲۰ روپے ماہوار دیتا ہے' مگر اول کرایہ دار خالی نہیں کرتا' مالک مکان نے مجلس میلاد منعقد کر کے یہ اعلان کیا کہ نصف مکان مدرسہ کے لیے ہے اور نصف فروخت کر کے عیدگاہ کی مرمت کرادی جائے مگر اول کرایہ دار نے دونوں پر قبضہ کرلیا ہے' ایسی حالت میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: مدرسہ کے کمرے کو قابض کرایہ دار سے خالی کرا کے دوسرے کو آباد کرایا جائے' اس کے لیے قانونی چارہ جوئی کی جائے' اگر اہل مدرسہ مناسب سمجھیں تو موجودہ کرایہ دار کو خالی کرانے کا نوٹس دیدیں کہ مدرسہ کے لیے ضرورت ہے اور قانوناً ایسی صورت میں وہ خالی کرنے پر مجبور ہوگا' پھر اس جگہ بھی مدرسہ کے لیے کمرہ بنادیا جائے یا سمجھوتہ کر کے کرایہ میں اضافہ کرالیا جائے اور کہہ دیا جائے کہ اگر اضافہ نہ کیا تو مقدمہ کر کے خالی کرایا جائے گا' نصف مکان جو عیدگاہ کے لیے دیا ہے اگر فروخت کر کے مرمت کے لیے دیا ہے تو اس کو فروخت کر دیا جائے' پھر اگر خریدار مضبوط ہوگا تو وہ خالی کرائے گا یا کرائے میں اضافہ کرلے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۲ص ۲۰۸)

سبق کا ناغہ کر کے تنخواہ لینا

سوال: طلبہ کو بوجہ سرزنش کسی روز سبق نہیں پڑھایا' اس روز کی تنخواہ کا مستحق ہوگا یا نہیں؟

جواب: اہل چندہ کی رضا سے چندہ سے دے سکتے ہیں ورنہ عدم اشتراط میں استحقاق نہیں اور اشتراط میں بذمہ موجر واجب ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ص ۳۹۶)

طلبہ نہ ہونے کی وجہ سے اجارہ فسخ کرنا

سوال: مدرس گزشتہ سال ایک مدرسہ میں مقرر ہوا' ایک سال کچھ مہینے تدریس کرتا رہا' ۱۴ ربیع

الاول کو مہتمم نے کہا کہ آپ کے درجہ حفظ میں صرف سولہ طلبہ ہیں' اتنے تھوڑے طلبہ کے لیے مستقل ایک استاذ رکھنا مناسب نہیں' مدرسے پر بوجھ ہے' اس لیے ۱۲ ربیع الاول سے آپ معزول ہیں اور کسی قسم کی کوئی شکایت نہیں تھی' ایسی صورت میں مدرس پورے سال کی تنخواہ کا مستحق ہوگا یا نہیں؟

جواب: طلبہ کم ہونے کا عذر قابل قبول نہیں' اگر مہتمم صاحب نے بلاضرورت مدرس رکھا ہے تو وہ پورے سال کی تنخواہ اپنے پاس سے دیں کیونکہ عقد تدریس مسانہہ ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۹۴)

رخصت بیماری کے لیے ڈاکٹری تصدیق مانگنا

سوال: کسی خالص مذہبی ادارے میں یہ قانون رکھا گیا ہے کہ کوئی ملازم اگر بیماری کی رخصت لینا چاہے تو کسی انگریزی ڈاکٹر کا سرٹیفکیٹ پیش کرنا ضروری ہے جیسا کہ سرکاری دفتروں کا رواج ہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: شرعی نقطہ نگاہ سے اس قسم کے قانون کی کوئی حیثیت نہیں' خصوصاً دینی اداروں میں فساق کی شہادت کو ایسی اہمیت دینا تذلیل دین ہے' نیز اس سے رشوت دے کر جھوٹا تصدیق نامہ بنانے کے مفسدہ کا دروازہ کھلنے کا اندیشہ ہو۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۹۵)

ایک غیر ذمہ دار شخص کے یہ کہنے سے کہ "میں تمہاری تنخواہ کا ذمہ دار نہیں ہوں" عقد اجارہ ختم ہو جائے گا یا نہیں؟

سوال: زید نے مدرسے میں تمام گاؤں والوں کے رکھنے سے تعلیم کا کام شروع کیا معین تنخواہ پر' زید اپنا کام کرتا رہا اور اس کو دیر سویر تنخواہ بھی ملتی رہی' تین سال بعد ایک شخص نے کہا کہ "میں آپ کی تنخواہ کا ذمہ دار نہیں ہوں" گاؤں والے دیں یا نہ دیں' زید نے اس شخص کے کہنے پر زیادہ توجہ نہیں کی کہ تمام گاؤں والے ذمہ دار ہیں تو ایک شخص کا کہنا کیا معنی رکھتا ہے' رہی تنخواہ سو ایسی تاخیر پہلے بھی ہوتی رہی ہے' غرض ایک سال یوں ہی گزر گیا' تنخواہ کا مطالبہ کیا تو مہتمم نے کہا کہ روپے ہی نہیں کہاں سے دیا جائے' یہ واقعہ ہے اس مجبوری میں علیحدہ ہونا پڑا' اب مدرسہ میں کافی روپیہ موجود ہے' اگر زید اپنی سال کی تنخواہ مانگے تو کیا وہ حق بجانب ہے؟

جواب: جبکہ زید نے تمام گاؤں والوں کے رکھنے سے ملازمت اختیار کی ہے تو صرف ایک غیر ذمہ دار شخص کے کہنے سے ملازمت ختم نہیں ہوتی لیکن اگر وہ شخص ذمہ دار تھا اور گاؤں والوں نے اپنا نائب یا وکیل یا مختار کل بنا دیا تھا تو ملازمت کا معاملہ ختم ہو چکا تھا' اس صورت میں مطالبہ

بے ضابطہ ہے اور پہلی صورت میں اگر مہتمم صاحب سے علیحدگی کے وقت ایک سال کی تنخواہ کا مدرسہ کے ذمہ قرض دینا قرار پایا ہے تب تو مطالبے کا حق حاصل ہے اگر مدرسہ کے ذمہ قرض دینا قرار نہیں پایا بلکہ زید ابراء کر چکا تھا تو اب مطالبے کا حق نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۸ ص ۲۵۲)

کسی تحریک کی حمایت میں سرکاری نوکری چھوڑنا

سوال: کچھ دنوں سے اس طرح کے اشتہارات شائع ہو رہے ہیں کہ جو لوگ سرکاری ملازم ہیں وہ سب آزادی کی حمایت میں اپنی ملازمتیں چھوڑ دیں اور جب تک گاندھی حکومت کو نہ چھوڑے اس وقت تک تو سرکاری ملازمتیں ضرور ہی ترک کردی جائیں ان اشتہاروں میں مسلمانوں کو بھی خاص طور سے مخاطب کیا گیا ہے کیا مسلمانوں کو اس تحریک پر لبیک کہنا اور بغیر انجام سوچے اپنی ملازمتیں چھوڑ دینا جائز ہے؟

جواب: جب تک مسلمانوں کے لیے اپنے گزارے کا کوئی قابل اطمینان انتظام نہ ہو جائے اس وقت تک اس کو اپنی جائز ملازمت کا ترک ہرگز جائز نہیں مسلمانوں کو اس گمنام پروپیگنڈہ سے ہرگز متاثر نہیں ہونا چاہیے۔ حدیث پاک میں ہے: "کاد الفقر ان یکون کفراً" بلاشبہ فقر و فاقے کی وجہ سے ہزاروں گناہوں میں پڑنے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے اس کے علاوہ یہ بھی بعید نہیں کہ دو چار مسلمان جو محض برائے نام سرکاری عہدوں پر ہیں اس بہانے سے وہ عہدے ان سے خالی کرا کے ہمیشہ کے لیے جگہ پُر کردی جائے اس لیے مسلمانوں کو اس اشتہار سے ہرگز متاثر نہ ہونا چاہیے۔ (امداد المفتیین ص ۸۷۹)

تنخواہ وصول کرنے کیلئے فوٹو بنوانا

سوال: میری ملازمت کو بائیس سال ہونے کو آئے ہیں وظیفہ کے لیے پچیس سال کی تکمیل کی ضرورت ہے مگر فوٹو وظیفہ نکالنے کے لیے ضروری ہے چونکہ میری نظر سے "اَشَدُّ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ" گزرا ایسی صورت میں وظیفے کے حصول کیلئے فوٹو لے لوں تو جائز ہوگا یا نہیں؟

جواب: اگر بغیر فوٹو کے وظیفہ نہ ملنے پر آپ کو زیادہ زحمت نہ ہو اور آپ برداشت کر سکیں تو فوٹو نہ لیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۳ ص ۴۰۱)

پنشن کا حکم

سوال: دور حاضر میں کچھ عرصہ ملازمت کے بعد بشرط نیک نامی اور حسن کارکردگی نصاریٰ کی طرف سے بغیر کسی خدمت کے جو پنشن دی جاتی ہے اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ پنشن درحقیقت تنخواہ اور کسی خدمت کا معاوضہ نہیں بلکہ ایک تبرع اور احسان ہے۔ نیز نصاریٰ اور یہود کی طرف سے کوئی ایسا صلہ قبول کرنا جس میں توہین اسلام نہ ہو جائز ہے۔" یہی حکم موجودہ حکومت کی طرف سے ملنے والی پنشن کا ہے" (م ع) (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۴۸۵)

فطرہ اور چرم قربانی مشاہرہ میں دینا

سوال: زید نے پیش امام صاحب سے کہا کہ آپ ان بچوں کو ایک دو گھنٹہ درسی تعلیم دیجئے' اس کے عوض میں مشاہرہ علیحدہ دیا جائے گا' پیش امام صاحب اس کام کو انجام دے رہے ہیں تو زید صدقہ فطر اور چرم قربانی کی رقم اپنے گاؤں کے کسی یتیم وغریب سے تملیک کرا کے اس پیش امام صاحب کو اس دینی تعلیم کے عوض میں مشاہرہ دے رہا ہے تو یہ صورت از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جس طرح بچوں کے کھانے کپڑے کا انتظام ضروری تصور کیا جاتا ہے اسی طرح ان کے لیے علم دین سکھانے کا انتظام بھی ضروری ہے' اس لیے آپس میں چندہ کیا جائے' بچوں سے فیس لی جائے' اگر کوئی صورت ممکن نہ ہو تو مجبوراً زکوٰۃ کا پیسہ جمع کر کے بھی مدرس کو تملیک کے بعد دے سکتے ہیں' بلا شدید مجبوری کے یہ صورت اختیار نہ کی جائے' نابالغ سے تملیک کرانا درست نہیں' بالغ سے درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۱۴۹)

کچھ نمازیں پڑھانے پر پوری تنخواہ لینا

سوال: اگر امام تین یا چار نمازیں پڑھائے تو پوری تنخواہ کا حق دار ہے یا نہیں؟

جواب: اگر پانچوں نمازیں پڑھانے کی شرط لگائی گئی ہو تو پوری تنخواہ کا مستحق نہ ہوگا۔

(احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۷۸)

تنخواہ دار مؤذن کو اس کے چندہ سے فیصد دینا

سوال: جس مؤذن کی تنخواہ مقرر ہو اگر وہ اسی مسجد کے لیے چندہ کرے تو اس چندہ میں سے اس کو مثلاً دس یا پانچ فیصد دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو جتنے دن کام کیا ان دنوں کا کیا حکم ہے؟ اور جو روپیہ اس طریقے پر وصول کر لیا ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: تنخواہ مقرر ہونے کے باوجود چندے کا حصہ معینہ بھی اجرت ہی ہے اور چندہ وصول کرنے والے کی اجرت اسی چندے سے دینا جائز نہیں' خواہ مؤذن ہو یا کوئی اور مؤذن کی تنخواہ مقرر ہو یا نہ ہو اسی مسجد کے لیے چندہ کرے یا کسی اور مسجد کے لیے بہر صورت ناجائز ہے' یہ اجارہ دو وجہ سے صحیح نہیں" اجرت من العمل' عجز العمل" (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۷۷)

"تنخواہ اور عمل میں اضافہ کیا جا سکتا ہے"(م'ع)

چندہ کی دوڑ دھوپ کرنے کی اجرت کرنا

سوال: مہتمم نے ایک ساعی چندہ کے لیے مقرر کیا' اس کی سعی سے چندہ مقرر ہوا' اب وہ سعی نہیں کرتا جیسا کہ پہلے کرتا تھا کہ سفر یا شہر میں جدید چندہ تیار کرتا بلکہ محرر وغیرہ نگرانی کرتے ہیں اور جس وقت نگرانی کرتے ہیں اس وقت کی تنخواہ تعلیم وغیرہ ہی کی وہ لیتے ہیں' پس اس صورت میں وہ سعی چندہ کی تنخواہ کے مستحق ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: جب عمل نہیں' استحقاق اجرت نہیں' جیسا کہ ظاہر ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۶۱)

چرم قربانی جمع کرنے پر کمیشن لینا

سوال: ایک امام زکوٰۃ اور چرم قربانی ایک دار العلوم کے لیے جمع کرتے ہیں اور اس میں سے پچیس فیصد کمیشن کاٹ لیتے ہیں' ان کا یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟

جواب: زکوٰۃ اور چرم قربانی وصول کرنے پر کمیشن کاٹنا جائز نہیں' اس لیے کہ یہ قدرت بقدرۃ الغیر ہے جو بحکم عجز ہے' امام صاحب کو اس گناہ سے توبہ کی تلقین کی جائے' اگر توبہ نہیں کرتے تو منتظمہ پر ایسے امام کو معزول کرنا فرض ہے' توبہ نہ کرنے کی صورت میں ان کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۷۸)

کمیشن پر چندہ کرنا عقد باطل اور حرام ہے

سوال: بعض مدارس میں سفراء حصے پر کام کرتے ہیں' یعنی وصول شدہ رقم سے تیسرا یا چوتھا حصہ خود لیتے ہیں' باقی رقم مدرسہ میں جمع کراتے ہیں' یہ طریقہ صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: یہ معاملہ دو وجہ سے ناجائز ہے:

۱۔ اجرت من العمل ہے جو ناجائز ہے۔ اس کی تصحیح یوں کی جا سکتی ہے کہ اجرت من العمل کا ذکر بطور شرط نہ ہو بلکہ صرف تعیین وتحدید کے لیے ہو' یہ مفسد نہیں یعنی اگر قفیز طحان میں یہ شرط نہ ہو کہ اسی طحین میں سے دیا جائے گا تو جائز ہے۔

۲۔ اجیر اس عمل پر بنفسہ قادر نہیں' قادر بقدرۃ الغیر ہے اس کا عمل چندہ دینے والوں کے عمل پر موقوف ہے اور قادر بقدرۃ الغیر بحکم عاجز ہوتا ہے جبکہ صحت اجارہ کے لیے قدرت بنفسہ شرط ہے' چنانچہ قفیز طحان کے فساد کی علت بھی یہی ہے کہ مستاجر اجرت دینے پر عامل کی قدرت کی وجہ سے

قادر ہے بنفسہ قادر نہیں۔

حسب تصریح فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ بوقت عقد اجیر کا قادر علی العمل ہونا اور مستاجر کا قادر علی تسلیم الاجرت ہونا صحت عقد کے لیے شرط ہے۔

معاملہ مذکورہ میں قفیز طحان سے بھی زیادہ فساد ہے۔ اس لیے کہ قفیز طحان میں اجرت جو حق اجیر ہے وہ اسی اجیر ہی کے عمل پر موقوف ہے اور وہ بذریعہ عمل وصول اجرت پر قادر ہے مگر مسئلہ زیر بحث میں اجیر کو عمل پر کسی قسم کی بھی قدرت حاصل نہیں' غیر کا محتاج ہے۔

قفیز طحان اجارہ فاسدہ ہے اور کمیشن پر چندہ کرنا معاملہ اجارہ باطلہ' بصورت حصہ مقررہ اس کی اجرت حرام ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۷۶)

ملازم کو برطرف کرنے کی ایک صورت کا حکم

سوال: میرا ایک بھانجا میرے گھوڑے کا بارگیر ہے اور اس کا سلح دار ہوں' سلح دار کی ماہوار جو مقرر ہے اس میں دس روپے بارگیر کو دیئے جاتے ہیں اور باقی میرے

اب عرض یہ ہے کہ میرا بارگیر بے نمازی' زانی' شرابی وغیرہ ہے' میں نے اس کو برسوں سمجھایا اور عہد واقرار لیے کہ آئندہ احکام شرع برابر ادا کروں گا اور گھوڑے کو اچھی حالت میں رکھوں گا لیکن اس نے جملہ عہدوں کی خلاف ورزی کی بلکہ روز افزوں حالت شنیعہ میں گرفتار ہے' گھوڑے کو لاغر کر دیا ہے اور میری معتد بہ رقم کھا گیا ہے' میں اس کو برطرف کرنے کے ارادے میں ہوں لیکن والدہ صاحبہ اس سے سخت رنجیدہ رہتی ہیں اس میں میرے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: اس تقسیم تنخواہ کی یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ تنخواہ تو کل کی کل بارگیر کا حق ہے اور آٹھ روپے آپ کے گھوڑے کا کرایہ ہے۔ اگر یہ تاویل کسی وجہ سے نہ چل سکے تو خود یہ معاملہ ہی جائز نہیں اور اگر کوئی امر مانع تاویل نہ ہو تو اس صورت میں ان افعال شنیعہ کا وبال خود اس بارگیر پر ہوگا' آپ کیوں پریشان ہوں۔ البتہ گھوڑے کی لاغری کے سبب اگر آپ اس کو موقوف کرانا چاہیں تو دوسری بات ہے اور اس صورت میں ماں کی اطاعت فرض نہیں کیونکہ دابہ کا حق تلف کرنا معصیت ہے اور خالق کی معصیت میں کسی کی اطاعت نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۱۱)

ملازم کے لیے غیر حاضری کی تنخواہ کا حکم

سوال: ملازم دو دن کی رخصت لے کر گھر گیا اور چھ روز میں آیا تو ان چار دنوں کی تنخواہ کا

ملازم کے لیے کیا حکم ہے؟ اور متولی کو دینا چاہیے یا نہیں؟

جواب: اگر ملازمت کی شرائط میں یہ ہے کہ رخصت حاصل کیے بغیر غیر حاضری کرنے پر تنخواہ وضع ہوگی تو صورت مسئولہ میں تنخواہ وضع ہوگی' اگر شرائط میں کچھ مدت رخصت حاصل کیے بغیر چھٹی پر رہنے اور حاضر نہ ہونے کی بھی موجود ہے تو اس مدت کی تنخواہ وضع نہ ہوگی' زائد کی وضع ہوگی' غرض حسب شرائط عمل کیا جائے گا جبکہ وہ موافق شرع ہوں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۳۱۱)

ملازمت کی وجہ سے حفظ بھول جائے تو؟

سوال: جس شخص نے حفظ کیا اور پھر کسی دینی یا دنیوی ملازمت میں مشغول ہوگیا اور (فرصت نہ ہونے کی وجہ سے) حق ملازمت کی ادائیگی کلام پاک کے بھول کا سبب بننے لگی تو ایسے شخص کے لیے ملازمت کرنے یا ترک ملازمت کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟ جبکہ ملازمت میں صرف اوقات سے کلام پاک سے محرومی کا ظن غالب ہے؟

جواب: کیا ملازمت کے اوقات محدود نہیں جبکہ ملازمت کے بالعموم چھ' آٹھ گھنٹے ہوتے ہیں' تو کیا ملازمت مذکورہ کوئی نرالی شئی ہے۔

۲۔ کیا ضروریات طبعیہ وشرعیہ کے لیے ملازمتی مصروفیات میں سے اوقات فارغ نہیں کیے جاتے؟

۳۔ کیا بہت سے اوقات زوائد اور غیر ضروری امور میں صرف نہیں ہوتے؟ ان کے لیے ملازمت کیوں مانع نہیں ہوتی؟

۴۔ تو پھر ملازمت اور اس کی مصروفیات کلام پاک ہی کے لیے کیوں مانع بن سکتی ہے؟

۵۔ کیا مذکورہ صورت سوال سطح نظری اور خام خیالی' نفس کی تسویل اور حیلہ سازی سے مبرئ ہوسکتی ہے؟

۶۔ ان پانچ امور میں نظر عمیق کے نتیجہ میں انضباط اوقات کی صورت سے ملازمت میں صرف اوقات کے باوجود کسی حافظ کو کلام پاک کی عظمت واہمیت کے پیش نظر فراموشی اور نسیان تو اس کا کیسے گمان کیا جاسکتا ہے؟ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ) ''کسی اللہ والے سے اپنا تعلق للہ قائم فرمالیں' آسانی ہوجائے گی'' (م'ع)

اپنے مخصوص ملازم کو دوسرے کام سے روکنا

سوال: ایک سیٹھ اپنے بچوں کی تعلیم کے لیے ایک معلم کو رکھتا ہے اس جگہ دوسرے لوگ بھی اپنے بچوں کو تعلیم دلانے کے لیے اسی معلم کو بلاتے ہیں مگر سیٹھ روکتا ہے اور دوسروں کے بچے اسی

کے مکان پر آ جایا کریں، اس پر بھی رضا مند نہیں، شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: اگر معلم سے سیٹھ نے ابتدائے ملازمت میں یہ وعدہ لے لیا تھا کہ وہ صرف سیٹھ کے بچوں کو تعلیم دے گا تو معلم کو اپنے وعدے کا ایفاء کرنا لازم ہے اور اگر سیٹھ کے بچوں کی تعلیم سے فارغ وقت معلم کے پاس ہے اور وہ دوسروں کے بچوں کو تعلیم دے اور اس عمل سے سیٹھ کے بچوں کی تعلیم میں کوئی نقصان نہیں تو سیٹھ کو لازم ہے کہ وہ معلم کو نہ روکے لیکن اگر اس کا خاص ملازم ہے تو روکنے میں سیٹھ گنہگار نہ ہوگا۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۳۴۸)

ملازم کو معاہدے کیخلاف مجبور کرنیکی ایک صورت کا حکم

سوال: زید نے ایک مدرسہ میں تقرر کے وقت یہ طے کیا کہ فارسی نہ پڑھاؤں گا' چنانچہ مدرس عربی کی حیثیت سے تقرر ہو گیا' سات سال کے بعد منتظمین مدرسہ نے زید سے کہا کہ تم فارسی پڑھاؤ' تو زید نے معاہدہ بالا کا حوالہ دیتے ہوئے فارسی سے انکار کر دیا اس پر منتظمین نے زید کو معطل کر دیا' اب سوال یہ ہے کہ زید کا معاہدہ جائز ہے یا نہیں؟ اور منتظمین کا اس کے خلاف مجبور کرنا اور نہ ماننے کی صورت پر معطل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایام تعطل کی تنخواہ منتظمین کو دینا چاہیے یا نہیں؟

جواب: اگر زید نے ابتدائے ملازمت میں فارسی پڑھانے سے انکار کر دیا تھا تو اب منتظمین کا اس کو فارسی پڑھانے کا حکم دینا درست نہیں تھا اور اس بناء پر معطل کرنا بھی غلط تھا' اس زمانہ تعطل کی تنخواہ زید لے سکتا ہے اور منتظمین کو دینا ضروری ہے اور اس کے وہ خود ضامن ہوں گے نہ کہ ادارہ۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۳۴۵) ''ہاں دیگر ضوابط اجارہ بھی ملحوظ رکھے جائیں'' (م'ع)

بوقت ملازمت ذاتی کام کرنا

سوال: زید سرکاری ملازم ہے' ملازمت کے اوقات صبح آٹھ بجے شروع ہوتے ہیں' اگر وہ دس بجے جائے یا جو کام اس کے ذمے ہے وہ نمٹا کر اپنا ذاتی کام مثلاً کتب بینی' ہسپتال جانا یا کسی دوست سے ملنے جانا جائز ہوگا؟ یا کام نہ ہونے کی صورت میں بھی دفتر میں موجود رہنا اور کرسی پر بیٹھے رہنا ضروری ہے؟

جواب: اس وقت متعین میں فرض نماز کے سوا کوئی دوسرا کام کرنا جائز نہیں' بعض نے سنن مؤکدہ کی اجازت دی ہے۔ نوافل پڑھنا بالاتفاق جائز نہیں۔

البتہ دفتر میں حاضر رہ کر کوئی ایسا کام کرنے کی گنجائش ہے جس کو بوقت ضرورت چھوڑ کر

سرکاری کام بسہولت ممکن ہو۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۰۰)

۶۵ برس کی عمر میں ملازم کو سبکدوش کر دینا

سوال: کسی دینی درسگاہ میں یہ قانون ہے کہ ملازم کی عمر پینسٹھ برس کی ہو جائے گی تو اس کو برطرف کر دیا جائے گا' خواہ اس کے ہوش وحواس بالکل درست ہوں اور اپنے فرائض بحسن وخوبی انجام دے سکتا ہو' کیا ایسا قانون بنانا جائز ہے؟

جواب: جب تک ادائے حقوق میں نقص نہ ہوتا ہو صرف پینسٹھ سال کی عمر ہونے پر ملازم کو برخاست کرنا صحیح نہیں' کسی مذہبی ادارے میں ایسا غلط اور مغربیت پسند قانون بنانا غیرت اسلامیہ کے خلاف اور ناجائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۹۵)

معاہدے کے خلاف کرنے پر ملازم سے ضمان لینا

سوال: ادارہ کا دستور ہے کہ ایسا ملازم جو علیحدگی کا ارادہ رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ وہ ایک ماہ قبل دفتر میں تحریری اطلاع کرے لیکن ملازم نے ایسا نہیں کیا بلکہ بغیر اطلاع کے علیحدہ ہو گیا تو کیا اس ملازم کے ذمہ ادارہ کو ایک ماہ کی اجرت بطور ضمان ادا کرنا لازم ہے؟

جواب: یہ ملازم عہد شکنی اور ادارے کو نقصان پہنچانے کی وجہ سے گنہگار ہو گا مگر اس پر کوئی ضمان واجب نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۹۶)

استاد اور مرشد کو نذرانہ لینے کا حکم

سوال: جو شخص متقدمین کی رائے کے مطابق تعلیم قرآن کی تنخواہ لینا ناجائز جانتا ہو اگر اس کو ان بچوں کے سرپرستوں سے زکوٰۃ' صدقہ کا پیسہ مل جایا کرے اور وہ معلم ان روپوں کا اپنے کو زیادہ مستحق سمجھتا ہو اور بچوں کے سرپرستوں کا بھی خیال ہو اور نہ دینے کی صورت میں معلم ناراض ہو' پس ایسے شخص کو اس کے اعتقاد کے مطابق وہ روپے لینے جائز ہوں گے یا نہیں؟

اور اگر باعث خفگی نہ ہو بلکہ لینا اور نہ لینا دینا اور نہ دینا برابر سمجھا جاتا ہو تو کیسا ہے؟

رواج ہے کہ پیر جس وقت بھی مریدوں کے یہاں پہنچ جائیں انہیں کچھ روپے مل جاتے ہیں اور اگر نہ ملیں تو گو وہ اپنی زبان سے برا نہ کہیں مگر انہیں اس کا ملال ضرور ہو گا' ایسے روپے کا لینا دینا کیسا ہے؟ اور اگر دینا نہ دینا برابر سمجھا جاتا ہو پھر کیسا ہے؟

جواب: اگر ایسا لینا دینا عام طور سے متعارف ہو جائے کہ لینے دینے کو ضروری سمجھا جانے

لگے تب تو با قاعدہ المعروف کالمشروط یہ صریح عوض اور اجر ہے اور مرشد کے لیے اتفاقاً ناجائز اور معلم کے لیے مختلف فیہ مگر دینے والے کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

اور اگر معروف کے درجہ میں نہیں پہنچا ہے تو دینے سے دل میں رنج وشکایت کا ہونا دلیل ہے فساد نیت وحرص اور قصد عوض کی اس سے معلم کو تعلیم کا ثواب اور مرشد کو تلقین کا ثواب نہ ملے گا اور حرص کی ظلمت ووبال میں مبتلا ہوگا۔ "لقوله عليه السّلام انما الاعمال بالنّيات" لیکن زکوٰۃ ادا ہو جائے گی رہا اس روپے کا حلال یا غیر حلال ہونا سو اگر دینے والا خوشی سے دیتا ہے تب تو روپیہ حلال ہے اور اگر تنگ ہو کر دیتا ہے تو روپیہ بھی حلال نہیں۔ "لقوله عليه السّلام الا لايحل مال امرءٍ مسلمٍ الاّ بطيب نفسه" البتہ اگر محض محبت سے دیتا ہو گو وہ محبت معلم اور مرشد ہونے کی وجہ سے ہو وہ ہدیہ مسنونہ ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ وہ محبت نبوت کی وجہ سے تھی مگر اس کو تبلیغ احکام کا عوض نہیں کہا جائے گا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۶۷)

کھانے کے عوض روپیہ دیا جائے تو ایام رخصت میں بھی وہ روپیہ دیا جائے گا یا نہیں؟

سوال: ایک مدرس نے درخواست دی کہ مجھے کھانے کے عوض نقدی دیا کرو اہل مدرسہ نے قبول کر لیا تو اب ایام تعطیل میں بھی وہ کھانے کے پیسے ادا کیے جائیں گے یا نہیں؟

جواب: اس کا مدار عرف پر ہے جبکہ کوئی خاص تصریح نہ ہو اور میرے نزدیک عرف یہ ہے کہ جب بجائے کھانے کے نقد اس طرح معین ہو جائے کہ وہ مستقل ہو جائے اس طور پر کہ پھر عود طعام کا احتمال بعید ہو جائے تو وہ نقد مثل دوسرے جز تنخواہ کے ہو جائے گا اور ایام تعطیل میں بھی وہ پیسے دیئے جائیں گے۔ البتہ اگر کسی شخص کو اس کے خلاف عرف محقق ہو جائے تو اس کے موافق حکم ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۸۳)

طاعت ومعصیت پراجارہ

طاعات پر اجرت لینا

سوال: تعلیم قرآن اوراذان واقامت جیسی طاعات پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: متقدمین نے طاعات پر اجرت لینے کو ناجائز قرار دیا ہے لیکن متاخرین نے امور دین کی ادائیگی میں سستی کی بناء پر جواز کا فتویٰ دیا اور بعض متاخرین نے دونوں میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ بغیر تعیین زمان ومکان محض تعلیم نفس قرآن اوراقامت پر اجرت لینا درست نہیں اور کسی کے گھر پر جاکر صبح سے شام تک اس کے بچوں کو تعلیم دینا یہ ایسا کام ہے جس پر اجارہ منعقد ہوسکتا ہے اسی طرح مسجد کی تعیین اور پنج وقتہ نماز کی حاضری کی پابندی اگر ہوتو پھر اذان واقامت پر بھی اجارہ صحیح ہوسکتا ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۱۰)

اجرت علی القرأت پر ایک عبارت سے استدلال اور اس کا جواب

سوال: عالمگیری (ج ۳ ص ۵۶۶) کی اس عبارت سے جو کتاب الاجارہ میں ہے:

واختلفوا في الاستيجار على قراءة القرآن على القبر مدةً معلومةً قال بعضهم لايجوز وقال بعضهم يجوز وهو المختار

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجرت علی الطاعات جائز ہے حالانکہ فقہی تصریحات اس کے برخلاف ہیں تو مذکورہ عبارت کو سامنے رکھ کر زیارت قبور کے وقت ایصال ثواب کر کے پیسہ لینا جائز ہوگا؟

جواب: اس مسئلہ میں صاحب السراج الوہاج اور الجوہرۃ النیرۃ سے سبقت قلم ہوا ہے اصل مسئلہ قرآن کی تعلیم پر اجرت لینے کا تھا جس میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے متقدمین نے منع کیا ہے متاخرین نے اجازت دی ہے سبقت قلم سے بجائے تعلیم القرآن کے قراء القرآن لکھا گیا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۴۰)

حفاظ کیلئے اجرت لینا

سوال: حفاظ کے لیے اجرت ومعاوضہ جائز ہے یا نہیں؟ خواہ وہ تعلیم قرآن کا ہو یا ایصال ثواب کے لیے پڑھنا یا رمضان میں تراویح میں پڑھنا یا شبینہ میں پڑھنا' اجرت ومعاوضہ جائز ہے تو تعین کے ساتھ یا بلا تعیین کے؟

جواب: قرآن پاک اور علوم دینیہ کی اجرت متاخرین حنفیہ کے بموجب جائز ہے۔ حنفیہ کا اصل مسلک عدم جواز تھا جواز کا فتویٰ ضرورت کی بناء پر ہے۔ اگر تعلیم کی اجرت ناجائز قرار دیا جائے تو اس کا نتیجہ ترک تعلیم کی صورت میں ظاہر ہوگا اور یہ نقصان عظیم ہے۔ اسی پر امامت وافتاء کو قیاس کیا گیا ہے مگر صرف تلاوت قرآن مجید بغرض ایصال ثواب کی اجرت کو اصل مسلک کے موافق ناجائز رکھا کیونکہ اگر عدم جواز اجرت کی وجہ سے تلاوت قرآن مجید بغرض ایصال ثواب متروک ہو جائے تو کسی ضرورت دینیہ میں کمی نہیں آتی اسی لیے تراویح میں سنانے کی اجرت بھی ناجائز قرار دی گئی کہ اس کے ترک سے کسی ضرورت دینیہ میں کمی نہیں آتی "الم ترکیف" سے تراویح پڑھ کر سنت قیام رمضان ادا کر سکتے ہیں۔

۲۔ بلا تعیین دے دیا جائے اور نہ دینے پر کوئی شکوہ نہ ہو تو یہ صورت اجرت سے خارج حد جواز میں داخل ہو سکتی ہے لیکن جہاں دینا بغیر تعیین کے معروف ہو جائے تو باقاعدہ المعروف کالمشروط ناجائز رہے گا۔ (کفایت المفتی ج ۲ ص ۱۵)

میت کیلئے تسبیح وغیرہ پر اجرت لینے کا حکم

سوال: میت کے دفن کے بعد مولوی حافظ وغیرہ کو نقد رقم دے کر دو چار دن تک قبر کے گرد اگر تسبیح وتہلیل وغیرہ پڑھواتے ہیں تو اس ثواب کو میت کو بخشنا کیسا ہے؟ یعنی اس روپے کو ترکہ میت سے تقسیم ترکہ کے بغیر ادا کرنا چاہیے یا نہیں؟ قبر کے گرد خصوصیت سے جمع ہو کر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ ان اجرت پر پڑھنے والوں کو ثواب ملے گا یا نہیں؟ اور ان کو یہ رقم لینا کیسا ہے؟

جواب: تسبیح وتہلیل پر اجرت لینا اور دینا ناجائز ہے' اس صورت میں ثواب نہیں ہوتا بلکہ گناہ ہوتا ہے' اگر میت اس کی وصیت کرے تو یہ وصیت باطل ہے اگر ورثہ میں بعض نابالغ ہیں تو تقسیم کیے بغیر ترکہ میں سے یہ اجرت دینا قطعاً ناجائز ہے۔ دینے والوں پر نابالغوں کے حصہ کے بقدر ضمان لازم ہوگا' تقسیم کے بعد اگر بالغین اپنے حصہ میں سے دیں گے تو گناہ سے وہ بھی نہ بچیں

گے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۳۱۲)

نماز جنازہ پڑھانے کی اجرت لینا

سوال: میت کی نماز جنازہ پڑھ کر خیرات لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اصل یہ ہے کہ عبادات پر اجرت لینا جائز نہیں لیکن متاخرین نے بضرورت بعض عبادات کو مستثنیٰ کیا ہے ان میں نماز پنجگانہ کی امامت بھی ہے۔

اور یہ خیرات بظاہر اجرت ہے اور نماز جنازہ کی امامت کو فقہاء نے مستثنیٰ نہیں کیا' لہٰذا محض اس امامت پر اجرت لینا جائز نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۲۷۳) ''سوال کے تمام اجزاء اگر واضح کیے جائیں تو حکم تفصیلی معلوم ہو سکے گا'' (مع)

فتویٰ دیکر اجرت لینا

سوال: فتویٰ دے کر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اجرت کے ساتھ فتویٰ دینے کی دو صورتیں ہیں:

اول زبانی سوال کا جواب دینا اور اس پر اجرت لینا (اجارہ اور وقت کی پابندی کے بغیر) جائز نہیں۔

دوم استفتاء کا جواب لکھ کر دینا اور اس پر اجرت لینا بلاشبہ درست ہے اس لیے کہ وہ لکھنے کی اجرت ہے اور مفتی پر لکھ کر جواب دینا واجب نہیں' پس اس پر اجرت لینا دوسرے لکھے جانے والے کاروبار کے مثل درست ہے' مگر تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ اگر قدرت ہو تو صرف برائے خدا اس خدمت کو انجام دے اور اس پر اجرت نہ لے' پس اجرت لینا رخصت ہے' اور نہ لینا عزیمت ہے' رخصت پر عمل کرنے والا قابل ملامت نہیں اور عزیمت پر عمل کرنے والا لائق تحسین ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۲۸۰) ''تنخواہ دار مفتی کے لیے مذکورہ رخصت بھی قابل غور ہے'' (مع)

وعظ پر اجرت لینے اور طے کرنے نہ کرنے کا حکم

سوال: واعظ کو وعظ کی اجرت جائز ہے یا نہیں؟ طے کرنے اور نہ کرنے میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟

جواب: اگر کسی کو وعظ کہنے کے لیے ملازم رکھا گیا ہے یا کسی نے اپنے کو اسی کام کے لیے فارغ کر رکھا ہے کہ کوئی کہیں وعظ کہلوانے کے لیے لے جا سکتا ہے تو اس صورت میں وعظ پر اجرت لینا جائز ہے اور اگر کسی خاص موقعہ پر کسی عالم سے وعظ کہنے کی درخواست کی جائے تو وعظ پر اجرت لینا جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۰۰)

شفاء مریض کیلئے آیات قرآنیہ پر اجرت لینا

سوال: بیمار کی شفایابی کے لیے قرآن خوانی کرنا جائز ہے یا نہیں جبکہ پیسہ بھی لے بعض حضرات علاج کہہ کر پیسہ لینا جائز بتاتے ہیں؟

جواب: اگر علاج مقصود ہے اور تجربہ سے ثابت ہے کہ اس طرح سے پڑھنے سے شفا ہو جاتی ہے تو اس پر اجرت لینا درست ہے' بعض صحابہ نے شفاء کے لیے پڑھنے پر اجرت لی ہے اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو درست فرمایا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ص ۴۶)

کتابوں کو کرائے پر دینا

سوال: زید ایک کتب خانہ کھولنا چاہتا ہے اس میں ناول اور قصہ کہانیوں کی کتابیں رکھنا چاہتا ہے جن کو کرایہ پر چلایا کرے گا تو کتابوں کو کرایہ پر دینا کیسا ہے؟

جواب: فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے کہ کتابوں کو کرائے پر دینا درست نہیں' خواہ وہ کتابیں کیسی ہی ہوں' ناولوں کا دیکھنا تو ویسے ہی مخرب اخلاق ہے' بے شرمی' بے غیرتی اور غیروں سے آشنائی پیدا کرنے کا محرک ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ص ۴۳۰)

''اس لیے عدم جواز میں مزید شدت پیدا ہو جائے گی'' (م'ع)

تعویذات پر اجرت لینا

سوال: تعویذات قرآنیہ پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔ ''جبکہ تعویذ دینے والا محض ناقل نہ ہو عامل ہو'' (م'ع) (فتاویٰ عبدالحئی ۳۱۰)

تعویذ پر اجرت جائز ہے بشرطیکہ خلاف شرع نہ ہو

سوال: کسی کو تعویذ لکھ کر دینا نیز اس کی اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: تعویذ لکھ کر دینا جائز ہے بشرطیکہ مضمون اس میں کوئی خلاف شرع نہ ہو اور اس پر اجرت لینا جائز بھی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ص ۳۲۱) ''جب لکھنے والا عامل ہے'' (م'ع)

تعویذ پر اجرت لینے کی مضرت

سوال: میرے پاس بعض لوگ تعویذ کرانے آتے ہیں تو میں ان کی حاجت سن کر مناسب حال کوئی اسم یا اسمائے الہیہ سے لکھ کر یا کوئی آیت لکھ کر یا بالعموم سورۃ فاتحہ لکھ کر دے دیتا ہوں کہ

اس کودھوکر پلاؤ' اکثر اکیس روز کے لیے دیتا ہوں' ایک روپیہ چار آنے یا جو مناسب موقع ہو لیتا ہوں' یہ درست ہے یا نہیں؟ میں یہ دیکھتا ہوں کہ اکثر شفاء ہوتی ہے؟

جواب: قبل شفا لینے میں تو بدنامی ہے جو عوام کے دین کے لیے مضر ہے اور شفاء کے بعد لینے میں یہ محذور تو نہیں لیکن مقتدیٰ لوگوں کے لیے کچھ نامناسب معلوم ہوتا ہے' پس جب تک حاجت شدید نہ ہو بچنا اولیٰ ہے۔ (امدادالفتاویٰ ج ۳ ص ۴۰۳)

شفاعت پر اجرت لینے کے مسئلہ پر ایک اعتراض کا جواب

سوال: اصل وکالت جائز ہے کہ وہ مسلمان کے ساتھ خاص نہیں اور فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس طاعت پر اجرت کو حرام لکھا ہے جو مسلم کے ساتھ خاص ہو' اس لیے وکالت کی اجرت حلال ہے' اس بناء پر تو شفاعت پر اجرت لینا بھی حلال معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی مسلم کے ساتھ خاص نہیں کیونکہ وکالت جس طرح طاعت لغیرہ ہے اسی طرح شفاعت بھی طاعت لغیرہ ہے؟

جواب: منع کی وجہ صرف اجرت علی الطاعت میں منحصر نہیں (ہاں) یہ بھی ایک وجہ ہے' دوسری وجہ منع کی اس عمل کا غیر متقوم عندالشرع ہے' جیسا فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے کپڑے خشک کرنے کے لیے درخت اجارہ پر لینے کو منع لکھا ہے' پس شفاعت بھی شرعاً غیر متقوم ہے۔ (امدادالفتاویٰ ج ۳ ص ۳۴۱)

مروج قرآن خوانی پر اجرت لینے اور اس کی قباحتوں کا بیان

سوال: لوگ اپنے اعزہ کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کراتے ہیں اور پڑھنے والوں کو پیسے دیتے ہیں کبھی تو پہلے سے روپے طے ہوتے ہیں اور کبھی صاحب خانہ طے کیے بغیر اپنی مرضی سے دے دیتا ہے اور کبھی کھانا یا چائے وغیرہ پیش کرتا ہے' کیا یہ شرعاً جائز ہے؟ نیز مروجہ قرآن خوانی کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: ایصال ثواب پر اجرت لینا دینا حرام ہے' بلا معاوضہ جائز ہے' خواہ زبانی عبادت سے ہو یا بدنی سے یا مالی سے' ہر قسم کا ثواب میت کو پہنچایا جا سکتا ہے مگر اس کے لیے چند بنیادی اور اصولی شرائط ہیں جب تک وہ نہ ہوں کوئی فائدہ (ایصال ثواب کا) نہ ہوگا۔

(۱) میت مسلمان اور صحیح العقیدہ ہو۔

(۲) ایصال ثواب کرنے والا بھی صحیح العقیدہ مسلمان ہو۔

(۳) ریا' نام ونمود' شہرت اور لوگوں کے طعن وتشنیع سے بچنے کے خیال سے پاک ہو۔

(۴) جو مال صدقہ وخیرات میں دیا جائے وہ حلال وطیب ہو خبیث اور حرام نہ ہو۔
(۵) اس مال میں کسی غائب یا نابالغ کا حق نہ ہو۔
(۶) تلاوت قرآن یا کسی دوسری عبادت پر کسی قسم کا کوئی معاوضہ نہ دیا جائے۔
(۷) یہ عبادات دنوں کیفیتوں اور اقسام طعام کی تخصیص وقیود سے پاک ہوں۔
(۸) یہ کھانا اور صدقہ صرف فقراء اور مساکین کو دیا جائے برادری اور اغنیاء کو نہ دیا جائے۔
مروج قرآن خوانی میں مذکورہ شرائط کے نہ ہونے کے ساتھ ساتھ درج ذیل قباحتیں بھی ہیں:
(۱) نقدی یا طعام وغیرہ کسی نہ کسی صورت میں اس کا عوض دیا جاتا ہے جو حرام ہے اگر کوئی عوض طے نہیں کیا تو حرمت اصلیہ کے علاوہ جہالت اجر کی وجہ سے فساد اجارہ کا گناہ بھی مزید ہے۔
(۲) اس سے یہ عقیدہ بنتا ہے کہ ترک کی ضرورت نہیں بعد میں پسماندگان قرآن خوانی کرا کر بخشوادیں گے۔
(۳) قرآن خوانی کرنے والوں میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو صحیح قرآن پڑھنا نہیں جانتے وہ غلط قرآن پڑھ کر مزید اللہ کے عذاب کو دعوت دیتے ہیں۔
(۴) ایصال ثواب کے لیے اس مخصوص طریقہ کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں مگر لوگ اس کو ثابت سمجھ کر کرتے ہیں لہٰذا بدعت ہے۔ بوجوہ مذکورہ ایصال ثواب کے لیے مروج قرآن خوانی جائز نہیں بلکہ میت کے لیے باعث عذاب ہونے کا اندیشہ ہے اسی لیے علماء نے لکھا ہے کہ میت پر یہ وصیت کرنا فرض ہے کہ اس کی موت کے بعد ایصال ثواب کا اس قسم کے غیر شرعی طریقوں سے اجتناب کیا جائے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۹۶)

مسائل بتانے پر اجرت لینا

سوال: ایک علاقہ ہے جس میں مسائل بتانے والا کوئی مفتی نہیں ہے کوئی مفتی اہل علاقہ کو تین یا چار گھنٹے دیتا ہے اور ایک متعین جگہ بیٹھ جاتا ہے لوگ آتے ہیں اور مسائل پوچھتے ہیں کیا یہ مفتی لوگوں سے جبس اوقات کی اجرت لے سکتا ہے؟ جبکہ کسی ادارہ یا بیت المال سے اس کی کوئی اجرت مقرر نہیں ہے؟
جواب: لے سکتا ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مفتی سے مسئلہ پوچھے اور مفتی کو معلوم ہو تو بتانا فرض ہے لہٰذا اس پر اجرت لینا جائز نہیں لیکن اگر کوئی مفتی لوگوں کی سہولت کے لیے اپنا وقت فارغ کر کے صرف مسائل بتانے کے لیے ہی کسی جگہ بیٹھ جاتا ہے تو چونکہ اس پر ایسا کرنا فرض نہیں

ہے اس لیے وہ جس اوقات کی اجرت مستفتیین سے لے سکتا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۳۸)

چوری کا پتہ بتانے کیلئے وظیفہ پڑھنے پر اجرت لینا

سوال: زید کی چوری ہوئی' زید نے بکر سے کہا کہ میری چوری ہوئی ہے' بکر نے کہا میں وظیفہ سے آپ کا روپیہ دستیاب کروں گا بشرطیکہ چوتھا حصہ دیا جائے' اگر دستیاب ہونے والا روپیہ اصل مال سے کم ہوا تو اس موجودہ مال سے چوتھا حصہ میں لوں گا' نیز اس کی دستیابی پر اگر کچھ بونس وغیرہ کا خرچہ ہوا تو وہ وضع کر کے بقیہ کا چوتھا حصہ میرا ہوگا' مقررہ وقت کے اندر ایک چور نے وہ مال واپس دے دیا' آیا بکر دستیاب شدہ مال کے چوتھے حصے کا مستحق ہوگا یا نہیں؟

جواب: یہ اجارہ بوجوہ ذیل فاسد ہے:

جس چیز پر عقد کیا جا رہا ہے اس کو سپرد کرنے کی قدرت نہیں۔

اجرت اسی عمل سے ادا کی جائے گی۔

اجرت کا وجود خطرہ میں ہے۔

اجارہ فاسدہ میں اجر مسمی و اجر مثل میں سے اقل واجب ہوتا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۰۶)

گناہ کے کام پر اجارہ کا حکم

سوال: کسی فعل معصیت مثلاً غناونوحہ پر اجارہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: صحیح نہیں۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۰۶)

گناہ کی مجلسوں میں گیس بتی کرائے پر دینا

سوال: خادم ایک مدت سے گیس بتیاں کرائے پر دیتا ہے' لے جانے والے حضرات اپنی غرض بتلاتے ہیں جو کبھی شرک ہوتا ہے مثلاً گنپتی پوجا اور کبھی بدعت ہوتا ہے' مثلاً عرس کی چادر کا جلوس' تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ جانتے ہوئے کہ فلاں معصیت یا شرک کی محفل میں یہ گیس جلایا جائے گا جس سے اس کی رونق میں اضافہ ہوگا' یہ اس کی اعانت ہے اس سے اجتناب کرنا چاہیے' پھر جبکہ گزارے کا دوسرا ذریعہ بھی قابو میں ہے تو اس کو بالکل ترک کریں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳ ص ۳۸۶) ''گو اجارہ صحیح ہے'' (م'ع)

حرام آمدنی سے تنخواہ لینا

سوال: میں دو سو روپے کی تنخواہ پر کام کر رہا ہوں' کھانا بھی اسی کے ذمہ ہے' مالک کی آمدنی

تمام تر حرام ہے اور دکان سامان تقاریب کی ہے جو کہ کرائے پر دیے جاتے ہیں تو اس کی آمدنی سے تنخواہ لینا اور اس کے گھر کھانا میرے لیے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: آپ کی تحریر میں سامان تقاریب مجمل ہے میں اس کا مطلب یہ سمجھتا ہوں شامیانہ میز کرسی گیس فرش وغیرہ ان اشیاء کو کرائے پر دینا اور کرایہ وصول کرنا حرام نہیں ہے اگر چہ کرائے پر لینے والے اپنی محفل میں کچھ غلط قسم کے کام بھی کرتے ہوں مگر اس کی وجہ سے وہ کرائے کی آمدنی حرام نہیں ایسی آمدنی سے کھانا اور تنخواہ لینے میں مضائقہ نہیں ہے دونوں طرح درست ہے اگر آمدنی حرام ہونے کی کوئی اور صورت ہو تو صاف لکھیے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۳ ص ۳۸۷)

زانیہ کی اجرت کے متعلق ایک تحقیق

سوال: شامی ص ۲۸ ج ۵ میں ہے:

مَااَخَذَتْهُ الزَّانِيَةُ اِن كَانَ بِعقِدُ الْاِجَارَةِ فَحَلَالٌ عِند اَبي حَنِيْفَةَ لِاَنَّ اَجْرَ الْمِثْلِ فِي الْاِجَارَةِ الفَاسِدَةِ طَيِّبٌ وَاِنْ كَانَ الْكَسْبُ حَرَامًا وَحَرَامٌ عِنْدَهُمَا وَاِنْ كَانَ بِغَيْرِ عَقْدٍ فَحَرَامٌ اِتِّفَاقًا لِاَنَّهَا اَخَذَتْهَا بِغَيْرِ حَقٍّ.

تعجب ہے زانیہ جو روپیہ اجارہ کے ذریعے کمائے وہ طیب ہو حالانکہ صریح لفظ حدیث نص النبی حرام کہہ رہا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور بات یہ ہے کہ در مختار میں ہے:

لَاتَصِحُّ الْاِجَارَةُ بِعَسْبِ التَّيْسِ وَلَا لِاَجْلِ الْمَعَاصِي مِثْلَ الْغِنَا وَالنَّوحِ وَالْمَلَاهِي ...... الخ

شامی میں ہے: وَفِي الْمُنْتَقٰى اِمْرَاَةٌ نَائِحَةٌ اَوْصَاحِبَةُ طَبْلٍ اَوْزَمرٍ اِكْتَسَبَتْ مَالاً رَدَّتْهُ عَلٰى اَرْبَابِهِ اِنْ عَلِمُوْا وَاِلَّا تَتَصَدَّقُ بِه وَاِنْ مِنْ غَيْرِ شَرْطٍ فَهُوَ لَهَا قَالَ الْاِمَامُ الْاُسْتَاذُ لَايُطَيَّبُ وَالْمَعْرُوْفُ كَالْمَشْرُوْطِ

زمارہ وغیرہ کا مال تو طیب نہ ہو اور زنا کا طیب ہو اس میں کیا توجیہہ ہو سکتی ہے؟

جواب: زانیہ کے کسب کی حلال ہونے کی علت فساد اجارہ کو ٹھہرایا ہے اور ظاہر ہے کہ فاسد کہتے ہیں جو اپنی اصل سے مشروع اور اپنے وصف سے غیر مشروع ہو اور یہ بھی ظاہر ہے کہ زنا فعل حرام ہے اس کا اجارہ معقود علیہ کے حرام ہونے کی وجہ سے مشروع باصلہ نہیں ہو سکتا۔ پس یہ یقینی دلیل ہے اس پر کہ مراد اس سے وہ صورت ہے کہ اجارہ ہوا ہے فعل مباح مثلاً روٹی وغیرہ پکانے پر اور اس میں یہ شرط ٹھہرائی کہ تجھ سے زنا بھی کیا کریں گے چونکہ یہ مشروع باصلہ اور غیر مشروع

بوصفہ (یعنی بشرط) ہے۔ یہ اجارہ فاسد ہوگا اس صورت میں جو اجرت ملے گی وہ حلال ہے' صاحبین یا تو خبث طریق کو خبث مال میں مؤثر سمجھتے ہوں گے انہوں نے شرط کو شطر قرار دیا ہے اور امام صاحبؒ نے تصحیح عقد کے واسطے اس کو شرط کہا ہے کہ عاقل بالغ کے تصرف کو جہاں تک ممکن ہو صحیح کرنا اولیٰ ہے۔ اس وجہ سے اختلاف ہو گیا اور بغیر عقد میں وہی عقد مباح مراد ہے یعنی اگر عقد مباح ہوا ہی نہیں صرف زنا ہوتا رہا تو جو کمائی ہوگی وہ زنا کی کمائی ہوگی اس لیے وہ حرام ہے' اگرچہ زنا کو معقود علیہ بھی نہ ٹھہرایا ہو المعروف کالمشروط اور حاشاک اللہ کہ خود زنا کو معقود علیہ بنا کر کوئی مسلمان اس کو اجارہ فاسدہ اور اس کی آمدنی کو طیب کہے' یقیناً وہ اجارہ باطلہ اور اس کی آمدنی حرام وخبیث ہے اور امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کی تو بڑی شان ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۳۶)

تحقیق بالا پر ایک شبہ کا جواب

سوال: تاویل مسئلہ بہت خوب ہے مگر ذرا یہ شبہ ہے کہ بحر میں ہے:

وَمَهرُ البَغِي فِي الحَدِيثِ هُوَ اَنَ يُوَاجِرَ اَمَتَهُ عَلَى الزِّنَا وَمَا اَخَذَهُ مِنَ الْمَهْرِ حَرَامٌ عِنْدَهُمَا وَعِنْدَالْاِمَامِ اِنْ اَخَذَهُ بِغَيْرِ عَقْدٍ بانُ زَنى بامة ثمّ اعطاها شيئًا فهو حرامٌ لانَهٗ اخذته بغير حق وان استاجرها ليزنى بهاثمّ اعطاها مهرها اوماشرط لها لاباس باخذهٖ لانهٗ فيه اجارة فاسدة فيطيب لهٗ وان كان السبب حرامًا.

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خاص زنا کے لیے اگر اجارہ واقع ہوا ہو تو اس میں بھی اجر طیب ہے یہ بہت صاف ہے۔

جواب: سرسری نظر میں واقعی شبہ قوی ہے مگر ذرا غور کیا جائے تو خود حکم کی تعلیل **لانہ فی اجارۃٍ فاسدۃٍ** اس کی توجیہ بتلا رہی ہے اس لیے کہ یہ دونوں مقدمے کہ

۱۔ زنا حرام لعینہ ہے۔

۲۔ جو معقود علیہ حرام لعینہ ہو وہ اجارہ باطلہ ہے نہ فاسدہ۔

پس جب اجارے کو فاسدہ کہا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ معقود علیہ زنا کو نہیں ٹھہرایا ہے۔ پس لامحالہ **لیزنی بھا** کو زنا کے معقود علیہ بنانے پر محمول کرنا صحیح نہ ہوگا ورنہ کلام کے اول وآخر میں تعارض ہوگا جو ادنیٰ عاقل کے کلام میں بھی متحمل نہیں نہ کہ اکابر وافاضل فقہاء کے کلام میں ایسا واقع ہو بلکہ یہ لام غایت وغرض کا ہے اور غرض کا غرض ہونا تصریح غرضیت پر موقوف نہیں ہوتا بلکہ

تعلق قصد کافی ہے۔ مثلاً "اسلمت لادخل الجنة" کی صحت میں یہ ضروری نہیں کہ اسلام کے وقت اس کی زبان سے بھی شرط لگائے بلکہ محض قصد مراد ہے۔

پس معنی اس کلام کے یہ ہوں گے کہ استیجار ہوا ہے مطلقاً جیسے اجیر خاص ہوتا ہے کہ تسلیم نفس معقود علیہ ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر آقا کوئی کام نہ لے مگر اجیر کی جانب سے تسلیم نفس پایا جاتا ہے تو اجرت واجب ہو جاتی ہے۔ پس اسی طرح کسی نے امتہ کو مثلاً اجیر خاص کے طور پر نوکر رکھا اور غرض دل میں یہ رکھی کہ اس سے بدکاری کریں گے تو چونکہ معقود علیہ تسلیم نفس ہے لہٰذا اجارہ باطل نہ ہوگا اور چونکہ بقرائن مقامیہ یا مقالیہ اس اجارے میں یہ شرط بھی معلوم ہے اور المعروف کالمشروط قاعدہ متقررہ ہے پس جیسا صراحتہً معقود علیہ تسلیم نفس ہوا اور اس میں ایسی شرط ہو تو بوجہ مشروع باصلہ وغیر مشروع بوصفہ ہونے کے اجارہ فاسد ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی ہوگا بلکہ اگر ہم اس غرض کو قولاً مصرح بھی مان لیں تب بھی یہ توجیہ مذکور دافع اشکال ہے یعنی معقود علیہ مطلق تسلیم نفس کو کہا جائے اور اس میں اس غرض کی بھی تصریح کر دی جائے۔ تب بھی حسب تقریر مذکور یہ اجارہ فاسد ہوگا۔

ہاں اگر خاص معقود علیہ اسی فعل خبیث کو بنا دے تو مال کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہا یہ کہ بغیر عقد کے کیوں حرام ہے؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ المعروف کالمشروط جب اس نے کچھ عقد نہیں کیا اور پھر دیا تو دلالت حال سے ظاہر ہے کہ اسی کے مقابلہ میں ہے بخلاف عقد مباح کے کہ تنصیص علی المباح پر دلالت اعطاء علی الحرام کو ترجیح نہیں ہو سکتی۔ لان الدلالة لایفوق الصریح اور اگر یہ توجیہ خلاف ظاہر معلوم ہو تب بھی بوجہ حدیث وقواعد مسلمہ فقہیہ اس کا ارتکاب لازم ہے ورنہ ہم کو ایک عبارت کا بمقابلہ حدیث وقواعد فقہیہ صحیحہ رد کرنا سہل ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۴۷)

طوائف کے مکان کو کرائے پر لینا

سوال: ایک طوائف نے حرام آمدنی سے ایک مکان تعمیر کیا' آیا اس مکان کو بغرض مدرسہ اسلامیہ کرائے پر لینا جائز ہے؟ جس میں قرآن وحدیث کی تعلیم دی جاتی ہے؟

جواب: یہ امر ظاہر ہے کہ زنا کی اجرت حرام ہے' رنڈی اس کی مالک نہیں ہوتی' اصل مالک کو اور اس کی عدم موجودگی میں اس کے ورثہ کو واپس کرنا ضروری ہے اگر ان میں سے کوئی نہ ہو یا علم نہ ہو تو چھٹکارا پانے کی نیت سے صدقہ کرنا واجب ہے' اگر رنڈی کے پاس حلال مال بھی تھا اور حرام بھی اور ان دونوں کے مجموعے سے مکان تعمیر کیا ہے تو حرام کو حلال کے ساتھ خلط کر دینے سے ملک متحقق ہو گئی (اگرچہ حرام کا ضمان بطریق مذکور واجب ہے)

لہٰذا اس مکان کو کرائے پر لینا' اس میں دینی تعلیم دینا اور نماز پڑھنا درست ہے' اگر رنڈی کے پاس حلال مال بالکل نہ تھا' بلکہ محض حرام مال سے زمین خریدی اور مکان تعمیر کرایا تھا تو اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر قیمت پہلے دی اور حرام مال سے دی ہے اور پھر اس کے عوض میں زمین خریدی ہے تب تو اس کا کرائے پر لینا ناجائز ہے اور اگر قیمت پہلے تو نہیں دی لیکن اس حرام مال کو متعین کر کے مخصوص طور پر اس کے عوض میں زمین خریدی ہے اور وہی متعین کردہ حرام مال قیمت میں دے دیا تب بھی اس کا کرائے پر لینا ناجائز ہے۔

اور اگر زمین خریدی ہے حرام کو متعین کر کے اور قیمت ادا کردی غیر حرام سے' یا زمین خریدی بلاتعیین حرام وحلال اور قیمت ادا کی حرام سے تو ان تینوں صورتوں میں اس کو کرائے پر لینا جائز ہے تاہم ایسے مکان کو کرائے پر لینے سے خصوصاً تعلیم دین کے لیے احتیاط اور اجتناب بہرحال انسب وافضل ہے' قول مختار کو ترجیح دیتے ہوئے اور خصوصاً ہمارے زمانے میں عوام کے طعن وتشنیع سے بچنے کے لیے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۴ ص ۱۷۴)

سینما کی ملازمت کا حکم

سوال: سینما کی ملازمت حرام ہے یا حلال؟

جواب: حرام ہے' اس کی وجوہ دو ہیں:

۱۔ اگر اس کے ذمے کوئی ناجائز کام ہے تو اس کا گناہ ورنہ **تعاونوا علی الاثم** تو ہے ہی'

۲۔ تنخواہ حرام آمدن سے ملے گی۔

ریڈیو اور ٹی وی کی مرمت کا حکم

سوال: ریڈیو' ٹیلی ویژن کی مرمت' اس کے پرزے لگانا' ٹھیک کرنا' اس کو سیکھ کر پیشہ کے طور پر اختیار کرنا کیسا ہے؟ اس ذریعہ سے جو آمدنی ہوگی وہ حلال ہوگی یا حرام؟

جواب: ٹیلی ویژن کی مرمت تو بہرحال ناجائز ہے کیونکہ یہ گناہ پر تعاون کرنا ہے اس کی آمدنی حرام ہے' البتہ ریڈیو میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس کے مالک کے متعلق یہ معلوم ہو کہ وہ اس سے گانا وغیرہ خرافات نہیں سنے گا تو اس کی مرمت جائز ہے ورنہ نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۱۷)

باجا بجانے کی اجرت لینا

سوال: جو لوگ انگریزی باجا بجانے والے ہیں اور وہ مسلمان ہیں ان کا پیشہ یہی ہے اسی پر ان کی

گندراوقات ہے تو ان کی مزدوری کیسی ہے؟ نیز ان کو کرائے کے طور پر مسجد کی دکانیں دی جائیں یا نہیں؟

جواب: باجا بجانا شرعاً جائز نہیں اور اس کا پیشہ کرنا بھی ممنوع ہے اس کی آمدنی بھی ناجائز ہے ایسے لوگوں کو مسجد کی دکانیں کرائے پر دی جائیں تو احترام مسجد کے خلاف بھی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۴ ص۲۵۶)

شراب فروشی کیلئے دکان کرائے پر دینا

سوال: ایک مسلمان شراب کا ٹھیکہ نیلام لے چکا ہے دو ہندوؤں کو بھی شریک کر چکا ہے تو اس ہندو شریک کو اگر کوئی مسلمان دکان کرائے پر دے دے تو مالک دکان گنہگار ہے یا نہیں؟

جواب: مسلمان کے لیے شراب کی تجارت حرام ہے کسی حال میں بھی جائز نہیں ہوسکتی ہندوؤں کو شریک کر لینے سے اس کا گناہ مرتفع نہیں ہوسکتا شراب فروشی کے لیے مسلمان یا مسلمان کے شریک کو دکان کرائے پر دینا بھی مکروہ تحریمی ہے۔

ہاں غیر مسلم کو خالص اس کی تجارت کے لیے دکان کرائے پر دی جائے اور وہ شراب فروخت کرے تو مضائقہ نہیں۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۶۷)

میوزک سنٹر کیلئے دکان کرایہ پر دینے کا حکم

سوال: آج کل اکثر مارکیٹوں میں میوزک سنٹروں کے لیے مخصوص دکانیں بنائی جاتی ہیں اور پھر کرایہ پر دی جاتی ہیں کیا یہ کرایہ لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: معاصی کے امور کے لیے مکان یا دکان کرایہ پر دینے میں چونکہ گناہ میں اجیر بذات شریک نہیں اس لیے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک مکان یا دکان کے اجارہ لینے میں کوئی قباحت نہیں جبکہ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک یہ اجارہ قبیح ہے تاہم چونکہ اس میں تعاون علی الاثم کا ایک گونا ہونا موجود ہے اس لیے اس قسم کے افعال قبیحہ کے لیے مکان یا دکان کو اجارہ (کرایہ) پر دینا کراہت سے خالی نہیں۔

وفی الهندية' واذا ستاجر الذمی من المسلم دارًا یسکنها فلاباس بذلک وان شرب فیها الخمر اوعبد فیها الصلیب اوا دخل فیها الخنازیر ولم یلحق المسلم فی ذلک بأس لان المسلم لایؤاجرها لذلک انما آجرها للسکنی کذافی المحیط.(الفتاوی الهندیة ج۴ص ۴۵۰ الفصل الرابع فی فساد الاجارة اذا کان المستاجر مشغولاً بغیره)(قال العلامة سراج الدین رحمة الله: آجر بیتا لیتخذفیه بیت نارا و بیعة او کنسیة اویباع فیه الخمر لابأس به عندا

بی حنیفة خلافاً لهما (فتاویٰ سراجیة علی هامش قاضیخان ج۴ص ۲۴۱' کتاب الاجارة' باب مایکره من الاجارة ومالایکره) وَمِثْلُهٗ فی خلاصة الفتاویٰ ج۳ص ۱۴۹ کتاب الاجارات' الفصل العاشرفی الحضروالاباحة) (فتاویٰ حقانیه ج ٦ ص ۲٦۵)

کرایہ دار نشہ آور دوائی بیچے تو اس کی آمدنی سے کرایہ لینا کیسا ہے؟

سوال: میں نے اپنی ایک دکان کرائے پر دے رکھی ہے اور کرائے دار اس میں نشہ آور دوائی بیچتا ہے جس کا نام جنجر ہے اور لوگ اس کو شراب کی جگہ استعمال کرتے ہیں' میں نے دکاندار سے کئی مرتبہ کہا لیکن وہ توجہ نہیں دیتا' میرے لیے عجیب پریشانی ہے' لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ کرایہ شرعاً جائز نہیں' آپ تحریر فرمائیں کہ کیا حکم ہے؟

جواب: اس کی دکان میں پاک اور جائز دوائیں بھی تو ہوں گی' ان کی وجہ سے اس کی کل آمدنی کو ناجائز نہیں کہا جائے گا نہ اس سے حاصل شدہ کرایہ کو ناجائز کہا جائے گا' اس لیے آپ پریشان نہ ہوں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱۳ص ۳۹٦)

آب کاری اور افیون وغیرہ کے کارخانوں میں ملازمت کرنا

سوال: سررشتہ مسکرات مثل آب کاری وافیون وغیرہ میں اہل اسلام کو نوکری کرنا کیسا ہے؟

جواب: ایسے کارخانوں میں نوکری کرنا جائز نہیں کہ اعانت علی المعصیت ہے اور افیون کا استعمال جس صورت میں ناجائز ہے اس کے اعتبار سے تو اس کا حکم مثل شراب کے ہے اور جس صورت میں استعمال جائز ہے اس کے اعتبار سے اس کی بیع سے روکنا دوسروں کو ظلم ہے اور ظلم کی اعانت بھی حرام ہے' غرض ہر حال میں یہ شخص فعل ناجائز کا معین ہے۔ (امدادالفتاویٰ ج۳ص ۳۷۸)

توبہ کے بعد زانیہ کے کمائے ہوئے مال کا حکم

سوال: ایک فاحشہ عورت نے اپنے فعل بد سے توبہ کی' اب جو اس کے پاس فعل بد سے کمایا ہوا ہے وہ اس کو اور تمام مؤمنین کو کھانا حلال ہے یا حرام؟

جواب: (از مولانا عبداللہ غازی پوریؒ) حلال ہے' اس لیے کہ وہ فعل بد' فعل نیک سے بدل گیا۔ پس اب وہ مال فعل نیک سے کمایا ہوا ہو گیا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا وَقال اللّٰہ تعالیٰ فَمَنْ

جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَاسَلَفَ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

جواب: (از حضرت مفتی اعظمؒ) فعل بد سے کمایا ہوا مال زانیہ کی ملک میں داخل نہیں ہوتا' پس توبہ کے بعد نہ خود اس کا اسے استعمال درست ہے نہ اور مسلمان کو' توبہ سے فعل کا گناہ معاف اور مواخذہ مرتفع ہوسکتا ہے نہ یہ کہ اموال محرمہ جو ابھی تک اس کی ملک سے خارج تھے وہ بھی حلال ہوجائیں۔ آیت کریمہ جو فاضل مجیب نے استدلال میں پیش کیا ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے اس سے صرف گناہ کی معافی پر استدلال ہوسکتا ہے یا گناہوں کے بدلے اور نیکیوں کے ملنے پر' حرام مال میں حلت پر اس میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ص ۳۹۶)

سودی اداروں میں بجلی لگانا

سوال: آج کل اکثر ادارے خصوصاً تجارتی ادارے اور کمپنیاں جن کا اکثر کاروبار سودی ہے' ٹھیکیدار کمپنی یا ادارے سے قرض لے کر تعمیر کا سلسلہ شروع کردیتے ہیں' بندہ ایسی تعمیر میں بجلی میں کام کرتا ہے' مجھے جو رقم ملتی ہے وہ سودی ہی ہوتی ہے' تو کیا میرے لیے وہ رقم اجرت میں لینا اور ملازمین کو دینا جائز ہے؟

جواب: آپ کے کام میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے اداروں کا سودی کاروباران کا فعل ہے جس کا وبال اور گناہ انہیں پر ہے' لہٰذا آپ کا کام بلاشبہ حلال ہے۔

البتہ یہ ضروری ہے کہ اجرت کی رقم حلال آمدن سے ہو' اس لیے کمپنی سے معاہدہ کرتے وقت یہ شرط کرلی جائے کہ ہمیں اجرت سودی منافع سے نہیں دی جائے گی' کمپنی میں یقیناً حلال آمدن کے ذرائع بھی ہوں گے' ان سے اجرت لی جائے۔

اگر حلال وحرام آمدن کو خلط کردیا جاتا ہے اور حلال کو الگ رکھنے پر ادارہ تیار نہ ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ حلال وحرام ہوں لیکن حلال غالب ہو تو اس سے اجرت لینا جائز ہے اور اگر دونوں برابر ہوں یا حرام غالب ہو تو جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ص ۳۲۹)

متفرقات

ٹیکسی کا پٹرول مستاجر پر ہونے کی شرط لگانا

سوال: ٹیکسی میں پٹرول کی مثال علف دابہ (جانور کے چارے) کی سی ہے اور حیوان کو کرایہ پر دینے میں اگر چارہ کی شرط مستاجر پر لگادی جائے تو اجارہ فاسد ہوجاتا ہے' ایسے ہی اگر پٹرول کے خرچ کی شرط مستاجر پر لگادی جائے تو یہ اجارہ فاسد ہونا چاہیے' اگر جائز ہے تو ما بہ الفرق کیا ہے؟

جواب: ٹیکسی اور دابہ میں دو وجہ سے فرق ہے:

ا۔ دابہ میں چارہ عین دابہ کی بقاء کے لیے ضروری ہے جبکہ ٹیکسی کے عین کی بقاء کے لیے پٹرول کی ضرورت نہیں، جس چیز پر شئی مستاجر کی بقاء موقوف ہو وہ مالک کے ذمہ ہوتی ہے اور جو بقاء کے لیے موقوف علیہ نہ ہو وہ مستعمل کے ذمہ ہوتی ہے۔

۲۔ دابہ سے انتفاع نہ بھی کیا جائے تو بھی اس کو چارہ دینا ضروری ہے جبکہ ٹیکسی سے انتفاع نہ کیا جائے تو پٹرول کی ضرورت نہیں' اس لیے علف دابہ کا مالک پر اور پٹرول کا مستعمل پر ہونا قرین قیاس ہے' ٹیکسی کا دابہ پر قیاس صحیح نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۳۳) ''اس لیے ایندھن کی شرط استعمال کرنے والے پر لگانے سے اجارہ فاسد نہ ہوگا'' (م'ع)

رکشہ' ٹیکسی والے کا میٹر سے زائد پیسے لینا

سوال: کیا رکشہ وٹیکسی والوں کے لیے جائز ہے کہ میٹر جو کرایہ بتاتے ہیں مثلاً ۴/۲۰' ۸/۸۰ تا ۱۳/۴۰ روپے وغیرہ وغیرہ مگر ان کو ۵' ۱۰ یا ۱۵ روپے دے دو تو وہ سب جیب میں ڈال لیتے ہیں اور بقایا واپس نہیں کرتے' کیا ان زائد پیسوں کو صدقہ' خیرات یا زکوۃ سمجھ کر چھوڑ دینا چاہیے؟ مہربانی فرما کر جواب شائع فرمائیں تاکہ وہ لوگ جو ناجائز لینا یا دینا گناہ سمجھتے ہیں ان کو معلوم ہوجائے کہ وہ گناہ کررہے ہیں یا نہیں؟

جواب: اصل اجرت تو اتنی ہی بنتی ہے جتنی میٹر بتائے' زائد پیسے کرایہ دار واپس لے سکتا ہے لیکن اس معاملے میں لوگ زیادہ کدوکاوش نہیں کرتے' اگر روپے سے اوپر کچھ پیسے ہو جائیں تو پورا روپیہ ہی دے دیتے ہیں' پس اگر کوئی خوشی سے چھوڑ دے تو رکشہ' ٹیکسی والوں کے لیے حلال ہے اور اگر کوئی مطالبہ کرے تو واپس کرنا ضروری ہے۔

سوال: بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ رکشہ والا میٹر سے زیادہ پیسے مانگتا ہے' کیا میٹر سے زیادہ پیسے اس کے لیے حلال ہیں؟

جواب: اس کی دو صورتیں ہیں' ایک یہ کہ رکشہ' ٹیکسی والے نے سفر شروع کرنے سے پہلے ہی وضاحت کر دی ہو کہ وہ اتنے پیسے میٹر سے زیادہ لے گا' یہ تو اس کے لیے حلال ہیں اور سواری کو اختیار ہے کہ ان زائد پیسوں کو قبول کرے یا اس کے ساتھ نہ جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ منزل پر پہنچنے کے بعد زائد پیسے مانگے یہ جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں گویا معاہدہ میٹر پر چلنے کا تھا' معاہدے کے خلاف کرنا اس کے لیے جائز نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۲۸۳)

غلام کو اجارہ پر دینا

سوال: اپنے غلام کو متعینہ مدت کے لیے اجرت مقررہ پر کسی کی خدمت کے لیے اجارہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۰۸) ''اگر شرعی غلام ہو'' (م'ع)

کافرہ عورت کو ملازم رکھنا

سوال: کافرہ یا ایسی عورت کو ملازم رکھنا جس سے ولد الزنا ہو چکا ہو مسلمان کے لیے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۰۸) ''لعدم المانع'' (م'ع)

کافر بچے کو مسلمان عورت کا اجرت پر دودھ پلانا

سوال: کافر کے بچوں کو دودھ پلانے کے لیے مسلمان عورت کا نوکری کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۰۸)

غیر مسلم کی شراب مزدوری پر لے جانا

سوال: زید ایک کافر کی شراب موٹر پر لاد کر کسی جگہ پہنچاتا اور اس پر اجرت لے جاتا ہے' شرعاً

جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کا کرایہ اگر بہ ضرورت مبلغین کی تنخواہ میں صرف کریں تو کیسا ہے؟

جواب: اس مسئلہ میں اختلاف ہے' امام صاحبؒ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک ناجائز' اس لیے بلاضرورت شدیدہ اس میں مبتلا نہ ہونا چاہیے اور مبلغ اسلام وغیرہ کی جو صورتیں لکھی ہیں اگر ان کے لیے کوئی دوسری صورت نہ ہو تو یہ بھی ضرورت میں داخل ہے' کرایہ لے کر ان پر خرچ کیا جا سکتا ہے۔

اضافہ: اگرچہ نفس عقد جائز ہے مگر معصیت پر تعاون ہونے کی وجہ سے ایسے معاملات سے احتراز لازم ہے۔ (امداد المفتیین ص ۸۶۴)

کافر کے شراب کے کاروبار میں ملازمت کرنا

سوال: کافروں کے شراب کے کاروبار میں ملازمت کا کیا حکم ہے؟

جواب: شراب کی خرید و فروخت اور ملازمت پلانے کی جائز نہیں' کسی دوسرے کام کے لیے کافر کے شراب کے کاروبار میں ملازمت کی گنجائش ہے لیکن اس میں بھی کئی دینی خطرات ہیں' اس لیے احتراز ہی بہتر ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۳۲)

کافر کی حفاظت کیلئے ملازمت کرنا

سوال: ساہوکار پُر خطر راستے میں مسلمانوں کو بطور محافظ ملازم کرتے ہیں' یہ ملازمت مسلمانوں کے لیے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے اور اس صورت میں اگر مسلمان مارا جائے تو اس کو نہ شہادت کا ثواب ملے گا اور نہ مستحق عقاب ہوگا۔ لاله ولا عليه بلكه من مات على الفراش کے مانند ہوگا (یعنی اس شخص کے مانند ہوگا جو بستر پر مرے)۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ۳۱۰)

کفار کی ملازمت کرنا

سوال کفار کی ملازمت کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: کفار کی ملازمت کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ بلاکراہت جائز ہے' مثلاً حقوق کے ثابت کرنے' شر و فساد کے دفع کرنے' چور اور ڈاکوؤں سے حفاظت کرنے' پل' مہمان سرائے اور دیگر مفید عمارتوں کے بنانے کے لیے ملازمت

کی جائے' جیسا کہ یوسف علیہ السلام نے بادشاہ وقت سے جو کافر تھا' خزائن مصر کا داروغہ بننے کی درخواست کی تھی تا کہ عدل و انصاف کر سکیں اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلانے کے لیے فرعون کی ملازمت کی تھی۔

۲۔ کراہت کے ساتھ جائز ہے' مثلاً ایسی نوکری کرنا جس میں کفار کے سامنے کھڑے رہنا اور تعظیم کرنا لازمی وضروری ہو کہ جس سے مسلمان کی بے عزتی ہو اور ہتک شان متصور ہوتی ہو جیسے سررشتہ داری وغیرہ۔

۳۔ حرام ہے' مثلاً معاصی منہیات وممنوعات شرعیہ پر ملازمت کرنا جیسا کہ مسلمانوں کے مقابلے میں جانے والی فوج اور پولیس میں ملازمت کرنا۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۳۰۹)

ایک روز کاروبار کی تعطیل رکھنا

سوال: ہم تاجر لوگ ہفتہ کو اپنا کاروبار اس لیے بند کرتے ہیں کہ ہمارے بازار میں دوسری قوم کے لوگ بھی ہیں وہ لوگ یکشنبہ کے سوا کاروبار بند کرنے میں ناراض ہیں' یہ بند اس لیے ہے کہ ہفتہ میں ایک روز آرام وتفریح ہو جائے' یکشنبہ کو کاروبار بند کرنے میں یہ سہولت ہے کہ تمام سرکاری دفاتر' ڈاک وغیرہ بند رہتے ہیں اور عوام بھی کاروبار میں عموماً دلچسپی نہیں لیتے؟

جواب: یکشنبہ کو عیسائی تو اس لیے کاروبار بند رکھتے ہیں کہ یہ دن ان کے مذہب کے لحاظ سے مقدس دن ہے' تو اگر کوئی مسلمان بھی یکشنبہ کی تقدیس کی نیت سے کاروبار بند کرے تو یہ مشابہت ہوگی اور اس کا یہ فعل ناجائز ہوگا لیکن اگر مسلمان کاروباری حیثیت سے کہ یکشنبہ کے دن بینک اور ڈاک خانہ کی مالیت کا شعبہ بند ہوتا ہے ریلوے آفس میں بھی پارسل لینے دینے کا کام بند رہتا ہے' اس روز دکان بند رکھے تو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے' یہ ایک قسم کی مجبوری ہے' دن کی تقدیس نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۳۹۴)

شہد کس کی ملک ہے؟

سوال: یہاں ہم کرایہ پر مکان لے کر رہتے ہیں' اس مکان کے قریب شہد کی مکھیوں نے شہد بنایا ہے' یہ شہد کس کی ملک ہے' کرایہ دار کی یا مالک مکان کی؟

جواب: وہ گھر والے کی ملک ہے اس کے اذن سے استعمال کرنا جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۹۹)

مزدور کونماز کیلئے اجازت کا حکم

سوال: مزدور کوادائے نماز کے لیے اجازت لینا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: فرائض و واجبات اور سنن مؤکدہ کے ادا کرنے کے لیے اجازت کی ضرورت نہیں اور نوافل بلا اجازت نہ پڑھے۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۳۰۸)

قیمت میں کمی کرنا موجب ثواب ہے؟

سوال: اگر کوئی شخص سودے میں خریدار کو بغرض ثواب کم قیمت پر مال دے مثلاً پینتیس روپے کا مال بتیس روپے میں دے تو کیا اس کمی قیمت پر ثواب ملے گا یا پوری قیمت لے کر پھر اس میں سے معاف کر دے؟

جواب: دونوں عمل موجب ثواب ہیں' رعایت فی المعاملہ بھی اور بعد میں معاف کر دینا بھی اور ہر ایک کا ثواب جدا نوع کا ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۶۸)

کہ رعایت میں اخفاز یادہ ہے اور معاف کر دینے میں عام قیمت پر غلط اثر نہیں ہوتا۔ (مع)

طبیب کے فیس لینے کا حکم

سوال: اگر حکیم علاج پر اپنی فیس مقرر کر کے لیتا رہے اور مریض صحت یاب نہ ہو یا مر جائے تو یہ روپیہ جو ہمیشہ فیس کا مقرر کر کے لیتا رہا ہے اس کے لیے درست ہے یا نہیں؟

جواب: طبیب کو اپنے معالجے کے معاوضے میں فیس مقرر کر کے لینا حلال ہے خواہ مریض صحت یاب ہو جائے یا مر جائے۔ (فتاویٰ مظاہر العلوم ج ۱ ص ۱۷۷)

طبیب کو بغیر طے کیے فیس لینے کا حکم

سوال: اگر حکیم مریض کو جا کر دیکھے اور بغیر طے کیے یا مریض کے تیمار داروں سے ایک دو روپے لے لیے اور مریض تھوڑی دیر بعد مر جائے تو یہ روپیہ لینا کیسا ہے اس کے لیے؟

جواب: اگر فیس مقرر کیے بغیر کسی مریض کو دیکھنے گیا اور مریض نے خود بخود کچھ دے دیا وہ بھی حلال ہے' خواہ مریض زندہ رہے یا مر جائے' اور اگر کچھ نہ دیا تو طبیب کو جبراً لینے کا حق نہیں' اگر لے گا حلال نہ ہوگا۔ (فتاویٰ مظاہر العلوم ج ۱ ص ۱۷۸) ''ہاں اگر کسی طبیب ڈاکٹر کی فیس عدم

اور خاص مشہور و معروف ہے تو مریض پر طے کرنا ضروری نہ ہوگا" (م ع)

ہلاکت مریض کے گمان کے باوجود فیس لینا

سوال: اگر حکیم کو یہ گمان ہو کہ مریض مرجائے گا تو کیا ایسی حالت میں بھی مریض سے فیس لینا جائز ہے؟

جواب: اگر طبیب کو گمان ہے کہ مریض مرجائے گا تو اس صورت میں بھی فیس مقرر کرکے لینا جائز ہے۔ (فتاویٰ مظاہر العلوم ج۱ ص۱۷۸)

گوشت فروشی کو پیشہ بنانا

سوال: حلال جانوروں کا گوشت شرع کے مطابق ذبح کروا کر فروخت کرنا اور اس کو پیشہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ پیشہ اختیار کرنا جائز ہے اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ج۷ ص۳۸۸)

الحمدللہ جلد ۶ ختم ہوئی